حقوق الطبع محفوظة

قال رسول اللہ انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی اہلبیتی

شیعان آل محمدؑ خصوصاً واعظین و مبلغین کے لئے نادر و نایاب تحفہ

المجلد الثانی عشر من تفسیر (۱۲)

انوار النجف
فی
اسرار المصحف

مصنفہ
حجۃ الاسلام علامہ حسین بخش صاحب جاڑا مدظلہ
بانی
جامعہ علمیہ باب النجف جاڑا ضلع ڈیرہ اسماعیل خان

12

ہدیہ ۷۵/ روپے

مکتبہ انوار النجف دریا خان ضلع بھکر

فہرست

نمبر شمار	مضمون	صفحات
۱	سورہ یٰسین کے فضائل	۶
۲	رکوع ع ۱۸	۸
۳	شب ہجرت	۹
۴	صدقہ جاریہ	۱۰
۵	امام مبین	۱۱
۶	اصحاب انطاکیہ کا ذکر	۱۲
۷	مومن آل یٰسین	۱۸
۸	پ ۲۳	
۹	رکوع نمبر ۱	۲۰
۱۰	رکوع نمبر ۲	۲۱
۱۱	رکوع نمبر ۳ نفخ صور	۲۵
۱۲	اعضا کی گواہی	۲۷
۱۳	منکرین توحید کی تردید	۲۷
۱۴	رکوع نمبر ۴	۲۸
۱۵	سورہ صافات	۳۱
۱۶	رکوع نمبر ۵	۳۲
۱۷	رکوع نمبر ۶	۳۵
۱۸	سوال ولایت	۳۵
۱۹	لا الٰہ الا اللہ	۳۸
۲۰	شجرۂ زقوم	۴۱
۲۱	رکوع نمبر ۷ لفظ شیعہ	۴۲
۲۲	شیعہ اور محب میں فرق	۴۳
۲۳	حضرت ابراہیمؑ کا ذکر	۵۰
۲۴	رسم عرس	۵۱
۲۵	حضرت ابراہیم کی ہجرت	۵۴
۲۶	فرزند کی بشارت	۵۶
۲۷	ذبح کرنے کا حکم	۵۷
۲۸	ذبیح اللہ کون تھا؟	۶۰
۲۹	حضرت اسحاق ذبیح اللہ نہیں تھے	۶۱
۳۰	حضرت اسمٰعیلؑ کے ذبیح اللہ ہونے کی وجوہ	۶۳
۳۱	قربانی کا دنبہ	۶۴
۳۲	ذبح عظیم	۶۵
۳۳	نسخ قبل عمل	۶۷
۳۴	رکوع ع ۸	۶۹
۳۵	حضرت الیاس کا ذکر	۶۹
۳۶	رکوع ع ۹ حضرت یونس کا ذکر	۷۱
[illegible]	فضیلت آل محمدؐ	۷۵
۳۸	سورہ ص	۷۷
۳۹	رکوع ع ۱۰	۷۸
۴۰	معجزۂ پیغمبر	۸۱
۴۱	رکوع ع ۱۱	۸۲
۴۲	حضرت داؤدؑ کا ذکر	۸۲
۴۳	حضرت داؤدؑ کی عصمت	۸۴
۴۴	رکوع ع ۱۲ اثبات قیامت	۸۸

۴۵	حضرت سلیمانؑ کے لئے سورج کا پلٹنا	۹۰
۴۶	حضرت سلیمانؑ کا امتحان	۹۱
۴۷	ملک سلیمانؑ	۹۳
۴۸	رکوع نمبر۱۳ حضرت ایوب کا ذکر	۹۴
۴۹	حضرت ذوالکفل	۱۰۳
۵۰	جہنمی پیرو مرید	۱۰۴
۵۱	رکوع نمبر۱۴	۱۰۶
۵۲	خلقتِ آدمؑ	۱۰۷
۵۳	عالین کا معنی	۱۰۸
۵۴	تنبیہ	۱۱۰
۵۵	سورہ الزمر	
۵۶	رکوع ع۱۵	۱۱۱
۵۷	شرک سے بچنے کی تنبیہ	۱۱۳
۵۸	رکوع ع۱۶	۱۱۴
۵۹	رکوع ع۱۷	۱۱۸
۶۰	درسِ توحید	۱۲۱
۶۱	پارہ ۲۴	
۶۲	رکوع ع۱	۱۲۳
۶۳	رکوع ع۲ روح اور نفس	۱۲۵
۶۴	مشرکین کا رویہ	۱۲۷
۶۵	رکوع ع۳	۱۳۰
۶۶	بخشش کی امید	۱۳۰
۶۷	اللہ پر جھوٹ بولنے کی سزا	۱۳۱
۶۸	رکوع ع۴	۱۳۳
۶۹	حبط اور ضبط	۱۳۳
۷۰	نفخ صور	۱۳۴
۷۱	قیامت صغریٰ	۱۳۵
۷۲	رکوع نمبر۵	۱۳۸
۷۳	سورہ المومن	۱۴۰
۷۴	رکوع ع۶	۱۴۱
۷۵	صفاتِ خدا	۱۴۲
۷۶	حاملین عرش	۱۴۳
۷۷	رکوع ع۷	۱۴۴
۷۸	رکوع ع۸ ۔ حضرت موسیٰؑ کا ذکر	۱۴۷
۷۹	رکوع ع۹ ۔ مومن آلِ فرعون	۱۴۹
۸۰	حضرت یوسفؑ کی پیشین گوئی	۱۵۲
۸۱	رکوع ع۱۰ مومن آلِ فرعون کا قصہ	۱۵۵
۸۲	رکوع ع۱۱	۱۵۹
۸۳	اللہ اور رب رکوع ع۱۲	۱۶۱
۸۴	رکوع ع۱۳	۱۶۳
۸۵	رکوع ع۱۴	۱۶۶
۸۶	سورہ السجدہ	۱۶۸
۸۷	رکوع ع۱۵	۱۶۹
۸۸	دعوتِ عشیرہ	۱۷۰
۸۹	رکوع نمبر۱۶ خلقت آسمان وزمین	۱۷۲
۹۰	اسرار و رموز	۱۷۶
۹۱	سعادت و نحوست ایام	۱۷۸
۹۲	رکوع ع۱۷	۱۸۴
۹۳	اللہ پر حُسنِ ظن	۱۸۵
۹۴	رکوع ع۱۸	۱۸۶

۹۵	رکوع ع۱۹ اچھی تبلیغ	۱۸۸
۹۶	سجدہ قرآنی	۱۸۹
۹۷	پارہ ۲۵	
۹۸	رکوع ع۱	۱۹۳
۹۹	سورہ حمعسق	۱۹۶
۱۰۰	رکوع ع۲	۱۹۷
۱۰۱	رکوع ع۳	۱۹۹
۱۰۲	میزان علیؑ ہے	۲۰۲
۱۰۳	رکوع ع۴	۲۰۶
۱۰۴	اجرِ رسالت	۲۰۷
۱۰۵	وسعتِ رزق	۲۱۱
۱۰۶	رکوع ع۵	۲۱۲
۱۰۷	جنتّیوں کی نشانیاں	۲۱۴
۱۰۸	شوریٰ کا حکم	۲۱۵
۱۰۹	رکوع ع۶ ظلم	۲۱۶
۱۱۰	وحی کے اقسام	۲۱۸
۱۱۱	مَا كُنْتَ تَدْرِي	۲۲۱
۱۱۲	سورۂ زخرف	۲۲۲
۱۱۳	رکوع ع۷	۲۲۳
۱۱۴	رکوع ع۸	۲۲۵
۱۱۵	بیان توحید	۲۲۷
۱۱۶	رکوع ع۹	۲۲۸
۱۱۷	کلمہ باقیہ	۲۲۹
۱۱۸	نبوت عطیہ پروردگار ہے	۲۳۰
۱۱۹	تقسیم رزق	۲۳۳
۱۲۰	رکوع ع۱۰	۲۳۵
۱۲۱	معراج کی بات	۲۳۶
۱۲۲	وَاسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا	۲۳۹
۱۲۳	رکوع ع۱۱ حضرت موسیٰؑ کا ذکر	۲۴۱
۱۲۴	رکوع ع۱۲ عیسیٰؑ سے مشابہت	۲۴۳
۱۲۵	حضرت علیؑ کی انبیاء سے فضیلت	۲۴۶
۱۲۶	قیامت میں دوستی	۲۴۸
۱۲۷	رکوع ع۱۳	۲۴۹
۱۲۸	جناب فضہ کی قرآن دانی	۲۵۳
۱۲۹	لطیفہ	۲۵۴
۱۳۰	سورہ دخان	۲۵۵
۱۳۱	رکوع ع۱۴	۲۵۶
۱۳۲	خلیفہ رسول کا مقام	۲۵۷
۱۳۳	دخان کی وضاحت	۲۶۱
۱۳۴	آسمان کس پر رویا	۲۶۳
۱۳۵	امام حسینؑ کے غم میں رونے کا ثواب	۲۶۴
۱۳۶	رکوع ع۱۵	۲۶۶
۱۳۷	کامیابی کی دُعا	۲۶۶
۱۳۸	قوم تبّع	۲۶۸
۱۳۹	رکوع ع۱۶	
۱۴۰	زقوم	۲۷۰

ستارۂ سحر گیا

تاریخ وفات ۔ ۴ دسمبر ۱۹۹۰ء

جامعہ امامیہ کربلا گامے شاہ لاہور

بر وفات علامہ حسین بخش جاڑا اعلی اللہ مقامہ و نور اللہ مرقدہ

آفتابِ علم و فن بام سے اُتر گیا
راہنمائے فکرِ حق جہان سے گذر گیا

ہر قدم بغاوتوں کی تلخیاں سہیں مگر
ظلمتوں میں علم کی ضیاء کو عام کر گیا

عمر بھر یزیدیت کے حامیوں سے جنگ لڑا
عہدِ مشکلات میں کچھ اور ہی نکھر گیا

سرحدِ حیات تک جو محوِ ذکرِ حق رہا ۔!
برملا خطاب کا وہ بے بدل ہنر گیا

منافقت کی تیز آندھیوں میں بھی نہ رک سکا
جلائی شمعِ انقلاب کربلا جدھر گیا

اس کے نقشِ پا پہ چل کے نام پیدا کر گئے
بہت سے پیشواؤں کا نصیب یوں سنور گیا

پیکرِ شجاعت و مروّت و یقین و امن ۔
دورِ حادثات میں وہ چارہ گر کدھر گیا

مصیبتوں کے دور میں عقیدتیں سمیٹ کر
فضیلتوں کا آسمان زمین میں اُتر گیا

ڈوب گئی آج اس کی نبض نوک کٹ گئی
جس قلم کی تیغ سے ستم نواز ڈر گیا

دکھوں کو تلخیوں کو مسکرا کے جس نے پی لیا
وہ بزمِ مہر و لطف سے نظارۂ نظر گیا

ثمر سے جس کے جی رہا تھا ایک شہرِ بے کساں
رہی خزاں سدا بہار جس پہ وہ شجر گیا

شعاؤں کی لکیر کھینچ کر شبِ سیاہ میں
جبینِ صبحِ قوم سے ستارۂ سحر گیا

سرزمینِ پاک میں نجف کا باب کھول کر
قوم کی رگِ حیات مُردہ زندہ کر گیا

مرتبہ یہ کم ہے کیا نگر نگر گلی گلی ۔
علومِ آلِ مصطفےٰ بکھرتے بکھرتے گیا

تا ابد رہے گی اس کی عظمتوں کی داستاں
قلندرانہ زندگی کا درس تھا گذر گیا

ولائے مرتضیٰ کا ابرِ نور قبر پر رہے
دامنِ حیات جن کے مرثیوں سے بھر گیا

کریم تھے ظہور لے گئے ریاضِ خلد میں
وہ جن کے نقش پر چلا وہ جنکی راہ پر گیا

سوگوار :۔ ظہور احمد جاڑا ڈیرہ اسماعیل خان

سُورَۂ لیٰسٓ

یہ سورہ مکیہ ہے۔ اس کی آیات کی تعداد بسم اللہ کو ملا کر چوراسی ہے۔

سورہ یٰس کے فضائل

تفسیر مجمع البیان میں ابی بن کعب سے مروی ہے کہ جو شخص رضائے پروردگار کی خاطر سورہ یٰس کی تلاوت کرے اُس کے گناہ بخشے جاتے ہیں اور بارہ ختم قرآن کا ثواب اُس کے نامۂ اعمال میں درج کیا جاتا ہے۔

جس بیمار کے پاس سورۂ یٰس پڑھی جائے تو اُس کے تمام حروف سے بارہ گنا فرشتے نازل ہو کر اُس کے سامنے صف بصف کھڑے ہوں گے اور اُس کے لئے بخشش کی دُعا کریں گے۔ اور قبض رُوح کے وقت بھی وہ موجود رہیں گے اور اس کی تشییع جنازہ کر کے اُس کے نماز جنازہ و دفن میں بھی شریک ہوں گے۔ اور سکرات الموت کی حالت میں اگر مریض خود پڑھے یا اُس کے پاس کوئی دوسرا آدمی پڑھے تو رضوانِ جنّت شراب جنت لے کر اُس کے پاس پہنچتا ہے پس وہ بستر پر لیٹے ہوئے اُسے پی لیتا ہے اور سیراب ہو کر مرتا ہے۔ اور سیراب ہو کر ہی مبعوث ہوگا حتیٰ کہ حوضِ جنّت پر جانے کی اُسے ضرورت نہ ہوگی اور سیراب ہو کر جنّت میں داخل ہوگا۔

ایک روایت میں ہے اِس سورہ مجیدہ میں پڑھنے والے کے لئے دنیا و آخرت کی بھلائیوں کا راز مضمر ہے اور دنیا و آخرت کے مصائب اس کے پڑھنے والے سے دُور کئے جاتے ہیں۔ اس کے پڑھنے والے سے ہر شر دور ہوگا اور اس کی ہر حاجت پُوری ہوگی۔ نیز اس کے پڑھنے والے کو بیس حجوں کا ثواب ملے گا نیز اس کے سننے والوں کو بھی ایک ہزار دینار فی سبیل اللہ خرچ کرنے کے برابر ثواب ملتا ہے۔ اور جو شخص لکھ کر اس کو پی لے تو گویا ہزار دوائے شافی اُس نے پی لی اور اُس کے اندر ہزار نور ہزار یقین ہزار برکتیں اور ہزار رحمتیں داخل ہوئیں نیز اُس کے اندر سے ہزار بیماریاں و تکلیفیں نکل گئیں۔

بروایت انس بن مالک حضور نبی اکرمؐ سے منقول ہے کہ ہر چیز کا دل ہوا کرتا ہے اور قرآن مجید کا دل سورۂ یٰس ہے۔

نیز حضور نبی اکرمؐ سے مروی ہے کہ جو شخص قبرستان میں پہنچ کر سورہ یٰس پڑھے تو پُورے قبرستان والوں سے اُس دن کا عذاب اُٹھ جائے گا۔ اور اس کے اندر تمام دفن ہونے والوں کے برابر نیکیاں اُس کے نامۂ اعمال میں درج ہوں گی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ ہر چیز کا دل ہوا کرتا ہے اور قرآن کا دل یٰسٓ ہے جو شخص دن

میں اس کی تلاوت کرے تو وہ شام تک محفوظ و مرزوق ہوگا اور جو شخص سونے سے پہلے رات کے وقت اس کی تلاوت کرے تو ہر شیطان رجیم اور ہر آفت سے ستر ہزار فرشتے اس کی حفاظت کریں گے اور اگر مرجائے تو وہ سیدھا جنّت میں داخل ہوگا۔ اور تیس ہزار فرشتے اس کے لئے دُعائے مغفرت کریں گے اور اس کی قبر تک استغفار کرتے ہوئے اس کی تشییع کریں گے پس جب اس کو داخل لحد کیا جائے گا تو وہ فرشتے عبادت کریں گے اور اس کا ثواب اُسی مرنے والے کو ہوگا۔ اور تا حدِ نگاہ اُس کی قبر میں وسعت پیدا کی جائے گی نیز فشارِ قبر سے بھی وہ محفوظ ہوگا اور اس کی قبر سے آسمان تک ایک نور تاباں قائم رہے گا یہاں تک کہ وہ قبر سے محشور ہوگا پھر وہ فرشتے اُس کے ہمراہ چلتے ہوئے اس سے باتیں کرتے ہوئے اور خوش طبعی کرتے ہوئے اُسے ہر خیر کی خوشخبری سنائیں گے اور صراط و میزان کی منازل میں وہ اُس کے ہمراہ ہوں گے۔ اور مقامِ قربِ خداوندی میں اُس کو جا کھڑا کریں گے کہ اس سے زیادہ قریب ملائکہ مقربین اور انبیاء مرسلین کے سوا اور کوئی نہ ہوگا۔ پس انبیاء کے ہمراہ دربارِ خداوندی میں حاضر ہوگا اور غم و حزن سے وہ محفوظ ہوگا اور ذاتِ پروردگار کی جانب سے اُس کو خطاب پہنچے گا کہ اے میرے بندے تم جس جس کی شفاعت کرنا چاہو بے شک کرو وہ قبول ہوگی اور مجھ سے جو کچھ طلب کرو تمہیں دیا جائے گا پس اس کی شفاعت مقبول ہوگی اور حساب کی منزل آسان ہوگی نہ اس کو رسوائی ہوگی، نہ جھڑکا جائے گا اور کتابِ منشور اس کے حوالے کی جائے گی اور لوگ ازراہِ حیرت کہیں گے کہ سبحان اللہ اس بندے کا تو کوئی ایک گناہ بھی نہیں نکلا پس وہ شخص حضرت نبی اکرمؐ کے مصاحبین میں سے ہوگا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام سے منقول ہے کہ حضرت رسولِ کریمؐ کے بارہ نام ہیں جن میں سے پانچ نام قرآن مجید میں مرقوم ہیں، اور وہ ہیں محمد احمد عبداللہ لیس اور نون۔

تفسیر صافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام سے منقول ہے جو زندگی بھر میں ایک مرتبہ سورہ لیس کی تلاوت کرے تو دنیا و آخرت اور زمین و آسمان کی جملہ مخلوق کی تعداد سے لاکھوں گنا نیکیاں اُس کے نامۂ اعمال میں درج ہوں گی اور اسی قدر اُس کے گناہ معاف ہوں گے۔ اور فقر قرض تنگدستی تھکان دیوانگی جذام وسواس اور ہر موذی مرض اُس سے دور کی جائے گی اور سکرات الموت اس پر آسان ہوگی۔ الخ

تفسیر برہان میں امام جعفر صادق علیہ السّلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا اپنی اولادوں کو سورۂ لیس کی تعلیم دو کیونکہ یہ قرآن کی جان ہے۔

حدیث نبوی میں ہے جو شخص عرق گلاب سے لکھ کر اپنے پاس رکھے وہ ہر آفت و بُرائی سے محفوظ رہے گا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا جو شخص عرق گلاب و زعفران سے اس کو سات دفعہ لکھے اور ایک ایک تعویذ روزانہ متواتر سات دن تک پیئے اُس کا اثر یہ ہوگا کہ ہر سُنی ہوئی چیز کو حفظ کرلے گا۔ مناظرہ میں فریقِ مخالف پر غالب ہوگا اور لوگوں میں اس کی عزت و عظمت زیادہ ہوگی۔ اور جو شخص لکھ کر اپنے پاس رکھے وہ اپنے جسم میں حسد نظر بد جنّ و انس کی اذیتوں جنون اور ہر قسم کے دردوں سے محفوظ رہے گا۔ باذن اللہ۔

اور اگر کوئی عورت دھو کر پی لے تو اُس کے دودھ میں اضافہ ہوگا اور اُس کا معدہ بچے کے لئے نہایت عمدہ غذا ثابت ہوگا۔

رکوع نمبر ۱۸

یٰسٓ حروفِ مقطعاتِ قرآنیہ میں سے ہے جن کی وضاحت دوسری جلد میں ہو چکی ہے۔ تفسیر برہان میں ہے کہ ایک مرتبہ سفیان ثوری نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے یٰسٓ کا معنی دریافت کیا تو آپ نے فرمایا یہ حضور نبی اکرمؐ کے ناموں میں سے ایک نام ہے اس کا معنی ہے اے سامع الوحی گویا یا حرفِ ندا ہے اور سین سامع الوحی سے مخفف ہے۔ اور تفسیر مجمع البیان میں ایک قول کے مطابق سید المرسلین کا مخفف سین ہے۔ بہرکیف ان صورتوں میں پھر یٰسٓ حروفِ مقطعات میں سے نہ ہوگا اور اس کے بعد اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ کا خطاب اس کی مزید تائید کرتا ہے کہ یا حرفِ ندا ہو۔ اور سین حضور اکرمؐ کا مخفف نام ہو لیکن بعض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یٰسٓ آپ کا نام ہے تو اس صورت میں حرفِ ندا مقدر و محذوف ہوگا۔

تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ۔ اگر تنزیل پر رفع پڑھا جائے تو اس کا مبتدا محذوف ہوگا یعنی هٰذَا تَنْزِيْلُ اور اگر اس پر نصب پڑھی جائے تو یہ مفعول مطلق ہوگا اور فعل محذوف مانا جائے گا یعنی نُزِّلَ تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ①

(اللہ کے نام سے جو رحمٰن و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

يٰسٓ ② وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ③ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ④

یٰسٓ قرآن حکیم کی قسم بے شک تو رسولوں میں سے ہے

عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ⑤ تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ⑥

راہِ مستقیم پر یہ غالب رحم کرنے والے (پروردگار) کی جانب سے نازل شدہ ہے

لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ⑦

تاکہ تو اس قوم کو ڈرائے جن کے باپ دادا نہیں ڈرائے گئے پس وہ غافل ہیں

مَآ اُنْذِرَ۔ بعض مفسرین نے ما کو نافیہ قرار دیا ہے اور مقصد یہ ہے کہ اس قوم کو ڈراؤ جن کے باپ دادا کو نذیر بھیج کر نہیں ڈرایا گیا۔ اور بعض نے ما کو موصولہ قرار دیا ہے۔ یعنی قرآن مجید خدا کی جانب سے نازل شدہ کتاب ہے تاکہ قوم کو ڈرائے جس طرح ان کے باپ دادا کو ڈرایا گیا۔ چنانچہ منقول ہے کہ حضورؐ سے پہلے عربوں میں دو پیغمبر مبعوث ہوئے۔ ایک خالد بن سنان اور دوسرے قس بن ساعدہ۔

اِنَّا جَعَلْنَا۔ آیت مجیدہ کا شانِ نزول اس طرح ہے کہ ابوجہل نے قسم کھائی تھی کہ میں حضور اکرمؐ کو نماز کی حالت میں پتھر ماروں گا چنانچہ وہ جب پتھر اٹھا کر آیا۔ اور مارنے کے لئے ہاتھوں کو بلند کیا تو پتھر ہاتھوں سے چمٹ گیا اور ہاتھ اس کی ٹھوڑی تک پہنچ کر رک گئے جس طرح کسی کے ہاتھوں کو زنجیر و طوق کے ذریعے سے گردن سے باندھ دیا جائے۔ جب واپس آ کر اُس نے اپنے

ساتھیوں کو خبر دی تب پتھر اُس کے ہاتھ سے گر پڑا۔

مُّقۡمَحُوۡنَ ۔ اس کا معنی ہے سر کو اُوپر کی طرف اٹھا کر ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے والے عام طور اونٹوں کے لئے ہی یہ لفظ استعمال ہوا کرتا تھا جب موسم سرما میں ان کو پانی پر لے جاتے تھے تو وہ پانی کی ٹھنڈک کی وجہ سے سر اُوپر کو اُٹھا لیتے تھے تو وہ کہتے تھے قمحَ البعیرُ اسی طرح بعیرٌ قامحٌ اور ابلٌ قماحٌ اس جگہ مقصد یہ ہے کہ ابوجہل نے جب اذیت پیغمبر کا ارادہ کیا تو اس طرح شل ہو گیا جیسے اس کی گردن میں زنجیر ڈالے گئے ہوں اور اس کی ٹھڈی اُوپر کی طرف اٹھ گئی ہو کہ وہ نیچے دیکھنے سے قاصر ہو۔ اور ممکن ہے اس کا مضمون عام ہو اور مقصد یہ ہو کہ یہ لوگ آپ کی نصیحت کو سننا گوارا ہی نہیں کرتے بلکہ اکثر اِدھر اُدھر سے گذر جاتے ہیں اور گردن میں زنجیر پڑے ہوئے انسانوں کی طرح ٹھڈی نیچے کر کے زمین کی طرف دیکھ ہی نہیں سکتے اور ازراہِ تکبر اونٹوں کی طرح گردن اکڑائے ہوئے اُوپر کی طرف ہی دیکھتے ہیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان کے قیامت کے دن کی پیشی اور جہنم میں داخلہ کی آیت مجیدہ میں تصویر کشی کی گئی ہو

وَجَعَلۡنَا ۔ مروی ہے کہ جب ابوجہل ناکام واپس آیا تو بنی مخزوم کا ایک دوسرا شخص (ولید بن مغیرہ) اٹھا۔ اور وہی پتھر لے کر حضور کی طرف بڑھا جب کہ وہ نماز میں مشغول تھے تو خداوند کریم نے اس کی آنکھوں سے بینائی سلب کر لی پس وہ آواز سنتا تھا لیکن اُسے دکھائی کچھ نہ دیتا تھا لہٰذا جب نامراد واپس پلٹا تو اپنے ساتھیوں کو بھی نہ دیکھ سکا جب انہوں نے بلا کر کیفیت دریافت کی تو اُس نے اپنا ماجرا بیان کیا۔

لَقَدۡ حَقَّ الۡقَوۡلُ عَلٰۤی اَکۡثَرِهِمۡ فَهُمۡ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۸﴾ اِنَّا

تحقیق ثابت ہو گیا قول (عذاب) ان کے اکثر پر پس وہ ایمان نہیں لاتے تحقیق ہم نے

جَعَلۡنَا فِیۡۤ اَعۡنَاقِهِمۡ اَغۡلٰلًا فَهِیَ اِلَی الۡاَذۡقَانِ فَهُمۡ

طوق ڈالدیے اُن کی گردنوں میں پس وہ ٹھڈیوں تک پہنچ گئے پس وہ اُوپر کی طرف

مُّقۡمَحُوۡنَ ﴿۹﴾ وَجَعَلۡنَا مِنۡۢ بَیۡنِ اَیۡدِیۡهِمۡ سَدًّا وَّمِنۡ

دیکھنے والے ہیں اور ہم نے اُن کے سامنے رکاوٹ پیدا کر دی اور ان کے پیچھے بھی رکاوٹ

شب ہجرت

عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ شب ہجرت جب قریش مکہ دروازہ پیغمبرؐ پر جمع ہوئے تو آپ نکلے اور اُن کے سروں پر مٹی ڈال دی پس وہ آپ کو دیکھ نہ سکتے تھے الخ اور ابن عباس سے منقول ہے کہ ایک دفعہ قریش کعبہ کے پاس جمع ہو کر بیٹھ گئے اور یہ طے کر لیا کہ جب محمدؐ آئے تو ایک ہی بار کھڑے ہو کر اُس پر قاتلانہ حملہ کر دیا جائے پس جب حضورؐ تشریف لائے تو خدا نے اُن کے سامنے اور پیچھے ایسے پردے حائل کر دئے کہ وہ آپؐ کو نہ دیکھ سکے پس نماز پڑھ کر آپ فارغ ہوئے تو اُن کے پاس پہنچ کر اُن کے سروں پر خاک ڈال دی کہ اُن کی آنکھیں حضورؐ کو نہ دیکھ سکیں جب آپ واپس چلے گئے تو انہوں نے مٹی کو دیکھا پس کہنے لگے کہ اُن ہی کا جادو ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ابوجہل نے چونکہ حضورؐ کے قتل کا مصمم ارادہ کر لیا تھا

اس لئے اللہ نے یہ انتظام کیا کہ جب بھی وہ رات کو گھر سے نکلتا تھا حضورؐ اور اس کے درمیان ایسا قدرتی پردہ حائل ہو جایا کرتا کہ وہ آپ کو نہ دیکھ سکتا تھا۔

تفسیر برہان میں ابن عباس سے مروی ہے کہ دارالندوہ میں مشرکین مکہ کا رسولؐ اللہ کے بارے میں بڑا اجتماع ہوا تو جبریل نے اِدھر حضور کو اس کی پوری کاروائی کی اطلاع دی اور حکم پروردگار سنایا کہ آج رات آپ اپنے بستر پر نہ سوئیں چنانچہ آپ نے حضرت علی کو اپنے بستر پر سونے کا حکم دے دیا چنانچہ آپ نہایت اطمینان سے سبز رنگ کی خصوصی چادر تان کر سو گئے جس میں حضور بنفس نفیس آرام فرمایا کرتے تھے اور تلوار اپنے پہلو میں رکھ لی اِدھر دروازہ پر قریش مکہ نے جمع ہونا شروع کر دیا تاکہ موقع پا کر آپ کو قتل کر دیں۔ حضرت نبی اکرمؐ نے گھر سے نکلنے کا ارادہ فرمایا تو اس وقت دروازہ پر پورے پچیس آدمی جمع ہو چکے تھے آپ نے مٹی اٹھائی اور ان کے سروں پر پھینکی اور یٰس سے لے کر فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ تک آیات کی تلاوت فرمائی اور چلے گئے۔ اس کے بعد ایک شخص آیا تو اس نے اُن سے بیٹھنے کا سبب دریافت کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم تو ان کے انتظار میں بیٹھے ہیں اس نے کہا وہ تو کافی دیر سے جا چکے ہیں اور تمہارے سروں پر مٹی بھی ڈال گئے ہیں۔

صدقہ جاریہ

نَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا۔ اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ جو شخص کوئی نیک کام کرے تو اس کا اُس کو ثواب بھی ملے گا اور اس کی قائم کردہ نیکی پر جب تک عمل ہوتا رہے گا اس کے نامۂ اعمال میں اس کا ثواب بھی لکھا جاتا رہے گا پس اگر کوئی شخص مسجد تعمیر کرے تو جب تک اس میں نماز ادا ہوتی رہے گی بانیٔ مسجد کے نامۂ اعمال میں ثواب درج ہوتا رہے گا چنانچہ حدیث میں ہے مَنْ سَنَّ سُنَّةً الخ۔ جو شخص بھی ایک اچھی عادت وسنت قائم کرے تو اُس پر عمل کرنے والوں کی نیکیوں کے برابر اس کو بھی اجر ملتا رہے گا۔ اور اسی طرح اس کے برعکس اگر کوئی شخص کوئی برا طریقہ ایجاد کرے تو جب تک وہ برائی ہوتی رہے گی ایجاد کرنے والا بھی اس گناہ میں شریک ہوتا رہے گا پس نامۂ اعمال میں جس طرح اپنے اعمال لکھے جاتے ہیں اسی طرح قیامت تک اُن کے ہونے والے اثرات بھی اس میں درج ہوتے ہیں پس مساجد بنانا امام بارگاہیں تعمیر کرنا مدارس دینیہ قائم کرنا ہدایت خلق کے لئے کتابیں لکھنا یا اپنی حیثیت کے مطابق رفاہِ عامہ کے لئے کوئی کام کرنا ایسے صدقاتِ جاریہ ہیں جن کا ثواب مرجانے کے بعد بھی مرنے والے کے نامۂ اعمال میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ اسی طرح نیک اولاد اور نیک شاگرد دنیا میں چھوڑ کر جانا انسان کی باقیاتِ صالحات میں سے ہوا کرتا ہے وہ لوگ بہت نیک بخت ہوتے ہیں جو اپنے مرنے کے بعد کے لئے کوئی صدقۂ جاریہ چھوڑ کر جائیں اور نیک مقصد کے لئے اپنی حلال کمائی کی جائداد کو وقف کر کے جائیں۔ یا نیک اولاد یا نیک شاگرد چھوڑ کر جائیں جو تاقیامت اُس کے نامۂ اعمال میں نیکیوں کے اندراج کا موجب بنیں۔ اسی بنا پر تو شہید راہِ خدا کو مُردہ نہیں کہا جاتا کیونکہ ظاہری موت کے بعد بھی دینِ خدا کے لئے اس کی دی جانے والی قربانی کے آثار چونکہ زندہ ہیں لہٰذا گویا وہ خود زندہ ہے اسی طرح عالم دین جو ظاہری طور پر دنیا سے رخصت ہو گئے لیکن ان کے آثارِ علمیہ چونکہ باقی ہیں جن سے تاقیامت خلق خدا فیضیاب ہوتی رہے گی۔ پس گویا وہ خود زندہ ہیں۔ اور آثارَہُم کا ایک دوسرا معنی بھی کیا گیا ہے یعنی نیکی کرنے میں انسان کو

جو تکلیف ہوتی ہے وہ بھی نامۂ اعمال میں درج ہوتی ہے۔ چنانچہ مروی ہے کہ بنی سلمہ کا قبیلہ مدینہ کے آخری کنارہ پر تھا اور مسجد نبوی تک آنے میں ان کو کافی تکلیف ہوتی تھی۔ انہوں نے اپنی منازل کی دوری کا حضورؐ سے بھی شکوہ کیا تو آیت نازل ہوئی کہ ہم ان کی نیکیوں کو بھی لکھتے ہیں۔ اور مسجد تک چل کر آتے ہوئے اُن کے قدموں کے نشان بھی درج کرتے ہیں چنانچہ حدیث نبوی میں ہے کہ سب سے زیادہ نماز با جماعت کا ثواب اُن نمازیوں کو ملے گا جو بہت دُور سے چل کر شامل ہوتے ہیں۔

اسی آیت کی تفسیر میں حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام نے فرمایا چھوٹے اور حقیر گناہوں سے بچنے کی کوشش کرو کہ ان کی بھی باز پُرس ہوگی۔ خبردار کوئی شخص یہ نہ کہے کہ گناہ کرلوں اور پھر توبہ کرلوں گا کیونکہ خدا فرماتا ہے کہ جو کچھ بھی وہ کرتے ہیں ہم ان کو لکھ لیتے ہیں۔

خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ (۱۰) وَسَوَآءٌ

پس ہم نے ان کو ایسا اندھا کیا کہ وہ دیکھ نہ سکتے تھے اور تیرے

عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ (۱۱) اِنَّمَا

لئے برابر ہے اُن کو ڈراؤ یا نہ ڈراؤ ایمان نہ لائیں گے سوائے اس کے

تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ فَبَشِّرْهُ

نہیں کہ آپ کا ڈرانا اُن کے لئے ہے جو پیروی کریں قرآن کی اور ڈریں خدا سے غائبانہ تو ایسے شخص کو

بِمَغْفِرَةٍ وَّاَجْرٍ كَرِيْمٍ (۱۲) اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا

خوشخبری دو بخشش اور نیک اجر کی تحقیق ہم زندہ کرتے ہیں مُردوں کو اور لکھتے ہیں وہ جو انہوں نے

وَاٰثَارَهُمْ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ (۱۳)

آگے بھیجا اور ان کے آثار کو بھی اور ہر چیز کو ہم نے شمار کر کے رکھ دیا امام مبین میں

اِمَامٍ مُّبِيْن

اس کے متعلق چند اقوال ہیں بعضوں نے کہا ہے کہ اس جگہ امام مبین سے مراد لوح محفوظ ہے اور بعض کے نزدیک اس سے مراد نامۂ اعمال ہے اور ہمارے نزدیک قوی قول یہ ہے کہ اس جگہ امام مبین سے مراد حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السّلام ہیں چنانچہ ابن عباس نے روایت کی ہے کہ حضرت علی علیہ السّلام نے فرمایا خدا کی قسم میں ہی وہ امام مبین ہوں جو حق کو باطل سے الگ کرنے والا ہوں اور اس چیز کی میں نے رسول اللہؐ سے وراثت پائی ہے۔

تفسیر برہان میں بروایت ابن بابویہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے جو آپ نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السّلام سے نقل فرمائی کہ جب یہ آیت مجیدہ اُتری ابوبکر و عمر نے کھڑے ہو کر عرض کی یا رسول اللہؐ! کیا امام مبین سے مراد توراۃ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں! پھر انہوں نے عرض کی کیا اس سے مراد انجیل ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ نہیں! پھر انہوں

نے عرض کی کیا اس سے مراد قرآن ہے؟ تو آپ نے فرمایا نہیں اتنے میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام تشریف لائے تو حضرت رسول اکرمؐ نے فرمایا یہ وہ امام مبین ہے جس میں اللہ نے ہر شے کے علم کا احصا کیا ہوا ہے۔

حضرت ابوذر سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے ہمراہ شریک سفر تھا تو ہمارا گذر ایک وادی سے ہوا جس میں چیونٹیوں کا ایک سیلاب رواں میں نے دیکھا۔ ابوذر کہتا ہے میں چیونٹیوں کی کثرت کو دیکھ کر حیران و ششدر رہ گیا پس کلمہ تکبیر زبان سے جاری کرتے ہوئے میں نے کہا جلیل ہے وہ ذات جو اُن کی تعداد کو جانتی ہے۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے میری طرف دیکھ کر فرمایا اے ابوذر! ایسی بات مت کہو بلکہ یہ کہو جلیل ہے وہ ذات جس نے اُن کو پیدا کیا ہے خدا کی قسم ان کی تعداد بلکہ اُن کے نر و مادہ کو تو میں بھی جانتا ہوں۔

عمار بن یاسر سے یہ روایت اس طرح منقول ہے کہ میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے ہمراہ وادی نمل سے گزرا تو چیونٹیوں کی کثرت سے متعجب ہو کر میں نے دریافت کیا کہ اللہ کی مخلوق میں سے کس کی مجال ہے کہ ان کو شمار کر سکے تو آپ نے فرمایا اے عمار! میں ایسے آدمی کی نشاندہی کر سکتا ہوں جو ان کی تعداد کو جانتا ہے بلکہ یہ بھی جانتا ہے کہ ان میں نر کتنے اور مادہ کتنے ہیں عمار کہتا ہے میں نے پوچھا حضور! فرمایئے وہ کون ہے؟ تو آپ نے یہ آیت پڑھی اور فرمایا کہ وہ امام مبین میں ہوں۔

رکوع نمبر ۱۹

اصحاب انطاکیہ کا ذکر

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَثَلًا أَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ إِذْ جَاءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۳﴾

اور بیان کر ان کے لئے مثال بستی (انطاکیہ) والوں کی جب ان کے پاس رسول آئے

وَاضْرِبْ لَهُمْ۔ جناب رسالت مآبؐ کو حکم دیا گیا ہے کہ اہل مکہ کے سامنے اصحاب انطاکیہ کی مثال بیان کرو تاکہ اُن کے انجام سے عبرت و نصیحت حاصل کریں ان کا واقعہ تفسیر مجمع البیان میں ایک روایت کے ماتحت اس طرح منقول ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریین میں سے دو آدمیوں کو مبلغ بنا کر انطاکیہ کی طرف روانہ فرمایا جب یہ دونوں انطاکیہ کے قریب پہنچے تو ایک ضعیف العمر شخص کو دیکھا جو دنبیاں چرا رہا تھا اسی کو حبیب نجار یا صاحب یٰسین کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ شیخ ابوالحسن شعرانی نے ذکر کیا ہے کہ نصاریٰ کے نزدیک یونانی زبان میں اس کا نام شوفلس تھا یونانی زبان میں فلس کا معنی حبیب اور شو کا معنی اللہ ہے تو عربی زبان میں اس کا ترجمہ حبیب اللہ بنتا ہے بہر کیف شہر سے باہر اُن کی آپس میں ملاقات ہو گئی تو حبیب نجار نے ان سے احوال پرسی کی۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم حضرت عیسیٰؑ کی جانب سے آپ لوگوں کی ہدایت کے لئے یہاں پہنچے ہیں تاکہ بت پرستی سے بچ کر تم لوگ خدا پرستی کی طرف آجاؤ حبیب نجار نے ان سے نشانی یعنی معجزہ یا کرامت کا مطالبہ کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم اللہ کے اذن سے بیماروں کو شفا نابیناؤں کو آنکھیں اور مبروص کو تندرستی دے سکتے ہیں۔ صاحب یٰسین حبیب نجار نے کہا کہ چلو میرا بیٹا چند سالوں سے صاحب فراش ہے اس کو شفا دلواؤ۔ پس یہ دونوں اس کے ہمراہ اس کے گھر میں پہنچے اور مریض پر ہاتھ پھیرا تو وہ بحکم پروردگار اُسی وقت تندرست

ہو گیا۔ پس روئی کی آگ کی طرح یہ خبر سارے شہر میں پھیل گئی اور خدا نے ان کے ہاتھوں پر کئی مریضوں کو شفا بخشی۔ انطاکیہ کا بادشاہ بت پرست تھا رفتہ رفتہ یہ خبر اُس کے کانوں تک بھی پہنچ گئی تو اس نے ان دونو کو اپنے دربار میں طلب فرمایا اور پوچھا کہ تم کون ہو؟ تو انہوں نے فوراً جواب دیا کہ ہم حضرت عیسٰی کے فرستادہ ہیں۔ اور اُن کی نیابت کا فریضہ ادا کرتے ہوئے ان بتوں کی عبادت سے منع کرتے ہیں جو نہ دیکھ سکتے ہیں اور نہ سُن سکتے ہیں۔ اور اُس ایک خدا کی تم کو دعوت دیتے ہیں جو دیکھتا اور سُنتا ہے۔ بادشاہ نے ازراہِ حیرت واستعجاب سوال کیا کیا ہمارے خداؤں کے علاوہ کوئی اور خدا بھی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا ہاں خدا تو وہ ہے جس نے تجھے اور تیرے خداؤں کو کتم عدم سے نکال کر خلعتِ وجود عطا فرمائی۔ بادشاہ نے فوراً حکم دیا کہ کھڑے ہو جاؤ میں تمہاری ابھی ابھی خبر لیتا ہوں پس اُس کے اشارے سے لوگوں نے ان دونو کو پکڑ لیا اور گھسیٹ کر بازار میں لائے اور ان کو خوب پیٹا۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ بادشاہ نے اُن کو نہیں بلوایا تھا بلکہ شہر انطاکیہ میں رہتے ہوئے ان کو کافی عرصہ گذر گیا تو ایک دن بادشاہ اپنی محل سرا سے کسی مطلب کے لئے نکلا تو ان دونو نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور ذکرِ خدا کو زبان پر جاری کیا بادشاہ سنتے ہی آگ بگولا ہو گیا اور ان دونو کو ایک ایک سو تازیانے مارنے کے بعد عمر قید کا حکم دے دیا۔

حضرت عیسٰی علیہ السّلام نے ان کے پیچھے شمعون الصفا کو روانہ فرمایا جو حواریین میں بلند مرتبہ پر فائز تھا تاکہ ان کی مدد کرے اور ان دونو کی رہائی کا مناسب انتظام کرے۔ بقول شعرانی نصاریٰ کے نزدیک اس کا نام فطرس ہے جس کا معنی پتھر ہوتا ہے اور عربی میں اس کا ترجمہ صفا ہے۔ اس کی قبر اٹلی کے شہر روما میں ہے جہاں نصاریٰ کا بڑا پوپ رہتا ہے۔ بہر کیف حضرت شمعون الصفا (پطرس) غیر معروف صورت بنا کر شہر انطاکیہ میں داخل ہوا۔ پہلے پہل اُس نے بادشاہ کے حاشیہ نشینوں کے ساتھ میل جول پیدا کیا۔ جب وہ اس سے پوری طرح مانوس ہو گئے اور انہوں نے اس کا بادشاہ سے تعارف کرا دیا۔ پس بادشاہ بھی اس کے علم و دانش حسنِ اخلاق اور متانت و دیانت سے نہایت متاثر ہوا۔ حتیٰ کہ اُس کی محبت بادشاہ کے دل میں جاگزیں ہو گئی اور اس کو اپنا مقرب بنا لیا۔ ایک دن باتوں باتوں میں اُس نے بادشاہ سے پوچھ لیا کہ میں نے سنا ہے حضور والا نے دو آدمیوں کو جسمانی سزا دلوانے کے بعد عمر قید کی سزا دے کر جیل میں ڈال رکھا ہے۔ اور اُن کا قصور یہ تھا کہ وہ دونو حضور والا کو حضور کی منشا کے خلاف کسی دوسرے دین کی دعوت دیتے تھے۔ اگر حضور والا کو کچھ یاد پڑتا ہو تو کیا آپ بیان فرمانے کی زحمت گوارا کریں گے کہ وہ دونو کونسا مقصد لے کر آئے تھے اور آپ سے کیا کہنا چاہتے تھے بادشاہ نے جواب دیا کہ پہلی بات ہی انہوں نے ایسی کہی تھی کہ میں غصہ کو ضبط نہ کر سکا پس فوری طور پر میں نے ان کی گرفتاری اور سزا کا حکم دے دیا ان کو بات کرنے کا موقعہ ہی نہیں دیا گیا تھا شمعون نے نہایت پیارے انداز سے کہا اگر بادشاہ سلامت برا نہ محسوس کریں تو اِن دونو کو دربارِ عام میں بلایا جائے اور اُن کو اپنی صفائی کا بھی موقعہ دیا جائے اور اُن کے بیان کو سُن کر ان کے نظریات کا جائزہ بھی لیا جائے۔ بادشاہ نے اس درخواست کو قبول کر لیا اور اُن کو دربارِ شاہی میں حاضر کیا گیا تو سلسلۂ کلام اس طرح شروع ہوا۔

حضرت شمعون نے ان کو خطاب کر کے پوچھا کیا تم بتا سکتے ہو تمہیں اس جگہ کس نے بھیجا ہے؟ انہوں نے جواب دیا ہمیں

اُس خدا نے بھیجا ہے جو ہر شے کا خالق ہے اور اُس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ شمعون نے پھر سوال کیا کہ اُس نے تمہیں کیا کچھ دیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا ہمیں اُس نے بہت کچھ دیا ہے تم جس طرح چاہو آزما لو۔ بادشاہ نے فوری طور پر ایک ایسے نوجوان کے حاضر کرنے کا حکم دیا جس کے چہرہ میں آنکھوں کا نشان تک موجود نہ تھا اور پیشانی اور رخسارے ایک ہی سطح پر ہموار تھے جب وہ نابینا سامنے آیا تو ان دونوں نے اللہ سے دُعا مانگی چنانچہ اس کی دونو آنکھوں کی جگہ پر شگاف پیدا ہو گیا۔ انہوں نے زمین سے مٹی اٹھا کر اس کے دو ڈھیلے بنائے اور اُس کی آنکھوں کی جگہ پر رکھ کر دعا کی تو وہ صحیح وسالم دونو بینا آنکھیں بن گئیں۔ بادشاہ یہ حیرت انگیز خدائی کرشمہ دیکھ کر بحرِ تعجب میں غوطہ زن ہو گیا تو فوراً شمعون نے بادشاہ کے تاثر کو پائیدار کرنے کے لئے بادشاہ کا کندھا ہلایا اور کہا حضور آپ اجازت مرحمت فرمائیں تاکہ ایک اندھا سرکاری خداؤں کی بارگاہ میں بھی حاضر کیا جائے۔ ممکن ہے سرکاری خدا بھی ایسا ہی کرشمہ دکھا دیں جس سے شاہی مذہب کی لاج باقی رہے گی۔ اور حضور والا کا ندامت سے جھکنے والا سر ایک بار فخر سے اونچا ہونے کے قابل ہو جائے گا۔ بادشاہ نے جواب دیا۔ اے شمعون! تم سے اپنا راز پوشیدہ رکھنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ جن خداؤں کی ہم لوگ پرستش کر رہے ہیں وہ کسی کام کے نہیں نہ نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان دے سکتے ہیں پس ان دونو کی طرف خطاب کر کے کہنے لگا اگر تمہارا خدا مُردہ کو زندہ کر دے تو ہم تمہیں بھی مان لیں گے اور تمہارے خدا پر بھی ایمان لائیں گے انہوں نے کہا بے شک ہمارا خدا ہر شے پر قادر ہے۔ بادشاہ نے کہا یہاں ایک مردہ ہے جس کو سات دن گذر چکے ہیں ابھی تک دفن نہیں ہوا کیونکہ اس کا باپ گھر سے باہر ہے اور اُس کے انتظار میں اُسے دفن نہیں کیا جا سکا۔ اب اس کا رنگ متغیر ہے۔ اور وہ نہایت بدبودار ہو چکا ہے۔ چنانچہ ان دونو نے اللہ سے دُعا مانگی اور دل ہی دل میں حضرت شمعون بھی خدا سے دعا مانگتا رہا چنانچہ ان کی دعا مستجاب ہوئی۔ اور وہ مُردہ دوبارہ زندہ ہو کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور اُس نے اپنی زبانی بیان کیا کہ میں تم لوگوں کے پاس

اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا

جب ہم نے بھیجا ان کی طرف دو کو تو انہوں نے ان کو جھٹلایا پس ان کا امدادی بھیجا تیسرا

بِثَالِثٍ فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ ﴿۱۵﴾

پس سب نے کہا بے شک ہم تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں

ساتویں روز دوزخ کی سات وادیوں سے ہو کر آیا ہوں اور میں تم کو اس حالت سے جس میں تم ہو بچنے کی دعوت دیتا ہوں پس تم سب کا فرض ہے کہ اللہ پر ایمان لاؤ۔ بادشاہ پہلے سے بھی زیادہ متاثر ہوا اور تمام دیکھنے والوں کے بدن پر رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

حضرت شمعون نے تبلیغ کا مناسب موقعہ سمجھ کر بادشاہ کے تاثر سے اچھے نتیجے کی اُمید رکھتے ہوئے بادشاہ کو دعوتِ توحید دے دی جو اُس نے فوراً قبول کر لی اور پوری مملکت کے دانشور منصف مزاج لوگوں نے دینِ حق کو قبول کر لیا لیکن ہٹ دھرم اور ضدی مزاج لوگ جو آبائی کورانہ تقلید کو خیر باد نہ کہہ سکے اپنے کفر پر جمے رہے۔

بعض روایات میں ہے کہ پہلے دونو رسول بھی خدا نے بھیجے تھے اور تیسرا بھی خدا کی طرف سے مامور برسالت تھا۔ اور یہ حضرت عیسیٰؑ کے نمایندے نہ تھے۔ اور دوسری بعض روایات میں ہے کہ پہلے دونو بھی حضرت عیسیٰ کے حواریین میں سے آپ کے نمایندہ تھے۔ اور تیسرا بھی آپ ہی کا فرستادہ تھا لیکن قرآنی آیات میں پہلے قول کی تائید ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ زندہ ہونے والا بادشاہ کا اپنا فرزند تھا اُس نے باپ کے پوچھنے پر بیان کیا کہ مرنے کے بعد میں نے دو آدمیوں کو حالتِ سجدہ میں دیکھا جو اللہ سے میری دوبارہ زندگی کی درخواست کر رہے تھے۔ بادشاہ نے کہا اگر وہ دونو آدمی تیرے سامنے آجائیں تو ان کو پہچان لوگے بیٹے نے جواب دیا کہ ابھی ابھی کی بات ہے کیوں نہ پہچانوں گا پس شاہی حکم سے تمام لوگوں کو صحرا میں لے جایا گیا اور ایک ایک کو شہزادے کے سامنے سے گذارا گیا۔ کافی لوگوں کے بعد ان دو میں سے ایک کی باری آئی تو شہزادے نے کہا ایک تو یہ ہے۔ پھر کچھ وقفے کے بعد جب دوسرا گذرا تو شہزادے نے کہا دوسرا یہ ہے۔ پس بادشاہ اور اہلِ مملکت مشرف باسلام ہوگئے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ بادشاہ کفر پر ڈٹا رہا اور اُس کی تمام رعایا بھی کافر ہی اور رسولوں کے قتل کا منصوبہ تیار کیا گیا۔ اور قرآن آیات میں بھی اسی روایت کی تائید ہے اور ممکن ہے کہ پہلی روایت کے ماتحت بادشاہ اور ارکین مملکت اگرچہ مشرف باسلام ہوگئے تھے لیکن جو لوگ ہٹ دھرمی پر قائم رہے۔ انہوں نے رسولوں کے قتل کا منصوبہ بنایا ہو

قَالُوۡا مَاۤ اَنۡتُمۡ اِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُنَا وَمَاۤ اَنۡزَلَ الرَّحۡمٰنُ مِنۡ

تو وہ کہنے لگے تم تو ہمارے جیسے بشر ہی ہو اور اللہ نے کوئی شے نازل نہیں

شَیۡءٍ اِنۡ اَنۡتُمۡ اِلَّا تَكۡذِبُوۡنَ ۝۱۶ قَالُوۡا رَبُّنَا یَعۡلَمُ اِنَّاۤ

کی تم بالکل جھوٹے ہو انہوں نے کہا خدا گواہ ہم یقیناً تمہاری

اِلَیۡكُمۡ لَمُرۡسَلُوۡنَ ۝۱۷ وَمَا عَلَیۡنَاۤ اِلَّا الۡبَلٰغُ الۡمُبِیۡنُ ۝۱۸

طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں اور ہم پر صرف یہی واجب ہے کہ تم تک پہنچا دیں (کلمۂ حق)

قَالُوۡا مَاۤ اَنۡتُمۡ اِلَّا بَشَرٌ معلوم ہوتا ہے کہ بشریت اور رسالت کے درمیان کافر لوگ پہلے دن سے منافات کے قائل تھے۔ اُن کے ذہن نشین یہ بات کرائی گئی تھی کہ رسول وہی ہوگا جو بشر نہ ہو۔ اسی بنا پر جب بھی کوئی رسول خدا کی جانب سے مامور بہ تبلیغ ہوتا تو قوم کے واعظ و مقرر عوام الناس کو گمراہی پر برقرار رکھنے کے لئے یہ پروپیگنڈا کیا کرتے تھے کہ یہ تو ہم جیسا بشر ہے یہ رسول کیسے ہو سکتا ہے؟ یعنی اگر رسول ہوتا تو ہم جیسا بشر نہ ہوتا چنانچہ انطاکیہ کی طرف مامور بہ تبلیغ ہو کر جانیوالے رسولوں کو بھی پہلی دفعہ یہی جواب دیا گیا کہ تم تو ہمارے جیسے بشر ہو تم کیسے رسالت کا دعویٰ کرتے ہو۔ آج کل بھی رسول کو بشریت سے الگ کرنے والوں نے سابق کفار کا اگلا ہوا لقمہ چبایا ہے۔ اور عوام الناس کو یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ وہ تو کوئی اور مخلوق تھے ہرگز ہرگز بشر نہ تھے لہذا وہ تمام بشری تقاضوں سے بالاتر تھے حالانکہ خداوند کریم نے اپنے حبیب کو اپنی بشریت کا اعلان کرنے کا خود حکم

دیا۔ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ کہ دو کہ میں تمہارے جیسا بشر ہوں۔ (پارہ ۱۶ ع ۲)

نَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ۔ ایک روایت میں ہے خدا نے جو پہلے دو رسول بھیجے ان کا نام شمعون و یوحنا تھا۔ اور تیسرے کا نام بولس تھا۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ پہلے دو کا نام صادق و صدوق تھا۔ اور تیسرے کا نام سلوم تھا۔ اور تیسری روایت میں ہے کہ یہ حضرت عیسٰی کے فرستادہ تھے خدا کی جانب سے رسول نہ تھے اور خدا نے اپنی طرف اس لئے منسوب کیا ہے کہ عیسٰی کا ان کو بھیجنا بھی خدا کے امر کے ماتحت تھا۔ اس روایت کے ماتحت پہلے دو ناموں کی تصریح نہیں ملتی۔ البتہ تیسرے کا نام شمعون الصفار پطرس (ملتا ہے

قَالُوْا رَبُّنَا یَعْلَمُ۔ جب انہوں نے خدا کی جانب سے مامور ہونے پر نشانیاں معجزات و کرامات دکھائے مثلاً مریض شفایاب ہوئے اور نابینا لوگ بینا ہوئے اس کے بعد بھی جب ہٹ دھرم لوگوں نے کہنا شروع کیا تم جھوٹے ہو۔ اللہ کا کوئی حکم تمہارے پاس موجود نہیں ہے بلکہ تم تو ہم جیسے بشر ہو تو انہوں نے اللہ کو اپنا گواہ قرار دیا۔ اور کہا ہمارا اتنا ہی کام تھا جو ہم نے انجام دے دیا اس کے بعد ماننا یا نہ ماننا تمہارا کام ہے۔

قَالُوْٓا اِنَّا تَطَیَّرْنَا۔ جب کفار نے دیکھا کہ رسولوں کی دلیلوں کا ہمارے پاس کوئی جواب نہیں اور نہ ان کے معجزات کو ٹھکرایا جا سکتا ہے پس اپنے ضد کے جواز کو ثابت کرنے کا بہانہ نکال لیا کہ تم ہمارے لئے فال بد بن کر آئے ہو کہ تمہیں تم لوگوں نے اپنے آبائی مذہب سے بدظن کر دیا ہے کہ آبائی دین کو چھوڑ کر تمہارے پیچھے جانا بھی ہمارے لئے مشکل ہے اور آبائی خداؤں کا کھوکھلا پن معلوم کرنے کے بعد اس دین پر باقی رہنا بھی ہمارے لئے مشکل ہے اور یہ مصیبت تمہاری ہی وجہ سے ہے لہذا اس کا تلخ نتیجہ دیکھنے کے لئے تیار ہو جاؤ ہم اس مذہبی بدمزگی کا بدلہ تم سے ضرور لیں گے پس تم پر پتھر برسائیں گے اور تمہیں دردناک سزا دیں گے۔

قَالُوْٓا اِنَّا تَطَیَّرْنَا بِکُمْ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّکُمْ وَلَیَمَسَّنَّکُمْ

کہنے لگے تم ہمارے لئے فال بد لائے ہو اگر تم باز نہ آئے تو تم پر ہم پتھر برسائیں گے اور تم کو ہماری

مِّنَّا عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۱۹﴾ قَالُوْا طَآئِرُکُمْ مَّعَکُمْ

طرف سے دردناک سزا ملے گی — انہوں نے کہا تمہاری فال بد تمہارے اپنے ساتھ ہے

قَالُوْا طَآئِرُکُمْ۔ رسولوں نے نہایت پرسکون ہو کر ان کو جواب دیا کہ ہم فال بد نہیں بلکہ فال بد کے تم خود موجب ہو تم اس قسم کے کمزور خداؤں کے آگے کیوں جھکتے ہو یہی ساری بدبختی کے موجب تو وہی ہیں ہم نے تو تم کو توحید کی دعوت دی ہے جس کے قبول کرنے میں برکت ہی برکت ہے۔

ءَاِنْ ذُکِّرْتُمْ۔ یعنی ہم نے تو تمہارے دماغوں سے غفلت کا پردہ ہٹایا اور تمہیں دعوت فکر دی تو کیا تم اس کو فال بد سمجھتے ہو؟ پس تم سوچو اور حد انصاف سے تجاوز نہ کرو اگر تھوڑا سا بھی اپنے گریبان میں جھانک کر حقیقت کا جائزہ لوگے تو تم پر یہ بات واضح ہو جائے گی۔ اور انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ حق کو قبول کرنے میں کوئی جھجک محسوس نہ کرو۔

تفسیر برہان میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے قدرے اختلاف کے ساتھ روایت مذکورہ درج ہے۔ اور وہ اس

طرح کہ اللہ نے اہلِ انطاکیہ کی طرف دو رسول بھیجے تو انہوں نے ایسے لب و لہجہ میں تبلیغ کی جس سے لوگ ان کے خلاف بھڑک اٹھے اور ان کے دلوں میں جذبۂ نفرت پیدا ہوگیا جس کے نتیجے میں ان کی پٹائی کی گئی اور بالآخر بُت خانے کے ایک کمرے میں ان کو قید کر دیا گیا۔ جب خدا نے تیسرا رسول بھیجا تو اُس نے بادشاہ کے دروازہ پر دستک دے کر یہ خواہش ظاہر کی کہ میں جنگلوں میں عبادت کیا کرتا ہوں اور میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا ہے کہ بادشاہ کے حقیقی خدا کی عبادت خانے میں بیٹھ کر عبادت کروں، جب بادشاہ تک اُس کی یہ درخواست پہنچی تو اُس نے اس کے لئے اس کمرے کے دروازہ کو کھولنے کا حکم دیا جس میں اُن کے بُت رکھے ہوئے تھے اور سابق دونو رسول بھی وہاں پابہ زنجیر تھے پس یہ اپنے سابق دونو ساتھیوں کے ساتھ ایک سال تک مصروفِ عبادت رہا جب ان دونو سے رخصت ہونے لگا تو ان کو نصیحت کی کہ تبلیغ کے لئے موقع شناسی ضروری چیز ہے اور اس میں دانشمندی کا بڑا دخل ہے لہذا بعد میں جب ملاقات ہو تو میرے متعلق یہ نہ ظاہر کرنا کہ یہ ہمارا واقف یا ساتھی ہے پس اس کو بادشاہ تک پہنچنے کی اجازت مل گئی اور بادشاہ نے پہلی ہی ملاقات میں کہہ دیا کہ تو نے میرے خدا کی پرستش کی ہے لہٰذا تو مجھے بہت پیارا ہے۔ بلکہ تو میرا بھائی ہے مجھ سے جو کچھ طلب کرنا چاہو میں انکار نہ کروں گا۔ انہوں نے جواب دیا اور تو ایسی کوئی بات نہیں البتہ میں نے خداؤں کے کمرہ میں دو قیدی پابہ زنجیر دیکھے ہیں اُن کا کیا معاملہ ہے؟ بادشاہ نے جواب دیا یہ دونو مجھے اپنے دین سے گمراہ کرنے آئے تھے اور مجھے آسمانی خدا کی طرف دعوت دیتے تھے۔ انہوں نے کہا بادشاہ سلامت: کھلا مناظرہ ہونا چاہیئے اور اس کے لئے میں تیار ہوں۔ اگر وہ سچے ثابت ہوئے تو ہم اُن کے پیچھے چلیں گے لیکن اگر حق ہمارے ساتھ ہوا تو اُن کو لازماً ہمارے پیچھے چلنا پڑے گا۔ چنانچہ بادشاہ نے فوراً بات قبول کر لی اور مناظرہ کا وقت معین کر دیا گیا چنانچہ وقت معین پر جب فریقین ایک دوسرے کے رُوبرو ہوئے تو انہوں (شمعون) نے اُن سے خطاب کر کے دریافت کیا کہ تم اپنا مسلک بیان کرو۔ ان دونو نے جواب دیا کہ ہم اُس خدا کی عبادت کی دعوت دیتے ہیں جو آسمانوں اور زمین کا خالق ہے۔ اور ارحام میں جو چاہے پیدا کرتا ہے اور اُس کی تصویر بناتا ہے۔ جس طرح چاہے درختوں اور اُن کے پھلوں کا خالق بھی وہی ہے۔ اور آسمان سے بارش بھی وہی برساتا ہے۔ انہوں (شمعون) نے دریافت کیا کہ جس خدا کی عبادت کا تم پیغام لائے ہو کیا نابیناؤں کو بینا کر سکتا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ اگر ہم دعا کریں تو انشاءاللہ ضرور ان کو بینا کر دے گا۔ چنانچہ ایک اندھے کو لایا گیا تو انہوں نے دو رکعت نماز پڑھی اور دعا مانگی پس وہ بینا ہوگیا۔ شمعون نے بادشاہ سے دوسرا اندھا منگوایا اور خود سجدہ میں گر کر دعا کی تو یہ بھی بینا ہوگیا۔ پس کہنے لگا بادشاہ سلامت! اس مقابلے میں ہم برابر رہے۔ ایک اندھا انہوں نے ٹھیک کیا ہے اور ایک کو میں نے ٹھیک کر دیا ہے۔ چنانچہ بادشاہ کا حوصلہ بڑھا اور شمعون کا وقار اس کے دل میں اور زیادہ ہوگیا۔ پھر تیسرا شخص لایا گیا جو اپاہج لولہا تھا ان دونو نے دو رکعت نماز پڑھ کر دعا کی تو وہ بالکل تندرست ہو گیا پھر چوتھا شخص اپاہج منگوایا گیا جس کو شمعون نے دعا مانگ کر تندرست کر دیا اور کہا اے بادشاہ اب تک تو ہم دونو برابر رہے ہیں لیکن اب ایک بات باقی ہے اگر اس میں وہ کامیاب ہوگئے تو مجھے ان کا دین قبول کرنے سے کوئی عذر نہ ہوگا۔ بادشاہ سلامت میں نے سنا ہے کہ آپ کا اکلوتا فرزند آپ کو داغِ مفارقت دے کر وفات پا گیا ہے اگر ان کا خدا اُس کو زندہ کر دے تو میں ان کے دین

کو قبول کر لوں گا۔ بادشاہ نے فوراً کہا کہ اگر ایسا ہو جائے تو مجھے بھی ان کا دین قبول کرنے سے کوئی عذر نہ ہوگا چنانچہ شمعون نے اُن سے کہا کہ اگر بادشاہ کا بیٹا دوبارہ زندہ کر دو گے تو ہم تمہارے دین میں شامل ہو جائیں گے اس کے بعد روایت وہی ہے جو گذر چکی ہے

بہرکیف جو لوگ آنکھوں سے سب کچھ دیکھنے کے باوجود بھی کفر پہ ڈٹے رہے انہوں نے خدا کے فرستادہ رسولوں کو قتل کی دھمکی دے دی اور اُن کی ایذارسانی کا انہوں نے پختہ ارادہ کر لیا۔

أَئِن ذُكِّرْتُم ۚ بَلْ أَنتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُونَ ﴿٢٠﴾ وَجَاءَ مِنْ أَقْصَى

کیا تم کو نصیحت کی گئی (تو یہ کہتے ہو) بلکہ تم لوگ حد سے بڑھنے والے ہو اور ایک شخص (حبیب نجار)

الْمَدِينَةِ رَجُلٌ يَسْعَىٰ قَالَ يَا قَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِينَ ﴿٢١﴾

شہر کے آخری کونے سے دوڑتا ہوا آیا کہنے لگا اے قوم رسولوں کی بات مان لو اور ایسے لوگوں کی

اتَّبِعُوا مَن لَّا يَسْأَلُكُمْ أَجْرًا وَهُم مُّهْتَدُونَ ﴿٢٢﴾

بات مانو جو تم سے اُجرت نہیں مانگتے اور وہ ہدایت پر ہیں

جَاءَ رَجُلٌ۔ تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ یہ شخص حبیب نجار تھا اور یہ رسولوں کی پہلی آمد میں ہی مسلمان ہو چکا تھا اس کا گھر شہر کے آخری کونہ میں تھا جب اس کو معلوم ہوا کہ میری قوم انکی تکذیب کر چکی ہے اور وہ اُن کے قتل کے درپے ہیں تو دوڑتا ہوا آیا اور اپنی قوم سے خطاب کر کے کہنے لگا تم ان رسولوں پر ایمان لاؤ۔ اور ان کی بات کو تسلیم کر لو۔ اُس کو ان کی نبوت کا علم اس بات سے ہو گیا تھا کہ جب اُنہوں نے دعوتِ توحید پہنچائی تو اُس نے اُن سے دریافت کیا کہ کیا تم اُس کی مزدوری بھی لو گے ؟ تو انہوں نے انکار کیا پس اُس کو یقین ہو گیا کہ یہ رسول ہیں۔ اور بعضوں نے ذکر کیا ہے کہ اپاہج یا مجذوم تھا اور اُن کی دعا سے شفایاب ہو گیا تھا پس فوراً ایمان لایا۔ اور تفسیر صافی میں قمی سے منقول ہے کہ یہ شخص حضرت محمد مصطفٰے کی نبوت پر ایمان لایا تھا حالانکہ چھ سو سال اس کا زمانہ آپؐ سے پہلے ہے۔ بعض روایات میں ہے خفیہ طور پر ایک غار میں خدا کی عبادت کیا کرتا تھا جب انطاکیہ میں رسولوں کی آمد پر مطلع ہوا تو حاضرِ خدمت ہو کر مشرف باسلام ہوا۔ بروایت مجالس حضرت رسالتمآبؐ سے منقول ہے۔ صدیق کل تین ہیں۔

(۱) مومن آل یٰسین حبیب نجار (۲) حزقیل مومن آل فرعون (۳) علی بن ابی طالب۔ اور یہ ان دونوں سے افضل ہے۔

دوسری روایت میں اُمتوں میں سے سابق فی الاسلام تین ہیں جنہوں نے پلک جھپکنے کے برابر بھی کفر نہیں کیا۔

(۱) علی بن ابی طالب (۲) مومن آل یٰسین (۳) مومن آل فرعون۔ پس یہی صدیق ہیں اور علی ان سے افضل ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ جن تینوں نے پلک جھپکنے کے برابر بھی کفر نہیں کیا وہ یہ ہیں۔

(۱) مومن آلِ یٰسین (۲) علی بن ابی طالب (۳) آسیہ زوجہ فرعون۔

پارہ ۲۳

رکوع ع۱ - وَمَالِیَ - اُس روایت کے ماتحت کہ بادشاہ مسلمان نہ ہوا بلکہ کفر پر ڈٹا رہا مقصد یہ ہے کہ جب حبیب نجار نے قوم کو رسولوں کی اطاعت کا حکم دیا تو بادشاہ نے کہا کہ تمہارا کیا خیال ہے ؟ تو اُس نے جواب دیا کہ میرے پاس کوئی عذر اور کوئی معقول دلیل نہیں ہے کہ پیدا کرنے والے کی عبادت کو ترک کردوں اور ایسوں کو خدا مان لوں کہ اگر حقیقی خالق مجھے گرفت میں لے لے تو وہ میری نہ فریاد سن سکیں اور نہ مدد کرسکیں - اور اگر دوسری روایت تسلیم کی جائے جس میں بادشاہ کے مسلمان ہونے کا ذکر ہے تو مقصد یہ ہوگا کہ جو لوگ کفر پر ثابت رہے اُنہوں نے جب اس سے بیان لیا تو اس نے ان کو نصیحت بھی کی اور اپنا نظریہ بھی پیش کیا -

اِنِّیْ اٰمَنْتُ - یا تو رسولوں کی طرف خطاب کر کے کہا تھا کہ میرے ایمان کی گواہی دینا اور یا کفار سے خطاب کرکے اپنے ایمان کا اعلان کیا اور اُن کو نصیحت کی - پس انہوں نے اُس کو پاؤں سے روند ڈالا یا پتھر برسانے شروع کردیے لیکن خدا نے اسے زندہ اُٹھالیا اور اس کو خطاب ہوا -

اُدْخُلِ الْجَنَّۃَ - یعنی موت سے پہلے ہی جنت میں چلے جاؤ اور ایک روایت میں ہے کہ اُنہوں نے اس کو قتل کردیا لیکن خدا نے اُس کو زندہ کرکے جنت میں بھیج دیا اور جنت میں پہنچنے کے بعد بھی اُسے قوم کے ایمان نہ لانے کا افسوس رہا۔

وَمَالِیَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِیْ فَطَرَنِیْ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۳﴾

اور میرے پاس کیا دلیل ہے کہ نہ عبادت کروں اس کی جس نے مجھے پیدا کیا اور اسی ہی کی طرف تم سب نے

ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً اِنْ یُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ

پلٹنا ہے کیا میں بناؤں اس کے علاوہ ایسے معبود کہ اگر خدا مجھے تکلیف دینے کا ارادہ کرے تو ان کی

لَّا تُغْنِ عَنِّیْ شَفَاعَتُهُمْ شَیْـًٔا وَّلَا یُنْقِذُوْنِ ﴿۲۴﴾ اِنِّیْٓ اِذًا

شفاعت مجھے کچھ بھی فائدہ نہ دے سکے اور نہ وہ مجھے چھڑا سکیں بے شک میں

لَّفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۲۵﴾ اِنِّیْٓ اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُوْنِ ﴿۲۶﴾

ایسی صورت میں کھلی گمراہی میں ہوں گا بے شک میں تمہارے رب پر ایمان لایا ہوں پس میری گواہی سن لو

قِیْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ یٰلَیْتَ قَوْمِیْ یَعْلَمُوْنَ ﴿۲۷﴾

کہا گیا داخل ہو جا جنت میں تو وہ کہنے لگا کاش میری قوم جانتی ہوتی

وَاِنْ کُلٌّ لَّمَّا - اگر لَمَّا کو تشدید کے ساتھ پڑھا جائے تو اِلَّا کے معنی میں ہوگا - اور اِن نافیہ ہوگا اور تقدیر اس طرح ہوگی - مَا کُلٌّ اِلَّا لَدَیْنَا مُحْضَرُوْنَ اور اگر لَمَا کو بغیر تشدید کے پڑھا جائے جس طرح بعض قاریوں نے پڑھا ہے تو اِن مخفف ہوگا ثقیلہ سے اور ضمیر شان اس کا اسم ہوگا - اور لَمَا کا لام تاکید کے لئے اور ما زائدہ ہوگا اور جمیع کا لفظ ہر دو صورت میں تاکید کے لئے ہوگا یعنی سب کے سب بروز محشر ہمارے سامنے پیش کئے جانے والے ہیں۔

رکوع ۲ ۔ اَلْمَيْتَةَ ۔ یعنی بنجر زمین کو آسمان سے پانی برسا کر آبادی کے قابل بنایا۔

مِنْ ثَمَرِهٖ ۔ ضمیر غائب کا مرجع نخیل اور اعناب میں سے ایک ہے یعنی مِنْ ثَمَرِ اَحَدِهِمَا ۔

وَمَا عَمِلَتْهُ ۔ اس ما کو موصولہ بھی بنایا جا سکتا ہے اور اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ کھجوروں اور انگوروں کے بے مشقت پھل بھی کھائیں اور وہ چیزیں بھی کھائیں جن میں ان کی محنت و کاوش کو دخل ہے ۔ اور اگر نافیہ قرار دیا جائے تو معنی وہی ہے جو تحت اللفظ موجود ہے۔

بِمَا غَفَرَ لِي رَبِّي وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُكْرَمِينَ ﴿٢٨﴾ وَمَا أَنزَلْنَا

کہ میرے رب نے مجھے بخش دیا ہے اور مجھے عزت پانیوالوں میں جگہ دی ہے اور ہم نے نہیں نازل

عَلَىٰ قَوْمِهِ مِن بَعْدِهِ مِنْ جُندٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَمَا كُنَّا

کیا اس کی قوم پر اس کے بعد کوئی آسمانی لشکر اور نہ ہمیں

مُنزِلِينَ ﴿٢٩﴾ إِن كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً فَإِذَا هُمْ

اتارنے کی ضرورت تھی صرف ایک ہی دھماکہ تھا کہ وہ موت کی نیند سو گئے

خَامِدُونَ ﴿٣٠﴾ يَا حَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيهِم مِّن

ہائے حسرت بندوں پر کہ ان کے پاس جب بھی کوئی رسول

رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ﴿٣١﴾ أَلَمْ يَرَوْا كَمْ

آیا تو وہ اس کے ساتھ مسخری کرتے رہے کیا دیکھتے نہیں ہم نے ان

أَهْلَكْنَا قَبْلَهُم مِّنَ الْقُرُونِ أَنَّهُمْ إِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُونَ ﴿٣٢﴾

سے پہلے کتنی اُمتیں ہلاک کیں کہ وہ اُن کی طرف نہیں پلٹ سکتے

وَإِن كُلٌّ لَّمَّا جَمِيعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُونَ ﴿٣٣﴾ وَآيَةٌ لَّهُمُ الْأَرْضُ الْمَيْتَةُ

اور تحقیق وہ سب کے سب ہمارے سامنے حاضر کیے جانیوالے ہوں گے اور اُن کے لئے نشانی ہے مردہ زمین جس کو

سُبْحٰنَ الَّذِيْ ۔ یعنی خداوند کریم نے جس طرح زمین سے اُگنے والی انگوریوں کے جوڑے پیدا کیے ہیں ۔ اور ہمارے نفسوں سے بھی نر و مادہ کے جوڑے پیدا کیے ہیں ۔ اسی طرح ایسی مخلوق بھی ہے جن کو تم نہیں جانتے اور وہ بھی جوڑا جوڑا ہیں مثلاً زمین کی گہرائیوں میں اور سمندروں کی تہوں میں رہنے والی مخلوق ۔

نَسْلَخُ ۔ گویا رات کو جسم قرار دے کر آیت مجیدہ میں دن کو اس کا لباس قرار دیا گیا ہے کہ جب ہم رات سے دن کا لباس اتار لیتے ہیں تو وہ تاریک ہوجاتی ہے اور اس کو اللہ نے اپنی توحید و قدرت و حکمت کی نشانی قرار دیا ہے۔

لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ۔ مستقر کا معنی اس کا معین راستہ ہے جس پر وہ جاری ہے یا اس کا معنی مقررہ مدت ہے جس کا علم

اللہ سبحانہ کو ہے۔

وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ۔ چاند کی منازل کے متعلق مفصل بیان تفسیر کی جلدے ص۱۲۵ پر ملاحظہ ہو۔

اَحْیَیْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ یَاْكُلُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَجَعَلْنَا

ہم نے زندہ کیا اور اس سے غلہ پیدا کیا جس سے وہ کھاتے ہیں اور پیدا کئے ہم نے

فِیْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِیْهَا مِنَ

اس میں باغات کھجوروں اور انگوروں کے اور جاری کئے اس میں ہم نے

الْعُیُوْنِ ﴿۳۵﴾ لِیَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ وَمَا عَمِلَتْهُ اَیْدِیْهِمْ

چشمے تاکہ اس کے پھل کھائیں حالانکہ ان کے ہاتھوں نے کچھ بھی نہیں بنایا

اَفَلَا یَشْكُرُوْنَ ﴿۳۶﴾ سُبْحٰنَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا

کیا وہ شکر نہیں کرتے ؟ پاک ہے وہ ذات جس نے سب جوڑے پیدا کئے

مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۷﴾

ان چیزوں میں سے جن کو زمین اگاتی ہے اور اُن کے اپنے نفسوں میں سے اور ایسی چیزوں سے جن کو وہ نہیں جانتے

وَاٰیَةٌ لَّهُمُ الَّیْلُ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ ﴿۳۸﴾

اور اُن کے لئے نشانی ہے رات کہ اتار لیتے ہیں اُس سے دن (کا لباس)، تو وہ تاریکی میں رہ جاتے ہیں

وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ﴿۳۹﴾

اور سورج جو اپنے مخصوص راستے پر چلتا ہے تقدیر ہے غالب جاننے والے کی

وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِیْمِ ﴿۴۰﴾

اور چاند کی منزلیں ہم نے مقرر کر دیں یہاں تک کہ ہو گیا کھجور کے پرانے خوشے کی طرح

كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِیْمِ کھجور کے خوشے کی ڈنڈی جب خشک ہو کر پرانی ہو جائے تو بالکل پہلی رات کے چاند کی طرح کمان کی شکل اختیار کر لیتی ہے اُسے عرجون کہا جاتا ہے۔ اور چاند اپنی منازل کو طے کر کے جب اپنا دورہ مکمل کرتا ہے تو عرجونِ قدیم یعنی کھجور کے خوشے کی خشک ڈنڈی کی طرح کمان کی شکل اختیار کر کے جانبِ مغرب سے طلوع کرتا ہے۔

لَا الشَّمْسُ ص۲۳ سورج اپنا پورا دورہ سال میں ختم کرتا ہے کیونکہ ہر ایک برج کو وہ ایک ماہ میں طے کرتا ہے۔ بخلاف اس کے چاند ہر برج کو تقریباً اڑھائی دنوں میں طے کر کے ایک مہینہ میں اپنا دورہ مکمل کر لیتا ہے۔ اس لئے ناممکن ہے کہ سورج اپنی رفتار کو تیز کر کے قمر کی طرح جلدی سے منازل کو طے کر سکے۔ ورنہ

نظام شمسی ختم ہو جائے گا۔

وَلَا الَّیْلُ۔ اور رات کے لئے دن سے سبقت کرنا بھی ناممکن ہے کیونکہ آیت نمبر ۳۸ میں دن کی روشنی کو رات کے جسم کا لباس قرار دیا گیا ہے تو جب تک رات سے دن کا لباس الگ نہ ہو تو وہ ہو نہیں سکتی۔

وَکُلٌّ فِیْ فَلَکٍ۔ اس جگہ فلک سے مُراد اجرام سماویہ کے وہ مدار ہیں جن پر وہ چکر لگاتے ہیں۔ پس سورج کا مدار الگ اور چاند کا مدار الگ ہے۔ اسی طرح ہر ستارے و سیارے کے مدارات جُدا جُدا ہیں۔ اور ہر جرم اپنے اپنے مدار میں ہی گردش کرتا ہے۔

ذُرِّیَّتَهُمْ۔ تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ ذریت کا معنی آباء و اجداد بھی ہو سکتا ہے اور اولاد بھی ہو سکتا ہے اس مقام پر اگر پہلا معنی مراد لیا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے ان کے آباء و اجداد کو جن کی نسل سے یہ لوگ ہیں ایسی کشتی میں سوار کیا جو آدمیوں اور جانوروں سے پُر تھی۔ اور کشتی سے مُراد کشتی نوح ہوگی۔ اور دوسرے معنی کے لحاظ سے مقصد یہ ہے کہ ہم نے بحری سفروں کو طے کرنے کے لئے اُن کی اولادوں کے لئے کشتیوں کا سفر آسان کر دیا۔

لَا الشَّمْسُ یَنْۢبَغِیْ لَهَاۤ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّیْلُ سَابِقُ

نہ سورج کے لئے جائز ہے کہ چاند کو پالے اور نہ رات دن سے پہلے آسکتی

النَّهَارِؕ وَكُلٌّ فِیْ فَلَكٍ یَّسْبَحُوْنَ (۴۱) وَاٰیَةٌ لَّهُمْ اَنَّا

ہے اور ہر ایک اپنے اپنے فلک میں سیر کرتے ہیں اور ان کے لئے نشانی ہے کہ ہم نے

حَمَلْنَا ذُرِّیَّتَهُمْ فِی الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ (۴۲) وَخَلَقْنَا

ان کی اولاد کو کشتیوں میں اٹھایا جو آدمیوں سے پر ہوتی ہیں اور ہم نے ان

لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا یَرْكَبُوْنَ (۴۳) وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ

کے لئے اس کی طرح اور چیزیں پیدا کیں جن پر وہ سوار ہوتے ہیں اور اگر ہم چاہتے تو انکو غرق کر دیتے

ذُرِّیَّت ذرء سے ہے جس کا معنی ہے پیدا کرنا پس آباء و اجداد کو اس لئے ذریت کہنا درست ہے کہ ان سے نسل پیدا ہوتی ہے اور اولاد کو اس لئے ذریت کہنا درست ہے کہ وہ اپنے آباء و اجداد سے پیدا ہوتے ہیں۔

فُلْكِ۔ واحد ہو تو بروزن قُفْل اور جمع ہو تو بروزن اُسُد ہوتا ہے۔ اور جس لفظ کا مادہ فا، لام اور کاف ہو اس میں چکر لگانے کا معنی پایا جاتا ہے۔ کشتی چونکہ پانی میں چکر لگاتی ہے اس کو فلک کہتے ہیں۔ فلک اور فلکۃ المغزل میں یہی مناسبت موجود ہے۔

مَا یَرْكَبُوْنَ۔ اگر سابق میں فلک سے مراد صرف کشتی نوح ہو تو معنی یہ ہوگا کہ اُسی کشتی کی طرح اور کشتیاں بھی ہم نے پیدا کیں جن پر وہ سوار ہوتے ہیں۔ اور اگر اس سے مراد عام کشتیاں ہوں تو مقصد یہ ہے کہ کشتیوں کی طرح عام اسفار کے لئے ہم نے

اس جیسی اور سواریاں پیدا کر دیں جن پر وہ سوار ہو کر دُور دراز کے سفروں کو طے کرتے ہیں مثلاً اُونٹ گھوڑے وغیرہ۔

اِتَّقُوْا۔ آخرت سے ڈرنے کا مقصد یہ ہے کہ اس کے عذاب سے بچو اور دنیا سے ڈرنے کا مقصد یہ ہے کہ دنیا میں ذیب خوردہ ہو کر آخرت کو فراموش نہ کر بیٹھو تاکہ تم قابلِ رحم ہو جاؤ۔

فَلَا صَرِيْخَ لَهُمْ وَلَا هُمْ يُنْقَذُوْنَ ﴿۴۳﴾ اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا

پس نہ ان کی فریاد ہوتی اور نہ وہ بچائے جاتے مگر یہ کہ ہم ان پر رحم کریں اور

وَمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ﴿۴۵﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا مَا بَيْنَ

ان کو نفع دیں ایک وقت تک اور جب ان کو کہا جائے کہ ڈرو اس سے جو سامنے

اَيْدِيْكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَمَا تَاْتِيْهِمْ

ہے (قیامت) اور جو پیچھے ہے (دنیا) تاکہ تم رحم کئے جاؤ اور نہیں آتی ان کے

مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ﴿۴۷﴾

پاس نشانی اللہ کی نشانیوں میں سے مگر یہ کہ وہ ان سے روگردانی کرتے ہیں

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

اور جب ان کو کہا جائے خرچ کرو اس سے جو تمہیں خدا نے رزق دیا تو کہتے ہیں جو کافر ہیں

لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗۤ اِنْ اَنْتُمْ

ان کو جو ایمان لائے کیا ہم کھانا دیں ان کو جن کو چاہے تو اللہ کھانا دے سکتا ہے تم نہیں ہو

اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۸﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ

مگر واضح گمراہی میں اور کہتے ہیں تمہارا وہ وعدہ کہاں گیا

اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ۔ باختلاف مفسرین یہ خطاب جواب یہودیوں سے یا مشرکین مکہ سے یا ملحد و بیدین لوگوں سے ہے کہ جب ان کو راہِ خدا میں غربا و مساکین پر خرچ کرنے کو کہا جائے تو اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ ہم ایسے لوگوں کو کس طرح کھلائیں جن کو اگر اللہ خود چاہتا تو رزق دے کر کھلا سکتا تھا پس اللہ کا ان کو رزق نہ دینا اس امر کی دلیل ہے کہ وہ ان کے کھلانے پر راضی نہیں ہے

وَهُمْ يَخِصِّمُوْنَ [۲۵] یہ باب افتعال سے ہے۔ اصل میں یَخْتَصِمُوْنَ تھا اور صرفیوں کا قاعدہ ہے کہ جب باب افتعال کے عین کلمہ میں صاد آجائے تو تاءِ افتعال کو عین کی جنس سے بدل کر ادغام کر دیتے ہیں اور تاءِ انفعال سے ماقبل حرف پر فتحہ بھی پڑھ سکتے ہیں۔ اور عین کی حرکت کے موافق اس پر کسرہ بھی پڑھ سکتے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ کفار یہ چاہتے ہیں کہ اچانک ان پر قیامت قائم ہو جائے کہ وہ باہمی معاملات میں ایک دوسرے سے جھگڑ رہے ہوں۔

صَيْحَةً اس جگہ صَيْحَةً وَّاحِدَةً سے مُراد پہلا نفخ صور ہے جب اسرافیل پہلی دفعہ نفخ صور کریگا تو لوگ اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہوں گے۔ کوئی بازار میں کوئی کھیتی میں اور کوئی گھر میں ہوگا۔ نیز کوئی بازار سے کپڑا خرید رہا ہوگا تو اُسے اس کے لپیٹنے کا موقعہ نہ ملے گا اور کوئی روٹی کا لقمہ توڑ رہا ہوگا تو منہ تک لے جانے کی فرصت نہ ملے گی کہ موت آجائے گی جو گھر سے باہر ہوں گے وہ وہیں رہ جائیں گے اور جو گھروں میں ہوں گے ان کو بھی ایک دوسرے کو کچھ وصیت کرنے کا موقعہ نہ ملے گا۔

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ۔ اس سے مُراد نفخۂ ثانیہ ہے کہ جب اسرافیل دوسری بار صور پھونکے گا تو لوگ فوراً قبروں سے نکل کر دربارِ عدالتِ خداوندی میں پیش ہوں گے۔

رکوع ۳

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۹﴾ مَا يَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً

اگر تم سچے ہو؟ وہ نہیں انتظار کرتے مگر ایک آواز دھماکے کا جو ان کو

تَاْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُوْنَ ﴿۵۰﴾ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً وَّلَا

پکڑ لے درحالیکہ وہ آپس میں جھگڑا کر رہے ہوں پس نہ طاقت پائیں وصیت کرنے کی اور نہ اپنے

اِلٰٓى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۵۱﴾ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ

گھر والوں کی طرف پلٹ سکیں اور پھر نکا جائے گا صور میں تو فوراً قبروں سے نکل کر

مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ ﴿۵۲﴾ قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ

اپنے رب کی طرف دوڑ کر جائیں گے کہیں گے ہائے افسوس! کس نے

يٰوَيْلَنَا۔ یعنی ایکدوسرے سے کہیں گے کہ ہمیں نیند سے کس نے جگا دیا ہے یعنی یوں معلوم ہوگا۔ جس طرح گہری نیند سے جگائے گئے ہوں گویا اُس وقت گذشتہ مدت خوابِ غفلت معلوم ہوگی تو انہیں فوراً جواب ملے گا کہ یہ وہی دن ہے جس کا اللہ نے وعدہ فرمایا تھا اور اس کے رسولوں نے اس کا صحیح اعلان کیا تھا۔ تفسیرِ صافی میں حضرت ابوذر کا قول منقول ہے کہ مرنے سے لے کر قبر سے اُٹھنے کا وقفہ یوں معلوم ہوگا جس طرح نیند کے بعد کسی کو جگایا جائے۔

اور بروایت قمی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب نفخۂ اولیٰ کے بعد سب زمین پر بسنے والے موت کی آغوش میں پہنچ جائیں گے تو تمام مخلوق کی سابق زندگی و موت کی مدت کے برابر بلکہ اس سے کئی گنا زیادہ عرصے تک خاموشی طاری رہے گی پھر پہلے آسمان والوں پر موت آئے گی پھر سابق کی تمام مدت کے برابر بلکہ اس سے کئی گنا زیادہ عرصہ تک وقفہ ہوگا۔ پھر تیسرے آسمان والوں پر موت آئے گی اور سابق کی تمام مدت اور اس سے کئی گنا زیادہ وقفہ کے بعد چوتھے آسمان والوں پر موت آئے گی۔ اسی نسبت سے سابق تمام مدت اور مزید وقفہ کے بعد علی الترتیب پانچویں چھٹے ساتویں آسمان والوں پر موت آئے گی۔ اور پھر سابقہ تمام مدت اور اس سے کئی گنا زیادہ وقفہ کے بعد میکائیل پر موت آئے گی پھر سابقہ مدت اور مزید وقفہ کے بعد

اسرافیل کو موت دی جائے گی۔ آخر میں سب گذشتہ مدت اور مزید وقفہ کے بعد ملک الموت کو موت دی جائے گی تو اللہ کی جانب سے ندا آئے گی۔ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۔ بتاؤ آج کس کی بادشاہی ہے ؟ تو خود زبانِ قدرت ہی جواب دے گی لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۔ حکومت اس اللہ کی ہے جو اپنی حکومت میں واحد اور سب پر غالب ہے ۔ آج وہ جبار کہاں ہیں جو میرے ساتھ شریک مانتے تھے ؟ آج متکبر لوگ اور اُن کا تکبر کہاں ہے ؟ اس کے بعد دوبارہ مخلوق کو محشور کیا جائے گا ۔

فِي شُغُلٍ ۔ تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ جنّتیوں کے سات اعضا سات قسم کی الگ الگ لذات میں مشغول ہوں گے (۱) قدموں کو اُدخلوها بسلام آمنین کی لذت (۲) ہاتھوں کو حور و غلمان کے ہاتھوں سے جنتی ماکول و مشروب کے لین دین کی لذت (۳) حورانِ جنت سے ہمبستری کی لذت (۴) پیٹ کو کھانے پینے کی لذت (۵) زبان کو شکر پروردگار کی ادائیگی کی لذت (۶) کانوں کو عفو و گناہ سے محفوظ ہونے اور لہجہ ہائے جنّت سے محظوظ ہونے کی لذت (۷) اور آنکھوں کو مناظر جنت کی سیر کی لذت نصیب ہوگی ۔

بَعَثَنَا مِن مَّرْقَدِنَا هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ

اٹھایا ہم کو اپنی خوابگاہ سے یہ وہ ہے جس کا اللہ نے وعدہ کیا تھا اور سچ کہا رسولوں نے نہیں

الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۵۲﴾ اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا

ہوگا مگر ایک آواز (دھماکا) پس فوراً وہ سب کے سب ہمارے پاس حاضر ہوں گے

هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ﴿۵۳﴾ فَالْيَوْمَ لَا

پس اس دن نہ ظلم

تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَّلَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۵﴾ اِنَّ

کیا جائے گا کسی پر کچھ اور تم کو نہ بدلہ دیا جائے گا مگر وہ جو تم کرتے تھے تحقیق

اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِيْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ ﴿۵۶﴾ هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ

جنتی لوگ اس دن اپنے شغل میں خوش ہوں گے وہ اور اُن کی بیویاں سایہ

فِيْ ظِلٰلٍ عَلَى الْاَرَآئِكِ مُتَّكِئُوْنَ ﴿۵۷﴾ لَهُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّلَهُمْ مَّا

کے نیچے اپنے تختوں پر تکیہ لگانے والے ہوں گے ان کے لئے اس میں میوہ جات ہونگے اور ان کے لئے

اور میرے خیال میں شیعیانِ آلِ محمدؐ کو محمدؐ و آلِ محمدؐ کے دیدار کی لذت سب لذتوں سے بڑھ کر ہوگی ۔ اور پھر دشمنانِ آلِ محمدؐ کی جہنم میں جلنے کی خوشی سابق لذتوں پر سونے پر سہاگہ کا کام دے گی ۔ پس اللہ سے دُعا ہے کہ مجھے اور میرے والدین کو اور میرے اساتذہ کو اور جملہ مومنین کو جنت میں آلِ محمدؐ کا قرب عطا فرمائے ۔

۵

سَلٰمٌ۔ یعنی ویسے تو اہل جنت جو کچھ چاہیں گے ان کو ملے گا لیکن وہ پسند کریں گے اس سلام کو جو کہا جائے گا مہربان پروردگار کی جانب سے۔ یعنی وہ اللہ کی جانب سے سلام کی خواہش کریں گے۔ پس فرشتے ان کے پاس پروردگار کی جانب سے سلام لے کر پہنچیں گے۔

وَامْتَازُوا الْیَوْمَ۔ اس کے دو معانی کئے جا سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ مجرموں کو مومنوں سے الگ کر دیا جائے گا۔ اور دوسرے یہ کہ ہر ایک مجرم کا جہنم میں قید خانہ الگ الگ ہوگا۔ پس جب ایک مجرم اپنے دوزخ کے مکان میں داخل ہوگا تو اس کا دروازہ بند کیا جائے گا تاکہ اس کا دوسروں سے تعلق کٹ جائے۔

یَدَّعُوْنَ ﴿۵۸﴾ سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ ﴿۵۹﴾

وہ ہوگا جو کچھ چاہیں گے ان سلام کہا جائیگا مہربان پروردگار کی طرف سے

وَامْتَازُوا الْیَوْمَ اَیُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۶۰﴾ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَیْكُمْ یٰبَنِیْٓ

الگ ہو جاؤ آج اے مجرم لوگو کیا ہم نے تم سے عہد نہیں لیا تھا اے

اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّیْطٰنَ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ﴿۶۱﴾ وَّاَنِ

اولاد آدم کہ نہ عبادت کرنا شیطان کی تحقیق وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اور میری

اعْبُدُوْنِیْ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ﴿۶۲﴾ وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا

ہی عبادت کرو کہ یہ سیدھا راستہ ہے اور البتہ تحقیق اس نے گمراہ کی تم میں سے

كَثِیْرًا اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۲﴾ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِیْ

بہت سی مخلوق کیا پس تم عقل نہیں رکھتے یہ وہی دوزخ ہے جس کا تمہارے

كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۶۳﴾ اِصْلَوْهَا الْیَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۶۴﴾

ساتھ وعدہ کیا گیا تھا آج اس میں جلتے رہو بوجہ اسکے جو تم کفر کرتے تھے

جِبِلًّا كَثِیْرًا۔ جبل سے ہے۔ جس کا معنی ہے طبیعت اور جبلّت اسی سے ہے یہاں مراد مخلوق ہے۔

اِصْلَوْهَا۔ یہ صلاۃ سے ہے جس کا معنی ہے لازم پکڑنا۔ اور اسی طرح گھوڑدوڑ میں دوسرے نمبر پر آنے والے کو مصلّی کہا جاتا ہے۔

اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ ۔ صـ۲۸ تفسیر برہان وصافی میں قمی سے منقول ہے۔ بروز محشر جب تمام مخلوق حاضر بارگاہ خداوندی ہوگی اور ہر انسان کو اپنا اعمالنامہ دیا جائے گا پس جب گنہگار لوگ اُسے دیکھیں گے تو اپنے اعمال ناشائستہ کا انکار کر دیں گے اور کہیں گے کہ ہم نے یہ کام نہیں کئے تھے پس ان کے خلاف فرشتوں کی گواہی طلب کی جائے گی تو وہ کہیں گے اے پروردگار فرشتے بھی تیرے ہیں اس لئے

وہ بھی تیرے فرمان کے مطابق گواہی دے رہے ہیں حالانکہ ہم مجرم نہیں ہیں۔ اور قسمیں کھائیں گے جب یہ نوبت آئے گی تو ان کی زبانوں پر مہر لگا دی جائے گی۔ اور ان کے اعضاء سے بیان طلب کیا جائے گا پس ہاتھ پیر اور جملہ اعضا اپنے کئے ہوئے اعمال کی خود شہادت دیں گے۔ اور اُن کی شہادت کی صورت یہ ہوگی کہ یا تو خود ان سے آواز نکلے گی کہ اے پروردگار واقعی مجھ سے یہ کام سرزد ہوا تھا اور یا یہ کہ اعضا پر ایسی حالت طاری ہوگی کہ ان کی ہیئت کذائیہ اپنے کرتوتوں کی گواہ ہوگی جس طرح ڈرے ہوئے آدمی کا چہرہ بتاتا ہے کہ وہ ڈرا ہوا ہے جاگے ہوئے آدمی کی آنکھیں بتاتی ہیں کہ یہ جاگتا رہا ہے۔ اسی طرح سفر سے آنے والے آدمی کے گرد آلود پاؤں بتلاتے ہیں کہ وہ سفر کرکے آیا ہے وغیرہ۔ اور بروایت کافی حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ اعضاء کی گواہی صرف ان لوگوں کے متعلق لی جائے گی جن پر جہنم حتمی ہوگا اور مومن کو دائیں ہاتھ میں اعمالنامہ دے کر جنّت کی طرف بھیج دیا جائے گا۔

وَلَوْ نَشَاءُ ہم نے ان لوگوں کو مجبور نہیں کیا تھا بلکہ آنکھیں اور جملہ اعضاء دے کر بااختیار بنایا تھا پس انہوں نے اپنے اختیار سے غلطیاں کی ہیں۔

اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ

آج ان کی زبانوں پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ بات کریں گے اور

اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۶۵﴾ وَلَوْ نَشَاءُ لَطَمَسْنَا

اُن کے پاؤں گواہی دیں گے جو کچھ وہ کماتے تھے اور اگر ہم چاہتے تو نورِ بصارت

عَلٰٓى اَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنّٰى يُبْصِرُوْنَ ﴿۶۶﴾

ختم کر دیتے ان کی آنکھوں سے پس ڈھونڈتے راستہ تو کیسے دیکھ سکتے؟

وَلَوْ نَشَاءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِيًّا

اور اگر ہم چاہتے تو ان کو مسخ کر دیتے اپنی جگہوں پر پس نہ کہیں جا سکتے

منکرینِ توحید کی تردید

وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ [29] زندیق اور خدا کے وجود کا انکار کرنے والے لوگ جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہر شے خود بخود پیدا ہوئی ہے اور خالق کوئی نہیں وہ کہتے ہیں جب عورت و مرد کی مجامعت کے بعد نطفہ عورت کے رحم میں منتقل ہو جاتا ہے تو مختلف غذائیں اس کو شکل دیتی ہیں اور گردشِ فلک اور شب و روز کا اختلاف اُسے بڑھاتا رہتا ہے۔ پس وہ تیار ہو کر شکمِ مادر سے باہر آتا ہے یہ سب طبیعت غذا اور زمانے کی رفتار کا نتیجہ ہے۔ لہٰذا کوئی پیدا کرنے والا نہیں ہے۔ خداوندِ کریم نے نہایت مختصر لفظوں میں اس کی تردید فرمائی ہے کہ اگر رفتارِ زمانہ غذا اور طبیعت ہی اس کو آگے بڑھاتی ہے تو انسان کو ہمیشہ بڑھتے رہنا چاہیئے لیکن اس کا ایک مدتِ مقررہ تک بڑھنا پھر زیادتی کا رک جانا اور گھاٹے کی طرف پلٹنا حتیٰ کہ بچپنے کی سی

کمزوری کا واپس آجانا اس امر کی دلیل ہے کہ اس میں کسی بلند و بالا ذات کی صنعت و حکمت کا دخل ہے۔ اور آخر میں صاحبانِ عقل و دانش کو دعوتِ فکر دی ہے کہ سوچیں اور حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کریں۔

رکوع نمبر ۴ وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ۔ قرآن مجید کے متعلق قریش مکہ نے اعتراض کیا تھا کہ یہ شاعر ہے اور شاعرانہ تخیل پیش کرتا ہے تو خداوند کریم نے اس کی سختی سے تردید فرمائی ہے کہ نہ ہم نے اس کو شعر کہنا سکھایا اور نہ شعر کہنا اس کی شان ہے بلکہ یہ قرآن و ذکر ہے۔

مَنْ كَانَ حَيًّا۔ قرآن کی نصیحت حاصل کرنیوالوں کو زندہ کہا گیا ہے کیونکہ ان کی ضمیر زندہ ہے۔ اور کفار کو مردہ قرار دیا گیا ہے کیونکہ ان میں حق کے قبول کرنے کی صلاحیت بوجہ ضد کے مردہ ہو چکی ہے۔

مَنَافِعُ۔ حیوانات کی اون بال اور کھالیں اور چمڑے سب انسانوں کے لئے فائدہ مند چیزیں ہیں۔

وَمَشَارِبُ۔ یعنی مادہ حیوانات کا دودھ جو اپنے بچوں کو چھوڑ کر انسانوں کی خوراک و مشروب کے طور پر ان کے پیش کرتے ہیں

وَلَا يَرْجِعُونَ ﴿٦٨﴾ وَمَنْ نُعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ

اور نہ آ سکتے اور جس کو ہم زندگی دیتے ہیں اسے پلٹا دیتے ہیں جسم میں اپہلی حالت

أَفَلَا يَعْقِلُونَ ﴿٦٩﴾ وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ

کی طرف، کیا وہ سمجھتے نہیں؟ اور ہم نے اس کو نہیں سکھایا شعر کہنا اور نہ اس کے شایان شان ہے

إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْآنٌ مُبِينٌ ﴿٧٠﴾ لِيُنْذِرَ مَنْ

یہ تو صرف ذکر اور قرآن مبین ہے تاکہ ڈرائے ان کو جو زندہ

كَانَ حَيًّا وَيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِينَ ﴿٧١﴾ أَوَلَمْ يَرَوْا

ہیں (مومن لوگ) اور کلمۂ عذاب ثابت ہو جائے کافروں پر کیا وہ دیکھتے نہیں

أَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِمَّا عَمِلَتْ أَيْدِينَا أَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا

ہم نے ان کے لئے پیدا کئے وہ جو ہم نے اپنی قدرت سے بنائے چوپائے پس وہ ان کے

مٰلِكُونَ ﴿٧٢﴾ وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوبُهُمْ وَمِنْهَا يَأْكُلُونَ ﴿٧٢﴾

مالک ہیں اور ان کو ہم نے ان کے تابع کیا پس ان میں بعض پر سواری کرتے ہیں اور بعض کو کھاتے ہیں

اور خدا نے ان کو اس طرح مطیع و فرمانبردار کیا ہے کہ وہ کسی وقت بھی انسان کی حکومت کے سامنے بغاوت نہیں کر سکتے اور یہ مقامِ شکر ہے اس لئے فرمایا کہ کیا وہ اس کا شکر نہیں کرتے؟

لَهُمْ جُنْدٌ۔ یعنی ہر ایک اپنے ہم خیال لوگوں اور اپنے باطل معبودوں کے ہمراہ جہنم میں داخل ہوگا یعنی وہ معبود ان کی امداد

وَلَهُمْ فِيهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ ۖ أَفَلَا يَشْكُرُونَ ﴿۷۳﴾

اور ان کے لئے ان میں دیگر فوائد اور پینے کا انتظام بھی ہے کیا وہ شکر نہیں کرتے ؟

وَاتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ آلِهَةً لَعَلَّهُمْ يُنْصَرُونَ ﴿۷۴﴾

اور انہوں نے بنا لئے اللہ کے علاوہ کئی خدا تاکہ وہ ان کی مدد کریں

لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَهُمْ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُحْضَرُونَ ﴿۷۵﴾

حالانکہ وہ ان کی کوئی "مدد نہیں کر سکتے" اور وہ ان کے ساتھی ہوں گے (جو انکے ہمراہ) جہنم میں حاضر کئے جائینگے

فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ إِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ﴿۷۶﴾

پس تمہیں ان کی بات غمناک نہ کرے تحقیق ہم جانتے ہیں جو وہ چھپاتے اور ظاہر کرتے ہیں

أَوَلَمْ يَرَ الْإِنْسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ نُطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ

کیا انسان دیکھتا نہیں کہ ہم نے اس کو نطفہ سے پیدا کیا اب وہ (ہمارے مقابلہ میں) کھلم کھلا

مُبِينٌ ﴿۷۷﴾ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَنَسِيَ خَلْقَهُ ۖ قَالَ مَنْ

مناظر بنا ہوا ہے اور ہمارے سامنے مثالیں بیان کرتا ہے اور اسے اپنی پیدائش بھول گئی

يُحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ ﴿۷۸﴾ قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنْشَأَهَا

کہتا ہے ان ہڈیوں کو کون زندہ کریگا جو وہ بوسیدہ ہوں گی کہہ دو وہی زندہ کرے گا جس نے پہلی مرتبہ اسے

أَوَّلَ مَرَّةٍ ۖ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ ﴿۷۹﴾ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ

ایجاد کیا تھا اور وہ ہر شئے کو جاننے والا ہے جس نے پیدا کیا تمہارے لئے سبز

مِنَ الشَّجَرِ الْأَخْضَرِ نَارًا فَإِذَا أَنْتُمْ مِنْهُ تُوقِدُونَ ﴿۸۰﴾

درخت سے آگ کہ تم اس سے اور آگ روشن کرتے ہو

أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِقَادِرٍ عَلَىٰ أَنْ

کیا وہ ذات جس نے آسمان اور زمین بنائے وہ قادر نہیں کہ ان جیسے اور بھی پیدا

تو بجائے خود اُن کے ہمراہ سب کے سب جہنم کا ایندھن ہوں گے۔

مِنْ نُطْفَةٍ۔ یعنی انسان کو نطفہ اور علقہ مضغہ کی منزلوں سے گذار کر گوشت پوست ہڈیاں اور پورا ڈھانچہ تیار کر کے ہم نے اس میں روح پھونکا پھر میرا رزق کھا کر جوان ہوا اور اب وہ میرے ساتھ ہی مناظرہ کرتا ہے کہ بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا ؟ اللہ فرماتا ہے کیا تجھے اپنی پیدائش بھول گئی۔ پس جس طرح میں نے تجھے عدم کے بعد وجود دیا اسی طرح بوسیدہ ہڈیوں کو اور خاکستر کے ذروں کو جمع کر کے دوبارہ زندگی دینے پر بھی قادر ہے۔ بلکہ ایجاد سے دوبارہ پیدا کرنا آسان ہوتا ہے پس جو ایجاد کر سکتا ہے وہ دوبارہ آسانی سے پیدا کر سکتا ہے مزید وضاحت

يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ بَلٰى وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ﴿۸۲﴾ اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ

کرلے ہاں (یقیناً وہ قادر ہے) اور وہ پیدا کرنے والا جاننے والا ہے بے شک اس کا امر

اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۸۳﴾

جب کسی شے کے متعلق ارادہ کرے اُسے کہے ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے

فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۴﴾

پس پاک و منزہ ہے وہ ذات جس کے قبضہ میں ہر شی کی ملکیت ہے اور اسی کی طرف تمہاری بازگشت ہے

جلد ۱۱ صفحہ ۹۳ پر ملاحظہ ہو پھر دوسری مثال وضاحت کے لئے دی کہ جو ذات سرسبز درخت سے آگ پیدا کرنے پر قادر ہے وہ بوسیدہ ہڈیوں میں روح ڈالنے پر کیسے قادر نہیں؟ پھر مزید وضاحت کے لئے فرمایا جو ذات آسمانوں اور زمین کے لمبے چوڑے اجسام کو پُراز حکمت طریقہ سے ایجاد کر سکتا ہے وہ دوبارہ کیونکر نہیں بنا سکتا بلکہ وہ تو ان جیسے اور بھی کتم عدم سے پیدا کر سکتا ہے کیونکہ وہ آلات کا محتاج نہیں بلکہ جس شے کے متعلق ارادہ کرے تو وہ ہو جاتی ہے۔ والحمد للہ رب العالمین۔

سُوْرَةُ صٰفّٰت

یہ سورہ مکیہ ہے اور اس کی آیات کی تعداد بسم اللہ کو ملا کر ۱۸۳ ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں حضرت رسالت مآبؐ سے منقول ہے کہ جو شخص سورہ والصّافات کو پڑھے تمام جنّوں اور شیطانوں کی تعداد سے دس گنا نیکیاں اُس کے نامۂ اعمال میں درج ہوں گی اور شیاطین اس سے دُور ہٹ جائیں گے اور وہ شرک سے محفوظ ہوگا نیز اس کے دو نو محافظ فرشتے قیامت کے روز گواہی دیں گے کہ یہ شخص رسولوں پر ایمان رکھنے والوں میں سے ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے جو شخص ہر جمعہ کو یہ سورہ مبارکہ پڑھے تو ہر آفت سے محفوظ رہے گا اور زندگانی دنیا کی ہر مصیبت اُس سے دُور ہو جائے گی۔ اور دنیا میں اس کو نہایت وسیع رزق اللہ عطا فرمائے گا۔ نیز مال جان اور اولاد کے معاملہ میں خدا اُس کو شر شیطان سے محفوظ رکھے گا اور ہر ظالم سرکش کے ظلم سے بھی خدا اُس کو بچائے گا اگر اس دن یا رات میں مر جائے تو شہید مرے گا اور خدا اس کو بروز محشر شہدا کے زمرے میں محشور کریگا اور وہ شہدا کے ہمراہ داخلِ جنّت ہوگا۔

تفسیر برہان میں ہے کہ جس شخص پر حالتِ نزع سخت ہو تو اس کے سرہانے بیٹھ کر سورہ صافات پڑھی جائے پس اس کی روح آسانی سے نکلتی ہے چنانچہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام نے اپنے فرزند قاسم کو اسی طرح کرنے کا حکم دیا۔
اور خواص القرآن سے منقول ہے کہ اگر اس سورہ کو لکھ کر تنگ منہ والی شیشی میں بند کر کے اس کو صندوق میں لٹکایا جائے تو اس کے گھر میں جنّوں کے غولوں کے غول آئیں گے لیکن کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔

رکوع نمبر ۵

وَالصَّآفَّاتِ یہ صَآفَّۃٌ کی جمع ہے یعنی آسمان و زمین کے درمیان صف بستہ اللہ کی عبادت کرنے والے فرشتے۔ اور الزَّاجِرَاتِ یہ زَاجِرَۃٌ کی جمع ہے اور زجر کا معنی ہے روکنا یعنی خدا کی نافرمانی سے روکنے والے فرشتے اور التَّالِیَاتِ یہ تَالِیَۃٌ کی جمع ہے جس کا معنی ہے اللہ کی کتاب کی تلاوت کرنے والے فرشتے اور چونکہ جماعتوں کی تاویل میں ہیں اس لئے مؤنث کے صیغے استعمال کئے گئے ہیں۔ اور قسم دو طریقوں سے کھائی جاتی ہے یا تو وہ ذاتِ عظیم ہو جس کی قسم کھائی جائے اور یا وہ بے حد پیاری ہو جس طرح اپنے سر کی یا اولاد کی قسم کھائی جاتی ہے۔ خداوند کریم سے کوئی بلند تو ہے نہیں۔ لہذا اس کی قسمیں یا تو اس بنا پر ہیں کہ جہاں بھی کسی چیز کی قسم وارد ہوئی ہے وہاں مضاف

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ①
اللہ کے نام سے جو رحمٰن و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ۙ② فَالزّٰجِرٰتِ زَجۡرًا ۙ③ فَالتّٰلِيٰتِ
ان فرشتوں کی قسم جو (عبادتِ خدا میں) صف بستہ ہیں انکی قسم (جو گناہوں سے) روکتے ہیں (ان کی قسم) جو ذکر کی تلاوت

ذِكۡرًا ۙ④ اِنَّ اِلٰهَكُمۡ لَوَاحِدٌ ؕ⑤ رَبُّ السَّمٰوٰتِ
کرتے ہیں تحقیق تمہارا معبود صرف ایک ہے جو آسمانوں

کو محذوف مانا گیا ہے یعنی ربّ الصّافات۔ ربّ التین اور ربّ الفجر وغیرہ پس اللہ نے اپنی ہی ذات کی قسم کھائی ہے اور یا یہ کہ اس کی مصنوعات اس اعتبار سے شانِ عظمت کو اپنے دامن میں لئے ہوئے ہیں۔ کہ ہر مصنوع اپنے صانعِ حقیقی کے وجود اور اس کی توحید کی ناقابلِ تردید نشانی ہے لہذا قابلِ قسم ہے اور یا یہ کہ دلیلِ وحدت ہونے اور عظیم شہ کار توحید ہونے کے لحاظ سے وہ عزیز ترین ہیں اس لئے محلِ قسم ہیں۔ اور اس جگہ قسم کے بعد مقصودِ بیان (جس کو جوابِ قسم کہا جاتا ہے) توحیدِ پروردگار ہے چنانچہ فرمایا۔ اِنَّ اِلٰهَكُمۡ لَوَاحِدٌ۔ یعنی عبادتِ خدا میں صف بستہ خدا کی نافرمانیوں سے روکنے والے اور کتابِ خدا کی تلاوت کرنے والے فرشتوں (یا بقول بعض مفسّرین) انسانوں کی قسم تمہارا پروردگار صرف ایک ہے

اور وہی ایک آسمانوں زمین اور ان کے مابین کی جمیع مخلوقات کا پروردگار ہے اور وہی مشرق و مغرب کا رب ہے ۔

رَبُّ الْمَشَارِقِ ۔ مشرق کی جمع مشارق ہے ۔ درحقیقت جس نقطۂ افق سے سورج طلوع کرتا ہے اُسے مشرق کہا جاتا ہے اور چونکہ آسمان پر سورج کی گردش کا مدار ایک نہیں ہے بلکہ ہر روز اس کا مدار الگ ہوتا ہے لہٰذا سال بھر میں ہر دن اس کے طلوع کا نقطہ بھی الگ الگ ہوتا ہے پس کم از کم سال میں تین سو پینسٹھ مشارق اور اسی طرح تین سو پینسٹھ مغارب بنتے ہیں جن میں سے نصف خطِ استوار کے شمال میں ہیں اور وہ سورج کے برج حمل میں داخلے سے لے کر برج میزان تک پہنچنے کا ششماہی موسم گرما کا زمانہ ہے اور نصف خطِ استوا کے جنوب میں ہیں اور وہ سورج کے برج میزان میں داخلے سے لے کر برج حمل تک پہنچنے کا موسم سرما کا زمانہ ہے ۔ اسی بنا پر مشرقین اور مغربین کو صیغہ تثنیہ سے بھی تعبیر کیا گیا ہے کہ چھ ماہ جب سورج برج حمل کے بعد شمالی مدارات سے طلوع کرتا ہے وہ اس کی شمالی مشرق ہوتی ہے اور پھر چھ مہینے جب سورج برج میزان کے بعد جنوبی مدارات سے طلوع کرتا ہے تو اُس کی جنوبی مشرق ہوتی ہے اور اُن کے مقابلے میں مغرب بھی ایک شمالی اور دوسری جنوبی ہو گی ۔ پس سال بھر میں دو مشرقیں اور دو مغربیں ہوں گی ۔ اور بعض اوقات مشرق کی تین سو پینسٹھ مدارات کو ایک ہی مشرق کا نام دیا جاتا ہے ۔ اور مغرب کی جانب کی تمام مدارات کو ایک مغرب کہا جاتا ہے ۔

وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ﴿٦﴾ اِنَّا زَيَّنَّا

اور زمین اور اُن کے درمیان کی ہر چیز کا پروردگار ہے اور مشارق کا پروردگار ہے تحقیق ہم نے آسمان

السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ ٱلْكَوَاكِبِ ﴿٧﴾ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ

دنیا کو ستاروں کی زینت سے مزین کیا اور اس کو ہر سرکش شیطان سے

شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ﴿٨﴾ لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَ

محفوظ رکھا کہ نہیں باتیں سُن سکتے ملاء اعلیٰ کی اور

يُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ﴿٩﴾ دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ

ان پر شہاب ثاقب برسائے جاتے ہیں ہر طرف سے بھگانے کے لئے اور ان کے لئے نہ ٹلنے والا

اِنَّا زَيَّنَّا ۔ علم ہیئت والوں کے نزدیک سب ستاروں کا مقام فلک الافلاک ہے لیکن آسمانِ دنیا سے اختصاص اس لئے کر دیا گیا ہے کہ وہ ہمارے قریب تر ہے اور زینتِ سماوی سے مُراد یہ ہے کہ جب انسان تاریک رات میں آسمان کی طرف نظر اٹھاتا ہے تو آسمان کی چھت میں ستاروں کی گلکاری اس کے لئے راحت و سرور کا سماں پیدا کرتی ہے ۔ جس کی بدولت اُس کی وحشت اُنس سے بدل جاتی ہے اور انسان یہ سمجھتا ہے کہ اللہ نے یہ بارونق چھت میرے ہی سکونِ قلب اور اطمینانِ نفس کے لئے بنائی ہے پس وہی میرے شکر کا سزاوار ہے اور حِفْظًا مفعول مطلق ہے اس کا عامل حَفِظْنَاہُ محذوف ہے ۔

تفسیر نور الثقلین میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے۔ اِنَّ هٰذِهِ النجوم التی فی السّماءِ مداین مثل المداین التی فی الارض یعنی تم کو جو آسمان میں ستارے نظر آتے ہیں ان شہروں جیسے وہاں بھی شہر ہیں جس طرح زمین میں ہیں۔

لَا یَسَّمَّعُوْنَ۔ اصل میں لَا یَتَسَمَّعُوْنَ باب تفعل سے تھا۔ صرفی قاعدہ کے مطابق تاء کو سین میں ادغام کیا گیا اور باب افّعل بنایا گیا۔ یعنی سرکش شیاطین ملاء اعلیٰ کی طرف جا کر وہاں کی باتیں نہیں سن سکتے۔ اگر ان میں کوئی اس طرف جانے کا قصد کرے تو ان پر شہاب ثاقب برسائے جاتے ہیں۔

وَّاصِبٌ ﴿۹﴾ اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ

عذاب ہے مگر جو (کوئی بات سننے کے لئے) جلدی سے جھپٹے تو اس کے پیچھے لگتا ہے چمکدار

شِهَابٌ ثَاقِبٌ ﴿۱۰﴾ فَاسْتَفْتِهِمْ اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ

شعلۂ آگ پس ان سے پوچھو کیا یہ لوگ جسم میں مضبوط تر ہیں یا وہ جن کو

مَّنْ خَلَقْنَا اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ ﴿۱۱﴾ بَلْ

پیدا کیا ہم نے (پہلے) ہم نے ان سب کو پیدا کیا چمٹنے والی مٹی سے بلکہ تم

عَجِبْتَ وَيَسْخَرُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَاِذَا ذُكِّرُوْا لَا يَذْكُرُوْنَ ﴿۱۳﴾

تعجب کرتے ہو اور وہ مسخری کرتے ہیں اور جب ان کو نصیحت کی جائے تو اثر نہیں لیتے

دُحُوْرًا۔ مفعول مطلق ہے۔ یعنی یُدْحَرُوْنَ دُحُوْرًا۔ یعنی ان کو بھگایا جاتا ہے۔

اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ عبارت میں تقدیم و تاخیر ہے۔ معنی کے لحاظ سے ترتیب اسی طرح ہے کہ لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ دُحُوْرًا۔ یعنی شیاطین ملاء اعلیٰ کی باتیں اوپر جا کر نہیں سن سکتے اگر کوئی ان میں سے بات سننے کے لئے اُدھر جھپٹ کر جائے تو شہاب ثاقب اُس کا تعاقب کرتا ہے اور ہر طرف سے پھر ان پر شہاب ثاقب برسائے جاتے ہیں اور ان کو بھگایا جاتا ہے۔

اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا۔ اِس کا ترجمہ دو طرح سے کیا جا سکتا ہے۔ ایک یہ کہ اُن سے سوال کرو کیا یہ لوگ قامت و جسامت میں مضبوط تر ہیں یا وہ جن کو ہم نے ان سے پہلے پیدا کیا تھا یعنی گذشتہ اُمتیں اور تقدیر عبارت ہوگی۔ اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا قَبْلَهُمْ اور دوسرا ترجمہ اس طرح ہوگا کیا یہ مضبوط تر ہیں یا ملائکہ اور عالم علوی کی ساری مخلوق اور تقدیر عبارت ہوگی۔ اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ۔ الخ

اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ۔ ہم نے اِن کو لیسدار مٹی سے پیدا کیا ہے یعنی ان کے باپ حضرت آدم کو ہم نے مٹی سے پیدا

کیا ہے اور یہ سب اُسی کی ہی اولاد ہیں۔

بَلْ عَجِبْتَ - یعنی تم اُن کی حماقت اور متکبّرانہ طرزِ عمل پر تعجب کرتے ہو کہ یہ لوگ کس طرح اپنے آغاز و انجام کو فراموش کر کے اللہ کے ساتھ مقابلہ کرنے پر تُلے ہُوئے ہیں اور وہ لوگ اُلٹا مذاق و مسخری کر کے آپ کی حکیمانہ باتوں کو بے اثر بنا دیتے ہیں۔ اور اگر معجزہ دیکھیں تو عوام الناس کو گمراہ کرنے کے لئے فوراً کہہ دیتے ہیں کہ یہ جادو ہے۔ اور قیامت کی بات سن کر اُلٹا منہ چڑانے لگتے ہیں کہ ہم بوسیدہ ہڈیاں اور خاکستر ہو جانے کے بعد کیسے پلٹائے جا سکتے ہیں یا ہمارے گذشتہ باپ دادا کیسے زندہ کئے جا سکتے ہیں؟ تو اس کے جواب میں ارشاد ہے کہ ان سے کہہ دو تم ضرور اٹھائے جاؤ گے اور تم کو ذلیل ہو کر اُٹھنا پڑے گا صرف اسرافیل کے صور پھونکنے کی دیر ہوگی کہ تم دوبارہ زندہ ہو کر اُٹھ کھڑے ہوگے۔

وَاِذَا رَاَوْا اٰيَةً يَّسْتَسْخِرُوْنَ ⑮ وَقَالُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا

اور جب دیکھیں کوئی نشانی تو مذاق کرتے ہیں اور کہتے ہیں نہیں یہ مگر صاف جادو

سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ⑯ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا

اور جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں رہ جائیں گے تو کیا ہم پھر اٹھائے

لَمَبْعُوْثُوْنَ ⑰ اَوَاٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ⑱ قُلْ نَعَمْ وَ

جائیں گے ؟ کیا ہمارے سابق باپ دادا بھی (اٹھائے جائیں گے) کہہ دو کہ ہاں (ضرور اٹھائے جاؤ گے)

اَنْتُمْ دَاخِرُوْنَ ⑲ فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمْ

اور ذلیل ہو کر (اٹھو گے) بس صرف ایک ہی آواز ہوگی (نفخ صور) پس وہ (زندہ ہو کر حکم کے) منتظر

يَنْظُرُوْنَ ⑳ وَقَالُوْا يٰوَيْلَنَا هٰذَا يَوْمُ الدِّيْنِ ㉑ هٰذَا

ہوں گے اور کہیں گے ہائے ہائے یہ تو بدلے کا دن ہے (بے شک) یہ فیصلہ

يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ㉒ اُحْشُرُوا

کا دن ہے جس کو تم جھٹلاتے تھے جمع کرو

يٰوَيْلَنَا - یعنی جب محشور ہوں گے اور اپنا انجام بد دیکھیں گے تو کہیں گے ہائے ہائے یہ تو قیامت ہے۔

هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ - پس ان کو جواب ملے گا کہ یہ وہی فیصلے کا دن ہے جس کی تم لوگ تکذیب کرتے تھے پس جنتی لوگ باعزت جنت میں جائیں گے۔ اور دوزخی لوگ ذلیل و رسوا ہو کر زندانِ جہنم میں دھکیلے جائیں گے۔

رکوع نمبر ۶

وَاَزْوَاجَهُمْ - یعنی حکم پروردگار ہوگا کہ جن لوگوں نے جس نوعیت کا گناہ کیا ہے اُن کو اور اُن کے شریک کار لوگوں کو اور ان کے باطل معبودوں کو اکٹھا کر کے جہنم کی طرف روانہ کر دو۔ اور ازواج کا معنی اس مقام پر شریک کار ہے پس زانی زانیوں کے ساتھ

ساتھ اور منافق منافقوں کے ساتھ جہنم کی طرف بھیجے جائیں گے اور اُن کے باطل معبود اور پیش رو بھی ان کے ہمراہ ہوں گے۔

سوال ولایت علی بن ابی طالب

وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَسْئُوْلُوْنَ ۔ تفسیر مجمع البیان میں ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ ولایت علی بن ابی طالب کے متعلق سوال کرنے کے لئے ان کو ٹھہرانے کا حکم دیا جائے گا۔

تفسیر برہان میں بروایت ابوسعید خدری حضرت رسالت مآبؐ سے منقول ہے آپؐ نے فرمایا۔ بروز محشر بحکم پروردگار صراط کے کنارے پر دو فرشتوں کو تعینات کیا جائے گا اور وہ ہر شخص سے ولایت علی علیہ السّلام کی سند پوچھیں گے پس وہی گذر سکے گا جس کے پاس برأت جہنّم کے لئے حضرت علی کی تصدیق ہو گی اور جس کے پاس یہ برأت نامہ نہ ہو گا وہ اُلٹے منہ جہنم میں ڈالا جائے گا۔

الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ﴿۲۲﴾ مِنْ
ان کو جنہوں نے ظلم کیا اور ان کے شریک کار لوگوں کو اور جن کی وہ عبادت کرتے تھے اللہ کے

دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ ﴿۲۳﴾ وَقِفُوْهُمْ
علاوہ پس دکھا دو ان کو جہنم کا رستہ اور ان کو ٹھہراؤ کہ

ابوسعید خدری راویٔ حدیث نے دریافت کیا حضورؐ اس برأت نامے کا کیا مقصد ہو گا تو آپ نے فرمایا اُس پر یہ لکھا ہو گا۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ علی بن ابی طالب وصی رسول اللہ۔

بروایت انس بن مالک حضرت رسالت مآبؐ نے فرمایا کہ بروز محشر صراط کو جہنّم کے اُوپر بچھایا جائے گا اور صرف وہی شخص اُس پر سے گذر سکے گا جس کے پاس ولایتِ علی کا پروانہ ہو گا قِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَسْئُوْلُوْنَ کا یہ مطلب ہے کہ ان سے ولایت علی کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

بروایت ابن شہر آشوب ابن عباس سے مروی ہے کہ بروزِ محشر مالک داروغہ جہنم کو ساتوں طبقاتِ جہنم کے بھڑکانے کا حکم ہو گا اور رضوان دربانِ جنت کو جنّت کے آٹھوں درجات کو سجانے کا حکم ہو گا۔ اس کے بعد میکائیل کو دوزخ کے اوپر صراط کے بچھانے کا فرمانِ خداوندی ہو گا اور جبریل کو حکم ملے گا کہ عرش کے نیچے میزانِ عدل کو نصب کر و اس کے بعد اُمتِ محمدیہ کو حساب کے لئے بلایا جائے گا اور صراط پر متعدد چوکیاں قائم کی جائیں گی۔ اور ہر چوکی پر ستر ہزار فرشتہ کی ڈیوٹی ہو گی اور اس اُمت میں سے گذرنے والے ہر زن و مرد سے ہر ہر چوکی پر سوالات ہوں گے اور پہلی پہلی چوکی پر حضرت علی کی ولایت کا ہی سوال ہو گا اور حبِّ آلِ محمدؐ پوچھی جائے گی جو کامیاب ہو گا وہ بجلی کی طرح اس مقام کو عبور کرے گا۔ اور جو فیل ہو گا وہ اُلٹا کر کے جہنم میں پھینکا جائے گا اگرچہ ستر صدّیق کے برابر بھی نیکیاں اس کے نامہ اعمال میں ہوں گی۔ پھر

دوسری چوکی پر نماز تیسری چوکی پر زکوٰۃ چوتھی چوکی پر روزہ پانچویں چوکی پر حج چھٹی چوکی پر جہاد اور ساتویں چوکی پر عدل والصاف کے متعلق سوالات ہوں گے جو پاس ہوتا جائے گا بجلی کی طرح عبور کرتا جائے گا اور جو فیل ہوگا وہ نیچے جہنم میں گر کر معذب ہوگا۔ اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ نماز و روزہ وغیرہ جملہ اعمال کا سوال ہی ان لوگوں سے ہوگا جو ولایتِ علی رکھتے ہوں گے ورنہ جو لوگ ولایت سے عاری ہوں گے وہ تو پہلی ہی چوکی پر جہنم رسید ہوں گے اُن سے دوسرے سوالات کرنے کی نوبت ہی نہ آئے گی۔

اور یہ روایت کہ پل سے علی کی محبت کے پروانے کے بغیر کوئی نہ گذر سکے گا۔ صواعق محرقہ میں ابن حجر مکی نے بروایت حضرت ابوبکر نقل کی ہے۔ اور وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَسْئُوْلُوْنَ۔ کی تفسیر کہ اس سے مُراد ولایت علی کا سوال ہے۔ منصب امامت میں شاہ اسماعیل شہید دہلوی نے بھی اعتراف کیا ہے اور ہم نے حدیث وسیلہ مفصلاً کتاب لمعۃ الانوار حصہ دوم ص پر درج کی ہے اور صراط سے ولاء علی کے پاسپورٹ کے سوا گذرنا محال ہے ص پر مذکور ہے۔ اور تفسیر کی جلد ۲ پہلے ایڈیشن کے صفحہ ۱۶۸ پر آیت مجیدہ کی قدرے وضاحت موجود ہے اور دوسرے ایڈیشن کے ص پر۔

تفسیر برہان میں بروایت امالی شیخ امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت رسولِ کریمؐ نے فرمایا قیامت کے دن دربارِ عدالتِ پروردگار میں ہر انسان کے قدم رک جائیں گے جب تک کہ ان سے چار چیزوں کا سوال نہ کر لیا جائے گا۔ (۱) عمر کو کہاں خرچ کیا تھا؟ (۲) اپنے جسم کو کن کاموں میں استعمال کیا تھا؟ (۳) مال کو کیسے کمایا تھا اور کہاں خرچ کیا تھا؟ (۴) اور چوتھا سوال میری اہل بیت کی محبت کے بارے میں ہوگا۔ ایک شخص نے دریافت کیا کہ آپ کی محبت کی کیا نشانی ہے؟ تو آپ نے حضرت علی کے سر مبارک پر ہاتھ رکھ کر فرمایا۔ اس کی محبت۔ دوسری روایت میں ہے۔ حضرت عمر نے ہی پوچھا تھا کہ یا رسول اللہ آپ کی محبت کی کیا نشانی ہے؟ اُس وقت حضرت علیؑ آپ کے پہلو میں کھڑے تھے آپ نے علی کے سر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا

بَلْ هُمُ ﴿۲۶﴾	مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ ﴿۲۵﴾	اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ
بلکہ وہ اُس دن	تم ایکدوسرے کی مدد کیوں نہیں کرتے	ان سے کچھ پوچھا جاتا ہے
عَلٰى بَعْضٍ	وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ	الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ ﴿۲۷﴾
متوجہ ہو کر	اور ایک دوسرے کی طرف	ماننے والے ہوں گے

میرے بعد میری محبت کی نشانی اس جوان کے ساتھ محبت کرنا ہے۔ ایک روایت میں آپؐ نے فرمایا مجھے اس ذات کی قسم جس نے مجھے برحق نبی بنا کر بھیجا ہے کہ کسی انسان کی کوئی نیکی قبول نہ ہوگی جب تک اُس سے محبت علی کا سوال نہ کیا جائے گا اور وہ محبِّ علی ثابت نہ ہو۔

مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ۔ اُن سے پوچھا جائے گا کہ کس طرح دنیا میں تم باطل پر ایک دوسرے کی مدد کرتے تھے اب عذاب سے جان چھڑانے کے لئے بھی ایک دوسرے کی مدد کرو لیکن اُس دن وہ سر جھکائے ہوئے ہوں گے اور عوام الناس

اپنے گمراہ کرنے والوں سے پوچھیں گے کہ تم دنیا میں تو خیر خواہ بن کر ہمیں راہِ حق سے بہلا پھسلا کر اپنے مسلک پر چلنے کی دعوت دیتے تھے اب کیوں خاموش ہو؟ چونکہ دائیں طرف سے آنا نیک فال سمجھا جاتا تھا اس لئے خیر خواہی کی دعوت کو دائیں طرف سے آنا تعبیر کیا گیا ہے۔ وہ جواب دیں گے کہ تم اپنا گناہ ہمارے سروں پر تھوپنے کی کوشش نہ کرو بلکہ تم خود ہی ایمان کو قبول کرنے کے لئے آمادہ نہ تھے ورنہ ہمارے پاس نہ زور تھا نہ طاقت کہ تمہیں مجبور کرتے۔ پس تم خود ہی راہِ حق سے برگشتہ تھے لہٰذا اب عذابِ خداوندی ہم سب کو مل کر ہی بھگتنا ہے بیشک ہم خود بھی گمراہ تھے اور تم کو بھی گمراہ کر بیٹھے۔

يَتَسَاءَلُونَ ﴿٢٨﴾ قَالُوا إِنَّكُمْ كُنتُمْ تَأْتُونَنَا عَنِ الْيَمِينِ ﴿٢٩﴾

پوچھیں گے تو کہیں گے تم تو خیر خواہ بن کر ہمارے پاس آیا کرتے تھے

قَالُوا بَل لَّمْ تَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ﴿٣٠﴾ وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُم

وہ کہیں گے تم خود ایمان نہیں لاتے تھے اور ہمارا تمہارے اوپر کوئی

مِّن سُلْطَانٍ ۖ بَلْ كُنتُمْ قَوْمًا طَاغِينَ ﴿٣١﴾ فَحَقَّ عَلَيْنَا

غلبہ نہیں تھا بلکہ تم خود سرکش تھے پس ثابت ہے ہم پر

قَوْلُ رَبِّنَا ۖ إِنَّا لَذَائِقُونَ ﴿٣٢﴾ فَأَغْوَيْنَاكُمْ إِنَّا كُنَّا غَاوِينَ ﴿٣٣﴾

فرمان (عذاب) اپنے رب کا تحقیق ہم اسے چکھنے والے ہیں پس ہم نے تم کو گمراہ کیا ہم خود بھی گمراہ تھے

فَإِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُونَ ﴿٣٤﴾ إِنَّا كَذَٰلِكَ

پس بے شک وہ اس دن عذاب میں ایک دوسرے کے شریک ہوں گے ہم ایسی ہی مجرموں کو سزا

نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِينَ ﴿٣٥﴾ إِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا قِيلَ لَهُمْ

دیتے ہیں تحقیق ان کو جب کہا جاتا تھا کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود

لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ ﴿٣٦﴾ وَيَقُولُونَ أَئِنَّا لَتَارِكُو

نہیں تو اکڑ جاتے تھے اور کہتے تھے کیا ہم چھوڑ دیں

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ۔ ان لوگوں کے عذاب میں جانے کی بڑی وجہ یہی بیان کی گئی ہے کہ کلمۂ توحید کے سامنے اکڑ جاتے تھے اور دورِ حاضر میں بھی گمراہ کن مقررین و واعظین عوام الناس کے دینی خیر خواہ بن کر ان کو توحید سے منحرف کرتے ہیں۔ شیطان بھی لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے عجیب چالیں اختیار کرتا ہے وہ جہاں بعض توحید کے پرستاروں کو حضرت علی کی ولایت سے منحرف کرکے گمراہ کرتا ہے وہاں حضرت علی کی محبت کے متوالوں کو توحید سے گمراہ کرکے راہِ حق سے دُور کر دیتا ہے۔ اور علماء سوء ہر طرف شیطان کی وکالت کر لیتے ہیں ایک طرف والے علی کی دشمنی میں اس قدر بڑھے کہ علی کو عوام النّاس کے برابر سمجھ لیا اور دوسری طرف والے علی کی محبت

میں اس قدر بڑھے کہ اُس کو خدائی صفات میں شریک بلکہ مختار عام قرار دے کر خدا کو معطل کر دیا۔ حتیٰ کہ جب اُن کے سامنے یہ کہا جائے کہ بارش خدا برساتا ہے۔ موت وحیات خدا کے قبضے میں ہے۔ رزق وہی دیتا اور تقسیم کرتا ہے۔ حاجت روا وہی ہے۔ اور بیماروں کو شفا اور بے اولادوں کو اولاد وہی دیتا ہے اور لا الٰہ الا اللہ کا معنوی طور پر مقصد بھی یہی ہے۔ تو حضرت علی کو خدا کا شریک قرار دینے والے فوراً کہہ دیتے ہیں اور ان کے تیور بگڑ جاتے ہیں کہ یہ کام تو علی کرتا ہے۔ یہ لوگ قیامت کے دن اپنے مقررین وواعظین سے کہیں گے کہ تم تو ہمارے خیر خواہ بن کر ہمیں راہِ حق سے ہٹاتے تھے اب تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ تو وہ کہیں گے تمہاری اپنی نیت خراب تھی ہمارے پاس نہ زور تھا نہ طاقت تھی کہ تمہیں مجبور کرتے اس میں شک نہیں کہ ہم خود بھی گمراہ تھے اور تمہیں بھی ہم نے گمراہی کی ہی تعلیم دی تھی لیکن اب اکٹھے ہی رہ کر عذاب بھگتنا ہے جس کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔

آلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُونٍ ﴿٣٧﴾ بَلْ جَاءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ

اپنے معبودوں کو ایک دیوانے شاعر کی خاطر؟ بلکہ وہ تو حق لایا ہے اور اس نے رسولوں کی تصدیق

الْمُرْسَلِينَ ﴿٣٨﴾ إِنَّكُمْ لَذَائِقُو الْعَذَابِ الْأَلِيمِ ﴿٣٩﴾

کی ہے تحقیق تم دردناک عذاب کو چکھنے والے ہو

وَمَا تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٤٠﴾ إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ

اور تم نہیں جزا دیئے گئے مگر اسی کی جو تم کرتے تھے ہاں مگر اللہ کے جو خالص

الْمُخْلَصِينَ ﴿٤١﴾ أُولَٰئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُومٌ ﴿٤٢﴾

بندے ہیں ان کا رزق معلوم ہے

فَوَاكِهُ وَهُمْ مُّكْرَمُونَ ﴿٤٣﴾ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ ﴿٤٤﴾ عَلَىٰ

میوہ جات اور وہ باعزت ہوں گے نعمتوں کے بہشتوں میں ایکدوسرے

سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ ﴿٤٥﴾ يُطَافُ عَلَيْهِم بِكَأْسٍ مِّن مَّعِينٍ ○

کے سامنے تخت پر (جلوہ گر ہونگے) اور ان پر چکر لگایا جائے گا شراب کے پیالے کا

بَيْضَاءَ لَذَّةٍ لِّلشَّارِبِينَ ﴿٤٧﴾ لَا فِيهَا غَوْلٌ وَلَا هُمْ عَنْهَا

جو سفید رنگ ہوگا پینے والوں کے لئے لذیذ تر ہوگا نہ اس میں فساد عقل ہوگا اور نہ وہ اس کے پینے سے

کاس۔ اخفش سے منقول ہے کہ قرآن مجید میں کاس کا لفظ جہاں بھی ہے اس کا معنی شراب ہے۔

مَعِین۔ اگر امعن سے فعیل کے وزن پر ہو تو اس کا معنی ہے مضبوطی اور قوت سے بہنے والا اور اگر عین سے

مفعول کے صیغے پر ہو تو اس کا معنی ہے جاری۔

لَذَّۃٍ ۔ اس کا معنی ہے لذیذ۔ یعنی مصدر بمعنی صفت ہے۔

لَا فِیْهَا غَوْلٌ ۔ ابن عباس سے منقول ہے کہ شراب میں چار خرابیاں ہوتی ہیں۔ اور بہشتی شراب ان خرابیوں سے پاک ہوگی (۱) بے ہوشی (۲) سردردی (۳) قے (۴) پیشاب کی زیادتی۔

یُنْزَفُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِیْنٌ ﴿۴۸﴾

بے ہوش ہونگے اور ان کے پاس نیچی نظر رکھنے والی آہو چشم (حوریں ہونگی جو رنگ کی صفائی وسفیدی میں) محفوظ

كَاَنَّهُنَّ بَیْضٌ مَّكْنُوْنٌ ﴿۴۹﴾ فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ

انڈوں کی طرح ہونگی پس ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر احوال پرسی کریں گے تو ان میں سے ایک کہنے والا کہے گا میرا

یَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۵۰﴾ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ اِنِّیْ كَانَ لِیْ قَرِیْنٌ ﴿۵۱﴾

(دنیا میں) ایک ساتھی تھا

یَّقُوْلُ اَءِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِیْنَ ﴿۵۲﴾ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا

جو کہتا تھا کیا تو بھی ایمان لانے والوں میں سے ہو گیا ہے ؟ کیا ہم جب مر جائیں گے اور

تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَدِیْنُوْنَ ﴿۵۳﴾ قَالَ هَلْ اَنْتُمْ

خاکستر و بوسیدہ ہڈیاں رہ جائیں گے تو ہم سے حساب لیا جائیگا ؟ کہے گا کیا تم جھانکتے

مُّطَّلِعُوْنَ ﴿۵۴﴾ فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِیْ سَوَآءِ الْجَحِیْمِ ﴿۵۵﴾

ہو پس جھانک کر دیکھے گا تو اس کو جہنم کے وسط میں پائے گا

قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِیْنِ ﴿۵۶﴾ وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّیْ

کہے گا خدا کی قسم قریب تھا کہ تو مجھے بھی ہلاک کر ڈالتا اور اگر میرے رب کا احسان نہ ہوتا

قَالَ قَآئِلٌ ۔ یعنی بہشتی لوگ آپس کی خوش طبعی اور ادھر اُدھر کی باتوں میں مشغول ہوں گے تو ان میں سے ایک کہے گا کہ میرا دنیا میں ایک ساتھی جو مجھے کلمہ حق سے روکتا تھا چلو اُس کی حالت دیکھیں اور بہشت میں ایک بلند مقام ایسا ہے جس سے جھانک کر دوزخیوں کو دیکھا جاسکے گا پس جب وہ مومن جھانکے گا تو اس کو اپنا ساتھی وسط جہنم میں معذب نظر آئے گا پس یہ اس کو کہے گا کہ تو تو مجھے بھی گمراہ کرتا تھا پس مومن اللہ کے احسانات کا شکر کرے گا اور اُس کو دوہری لذت حاصل ہوگی۔

اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ ۔ یعنی تم خود فیصلہ کرلو کہ رہائش کے لئے وہ سابقہ منزل بہتر ہے جس میں قسم قسم کے میوہ جات واعلیٰ مشروبات موجود ہیں یا یہ جس میں غذا کے لئے زقوم کا تلخ پھل موجود ہوگا۔ زقوم ایک خاردار اور بدبودار پودا ہے جس کو

پنجابی زبان میں تھوہر کہا جاتا ہے جب قریش نے یہ آیت سنی تو وہاں چونکہ یہ پودا موجود نہ تھا اور عوام الناس اس سے آشنا نہ تھے۔ ابن زبعری نے فوراً کہہ دیا کہ بربر کی زبان میں کھجور اور مکھن کو زقوم کہا جاتا ہے چنانچہ ابوجہل نے اپنی ایک کنیز کو حکم دیا کہ زقوم تیار کر کے لاؤ تو فوراً وہ کھجور اور مکھن لے آئی۔ ابوجہل نے وہ پیالہ لوگوں کے سامنے رکھ کر کھانے کی دعوت دی اور کہا یہی وہ زقوم ہے جس سے محمدؐ تم کو ڈراتا ہے۔

فِتْنَةً۔ کا معنی عذاب بھی کیا گیا ہے اور اس کا معنی آزمائش بھی ہے۔ چنانچہ زقوم کا لفظ کفار قریش کے لئے مقام آزمائش بن گیا کہ انہوں نے حضورؐ کو جھٹلایا اور خرما و مکھن کا نام زقوم رکھ لیا اور کہنے لگے کبھی درخت بھی آگ میں پیدا ہو سکتا ہے حالانکہ آگ تو درختوں کو جلا دیتی ہے؟ اور خدا نے اس زقوم کے متعلق جو دوزخیوں کی خوراک ہے فرمایا کہ وہ جہنم کی تہ میں پیدا ہوگا اور تمام دوزخ کے درکات میں اس کی شاخیں پہنچیں گی اور اس کے شگوفے شیطانوں کے سروں کی مانند ہوں گے اور شیطانوں کے سروں سے تشبیہ دینا اس طرح ہے جس طرح کسی کے دانتوں کو کَاَنْیَابِ الْاَغْوَالِ کہہ کر ڈین کے دانتوں سے تشبیہ دی جائے۔ مقصد صرف اس کی خباثت اور بدشکل کو ظاہر کرنا ہے۔

لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ۝۵۸ اَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِيْنَ ۝۵۹

تو میں بھی تیرے ساتھ عذاب میں حاضر کیا جاتا ۔ کیا وہ بات درست ہے کہ

اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ۝۶۰ اِنَّ هٰذَا

ہم صرف پہلی موت ہی مریں گے اور پھر ہم کو عذاب نہ کیا جائیگا؟ تحقیق یہ البتہ

لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝۶۱ لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ۝۶۲

بڑی کامیابی ہے اسی قسم کی جزا کے لئے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیئے

اَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ ۝۶۳ اِنَّا جَعَلْنٰهَا

کیا یہ اچھا ٹھکانا ہے یا زقوم کا درخت؟ کہ ہم نے اس کو

فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ ۝۶۴ اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْٓ اَصْلِ

عذاب بنایا ہے ظالموں کے لئے تحقیق وہ درخت ہے جو جہنم کی تہ سے

الْجَحِيْمِ ۝۶۵ طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ ۝۶۶

نکلتا ہے جس کے شگوفے شیاطین کے سروں کی طرح ہیں

فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ۝۶۷

پس وہ (دوزخی) اس سے کھائیں گے پس اسی سے پیٹ بھریں گے

مَرْجِعَهُمْ۔ ممکن ہے دوزخیوں کے لئے کھانے پینے کی جگہ الگ ہو کر زقوم کھلا کر گرم کھولتا ہوا پانی پلا کر ان کو جہنم کی

طرف دھکیل دیا جاتا رہے۔ اور ممکن ہے کہ صرف یہ مقصد ظاہر کرنا ہو کہ ان کی غذا زقوم مشروب حمیم اور مسکن جحیم ہے۔

رکوع نمبر ۲

وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ۔ لفظ شیعہ علامہ طبرسی نے ذکر کیا ہے کہ شیعہ اس جماعت کا نام ہے جو کسی رئیس و سردار کے تابع ہوں لیکن عرفِ اسلام میں اس سے مراد حضرت علی علیہ السّلام کے وہ پیروکار ہیں جو آپ کے دشمنوں کے خلاف نبرد آزما رہے۔ اور اُن کے بعد اُن کی اولاد طاہرین علیہم السّلام کے ساتھ رہے اور ابو بصیر نے حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا تمہیں یہ نام مبارک ہو۔ راوی کہتا ہے میں نے عرض کی حضور وہ کونسا نام؟ تو آپ نے فرمایا کہ شیعہ: میں نے عرض کی کہ لوگ تو ہمیں اس نام کا طعنہ دیتے ہیں آپ نے فرمایا تم نے خداوند کریم کا یہ فرمان نہیں پڑھا۔ وَ اِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ الخ۔ ص ۴۳

ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ ﴿۶۷﴾ ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ

پھر ان کے لئے اس کے علاوہ البتہ اضافہ کھولتے ہوئے پانی کا بھی ہے پھر ان کی بازگشت جہنم کی

لَاِلَى الْجَحِيْمِ ﴿۶۹﴾ اِنَّهُمْ اَلْفَوْا اٰبَآءَهُمْ ضَآلِّيْنَ ﴿۷۰﴾

طرف ہو گی تحقیق انہوں نے پایا اپنے باپ دادا کو گمراہ

فَهُمْ عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ يُهْرَعُوْنَ ﴿۷۱﴾ وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ

پس وہ اُن کے نقش قدم پر دوڑے جاتے ہیں اور تحقیق ان سے پہلے بہت سی

اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۷۲﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِيْهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿۷۳﴾

پہلی اُمتیں گمراہ ہوئیں اور تحقیق ہم نے ان میں ڈرانے والے بھیجے پس دیکھو کیا انجام

فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۷۴﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ

ہوا ان کا جن کو ڈرایا گیا (پس انکاری رہے) مگر اللہ کے خالص

الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۷۵﴾ وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ ﴿۷۶﴾

بندے اور تحقیق ہم کو نوح نے پکارا پس ہم خوب قبول کرنے والے ہیں

وَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿۷۷﴾ وَجَعَلْنَا

اور ہم نے اس کو اور اس کی اہل کو بڑی تکلیف سے بچا لیا اور کر دیا ہم نے

تفسیر برہان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے اس کی تاویل یہ منقول ہے کہ اِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلِيٌّ اور اس تاویل کی تائید میں یہ روایت نقل کی ہے کہ امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ جب حضرت ابراہیم کے سامنے سے پردے اٹھائے گئے اور ملکوت سماویہ کی ان کو سیر کرائی گئی تو انہوں نے عرش کے پہلو میں ایک نور تاباں دیکھا تو دریافت کیا اے پروردگار یہ نور کس کا ہے؟ تو جواب ملا یہ نورِ محمدؐ ہے جو میری تمام مخلوق سے

برگزیدہ ہے پھر اس کے پہلو میں دوسرا نور دیکھا تو پوچھا یہ کون ہے ؟ تو جواب ملا یہ علی بن ابی طالب کا نور ہے جو میرے دین کا ناصر ہے پھر ان کے پہلو میں تین نورِ درخشاں دیکھے اور ان کے متعلق دریافت کیا تو ارشادِ پروردگار ہوا کہ ایک نور فاطمہ ہے جو اپنے شیعوں کو آتشِ جہنم سے آزاد کرائے گی اور دو اُس کے فرزندوں یعنی حسن وحسین علیہما السلام کے نور ہیں پھر حضرت ابراہیمؑ نے عرض کی اے پروردگار! ان پانچ انوار کے اردگرد مجھے نو انوار نظر آرہے ہیں یہ کون ہیں ؟ تو علی بن الحسین سے لے کر حضرت حجۃ العصر تک نام بنام ائمہ کا تعارف کرایا گیا کہ یہ علی وفاطمہ کی اولاد سے ہوں گے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی اے پروردگار ان چودہ کے اردگرد بے حد وحساب انوار موجود ہیں وہ کون ہیں؟ تو ارشاد ہوا وہ ان کے شیعوں کے نور ہیں۔ پس انہوں

ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبَاقِينَ ﴿٧٨﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي

اس کی ہی اولاد کو باقی رہنے والا — اور ہم نے باقی رکھا اس پر (سلام و ذکر خیر) بعد

الْآخِرِينَ ﴿٧٩﴾ سَلَامٌ عَلَىٰ نُوحٍ فِي الْعَالَمِينَ ﴿٨٠﴾ إِنَّا

والوں میں — سلام نوح پر سب جہانوں میں — ہم

كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿٨١﴾ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ﴿٨٢﴾

اسی طرح نیکی کرنیوالوں کو جزا دیتے ہیں — تحقیق وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا

ثُمَّ أَغْرَقْنَا الْآخَرِينَ ﴿٨٣﴾ وَإِنَّ مِنْ شِيعَتِهِ

پھر ہم نے غرق کیا دوسروں کو — اور تحقیق اس کے شیعوں میں سے تھا

لَإِبْرَاهِيمَ ﴿٨٤﴾ إِذْ جَاءَ رَبَّهُ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ﴿٨٥﴾ إِذْ

ابراہیم — جب اپنے رب کے پاس صاف دل سے آیا — جب

نے عرض کی کہ ان کی نشانیاں کیا ہوں گی تو جواب ملا ان کی یہ نشانیاں ہوں گی (۱) اکاون رکعت یومیہ نماز (یعنی سترہ فرائض اور چونتیس نوافل جو کتبِ فقہیہ وعملیہ جات میں تفصیل وار درج کی گئی ہیں (۲) بسم اللہ کو جہر سے پڑھنا (۳) رکوع سے پہلے قنوت پڑھنا (۴) دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا اور بعض روایات میں پانچویں نشانی زیارت اربعین مذکور ہے (اور ہم نے وہ روایت باختلاف الفاظ تفسیر کی جلد ۵ صفحہ ۲۳۳ میں درج کی ہے) اُس وقت حضرت ابراہیمؑ نے دعا مانگی اے اللہ مجھے حضرت امیر المومنین کے شیعوں سے قرار دے۔

شیعہ اور محبّ میں فرق

تفسیر برہان میں تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام سے منقول ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کا شریک بنانا حضرت رسالت مآبؐ کی نبوت کا انکار کرنا اور حضرت علی کی ولایت کا انکار کرنا ایسے گناہ ہیں جو انسان کی جملہ نیکیوں کو باطل کر دیتے ہیں اور أَحَاطَتْ بِهِ خَطِيئَتُهُ

کے مصداق ایسے ہی لوگ ہیں اور ان کے لئے دائمی جہنم ہے۔ حضرت رسولِ کریمؐ نے فرمایا علی کی محبت ایسی نیکی ہے کہ اس کے ساتھ کوئی گناہ نقصان نہیں پہنچاتا خواہ کس قدر بُرا ہی کیوں نہ ہو اور علی کے دشمن کی محبت ایسا گناہ ہے جس کے ساتھ کوئی نیکی فائدہ نہیں دیتی خواہ کتنی ہی بڑی ہو پس اس کا بدلہ اُس کو دنیا میں مال و رزق و تندرستی سے دیا جائے گا اور آخرت میں اس کا عذاب دائمی ہوگا۔

علی کی ولایت کا منکر جنت کو نہ دیکھے گا مگر اس قدر کہ اس کی حسرت میں اضافہ ہو کہ کاش میں نے علی کی ولایت کا انکار نہ کیا ہوتا تو مجھے یہ مکان نصیب ہوتا۔ اسی طرح علی کا محب دوزخ کو اسی قدر ہی دیکھے گا کہ اُس کی خوشی میں اضافہ ہو اور سمجھے کہ اگر میں ولایتِ علی سے دُور ہوتا تو مجھے یہ سزا بھگتنی پڑتی حضورؐ نے فرمایا اے شیعانِ علی جنت تم سے فوت نہ ہوگی۔ اگرچہ بعض بداعمالیوں کی وجہ سے دیر سے پہنچو گے پس اس کے درجات حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ ایک شخص نے سوال کیا کہ کیا آپ کے اور حضرت علی کے محب بھی دوزخ میں جا سکتے ہیں؟ تو جواب میں ارشاد فرمایا ہاں جس کی روح گناہوں کی میل اور احکامِ شرعیہ کی مخالفت کے غبار سے آلودہ ہوگی اُس کو دوزخ کی آگ سے صاف کیا جائے گا۔ پھر ان کے پاس بلند مرتبہ شیعانِ علی کو بھیج کر بُلا لیا جائے گا اور وہ اُن کو دوزخ کی آگ سے اس طرح چُن لیں گے جس طرح پرندہ دانہ کو چُن لیا کرتا ہے۔ پس جن لوگوں کے گناہ معمولی اور ہلکے ہوں گے وہ دنیا میں بادشاہانِ وقت اور حکامِ زمانہ کی سختیوں اور جسمانی تکلیفوں اور بیماریوں کی وجہ سے گناہوں کا بدلہ دے کر صاف ستھرے قبر میں داخل ہوں گے اور بعضوں کو گناہوں کی بدولت قبل از وقت موت دی جائے گی۔ اور حالتِ نزع سخت ہوگی پس گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا۔ اگر گناہ زیادہ ہوئے تو موت کا اضطراب بڑھ جائے گا۔ عیادت کرنے والے کم ہوں گے اور ذلت کی موت سے مرے گا۔ پس گناہوں کا کفارہ ہوگا اور اگر پھر بھی بچ گئے تو قبر میں لحد تک پہنچتے پہنچتے کفارہ ہو جائے گا اور اگر اس سے بھی بچ گئے تو عرصاتِ قیامت کی سختی سے کفارہ ہو جائے گا۔ اور اگر اس کے گناہ اس سے بھی زیادہ ہوئے تو دوزخ کے اُوپر کے طبقے میں داخل کیا جائے گا جس کو بعد میں سفارش سے نکالا جائے گا۔ اور ہمارے محبوں میں سے سب سے زیادہ گنہگار کا عذاب یہ ہوگا ورنہ اکثر کی سزا اس سے پہلے ختم ہو جائے گی۔ اور یہ لوگ ہمارے شیعہ نہیں بلکہ ہمارے محب ہیں۔ اور ہمارے دوستوں کے دوست اور ہمارے دشمنوں کے دشمن ہیں۔ ہمارے شیعہ تو وہ ہیں جو ہمارے صحیح معنوں میں نقشِ قدم پر چلیں۔

ایک شخص نے عرض کی حضورؐ۔ فلاں شخص اپنے ہمسائے کی ناموس پر نظر رکھتا ہے اور اگر اُسے موقعہ ملے تو فعلِ حرام سے بھی گریز نہ کرے گا۔ پس حضور یہ سُنتے ہی غضبناک ہوئے اور فرمایا اس کو میرے پیش کرو تو کسی نے کہا یا جناب عالی وہ تو آپ کا اور علی کا شیعہ کہلاتا ہے اور آپ کے دشمنوں سے بیزاری کا اعلان کرتا ہے۔ حضور نے فرمایا ایسے شخص کو ہمارا شیعہ نہ کہو۔ ہمارا شیعہ وہ ہے جو ہماری پیروی کرے۔

ایک شخص نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے عرض کی کہ فلاں شخص گناہان کبیرہ کا مرتکب ہے اور تمہارا شیعہ ہے

آپ نے فرمایا کہ اگر وہ شخص گناہانِ کبیرہ کرنے کے باوجود ہماری محبت کا دم بھرتا ہے تو وہ ہمارا محبّ ہے شیعہ نہیں اور تیرا اس کو شیعہ کہنا جھوٹ ہے اور اگر وہ شخص نہ ہمارا محب ہو اور نہ ہمارے دشمنوں سے بیزار ہو اور گناہانِ کبیرہ بھی کرتا ہو تو تیرا اُس کو شیعہ کہنا دوہرا جھوٹ ہے۔

ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ جا کر جناب بتول معظمہ خاتونِ جنّت سے دریافت کرو۔ میرے متعلق کہ کیا میں آپ کے شیعوں میں سے ہوں؟ چنانچہ اس عورت کے سوال کا سیدہ طاہرہ سلام اللہ علیہا نے جواب دیا اسے کہو اگر تو ہمارے اوامر و نواہی کا پابند ہے تو تُو ہمارا شیعہ ہے ورنہ نہیں۔ جب عورت نے واپس آکر بتایا تو یہ شخص سخت پریشان ہوا کہ ہائے ہائے گناہوں سے کون بچ سکتا ہے لیں میں تو پھر دوزخی ہوا۔ چنانچہ اُس عورت نے دوبارہ جا کر مخدومہ طاہرہ سے اپنے شوہر کے اضطراب کا تذکرہ کیا تو عالیہ بی بی نے فرمایا بات یہ ہے کہ ہمارے شیعہ جنّت کے بلند منازل پر فائز ہوں گے۔ اور ان کے علاوہ جو ہمارے محبّ ہمارے دوستوں کے دوست اور ہمارے دشمنوں کے دشمن ہیں جو ہم کو بدل و جان تسلیم کرتے ہیں وہ اگر واجبات و محرّمات میں ہماری مخالفت کریں تو یقیناً ہمارے شیعہ نہیں ہیں لیکن گناہوں کی سزا بھگتنے کے بعد جنت میں ضرور جائیں گے وہ دنیا میں مصائب و آلام کی تکلیفیں سہیں گے کچھ عرصہ محشر میں سختی دیکھیں گے اور سخت گنہگار ایک وقت تک دوزخ کے اُوپر والے طبقے میں عذاب بھی چکھیں گے اور اس کے بعد ہماری محبّت کی بدولت ان کو جنّت نصیب ہوگی۔

ایک شخص نے ایک مرتبہ حضرت امام حسن علیہ السّلام سے عرض کی حضور! میں آپ کے شیعوں میں سے ہوں تو آپ نے فرمایا اے خدا کے بندے اگر تو ہمارے اوامر و نواہی میں ہمارے حکم کا پابند ہے تو تیرا دعویٰ سچا ہے ورنہ اس قدر بلند مرتبہ کا دعویٰ کرنے کے بعد اپنے گناہوں کو چھوڑ دے اور اس حالت میں شیعہ نہ کہلاؤ بلکہ یہ کہو کہ میں آپ کا محبّ و موالی ہوں اور آپ کے دشمنوں سے بیزار ہوں اور یہ تمہارے لئے بہتر اور خوب ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السّلام سے ایک شخص نے عرض کی کہ میں تمہارا شیعہ ہوں۔ آپ نے فرمایا خدا سے ڈرو اور ایسا دعویٰ نہ کرو جس میں خدا تم کو جھوٹا کہے ہمارے شیعہ وہ ہوتے ہیں جو ہر کھوٹ اور بُرائی سے پاک ہوں البتہ تم ہمارا محبّ اور موالی کہلایا کرو۔

ایک شخص نے حضرت امام علی زین العابدین علیہ السّلام سے عرض کی کہ میں آپ کے خالص شیعوں میں سے ہوں تو آپ نے فرمایا اے بندۂ خدا کیا تو ابراہیم خلیل علیہ السّلام کے درجہ پر فائز ہے اللہ نے تو اپنے خلیل کو شیعہ کہا ہے اِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ۔ اگر تیرا دل حضرت ابراہیمؑ کے دل کی طرح ہے تو بے شک تو ہمارا شیعہ ہے ورنہ تو فالج یا جذام کا مستحق ہے تاکہ تیرے اس جھوٹ کا کفارہ ہو۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی موجودگی میں ایک شخص نے دوسرے پر فخر کرتے ہوئے کہا کہ میں تجھ سے بہتر ہوں کیونکہ میں محمد و آلِ محمد کا شیعہ ہوں۔ آپ نے اس کو اپنے پاس بلا کر فرمایا کہ تو اپنے مال کو اپنے اوپر خرچ کرنا پسند کرتا ہے

یا اپنے مومن بھائیوں پر خرچ کرنا زیادہ پسند کرتا ہے؟ اس نے عرض کی کہ اپنے اُوپر خرچ کرنا زیادہ پسند کرتا ہوں تو آپ نے فرمایا کہ پھر تو ہمارا شیعہ نہیں ہے کیونکہ ہم تو اپنا مال اپنی ذات پر خرچ کرنے سے اپنے دوستوں پر خرچ کرنا زیادہ پسند کرتے ہیں بس تم لوگ ہمارا محب کہلایا کرو اور ہماری محبت کی وجہ سے نجات کی اُمید رکھو۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے ایک دن باتوں باتوں میں کسی نے کہدیا کہ کسی مقدمہ میں قاضی کوفہ ابن ابی لیلیٰ کی عدالت میں عمار نے شہادت دی تو قاضی صاحب نے عمار کی شہادت کو یہ لفظ کہہ کر ٹھکرا دیا کہ تو رافضی ہے لہذا تیری شہادت قابلِ قبول نہیں ہے چنانچہ یہ سُنتے ہی عمار کے بدن میں کپکپی سی طاری ہوگئی اور فرطِ غم سے وہ گریہ کو ضبط نہ کرسکا اور چیخیں مار کر رونے لگا۔ قاضی نے مقدمہ کی سماعت کو ملتوی کرکے عمار کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ تو اہلِ علم میں سے ایک باوقار شخصیت کا مالک ہے اگر تو رافضی کے لفظ سے بیزار ہے اور رفض تیرا مذہب نہیں تو پھر ہمارا بھائی ہے۔ عمار نے قاضی کے لفظ سنے تو اپنے گریہ پر قابو پاتے ہوئے جواب دیا کہ قاضی صاحب آپ نے میرا مطلب غلط سمجھا ہے میں تو اپنی اور تیری حالت پر روتا ہوں سا اپنی حالت پر اس لئے کہ تو نے مجھے ایک بہت بلند مرتبے کی طرف منسوب کیا ہے جس کا میں اہل نہیں ہوں تو نے مجھے رافضی کہا ہے حالانکہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سُنا ہے کہ سب سے پہلے رافضی وہ جادوگر تھے جنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ دیکھ کر فرعون کی بھری کچہری میں موسیٰ کی تصدیق کی تھی اور فرعون کے طور طریقے کو رفض کیا تھا یعنی چھوڑ دیا تھا اور اس بارے میں سر پر آنے والی ہر مصیبت کا خندہ پیشانی سے استقبال کیا تھا پس فرعون نے ان کا لقب رافضی رکھا تھا جب کہ انہوں نے اس کا دین چھوڑا تھا کیونکہ رافضی اُسے ہی کہا جاتا ہے جو اللہ کی ناپسندیدہ چیز کو چھوڑ دے اور اس کی رضا کے سامنے جھک جائے۔ آج اس زمانہ میں ایسا کون ہوسکتا ہے؟ میں تو اس لئے روتا ہوں کہ اگر خدا مجھ سے پُوچھے اے عمار! کیا تو نے ہر معاملہ میں باطل کو چھوڑ کر حق کا ساتھ دیا تھا؟ تو میں کیا جواب دُوں گا؟ اور تیری حالت پر اس لئے روتا ہوں کہ تو نے میری طرف جھوٹی نسبت دی ہے اور تیرے متعلق مجھے اللہ کی گرفت کا ڈر ہے کہ اس مقدس لفظ کو تو نے بے جا استعمال کیا ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے یہ بات سُن کر فرمایا۔ اگر عمار کے گناہ آسمانوں اور زمین سے بھی بڑے ہوں تب بھی ان کلمات کی بدولت بخشے جائیں گے اور اس کی نیکیوں میں اس قدر اضافہ ہوگا کہ اس کی رائی برابر نیکی بھی اس پوری دنیا سے ہزار گنا بڑھی ہوگی۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے سامنے ایک دفعہ ذکر ہوا کہ ایک شخص بازار میں بولی پر کپڑے بیچتا ہے اور اعلانیہ شیعہ بھی کہلاتا ہے۔ آپ نے فرمایا اس کے شیعہ کہلانے کا مقصد یہ ہے کہ وہ اپنے تئیں سلمان، مقداد اور ابوذر کی مثل سمجھتا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہوسکتا کیونکہ جو شخص خرید و فروخت میں دھوکا کرے اور بکنے والی چیز کے عیب خریدار سے پوشیدہ کرے یا اجنبی گاہک کے سامنے شے کی بولی بڑھا دے تاکہ اس کو قیمت زیادہ ادا کرنی پڑے اور اُس کے چلے جانے کے بعد بولی کم کردے تو ایسا شخص سلمان و ابوذر کی مثل کیسے ہوسکتا ہے بس اس کے لئے سزاوار یہ ہے کہ محب محمدؐ و آلِ محمدؐ ہونے کا دعویٰ کرے اور یہ کہ اُن کے دوستوں کا دوست اور ان کے دشمنوں کا دشمن کہلاتا رہے۔

حضرت امام رضا علیہ السّلام جب بادشاہِ وقت مامون عباسی کے ولیعہد اور نائب السلطنت کے عہدہ پر فائز ہوئے تو کچھ لوگ ملنے آئے اور دربان نے اندر اطّلاع دے دی کہ کچھ لوگ حضور کی زیارت کے لئے آئے ہیں جو اپنے آپ کو شیعہ علیؑ کہتے ہیں آپ نے جواب میں فرمایا کہ میں فارغ نہیں ہوں۔ اسی طرح وہ لوگ ہر روز دو ماہ تک مسلسل آتے رہے اور شرفِ باریابی سے محروم واپس پلٹتے رہے۔ آخر مایوس ہو کر انہوں نے دربان سے کہا کہ ہماری طرف سے بارگاہِ امامت میں عرض کیجئے گا کہ ہم آپ کے جدامجد حضرت علی کے شیعہ ہیں آپ نے ہم کو ملاقات کی اجازت نہ دے کر ہمارے دشمنوں کو خوش کیا ہے۔ ہم یہ غم لے کر واپس کیا کسی کو منہ دکھائیں گے ہمارے لئے تو اب شرم کے مارے منہ چھپا کر شہر سے نکل کر جنگلوں کی طرف بھاگ جانا ہی بہتر ہے یہ سن کر آپ نے دربان کو ان کے داخلہ کی اجازت دے دی۔ آپ بلند چبوترے پر تشریف فرما تھے جب وہ لوگ داخل ہوئے تو سلام عرض کی لیکن امام عالی مقام نے نظر التفات نہ فرمائی اور نہ ان کے بیٹھنے کی اجازت دی پس وہ عرض گذار ہوئے حضور والا! پہلے دخول کی اجازت نہ ملنے کی سزا اب یہ بے توجہی فرمائیے ہماری خطا کونسی ہے؟ آپ نے فرمایا یہ سب کچھ تمہاری اپنی ہی بدولت ہے اور میں نے اپنے بزرگواروں حضرت رسالت مآبؐ اور حضرت امیر المومنینؑ اور ان کی اولاد امجاد کی ہی پیروی کی ہے وہ سب تم پر ناراض ہیں۔ انہوں نے عرض کی آقائے نامدار فرمائیے تو سہی کہ اس کی وجہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا تم نے علی بن ابی طالب علیہ السّلام کا شیعہ ہونے کا دعوے کیا ہے حالانکہ علی کے شیعہ امام حسن۔ امام حسین سلمان۔ مقداد۔ ابوذر۔ عمار اور محمد بن ابوبکر جیسے لوگ تھے جنہوں نے علی کی کبھی مخالفت نہ کی تھی تم لوگ اکثر اوامر و نواہی میں علی کی مخالفت کرتے ہو تو کس منہ سے اس کے شیعہ کہلاتے ہو۔ البتہ تم اس کے محبّ موالی دوستوں کے دوست اور اس کے دشمنوں کے دشمن کہلاؤ لیکن ایسے بلند مرتبہ کا دعویٰ مت کرو جس پر تمہارا عمل تمہارے دعوی کی تصدیق نہ کر سکے ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ پس وہ عرض گذار ہوئے اے فرزند رسول! ہم معافی چاہتے ہیں اور بارگاہ خداوندی میں توبہ کرتے ہیں۔ آئندہ ہم وہی کچھ کہیں گے جو آپ نے ہمیں تعلیم دیا ہے پس ہم لوگ آپ کے محبّ موالی ہیں آپ کے دوستوں کے دوست اور آپ کے دشمنوں کے دشمن ہیں آپ نے یہ سن کر ان کو مرحبا کہا اور فرمایا تم میرے بھائی اور دوست ہو۔ اوپر آجاؤ یہاں تک کہ ان کو اپنے قریب بٹھایا اور دربان سے دریافت فرمایا کہ تو نے کتنی دفعہ ان کو میری ملاقات سے روکا ہے۔ اس نے عرض کی ساٹھ دفعہ تو آپ نے فرمایا اب تم پر فرض ہے کہ ساٹھ دفعہ ان پر میری طرف سے سلام کہو۔ کیونکہ انہوں نے توبہ و استغفار سے اپنے گناہوں کو دھو ڈالا ہے۔ اب یہ لوگ محبت و ولایت کی وجہ سے احسان کے مستحق ہیں۔ پس آئندہ ان کی اور ان کے بچوں کی دیکھ بھال کیا کرو اور سرکاری واجبات کی تقسیم کے وقت ان کا خاص خیال رکھا کرو اور ان کو کوئی تکلیف لاحق ہو تو سرکاری ذرائع سے اس کے رفع کرنے میں دیر نہ کیا کرو۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السّلام کے پاس ایک آدمی خوشی خوشی حاضر ہوا آپ نے اس سے خوشی کی وجہ دریافت کی تو کہنے لگا کہ میں نے حضور کے والد ماجد حضرت امام رضا علیہ السّلام سے سنا تھا کہ انسان کو زیادہ خوشی اس دن کرنی چاہیے جب چند مومنوں

پر صدقات تقسیم کرے یا ان کو خیرات سے حصہ دے یا اُن کے حقوق ان تک پہنچائے چنانچہ آج میرے پاس دس مسکین مومن پہنچے جو اپنے عیال و اطفال کی بے کسی و بے بسی کا غم لے کر دور دراز سے میرے پاس حاضر ہوئے تھے اور میں نے اُن سب کی حاجت روائی کی اس لئے خوش ہوں۔ آپ نے فرمایا بے شک ایسے موقعہ پر انسان کی خوشی بجا ہے لیکن اس قسم کی نیکیوں کو ضائع ہونے سے بچانا بھی ضروری ہے اُس نے فوراً کہہ دیا حضور! میں ان نیکیوں کو کیسے ضائع کر سکتا ہوں میں تو آپ کا شیعہ ہوں۔ آپ نے فرمایا اے بندۂ خدا تو نے تو اپنی سب نیکی برباد کر دی اُس نے عرض کی حضور والا وہ کیسے؟ تو آپ نے فرمایا تو نے خدا کا یہ فرمان نہیں سنا کہ اپنی نیکیوں کو احسان جتلا کر یا اذیت دے کر ضائع نہ کر دیا کرو۔ اُس نے عرض کی حضور! میں نے نہ ان کو احسان جتلایا اور نہ اُن کو کسی قسم کی اذیت دی تو آپ نے فرمایا اس جگہ احسان جتلانے کا یہ مقصد نہیں کہ صرف انہی لوگوں پر جتلایا جائے جن پر احسان کیا ہے بلکہ کوئی سی نیکی کر کے کسی پر احسان جتلانا اور کسی کو اذیت دینا سابقہ نیکیوں کی تلفی کا موجب ہوا کرتا ہے آپ نے فرمایا تم خود بتاؤ کہ تیرا اُن کو اذیت دینا زیادہ گناہ ہے یا تیرا مجھے اذیت دینا زیادہ گناہ ہے اُس نے عرض کی آپ کو اذیت دینا سخت گناہ ہے۔ تو آپ نے فرمایا تو نے جو یہ دعویٰ کیا ہے کہ میں تمہارے خالص شیعوں میں سے ہوں یہ کہہ کر تو نے مجھے اذیت دی ہے۔ کیا تجھے نہیں معلوم کہ ہمارا شیعہ کون کون ہے۔ ہمارا شیعہ خالص حزقیل مومن آلِ فرعون ہے۔ ہمارا خالص شیعہ مومن آلِ لٰسین ہے۔ اسی طرح سلمان۔ مقداد۔ ابوذر اور عمار ہیں کیا تو ان کے برابر ہے؟ خبردار تو نے یہ دعویٰ کر کے ہمیں اور ملائکہ مقربین کو اذیت پہنچائی ہے اُس شخص نے فوراً توبہ و استغفار کا کلمہ زبان پر جاری کیا اور عرض کی آپ خود فرمائیں کہ میں آئندہ اپنے آپ کو کیا کہوں۔ آپ نے فرمایا محب و موالی کہلاؤ اور یہ کہلاؤ کہ ہم تمہارے دوستوں کے دوست اور دشمنوں کے دشمن ہیں۔ اُس شخص نے اعتراف کر لیا تو آپ نے فرمایا اب تیری تمام نیکیوں کا ثواب محفوظ ہے۔

ابو یعقوب اور علی بن سیار نقل کرتے ہیں کہ ایک رات ہم دونوں حضرت امام حسن عسکری علیہ السّلام کی خدمت میں ان کے بالاخانہ میں حاضر ہوئے شہر کا پولیس افسر اور اس کے حاشیہ نشین لوگ امام عالی مقام کا کافی احترام کرتے تھے اچانک پولیس افسر کا گذر اس گلی سے ہوا جو ایک ملزم کو جس کے ہاتھ رسن بستہ تھے ساتھ لے جا رہا تھا حضرت امام حسن عسکری علیہ السّلام نے جونہی کھڑکی سے جھانک کر دیکھا تو افسر کی نگاہ پڑی پس وہ ازراہ تعظیم سواری سے پیدل ہو گیا اور عرض کرنے لگا کہ میں نے اس ملزم کو ایک صرّاف کی دوکان کے دروازے پر سے گرفتار کیا ہے میرا یہ خیال ہے کہ نقب زنی اور چوری کے ارادے سے یہ وہاں موجود تھا اور میں اس قسم کے مشکوک آدمیوں کو پانچسو تازیانے کی سزا دیا کرتا ہوں چنانچہ اس کے متعلق بھی میرا یہی ارادہ تھا تاکہ قبل اس کے کہ اس کا کوئی سفارشی پہنچے اس کو کسی حد تک اپنے کئے کی سزا مل جائے لیکن اس شخص نے مجھے خدا کا واسطہ دے کر کہا کہ میں حضرت علی اور اس حاضر امام کے شیعوں میں سے ہوں جو حضرت قائم کا باپ ہے۔ میں نے اس سے وعدہ کیا کہ میں ابھی امام عالی مقام کے دروازے سے تجھے ہمراہ لے کر گذروں گا اگر وہ تیرے شیعہ ہونے کا اعتراف کر لیں تو میں تجھے رہا کر دوں گا ورنہ تیرے ہاتھ اور پاؤں کاٹ لوں گا اور اس سے پہلے ایک ہزار تازیانہ کی سزا بھی تجھے بھگتنی پڑے گی۔ اب اس

شخص کے متعلق اپنی رائے سے ارشاد فرمائیں۔ آپ نے فرمایا معاذ اللہ یہ شخص قطعاً علی کا شیعہ نہیں ہے اور چونکہ یہ شخص اپنے دل میں اپنے شیعہ ہونے کا عقیدہ رکھتا ہے اسی لئے اللہ نے بطور سزا اس کو گرفتاری کی مصیبت میں مبتلا کیا ہے حاکم شہر نے عرض کی کہ بس میرا مسئلہ حل ہو گیا ہے اب اس کو صرف پانچسو تازیانہ ہی ماروں گا۔ چنانچہ دُرے لے جا کر سپاہیوں کو حکم دیا کہ اس کو زمین پر لٹا کر دو آدمی بالمقابل اس کے دائیں بائیں کھڑے ہو کر مارنا شروع کریں چنانچہ جب انہوں نے ملزم کو زمین پر لٹایا اور ڈنڈے ہاتھوں میں لے کر مارنا شروع کیا تو بجائے اس کے کہ اس ملزم کے جسم پر ڈنڈا لگے ان کی ضربیں زمین پر پڑتی تھیں۔ حاکم شہر پولیس افسر نے سپاہیوں پر ناراض ہو کر کہا کہ تم زمین پر ڈنڈے کیوں مارتے ہو۔ اس ملزم کے چوتڑوں پر مارو چنانچہ جب دوبارہ انہوں نے کوشش کی تو ان کے ڈنڈے ایک دوسرے پر پڑنے لگے اور ان کی چیخیں نکل گئیں پھر افسر پولیس نے غضبناک ہو کر کہا کہ کیا تم پاگل ہو گئے ہو کہ ایک دوسرے کو مارتے ہو۔ اس ملزم کو کیوں نہیں مارتے تو انہوں نے جواب دیا حضور والا! ہم تو ملزم کو ہی مارتے ہیں لیکن ہماری لاٹھیاں خود پھر جاتی ہیں۔ اس کے بعد اس نے چار اور سپاہیوں کو حکم دیا کہ تم سب چھ آدمی مل کر اس کو مارو اور خود گھوڑے پر سوار ہو کر قریب کھڑا ہو گیا جب انہوں نے مارنا شروع کیا تو لاٹھیوں کا رُخ اوپر کی طرف ہو گیا اور افسر پولیس کو اس قدر ڈنڈے لگے کہ وہ گھوڑے سے گر پڑا۔ اس کے بعد اس نے اور سپاہی منگوائے لیکن ان کا بھی وہی حال رہا۔ اب اس حالت سے پولیس گھبرا گئی۔ پس اس ملزم نے کہا کہ مجھے اپنے امام کے پاس لے جاؤ اور جو وہ حکم دیں تم اس پر عمل کرو۔ چنانچہ وہ افسر پولیس بارگاہِ امام میں ملزم کو واپس لایا اور عرض کی حضور آپ نے تو اس کے شیعہ ہونے سے انکار فرمایا تھا لیکن ہم نے اس کے ایسے معجزات دیکھے ہیں جو انبیاء کے ہی ہو سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اس نے شیعہ ہونے کا دعویٰ اگرچہ غلط کیا ہے لیکن اس نے شیعہ کا جو معنی سمجھ رکھا ہے اسی کے مطابق دعویٰ کیا ہے ورنہ اگر شیعہ کا صحیح معنی سمجھتا ہوتا اور پھر دیدہ و دانستہ جھوٹا دعویٰ کرتا تو تیری اس ساری سزا کا وہ مستحق ہوتا اور تیس برس کی قید بھی اس کو دی جاتی لیکن ہماری طرف نسبت کی وجہ سے اللہ نے اس پر رحم فرمایا ہے پس اسے چھوڑ دیجئے کیونکہ ہمارے موالیوں اور محبوں میں سے ہے یہ سُن کر اس پولیس افسر نے دریافت کیا کہ ہم تو محب اور شیعہ کا معنی ایک ہی سمجھتے ہیں اُن کے درمیان فرق کیا ہے ؟ آپ نے فرمایا ہمارے شیعہ وہ ہیں جو اوامر و نواہی میں پوری طرح ہمارے حکم کے پابند ہوں لیکن جو لوگ بہت سے احکام میں ہماری مخالفت کریں۔ وہ ہمارے شیعہ نہیں ہوتے۔ پھر آپ نے حاکم کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تو نے جو اس کی طرف معجزہ کی نسبت دی ہے۔ وہ سراسر جھوٹ ہے اگر تو نے جان بوجھ کر یہ جھوٹ بولا ہوتا تو خدا تمہیں ایک ہزار تازیانہ اور تیس برس کی قید کی سزا میں مبتلا کرتا یہ معجزات اس کے نہیں بلکہ ہمارے ہیں کہ خدا نے ہماری عزت و عظمت ظاہر کرنے کے لئے یہ آیات ظاہر فرمائیں دیکھئے عیسیٰؑ کے ہاتھوں مردہ کا زندہ ہونا مردہ کا معجزہ نہیں بلکہ عیسیٰ کا معجزہ تھا اسی طرح مٹی سے پرندہ کا ہونا پرندے کا معجزہ نہیں بلکہ عیسیٰ کا معجزہ تھا۔ اسی طرح جو لوگ مسخ ہو کر بندر بن گئے یہ ان کا معجزہ نہیں بلکہ اس زمانے کے نبی کا معجزہ تھا پس افسر پولیس نے فوراً توبہ واستغفار زبان پر جاری کیا۔

اس کے بعد حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام اس ملزم کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے بندۂ خدا تو علی کا شیعہ نہیں بلکہ علی کا محب ہے اور علی کے شیعہ وہ ہوتے ہیں جن کا توحید پروردگار پر ایمان پختہ ہو۔ اور حضرت رسالتمآبؐ کی اقوال و اعمال میں تصدیق کرتے ہوں اور حضرت علی کو افضل امت مانتے ہوں اور اُن کا یہ عقیدہ ہو کہ اُمت کا فرد فرد تو بجائے خود اگر پوری اُمت پیغمبر ترازو کے ایک پلڑے میں ہو اور علی دوسرے پلڑے میں ہو تو جس طرح پورے آسمان و زمین کے مقابلہ میں ایک ذرّہ ہو۔ اسی طرح علی کے فضائل و مناقب کے مقابلہ میں وہ سب ایک ذرہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ علی کے شیعہ اللہ کے راستہ میں موت کی پرواہ نہیں کیا کرتے۔ علی کے شیعہ اپنے نفسوں سے اپنے مومن بھائیوں کو ترجیح دیا کرتے ہیں۔ اور علی کے شیعہ شرعی اوامر و نواہی میں پورے پابند ہوتے ہیں۔ غرضیکہ توحید و نبوت و امامت کے صحیح عقائد کے بعد تمام فرائض کو ادا کرتے ہیں۔ اور تمام فرائض سے اہم دو فریضے ہیں (۱) مومن بھائیوں کے حقوق کی ادائیگی (۲) دشمنانِ دین سے تقیہ اس میں شک نہیں کہ شیعہ مذہب کا تقدس ہر دور میں زبان زد عوام رہا ہے۔ ابوالاعلیٰ مودودی جیسے انسان نے بھی خلافت و ملوکیت میں اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کی جماعت کا نام ہی شیعہ ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں " حامیانِ علی کا گروہ ابتداء میں شیعانِ علی کہا جاتا تھا بعد میں اصطلاحاً انہیں صرف شیعہ کہا جانے لگا۔ خلافت و ملوکیت ص۲۱۲ اور ہم نے کتاب مذکور کے جواب میں "امامت و ملوکیت" لکھی ہے جس میں شیعہ مذہب کی نہایت نازک دور سے گذر کر ہم تک پہنچنے کی کیفیت پر روشنی ڈالی ہے اور مذہب شیعہ پر غلط الزامات کا دندان شکن جواب دیا ہے۔ اور اُن کو اُن ہی کے مسلمات کی روشنی میں جمہوریت کی غیر شرعی حیثیت سے آگاہ کیا ہے۔ اور واضح کیا ہے کہ شیعہ ایک اصول پرست جماعت ہے۔ جو مشکل سے مشکل تر مقامات میں بھی کسی قیمت پر حق و صداقت کا ساتھ چھوڑنے پر تیار نہیں ہوتی اور شیعہ کا کردار اس قدر ستھرا اور بلند ہوتا ہے کہ وہ کٹنا جانتے ہیں لیکن صراطِ مستقیم سے ہٹنا نہیں جانتے وہ کسی دَور میں بھی اقتدار کے ساتھ اپنے اُصول کی سودا بازی نہیں کرتے بلکہ وہ اقتدار پر لات مارنا آسان سمجھتے ہیں لیکن حق و صداقت کے اُصولوں کو چھوڑنا ہرگز گوارا نہیں کرتے لہذا ہر شیعہ نوجوان پر ضروری ہے کہ ہماری کتاب "امامت و ملوکیت" اپنے پاس رکھے اور اس کا مطالعہ کرے۔

(کتاب امامت و ملوکیت ضرور پڑھئے)

نیز ہم نے شیعہ مذہب کے اوصاف و اطوار اور افعال و کردار پر آئمہ طاہرین علیہم کے اقوال کی روشنی میں تفسیر ہذا کی جلد ۶ میں از صفحہ ۱۰۰ تا صفحہ ۱۰۹ مفصل بیان سپرد قلم کیا ہے جس کا مطالعہ آئینہ ایمان و عرفان میں جلاء نو بخشتا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کا ذکر

قَالَ لِاَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَاذَا تَعْبُدُونَ ۝۸۶ أَئِفْكًا آلِهَةً

اس نے کہا اپنے باپ اور قوم کو کس کی عبادت کر رہے ہو؟ کیا ازراہِ بہتان اللہ کے سوا

قَالَ لِاَبِيهِ۔ حضرت ابراہیم کے باپ کا نام تارخ تھا جو پکا مومن تھا اور یہ آذر آپ کا چچا تھا جو بت تراش اور بت پرست تھا آپ نے چونکہ چچا کے ہاں تربیت پائی تھی اس بنا پر اُن کو باپ کہہ کر پکارتے تھے اور چچا پر باپ کا اطلاق قرآن مجید میں دوسرے مقامات پر بھی ہے

جس طرح نَعۡبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ الخ میں اسمٰعیل حضرت یعقوب کا چچا تھا لیکن اس کو آباء میں شامل کیا گیا جو اب کی جمع ہے اور تفسیر کی جلد نمبر ۹ ص۱۴۶ و ص۲۲۱ و ج ۵ ص۲۳۱ پر یہ بیان گذر چکا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ اپنی قوم کو بت پرستی سے روکتے تھے اور وہ لوگ آپ کو اپنے ہمراہ شرک کی دلدل میں پھنسانے کے درپے تھے آپ کھلے طور پر واضح الفاظ میں اُن سے کہتے تھے کہ تمہارا ان بتوں کی پرستش کرنا انتہائی بے ہودہ حرکت ہے کیونکہ عبادت کا سزاوار صرف اللہ ہی ہے جو ہر ایک کا خالق رازق اور محسن ہے اور وہی رب العالمین ہے سال بھر میں انہوں نے ایک خاص دن مقرر کیا ہوا تھا جس میں سب خورد و کلاں زن و مرد اور امیر و غریب اکٹھے ہوتے اور بت پرستی و شرک کی خاص رسوم ادا کرتے تھے جس طرح پیر پرستی کی رسم بد کو فروغ دینے کے لئے آج تک عرس کے نام سے سال بھر میں ایک تہوار منایا جاتا ہے جس میں سارے پیر پرست لوگ اکٹھے ہو کر غیر اللہ کو قبلہ حاجات قرار دیتے ہوئے شرک کرنے میں ایک دوسرے کا دل بڑھاتے ہیں اور اپنے فرضی پیر کے متعلق غلط سلط افسانے بیان کر کے اپنے مشرکانہ کردار کو باعثِ تقرب خداوندی قرار دیتے ہیں۔ اور اس قسم کی تقریبات کے لئے معین کردہ دن پیر و مرید سب کے لئے عید کا تہوار ہوتا ہے جب نمرودیوں نے حضرت ابراہیمؑ کو اپنے تہوار میں شرکت کی دعوت دی تو آپ نے ستاروں پر ایک نظر دوڑائی وہ سمجھے کہ آپ علم نجوم کے ذریعے ہمارے مسلک کی تائید کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن اُن کے

(رسمِ عرس)

دُوْنَ اللّٰهِ تُرِيْدُوْنَ ﴿٨٧﴾ فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٨٨﴾

خداؤں (کی عبادت) کا ارادہ کرتے ہو — تو رب العالمین کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟

فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ ﴿٨٩﴾ فَقَالَ اِنِّيْ سَقِيْمٌ ﴿٩٠﴾

پس ستاروں میں ایک نظر کی — تو کہا کہ میں بیمار ہوں

فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِيْنَ ﴿٩١﴾ فَرَاغَ اِلٰٓى اٰلِهَتِهِمْ فَقَالَ

پس پیٹھ دکھا کر اس سے چلے گئے — تو ان کے خداؤں کی طرف پلٹ کر کہا

اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴿٩٢﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ ﴿٩٣﴾ فَرَاغَ عَلَيْهِمْ

تم کھاتے کیوں نہیں ہو؟ — تم بولتے کیوں نہیں ہو؟ — پس پلٹا ان پر کر دائیں

ضَرْبًا بِالْيَمِيْنِ ﴿٩٤﴾ فَاَقْبَلُوْٓا اِلَيْهِ يَزِفُّوْنَ ﴿٩٥﴾ قَالَ

ہاتھ سے انکو توڑنا شروع کر دیا تو وہ دوڑتے ہوئے اس کی طرف آئے — کہا ان کی

اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ ﴿٩٦﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿٩٧﴾ قَالُوْا

عبادت کرتے ہو جن کو خود تراشتے ہو؟ — حالانکہ اللہ نے تم کو پیدا کیا اور جن کو تم بناتے ہو — کہنے لگے

خلافِ توقع آپ نے ان کی تقریب میں شرکت سے معذوری کا اظہار فرمایا یہ کہہ کر میں بیمار ہوں جس سے وہ یہ سمجھے کہ علم نجوم کے ذریعے سے ان کو اپنی بیماری کا علم ہوا ہے لہذا ہماری عید یا عرس میں شریک ہونے سے قاصر ہیں پس وہ آپ کی معذرت کو سن کر واپس چلے گئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ستارگانِ سماوی پر نظر دوڑا کر توحیدِ پروردگار کے لئے ناقابلِ تردید برہان اُن کے لئے فراہم کی تھی کہ طلوع و غروب کرنے والے اجرام قابلِ عبادت نہیں ہو سکتے بلکہ لائق پرستش وہ خدا ہے جو ان سب کا خالق ہے جس طرح سورہ انعام میں یہ استدلال تفصیل سے گذر چکا ہے جلد نمبر ۵ صہ ۲۳۳ ملاحظہ ہو۔

اور یقیناً دلیل و برہان کی روشنی میں توحید پروردگار کا عقیدہ رکھنے والے کے لئے مشرکوں اور بت پرستوں کی بے ہودہ خلافِ شرع تقریبات اور اُن کے عرسوں اور میلوں میں شریک ہونا روحانی بیماری کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں تھا گویا اجرام سماویہ کا تغیر و انقلاب توحید پروردگار کا درس دیتا ہے۔ اور مشرکانہ تہواروں میں شرکت روحانی بیماری کا پیش خیمہ ہے۔ اسی بنا پر تفسیر مجمع البیان میں بروایت عیاشی حضرت امام محمد باقرؑ اور حضرت امام جعفر صادق علیہما السلام سے منقول ہے کہ نہ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام بیمار تھے اور نہ اُن کا یہ عذر جھوٹا تھا پس وہ اپنے مقام پر سچے بھی تھے اور بیمار بھی نہ تھے البتہ آپ نے بات ایسی کہی جس سے نمرودی جماعت یہ سمجھی کہ آپ بیماری کا عذر پیش کر رہے ہیں۔

مسئلہ۔ ابوالحسن شعرانی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں کلدانیوں میں علم نجوم کا خاصہ چرچا تھا اگرچہ اس علم پر ان کے پاس کوئی دلیل خاص نہ تھی تاکہ اس کے نتائج کو حجت قرار دیا جا سکے اور بعض علما نے اس کے سیکھنے اور سکھانے کو حرام قرار دیا ہے اور صحیح نظریہ یہ ہے کہ اس کا پڑھنا پڑھانا جائز ہے ہاں اس کے فیصلوں پر یقین رکھنا ناجائز ہے یعنی ان کو شرعی حیثیت دینا غلط بلکہ ناجائز ہے۔

القصہ۔ جب نمرودی جماعت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شرکت سے مایوس ہو کر چلی گئی تو آپ کو موقعہ مل گیا پس فوراً اُن بتوں کے پاس پہنچے اور ازراہِ تحقیر اُن سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے تم کھاتے کیوں نہیں ہو؟ تم بولتے کیوں نہیں ہو؟ پس اس کے بعد اپنی قوت سے اُن پر پل پڑے اور ان کو توڑ مروڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ وہ کمزور لوگ جو عید منانے کے لئے باہر نہ جا سکے تھے یا جن کو بتوں کی حفاظت کے لئے چوکیداری کے فرائض سونپے گئے تھے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تو نہ روک سکتے تھے بلکہ اپنے معبودوں کی بے بسی و بے کسی کو تماشائیوں کی طرح دیکھتے رہے لیکن باز پرس اور جواب طلبی کا اُن کو ڈر تھا پس قوم کی واپسی سے پہلے یہ لوگ بقصدِ اطلاع اُن کو راستہ میں جا ملے اور بچشم گریاں اپنے خداؤں کی مظلومیت کی داستان اُن کو سنا دی پس یہ خبر سنتے ہی وہ لوگ گھروں کو جانے کے بجائے سیدھے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر کی طرف دوڑ کر آئے اور کہنے لگے کہ تم نے ہمارے خداؤں کو کیوں توڑا ہے؟ تو آپ نے نہایت متانت سنجیدگی اور حوصلہ سے اُن کو سمجھایا کہ یہ بت تمہارے اپنے بنائے تراشے ہوئے ہیں یہ ہرگز ہرگز پرستش کے لائق نہیں ہیں نہ انہوں نے تم کو پیدا کیا نہ رزق دیا اور نہ کچھ اور کر سکتے ہیں پھر تم کیوں ان کی پرستش کر کے گمراہ ہوتے ہو جس اللہ نے تم کو پیدا کیا ہے اور ان پتھروں کو بھی

اسی نے ہی پیدا کیا پس وہی لائق عبادت ہے اور وہ ہر نفع و نقصان کا مالک ہے۔

ضَرْبًا بِالْيَمِيْنِ۔ یمین کا معنی دایاں ہاتھ یا طاقت کیا جا سکتا ہے۔ یعنی اپنے دائیں ہاتھ سے ان کو توڑنا شروع کر دیا۔ یا یہ کہ اپنی قوت و طاقت سے ان پر حملہ کر دیا اور توڑ پھوڑ دیا اور کام اگرچہ دونو ہاتھوں سے کیا جاتا ہے لیکن چونکہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ سے قوی تر ہوتا ہے یا یہ کہ اچھے اور عمدہ کام دائیں ہاتھ کے سپرد کئے جاتے ہیں جیسے کھانا پینا وغیرہ اور طہارت و استنجا وغیرہ بائیں ہاتھ کے سپرد ہوتا ہے اس لئے بھی دائیں ہاتھ کو بائیں پر فوقیت و افضلیت حاصل ہے پس پورا کام دائیں ہاتھ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی بت شکنی کو بھی ضرب یمین (دائیں ہاتھ کی مار) کی طرف نسبت دی گئی۔

یَزِفُّوْنَ۔ زفیف سے ہے اور یہ شتر مرغ کی اس چال کو کہتے ہیں جو چلنے اور دوڑنے کے بین بین ہو اور اس جگہ مراد تیز چلنا ہے یعنی وہ لوگ خبر سنتے ہی فوراً حضرت ابراہیمؑ کے گھر پہنچے اور ان کو مقام حادثہ پر یعنی بت کدہ میں لے گئے اور مصروف تفتیش ہوئے کہ کیا تم نے ہمارے معبودوں کو توڑا ہے؟ تو آپ نے جواب سے پہلو تہی کرتے ہوئے کلام کا رُخ موڑ دیا اور فرمایا کہ تمہارے معبود وہ ہیں جن کو تم خود اپنے ہاتھوں سے تراش کر بناتے ہو اور کیا خود ساختہ پتھر بھی لائق پرستش ہو سکتے ہیں؟ اور حقیقت یہ ہے کہ تم کو بھی خدا نے پیدا کیا ہے اور ان پتھروں کو بھی خدا نے پیدا کیا ہے۔ لہٰذا عبادت کا سزاوار تو وہی ہونا چاہیے جو سب کا خالق ہے۔

ابْنُوْا لَهٗ بُنْيَانًا فَاَلْقُوْهُ فِى الْجَحِيْمِ ﴿۹۸﴾ فَاَرَادُوْا بِهٖ

اس کے لئے چار دیواری بناؤ پس اس کو بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈال دو — پس انہوں نے اس کے لئے

كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ ﴿۹۹﴾ وَقَالَ اِنِّىْ ذَاهِبٌ

سزائے موت تجویز کی اور ہم نے ان کو پست (ناکام) کر دیا — اور کہا (ابراہیمؑ نے) — میں اپنے رب کی

ابْنُوْا لَهٗ۔ چونکہ کفار کے پاس حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے استدلالی بیان کا جواب نہیں تھا تو انہوں نے بجائے اس کے کہ اپنی رسوم بد یا عقیدۂ فاسدہ کو چھوڑ کر اسلام کے حلقہ بگوش ہو جاتے۔ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو اپنے زمانہ کی فوجی عدالت کے حوالے کر دیا اور مقدمہ کی سرسری سماعت کے فوراً بعد فیصلہ سنا دیا گیا کہ پتھر گارے سے بیس بیس ہاتھ لمبی چوڑی چار دیواری جس کی بلندی تیس ہاتھ ہو مکمل کرائی جائے اور اس کو خشک لکڑیوں سے پُر کر کے آگ لگائی جائے اور پھر اُس بھڑکتی ہوئی آگ میں اُوپر سے ابراہیم کو پھینک دیا جائے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو انتظامات کی تکمیل کے عرصہ تک زیر حراست رکھا گیا اور آخر کار منجنیق کے ذریعے سے اُن کو اُس آگ میں ڈال دیا گیا۔ حضرت ابراہیم کی بت شکنی اور پھر سزائے موت اور آگ کا گلزار ہونا ج ۹ میں ص ۲۲ تا ص ۲۳ پر مفصل گذر چکا ہے۔

اَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا ۔ یعنی ان لوگوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے مکر سوچا یعنی سزائے موت تجویز کی لیکن ہم نے اس کو بچا لیا اور سزا دینے والوں کے مکر و فریب کا پردہ چاک کر کے ان کو ذلیل و پست کر دکھایا۔ اُس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام وہاں سے ہجرت کر کے شام و اُردن کی طرف چلے گئے

حضرت ابراہیم کی ہجرت

تفسیر برہان میں بروایت کلینی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اصلی آبائی وطن جہاں آپ کی ولادت ہوئی کوثی ربا تھا (فیروز آبادی نے کہا ہے کہ یہ عراق کی سرزمین میں ہے غالباً کوفہ کا نواح مراد ہے) اور حضرت ابراہیم کی والدہ اور حضرت لوط کی والدہ دونوں سگی بہنیں تھیں اور اُن کے باپ کا نام لاج تھا اور وہ بھی عہدۂ نبوت پر فائز تھا اور جناب سارہ آپ کی خالہ زاد تھی جو کافی مالدار اور خوشحال عورت تھی اور اپنے علاقہ کی بڑی زمیندار و جاگیردار تھی پس حضرت ابراہیم کے عقد میں آتے ہی اُس نے اپنا سارا مال و متاع اُن کے ہی حوالے کر دیا تھا چنانچہ حضرت ابراہیمؑ نے کافی محنت کر کے زمین کو زیادہ سے زیادہ زرخیز بنا دیا اور مالداری میں بھی کافی ترقی کی چنانچہ علاقہ بھر میں ان کا مالی وقار بہت بلند ہو گیا جب آپ پر بت شکنی کا مقدمہ چلایا گیا اور اس کے نتیجے میں آپ کو سزائے موت ہوئی اور آگ میں ڈالے گئے لیکن بحکم پروردگار آگ گلزار ہوئی اور آپ کو کوئی گزند نہ پہنچا تو نمرودی حکومت نے آپ کے ملک بدر کرنے کا حکم جاری کر دیا اور آپ کی جائداد منقولہ و غیر منقولہ کو بحق سرکار ضبط کرنے کا آرڈر بھی جاری کر دیا گیا لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اپیل پر آپ کو منقولہ املاک واپس کر دی گئیں (جیسا کہ ج ۹ میں مذکور ہے) پس آپ نے ملک شام کی طرف ہجرت فرمائی اور حضرت لوط اور سارہ آپ کے ساتھ ہجرت کرنے میں شریک سفر تھے۔ آپ نے حضرت سارہ کے لئے ایک تابوت بنوایا اور پردہ داری کے پیش نظر ان کو تابوت میں بٹھا کر اس کا دروازہ بند کر دیا اور اُوپر کپڑے کا پردہ ڈال لیا۔ جب نمرود کی عملداری سے نکل کر ملک شام کی سرحدوں پر پہنچے جہاں اُس زمانہ میں ایک قبطی حکمران تھا جس کا نام عزارہ تھا سرحد پر پہنچتے ہی کسٹم کے عملے نے روک کر تلاشی شروع کر دی چنانچہ اُس نے تابوت کے کھولنے پر اصرار کیا حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ اسی طرح بند تابوت کا وزن کر کے سونے یا چاندی کے حساب سے میں اس کا کسٹم ۱/۱۰ حصہ دینے کو تیار ہوں لیکن اُس نے زبردستی تابوت کو کھول دیا کسٹم آفیسر نے جب اس میں ایک برقعہ پوش عورت دیکھی تو اس کی حیرت کی حد نہ رہی۔ از راہِ استعجاب۔ پوچھنے لگا کہ یہ کون ہے؟ آپ نے جواب دیا میری خالہ زاد ہے اور میری بیوی ہے اُس نے اعتراض کیا کہ اگر ایسا ہو تا تو آپ کو اُس کے چھپانے کی کیا ضرورت تھی؟ آپ نے فرمایا پردہ کی پابندی کے لئے از راہِ غیرت میں نے یہ اقدام کیا ہے۔ کسٹم آفیسر نے کہا جب تک میں بادشاہ کو اطلاع دے کر اس سے حکم ثانی نہ حاصل کر لوں آپ کو ہرگز نہیں چھوڑ سکتا۔ چنانچہ اطلاع پہنچتے ہی بادشاہ نے حکم بھیجا کہ وہ تابوت میری طرف بھیج دیا جائے پس حضرت ابراہیم کو تابوت اور دوسرے سب مال و متاع کے ساتھ بادشاہ کے پاس بھیج دیا گیا بادشاہ نے جب تابوت کھولنے کا حکم دیا تو حضرت ابراہیم نے فرمایا میں بطیب خاطر اپنا تمام مال و متاع بطور فدیہ کے پیش کرتا ہوں اور میری خواہش ہے کہ اس تابوت کے کھولنے کے حکم کو منسوخ کیا جائے لیکن بادشاہ

نے نہ مانا اور زبردستی تابوت کھولا گیا۔ جب بادشاہ نے جناب سارہ کی طرف ہاتھ بڑھانے کی جرأت کی تو حضرت ابراہیمؑ نے ازراہِ غیرت منہ پھیر لیا اور بارگاہِ خداوندی میں اپنی مظلومانہ فریاد پہنچائی۔ چنانچہ بادشاہ کا ہاتھ وہیں کا وہیں رہ گیا۔ بادشاہ نے کہا اے ابراہیم! کیا یہ کام تیرے خدا نے کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا ہاں بے شک میرا خدا غیور ہے۔ بادشاہ نے کہا میرے لئے دعا کرو اگر میرا ہاتھ ٹھیک ہو جائے تو میں آپ کے درپے ایذا نہ ہوں گا پس آپ نے دعا کی اور اس کا ہاتھ درست ہو گیا لیکن پھر اُس نے نیت بد سے دستِ درازی کا ارادہ کیا تو حضرت ابراہیم نے منہ پھیر کر بارگاہِ خداوندی میں دوبارہ درخواست کی چنانچہ اس کا ہاتھ پھر شل ہو گیا۔ اور عرض کرنے لگا کہ اے ابراہیم! واقعی تیرا خدا بھی غیور ہے اور تو بھی غیور ہے۔ اب دُعا کیجئے کہ میرا ہاتھ ٹھیک ہو جائے پھر میں کوئی غلط حرکت نہیں کروں گا۔ حضرت ابراہیم نے دعا مانگی۔ اے پروردگار! اگر یہ بادشاہ سچی نیت سے کہہ رہا ہے تو اس کو تندرستی عطا فرما پس وہ ٹھیک ہو گیا۔ اور حسب وعدہ اُس نے حضرت ابراہیمؑ سے کسٹم اور ٹیکس وغیرہ بھی معاف کر دیا اور بڑی عزت سے پیش آیا اور حدود ملک میں جہاں چاہے کسی پابندی کے بغیر آپ کو سفر کرنے یا قیام کرنے کی کھلی اجازت دے دی اور نہایت لجاجت سے عرض کی کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں آپ کی زوجہ محترمہ کے لئے ایک پاکباز دانا حسینہ وجمیلہ لڑکی بطور خادمہ کے پیش کروں جو خاندان قبط سے تعلق رکھتی ہے چنانچہ حضرت ابراہیم کی اجازت سے اُس بادشاہ نے جناب ہاجرہ کو کنیزی کے طور پر جناب سارہ کے لئے پیش خدمت کیا چنانچہ حضرت ابراہیم وہاں سے بصد عزو احترام روانہ ہوئے۔ خود بادشاہ مملکت اُن کی مشایعت میں اپنے مخصوص عملے کے ساتھ آپ کے پیچھے پیچھے تھا تو خدا کی جانب سے وحی ہوئی کہ بادشاہِ وقت کا پیچھے چلنا مناسب نہیں بلکہ آپ اس کے پیچھے چلیں کیونکہ زمین میں نیک یا بد حکمران کا وجود ضروری ہوا کرتا ہے۔ اور ظاہرداری کے لحاظ سے آپ پر ضروری ہے کہ اُس کا احترام و اکرام کرتے ہوئے اُس کو آگے چلنے کی دعوت دیں تاکہ اُس کا رُعب و وقار قائم رہے چنانچہ حضرت ابراہیم کے قدم رُک گئے اور بادشاہ کو آپ نے آگے چلنے کی فرمائش کی کہ مجھے اللہ کی طرف سے ایسا کرنے کا حکم ہوا ہے۔ بادشاہ نے سنتے ہی کلمہ اسلام زبان پر جاری کیا اور تسلیم کر لیا کہ واقعی اللہ حلیم و کریم اور مہربان ہے۔ پس کچھ دور جا کر بادشاہ نے ابراہیم کو الوداع کیا اور واپس پلٹا۔ آپ نے حضرت لوط کو شام کی ابتدائی حدود میں ٹھہرایا اور آپ نے آگے بڑھ کر وہاں سے دُور کچھ فاصلہ پر قیام فرمایا وہاں کافی عرصہ رہنے کے بعد بھی آپ کے ہاں اولاد نہ ہوئی تو ایک دن آپ نے جناب سارہ سے خواہش فرمائی کہ میری تم سے اولاد اب تک نہیں ہوئی اگر مجھے اپنی رضا و رغبت سے ہاجرہ دے دیں تو ممکن ہے خدا اُس کے بطن سے مجھے اولاد عطا فرمائے اور ہماری خانہ آبادی اور تسکین رُوح کا سامان مہیا بھی ہو جائے۔ اور وہ ہمارا قائم مقام بھی ہو۔ چنانچہ حضرت ابراہیم کے کہنے پر جناب سارہ نے اپنی رضامندی سے جناب ہاجرہ کو آپ کے حوالہ کر دیا اور اس طرح سے جناب ہاجرہ نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے حرم بننے کا شرف پایا اور خداوند کریم نے ان کے بطنِ اقدس سے حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام کو پیدا کیا۔

رَبِّ هَبْ لِیْ - جب حضرت ابراہیم علیہ السّلام ہجرت کرکے زمین شام میں پہنچے تو جناب سارہ اور حضرت لُوط بھی آپ کے ہمراہ تھے اور چونکہ اللہ کے حکم کے ماتحت آپ نے نمرود کی عملداری سے ہجرت فرمائی تھی اس لئے فرمایا کہ میں اپنے رب کی طرف جارہا ہوں یعنی یہاں سے ہجرت کرکے ایسی جگہ جاؤں گا جہاں خدا چاہے گا اور اس سے آپ کی مراد ارض مقدس تھی اور یہاں پہنچ کر آپ نے اپنے لئے طلب فرزند کی دعا مانگی۔

حضرت ابراہیمؑ کو فرزند کی بشارت

فَبَشَّرْنٰهُ - جب حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو فرزند کی بشارت ہوئی تو اس وقت آپ کی عمر سو برس کے قریب تھی اور سارہ کی عمر ۹۰ سال یا اس کے لگ بھگ تھی اور اس کا ذکر جلد ۲ صفحہ ۲۳۱ پر گذر چکا ہے اور ایک روایت میں

اِلٰى رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ﴿۱۰۰﴾	رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۰۱﴾
طرف جانیوالا ہوں وہ میری راہبری کریگا	اے رب، مجھے عطا کر (اولاد) نیک

ابراہیم کی عمر ۹۸ اور سارہ کی عمر ۹۹ برس مذکور ہے ج ۱۱ ص ۹ - تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ جب آپ ہجرت کرکے علاقہ شام میں پہنچے تو اللہ سے دعا مانگی کہ مجھے حضرت سارہ کے بطن سے صالح فرزند عطا فرما۔ چنانچہ جب فرشتے حضرت لوط کی قوم کو غرق کرنے کے لئے حضرت ابراہیم کے پاس سے گذرے اور آپ کے ہاں ایک رات بصورت مہمان ٹھہرے تو آپ کو حضرت اسحاق کی ولادت کی خوشخبری بھی سناتے گئے۔ اور اسی تفسیر میں بروایت عیاشی برید بن معاویہ عجلی سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے دریافت کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اسماعیل و اسحٰق کی ولادتوں کی جو بشارت دی گئی ان دو نو بشارتوں کے درمیان کا عرصہ کس قدر تھا تو آپ نے فرمایا کہ درمیان میں پانچ سال کا فاصلہ تھا کہ بَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ یعنی ہم نے اس کو باوقار اور صاحبِ حلم فرزند کی خوش خبری دی اور اس سے مراد حضرت اسماعیل ہے اور یہی پہلی بشارت ہے۔ اور اس کے بعد حضرت اسحٰق کی بشارت دی گئی۔ اور جب حضرت اسحاق تین برس کے ہوئے تو ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت اسحاق باپ کی گود میں تھے کہ ادھر سے اسماعیل بھی آگئے اور انہوں نے اسحاق کو باپ کی گود سے دھکیل کر خود ان کی جگہ لے لی حضرت سارہ اپنی آنکھوں سے اس صورتِ حال کو دیکھ رہی تھیں تو انہوں نے حضرت ابراہیم سے عرض کی کہ مجھ سے یہ برداشت ہرگز نہ ہوگا کہ ہاجرہ کا بیٹا میرے بیٹے کو آپ کی گود سے ہٹا کر خود اس کی جگہ لے لے لہذا آج کے بعد میرا اور ہاجرہ کا ایک جگہ گذارا نہیں ہوسکتا پس ان کو یہاں سے نکال دیجئے

حضرت ابراہیم جناب سارہ کی بہت قدر کرتے تھے کیونکہ وہ اولاد انبیاء سے تھی اور رشتہ میں بھی وہ آپ کی خالہ زاد تھی پس حضرت ابراہیم جنابِ سارہ کے پرزور مطالبہ کی بنا پر جناب ہاجرہ اور اسمعیل کو مکہ میں چھوڑ گئے اور اس کی مفصل داستان تفسیر کی دوسری جلد ص ۳۵۱ (دوسرا ایڈیشن) میں مرقوم ہے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت اسمٰعیل حضرت اسحٰق سے ۱۳ سال بڑے تھے ج ۲ ص ۱۶۴ پر ملاحظہ ہو۔

بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ - یعنی باوقار فرزند حلیم کا معنی باوقار اور کسی کام میں جلد بازی نہ کرنے والا اور انسانی اچھی صفات میں سے حلم کا درجہ بہت بلند ہے۔

فَلَمَّا بَلَغَ - یعنی جب باپ کے ساتھ کاروبار میں شریک ہونے کی حد کو پہنچے اور منقول ہے کہ اس وقت ان کی عمر تیرہ برس تھی۔

حضرت ابراہیمؑ کو فرزند کے ذبح کرنے کا حکم

فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ ﴿۱۰۱﴾ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ

پس ہم نے اس کو خوشخبری دی حلیم فرزند کی تو جب پہنچا وہ اس کے ساتھ کام کرنے کی حد کو (جوانی کو)

قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْۤ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْۤ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا

تو کہا اے فرزند گرامی! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ تجھے ذبح کرتا ہوں پس دیکھ تیری کیا رائے

تَرٰی قَالَ یٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ

ہے اس نے کہا اے ابا جان! آپ کو جو حکم دیا گیا ہے وہ کیجئے مجھے اگر اللہ نے چاہا تو آپ

مِنَ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۰۲﴾ فَلَمَّاۤ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ ﴿۱۰۳﴾ وَ

صبر کرنیوالوں سے پائیں گے پس جب دو نو جھک گئے (حکم پروردگار کے سامنے) اور اسکو منہ کے بل لٹایا

اَرٰی فِی الْمَنَامِ - رویت کے پانچ معانی کئے جاتے ہیں۔ ۱۔ دیکھنا ۲۔ جاننا ۳۔ گمان کرنا ۴۔ اعتقاد رکھنا ۵۔ رائے قائم کرنا اس مقام پر پہلا معنی ہی مراد لیا جا سکتا ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ تجھے ذبح کرتا ہوں۔ اور علامہ طبرسیؒ نے اس کا حل یہ پیش کیا ہے کہ بہتر توجیہ اس طرح کی جائے کہ اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام پر وحی کی ہو کہ میں تجھے خواب میں جو حکم دوں گا عالم بیداری میں اُس پر عمل کرنا تیرے اوپر واجب ہوگا اس لئے کہ انبیاء کے خواب صحیح ہوا کرتے ہیں کیونکہ جب تک عالم بیداری میں بذریعہ وحی یہ تصریح موجود نہ ہو تو عالم خواب میں دیکھی ہوئی چیز کو جامۂ حقیقت پہنانا مشکل ہے۔ اور انبیاء کے خواب کو اگرچہ وحی قرار دیا جانا بعید نہیں تاہم عالم ظاہر میں ان پر یہ بات واضح کر دینا ضروری ہے کہ تمہارا خواب وحی پروردگار ہوگا۔ اور بعض مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ انبیاء کے خواب دو قسموں کے ہوا کرتے ہیں ایک یہ کہ آئندہ ہونے والی چیز کو بعینہٖ خواب میں دیکھیں جس طرح فاتحانہ صورت میں مکہ میں جانا رسول اللہ کو خواب میں دکھایا گیا۔ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ - اور دوسرے یہ کہ بعد میں ہونے والی چیز خواب میں دیکھے ہوئے واقعہ کی تاویل ہو جس طرح حضرت یوسف کا اپنے لئے سورج چاند اور گیارہ ستاروں کو اپنے سامنے سجدہ کرتے ہوئے دیکھنا اور اس مقام پر حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا خواب دوسری قسم سے تھا۔ یعنی ایک ایسا امر دیکھا جس کی تعبیر فرزند عزیز کا ذبح کرنا تھا۔

مَاذَا تَرٰی ۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے اپنے فرزند سے پوچھا کہ میں نے عالم خواب میں تجھے ذبح کرتے دیکھا ہے یعنی عالم خواب میں جو کچھ دیکھا ہے اُس کی تعبیر تجھے ذبح کرنا ہے تو اس میں تیری کیا رائے ہے پس فوراً فرزند ارجمند نے جواب دیا کہ آپ کو جو حکم ہُوا ہے اس پر عمل کیجئے۔ میں انشاء اللہ صبر کروں گا۔ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے فرزند سے یہ نہیں کہا تھا کہ مجھے تیرے ذبح کرنے کا حکم ملا ہے بلکہ فرمایا میں نے خواب میں دیکھا ہے لیکن فرزند نے جواب دیا کہ آپکو جو حکم ملا ہے اُس پر بلا دریغ عمل کیجئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپکی اولاد کو بھی یہ علم تھا کہ اُن کا خواب عام خوابوں کی طرح نہیں بلکہ حکم پروردگار ہوتا ہے جبھی تو باپ کو بھی عمل کی ترغیب دی اور حکم خداوندی کے سامنے سر کٹوانے کے لئے خود بھی تیار ہو گئے۔ لیکن یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السّلام اپنے خواب کو حکم خداوندی سمجھتے تھے تو اس کی تعمیل کے لئے اپنے فرزند سے مشورہ لینے کا انتظار کیوں کیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اپنے لختِ جگر کو ذبح کرنے کے لئے تو فوراً تیار ہو گئے اور ذبح کرنے میں مشورہ لینے سے بھی بے نیاز تھے لیکن جس بیٹے کو ذبح کرنا تھا آخر اس کو بھی تو بتانا تھا اور اس کے دو طریقے ہیں۔ ایک تو یہ کہ سختی سے اس کو اپنے آگے لگا لیتے اور کہتے چلو میں حکم پروردگار کے ماتحت تمہیں ذبح کرنا چاہتا ہوں اور حضرت ابراہیم کے لائق فرزند سے یہ بعید ہے کہ وہ انکار کرتے بلکہ سرِ تسلیم کو خم کر کے وہ یقیناً ذبح ہونے کے لئے تیار ہو جاتے لیکن حضرت ابراہیمؑ نے انسانی ہمدردی بلکہ شفقتِ پدری کو ملحوظ رکھتے ہوئے دوسرا طریقہ اختیار فرمایا کہ اُسے اپنے مقصود سے ایسے نرم لہجہ اور مستحسن طریقہ سے مطلع فرمایا کہ ایک طرف ان کے ذہن میں زبردستی ذبح ہو جانے کا تصوّر بھی نہ آیا اور دوسرے اُن کو اس امتحان میں عمداً شریک ہونے کا موقعہ بھی مل گیا پس اپنے اختیار سے اُنہوں نے حکم پروردگار کے سامنے گردن کٹوانے کا ارادہ کر لیا تو جہاں ایک طرف اس امتحان کی کامیابی کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو عہدۂ امامت کی پیش کش ہوئی وہاں دوسری طرف ان کو ذبیح اللہ کی سند عطا ہوئی پس گویا اپنے فرزند کے سامنے اس حقیقت کا اظہار مشورہ لینے کے لئے نہیں تھا بلکہ ان کو اس امتحان کے لئے تیار ہونے کی دعوت کا بہانہ تھا ورنہ اگر سچ مچ مشورہ لینا مقصود ہوتا تو ذبح ہونے والے سے مشورہ لینا بے محل تھا۔ اپنی بیوی یا دوسرے افراد خاندان کو طلب کر کے سب سے رائے دریافت کی جاتی حالانکہ ایسا نہیں ہوا نیز قربانی کے لئے ذبح کئے جانیوالے حیوان پر بھی سختی کرنا اچھا نہیں ہوتا تو بیٹے کو قربان کرنے کے لئے اس پر سختی کیسے روا ہو سکتی تھی؟ پس نرم لہجہ میں بیٹے سے بات کی کہ مجھے اللہ نے تیرے ذبح کرنے کا حکم دیا ہے تیری کیا رائے ہے؟ اور آپ کے فرزند نے بھی اس حقیقت کو جان لیا کہ آپ مجھے حکم خداوندی سے مطلع فرما رہے ہیں لہذا سرِ تسلیم خم کر کے فوراً باپ کی ہاں میں ہاں ملا لی۔

فَلَمَّآ اَسْلَمَا۔ یعنی دونو جب امرِ پروردگار کے سامنے جھک گئے اور یہ اس حکم کا نتیجہ ہے جو پارۂ اول میں گذر چکا ہے اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ ۔ یعنی جب اُس (ابراہیمؑ) کو اپنے پروردگار نے فرمایا اَسْلِمْ (جھک جا) تو ابراہیمؑ نے جواب دیا۔ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (میں عالمین کے پروردگار کے آگے جھک چکا ہوں) یعنی اس کے ہر حکم کو بلا چون و چرا تسلیم کر کے اس پر بلا دریغ عمل کروں گا۔ اس کے بعد آپ نے اپنی ساری اولاد کو اور حضرت یعقوب نے بھی اپنی اولاد کو وصیت

کی تھی کہ تمہارے لئے اللہ نے دین چن لیا ہے لہٰذا لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (تم پر موت نہ آئے مگر ایسی حالت میں کہ تم اللہ کے حکم کے سامنے جھکنے والے ہو) اور تعمیر بیت اللہ کے بعد اپنے فرزند اسماعیل کو اپنے ساتھ ملا کر دعا اس طرح مانگی تھی رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ (اے پروردگار! ہم باپ بیٹے دونو کو اپنے حکم کے سامنے جھکنے والا قرار دے اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک گروہ ایسا پیدا کر جو تیرے حکم کے سامنے جھکنے والا ہو۔ کیونکہ اولاد کے لئے طلب امامت کی دعا کے جواب میں ارشاد ہوا تھا کہ یہ عہدہ ظالموں کو نہ ملے گا اور ظالم وہ ہوتا ہے جو اللہ کے حکم سے سرتابی کرے اور غیر اللہ کے سامنے جھک جائے تو ابراہیم علیہ السلام نے اولاد کے لئے ایک جگہ اللہ کے حکم کے سامنے جھکنے کی دعا مانگی اور دوسری جگہ غیر اللہ کے سامنے جھکنے سے بچنے کی دعا طلب کی وَاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ (مجھے اور میری اولاد کو بتوں کی عبادت سے محفوظ رکھ۔ اب جو فرزند کے ذبح کرنے کا حکم ہوا تو اپنے ذبح ہونے والے فرزند سے مخاطب ہوئے کہ میں نے مجھے خواب میں ذبح کرتے دیکھا ہے اس میں آپ اپنی طلب کی ہوئی دعا کا اثر بھی دیکھنا چاہتے تھے چنانچہ آپ کی توقعات پر پورا اترتے ہوئے بیٹے نے نہایت سلجھی ہوئی زبان میں جواب دیا جس سے باپ کے کلیجے کو ٹھنڈک پہنچی کہ آپ کو جو بھی حکم ہوا ہے عمل بجالائیں مجھے ان شاء اللہ آپ

نَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰۤاِبْرٰهِيْمُ ﴿۱۰۵﴾ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ اِنَّا

اور ہم نے آواز دی اے ابراہیم — تو نے خواب کو پورا کر دکھایا — ہم — ایسی

كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا

ہی جزا دیتے ہیں احسان کرنیوالوں کو — بے شک یہ البتہ — بڑا — امتحان

الْمُبِيْنُ ﴿۱۰۷﴾ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۰۸﴾ وَ

تھا — ہم نے اس کا فدیہ دیا بڑی قربانی کا اور ہم نے باقی رکھا اُس — پر

تَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۰۹﴾ سَلٰمٌ

(سلام و ذکر خیر) — بعد والوں — میں — سلام

صابر پائیں گے۔ باپ کا جھکنا یہ تھا کہ امر پروردگار کے سامنے اپنے خوبصورت نوخیز اور محبوب ترین فرزند کی گردن پر چھری پھیرنے کو تیار ہو گئے اور بیٹے کی تسلیم یہ تھی کہ اپنی حسین جوانی کی محبت سے بے نیاز ہو کر راہ خدا میں اپنی زندگی کو قربان کرنے کے لئے اپنی گردن کو چھری کے آگے رکھ دینے میں ذرہ بھر تامل نہ کیا۔ اور فَلَمَّآ اَسْلَمَا اسی کی تعبیر ہے کہ جب بیٹا اور باپ دونو مقام تسلیم و رضا میں پورے اتر چکے اور ابراہیم نے اپنے بیٹے کو قربان گاہ میں منہ کے بل لٹا لیا تو ہم نے صدا دی کہ اے ابراہیمؑ تو نے خواب کو سچ کر دکھایا اور تفسیر مقتنیات الدرر میں ہے کہ حضرت اسماعیل نے عرض کی تھی کہ مجھے منہ کے

بل لٹا کر ذبح کیجئے کیونکہ ممکن ہے میرے چہرے کو دیکھ کر شفقتِ پدری کے ماتحت آپ مجھے ذبح نہ کرسکیں۔

ذبیح اللہ کون تھا؟

اس میں اختلاف ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فرزندوں میں سے ذبیح کون تھا؟ بعض مفسرین کا خیال ہے کہ وہ اسحٰق تھا اور ان کی طرف سے دو دلیلیں ذکر کی گئی ہیں (۱) جب آپ ہجرت کرکے شام میں پہنچے اور سارہ آپ کے ہمراہ تھی تو دعا مانگی کہ اے اللہ مجھے سارہ کے بطن سے فرزند عطا فرما چنانچہ فرشتوں نے خوشخبری سنائی اور حضرت اسحاق پیدا ہوئے تو آیات کی ترتیب سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ انہی کے ذبح کا حکم دیا گیا کیونکہ غلام حلیم سے مراد بھی اسحاق ہے اور بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ کا مصداق بھی اسحاق ہے اور اس کے بعد بَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا کی خوشخبری حضرت اسحاق کی نبوت سے متعلق ہے نہ کہ ولادت سے۔ (۲) حضرت یعقوب نے حضرت یوسف کی طرف جو خط لکھا تھا اس میں آپ نے تحریر فرمایا تھا۔ مِنْ يَعْقُوْبَ اِسْرَائِيْلَ نَبِيِّ اللهِ بْنِ اِسْحٰقَ ذَبِيْحِ اللهِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلِ اللهِ یعنی یہ خط اللہ کے نبی اسرائیل یعقوب کا ہے جو ابراہیم خلیل اللہ کے فرزند اسحٰق ذبیح اللہ کا فرزند ہے۔ اور یہ بات بھی واضح رہے کہ جو لوگ حضرت اسمٰعیل کو ذبیح اللہ مانتے ہیں ان کے نزدیک مقام ذبح منیٰ ہے لیکن جو لوگ حضرت اسحٰق کو ذبیح اللہ مانتے ہیں اُن کے نزدیک مقام ذبح بیت المقدس ہے (منتخبات الدرر) لیکن تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ جو لوگ حضرت اسحاق کو ذبیح اللہ مانتے ہیں اُن کے نزدیک بھی مقام ذبح مکہ (منیٰ) ہے۔ چنانچہ مروی ہے کہ جب حضرت ابراہیم کو فرزند کے ذبح کرنے کا حکم ہوا تو آپ اپنے فرزند اسحٰق اور اُن کی والدہ سارہ اور دیگر افراد کنبہ کو حج کی غرض سے مکہ میں لا چکے تھے۔ آپ نے سارہ کو بیت اللہ کے طواف کے لئے بھیج دیا اور خود اسحٰق کو لے کر جمرۂ وسطیٰ کے پاس آئے اور ان کو حکم پروردگار سے مطلع کیا۔ جب حضرت اسحٰق نے ذبح ہونا قبول کر لیا تو آپ آمادۂ ذبح ہوگئے۔ پس شیطان ایک بزرگ کی مشابہ شکل سے سامنے آیا اور دریافت کیا کہ کیا کرنے کا خیال ہے؟ آپ نے فرمایا اس لڑکے کو ذبح کرنا چاہتا ہوں۔ اُس نے سبحان اللہ کا کلمہ زبان سے جاری کرتے ہوئے از راہِ تعجب کہا کہ ایسے نوعمر لڑکے کو جس نے پلک جھپکنے کی مقدار بھی خدا کی نافرمانی نہیں کی ذبح کرتے ہو آپ نے فرمایا مجھے اپنے اللہ نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔ اُس نے کہا یہ حکم خدا نہیں بلکہ حکم شیطان ہے۔ آپ نے فرمایا خدا کی قسم مجھے اللہ کا حکم ملا ہے پس وہ شیطان مایوس ہو کر چلا گیا۔ بیٹے نے عرض کی ابا جان! ذبح کرتے وقت میرا منہ ڈھانپ دیجئے اور میرے ہاتھوں کو مضبوطی سے کس کر باندھ دیجئے تاکہ ذبح کے وقت ہلنے نہ پائیں۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا۔ اے فرزند گرامی! ایک تو تجھے ذبح کروں اور دوسرے تیرے ہاتھوں کو بھی باندھ دوں یہ دونوں کام مجھ سے نہ ہوں گے۔ پس آسمان کی طرف منہ کر لیا اور زانو زمین پر ٹیک کر چھری پکڑی اور ذبح کے لئے بیٹے کی گردن پر رکھ دی لیکن جبریل نے اُسے اُلٹا کر دیا پس اُدھر کوہ ثبیر سے ایک دنبے کو پکڑ لیا۔ اور چھری کے نیچے سے اسحٰق کو کھینچ کر فوراً اس کی جگہ دنبے کو لٹا دیا اور چھری چل گئی اور ساتھ ہی مسجد خیف کی بائیں جانب سے ندا آئی قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا۔ یعنی تو نے اپنا خواب سچا کر دکھایا۔ اُدھر جب سارہ بیت اللہ کے طواف سے فارغ ہوئی تو شیطان اپنے مصنوعی تقدس کے ساتھ سامنے رونما ہو گیا اور کہنے لگا میں نے مقام منیٰ میں ایک

بزرگ کو دیکھا ہے۔ بی بی نے کہا وہ میرا شوہر ہے۔ شیطان نے کہا اس کے ساتھ میں نے ایک حسین وجمیل لڑکے کو دیکھا ہے تو بی بی نے کہا وہ میرا لختِ جگر ہے۔ شیطان نے انتہائی مکارانہ لہجہ میں کہا کہ میں نے دیکھا ہے وہ بزرگ آدمی اُسی نوخیز شہزادے کو زمین پر لٹا کر چھری سے اُسے ذبح کرنے پر تلا ہوا تھا۔ بی بی کہنے لگی دفع ہو جاؤ جھوٹے کہیں کے: ابراہیمؑ بڑا رحم دل انسان ہے اپنے لائق وبے گناہ فرزند کو کیسے ذبح کر سکتا ہے؟ شیطان نے کہا مجھے آسمان کے پروردگار کی قسم اور اس کعبہ کے رب کی قسم: میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اس میں ذرّہ بھر جھوٹ نہیں۔ بی بی نے نہایت متانت اور حوصلے سے فرمایا کہ بھلا وہ ایسا کیوں کرنے لگے؟ شیطان نے کہا وہ فرماتے تھے کہ مجھے اللہ نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے پس بی بی نے فرمایا اگر اللہ کا حکم ہے تو ابراہیم نے جو کیا ہے وہ حق ہے (پس شیطان ملعون مایوس ہو کر بھاگ گیا) لیکن مامتا کی محبت نے حضرت سارہ کے دل میں جوش مارا اور سوچنے لگیں کہ ہو سکتا ہے کہ میرے فرزند کے ذبح کا حکم پہنچا ہو۔ پس اپنے فرائض حج سے فارغ ہو کر جلدی سے دونو ہاتھ سر پر رکھ کر منٰی کی طرف روانہ ہوئیں۔ اور یہ دُعا مانگ رہی تھیں کہ اے اللہ! میں نے اسماعیل کی ماں سے جو سختی کی ہے مجھے اس کی سزا نہ دے۔ جب منٰی میں پہنچیں اور حضرت اسحاقؑ کو زندہ موجود پایا تو طبیعت میں سکون آیا لیکن جب پورا واقعہ اور اُس کی کیفیت سُنی پھر اُٹھ کر اسحٰق کی گردن پر چھری کا تازہ نشان دیکھا تو تاب برداشت نہ رہی اور بیمار ہو گئیں اور بڑھتے بڑھتے وہی بیماری اُن کی موت کا سبب بن گئی۔ اور یہ روایت تفسیر صافی میں بروایت کافی حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام سے بھی منقول ہے۔ اس میں صرف اس قدر زیادتی ہے کہ حضرت ابراہیم نے سارہ کو بیت اللہ کے طواف کے لئے بھیج کر اسحٰق سے فرمایا کہ سواری کا گدھا اور چھری لاؤ تاکہ قربانی کے لئے چلیں حضرت اسحاق نے تعمیل حکم کی بجاآوری کے بعد دریافت کیا کہ ابا جان! وہ قربانی کہاں ہے جسے ذبح کرنا ہے تو آپ نے فرمایا بیٹا وہ قربانی تم ہو بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے؟ تو بیٹے نے خندہ پیشانی سے جواب دیا کہ آپ حکم خداوندی کو بجا لائیں مجھے آپ صابرین میں سے پائیں گے پس مقامِ ذبح پر پہنچ کر گدھے سے جل اُتار کر نیچے بچھائی اور اُوپر اسحاق کو لٹا کر ذبح کے ارادے سے اُس کی گردن پر چھری رکھی۔ اس کے بعد شیطان کے وسوسے کا ذکر ہے اور اس میں ایک شق زیادہ ہے کہ شیطان نے مایوس ہو کر جاتے ہوئے ایک اور وسوسہ بھی ڈالا تھا کہ آپ عہدۂ امامت پر فائز ہیں اگر آپ نے اپنے بیٹے کو ذبح کر دیا تو قیامت تک لوگوں کے لئے اولاد کا ذبح کرنا سنّت بن جائے گا لیکن آپ نے اس کی بات پر کان نہ دھرے اور اس کو ویل کی بددعا کی پس وہ دفع ہو گیا نیز اس روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ حضرت ابراہیم جب چھری چلانے کا ارادہ کرتے تھے تو جبریل چھری کی دھار کو اُلٹا کر دیتے تھے اور کئی دفعہ ایسا کیا گیا یہاں تک کہ کوہِ ثبیر کی چوٹی سے دنبہ پکڑ کر حضرت جبریلؑ نے چھری کے نیچے لٹا یا۔ الخ۔ اور یہی روایت قمی سے منقول ہے جس میں یہ اضافہ ہے کہ وہ دُنبہ آسمان سے مسجد منٰی کے دائیں طرف پہاڑی پر اُترا تھا (جس کو جبریل نے چھری کے لئے لٹایا تھا)

ذبیح حضرت اسحٰق نہیں تھے

مشہور یہ ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسمٰعیلؑ تھے اور دورِ اول میں بھی شہرت اسی طرح تھی لیکن اہل کتاب نے (جو بنی اسرائیل تھے) دیدہ دانستہ واقعات

کو منسخ کر کے حضرت اسحاقؑ کا ذبیح اللہ ہونا مشہور کر دیا تھا چنانچہ تفسیر مجمع البیان میں محمد بن کعب قرظی سے منقول ہے کہ میں ایک دفعہ عمر بن عبدالعزیز کے دربار میں موجود تھا اُس نے مجھ سے یہی سوال کیا کہ درحقیقت ذبیح اللہ کون تھا؟ تو میں نے جواب دیا کہ وہ اسمٰعیل تھا اور میں نے قرآن مجید سے اس کی دلیل پیش کی کہ اس قربانی کے تذکرے کے بعد خدا فرماتا ہے وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ یعنی ہم نے اس کو اسحاق کی بشارت دی پس عمر بن عبدالعزیز نے ایک شامی باشندے کو منگوایا جو پہلے یہودی تھا اور پھر صحیح معنوں میں مسلمان ہو گیا تھا اور اُس کا شمار علماء یہود سے تھا پس عمر بن عبدالعزیز نے اس سے یہی بات دریافت کی اور میں بھی پاس موجود تھا تو اُس نے بھی جواب دیا کہ ذبیح اللہ اسمٰعیل تھا پھر وہ خود کہنے لگا کہ اے بادشاہ! خدا کی قسم! یہودی لوگ اس حقیقت کو جانتے ہیں لیکن چونکہ اسمٰعیل تم عرب لوگوں کا جدِ اعلیٰ ہے اس لئے ازراہِ حسد اس کا انکار کر کے یہ فضیلت اسحاق کے لئے ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کیونکہ وہ اُن کا جدِ اعلیٰ ہے۔

نیز ان آیاتِ مجیدہ کی ترتیب اور ان کا نظم و نسق اسی اَمر کو ثابت کرتا ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیل تھے کیونکہ واقعہ ذبح کے بعد ارشاد ہے کہ ہم نے ان کو اسحاق نبی کی بشارت دی۔ اور اگر اس کا یہ جواب دیا جائے کہ اس جگہ ولادت کی بشارت مراد نہیں بلکہ نبوت کی بشارت مُراد ہے تو یہ محض زبردستی ہے کیونکہ پہلی بشارت غلام حلیم کی تھی اور دوسری بشارت اسحاق نبی کی ہے اور ظاہر سیاق یہی بتاتا ہے کہ دونوں بشارتیں فرزندوں کی ولادت سے متعلق تھیں نیز دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ ہم نے ان کو اسحاق کی بشارت دی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی بشارت دی تو جب اللہ ابتدائے پیدائش سے ابراہیم کو اسحٰق سے ہونے والے پوتے یعقوب کی بشارت دے رہا تھا تو تیرہ برس کی عمر میں اسحاق کی قربانی کا حکم کس طرح دے دیا پس اس قرینے سے معلوم ہوا کہ ذبح کا حکم اسماعیل سے متعلق تھا اور بعد والی بشارت حضرت اسحاق کی ولادت کی بشارت تھی نیز اس سے پہلے گذر چکا ہے کہ حضرت اسحاق حضرت اسماعیل سے ۱۳ برس چھوٹے تھے۔ اور روایت سابق میں دونوں بشارتوں کے درمیان [illegible] برس کا عرصہ ہونا اس بات کو ثابت نہیں کرتا کہ ان کی عمر میں بھی پانچ برس کا فرق ہو بلکہ ۱۳ برس کی عمر میں حضرت اسمٰعیل کی قربانی طلب کی گئی اور بعد میں حضرت اسحاق کی ولادت ہوئی اور یہی قرین عقل ہے اور صحیح تاریخ سے حضرت اسحاق کا مکہ کی طرف آنا ثابت بھی نہیں ہے چنانچہ اصمعی سے منقول ہے میں نے ابو عمرو بن علا سے سوال کیا کہ ذبیح اللہ اسحٰق تھے یا اسمٰعیل؟ تو اس نے مجھے جواب دیا کہ تمہاری عقل کدھر گئی۔ اسحٰق مکہ میں آیا کب ہے؟ کیونکہ مکہ میں صرف اسمٰعیل ہی تھا جو تعمیر بیت اللہ میں حضرت ابراہیم کا معاون تھا اور اس میں شک نہیں کہ جائے ذبح مکہ ہی ہے (لہذا ذبیح اللہ اسمٰعیل ہی ہو سکتا ہے) رہا وہ خط جو حضرت یعقوب نے یوسف کو لکھا اور کتب سیر میں موجود ہے یا بعض احادیث میں بھی اسحٰق کے متعلق ذبیح اللہ کے الفاظ وارد ہیں تو اس کے جواب میں علامہ فیض کاشانی صافی میں فرماتے ہیں کہ صحیح اخبار کو بھی رد نہیں کیا جا سکتا اور ذبیح اللہ بھی یقیناً اسمٰعیل تھے بات یہ ہے کہ حضرت اسحٰق کی ولادت چونکہ حضرت اسمٰعیل کی اس قربانی کے بعد ہوئی۔ اور بعد میں جب ان کو یہ واقعہ معلوم ہوا تو دل میں تمنا کی کاش میں اسمٰعیل کی جگہ ہوتا اور اس آزمائش میں پورا اترتا اور اسمٰعیل کی طرح صبر کرتا پس ثواب اور تقربِ خداوندی

میں میرا درجہ بھی وہی ہوتا تو اس کے ارادۂ صادقہ کے ماتحت خدا نے اس کو بھی ذبیح کا خطاب عطا فرمایا تھا۔

حضرت اسمٰعیلؑ کے ذبیح ہونے کے وجوہ

علمائے محققین نے حضرت اسمٰعیل کے ذبیح اللہ ہونے کی چند وجوہات بیان فرمائی ہیں (۱) حضرت رسالت مآبؐ کا فرمان ہے۔ اَنَا ابْنُ الذَّبِیْحَیْنِ یعنی میں دو ذبیحوں کا فرزند ہوں۔ حضور سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا کہ میرے جد حضرت عبدالمطلب نے چاہ زمزم کھودنے کا ارادہ فرمایا تو منّت مانی تھی کہ خوشنودیٔ خدا کی خاطر اپنے ایک فرزند کو قربان کروں گا چنانچہ جب منت کے ادا کرنے کا وقت آیا تو ذبح کا قرعہ حضرت عبداللہ کے نام نکلا لیکن حضرت عبداللہ کے ننھال نے منّت و سماجت کی کہ اس کے بدلہ میں فدیہ کے طور پر ایک سو اونٹ کو ذبح کرکے مساکین پر ان کا گوشت تقسیم کیا جائے چنانچہ ایسا ہوا پس ایک ذبیح حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب اور دوسرے ذبیح حضرت اسمٰعیل بن ابراہیم علیہما السلام تھے

(۲) یہ قربانی مکہ میں ہوئی اور مکہ میں حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام تھے نہ کہ اسحٰق۔

(۳) قرآن مجید میں دوسرے مقام پر اسمٰعیل کو صادق الوعد کا خطاب دیا گیا ہے نیز ان کو صفتِ صبر کے ساتھ یاد کیا گیا ہے وَاِسْمَاعِیْلَ وَالْیَسَعَ وَذَا الْکِفْلِ کُلٌّ مِّنَ الصَّابِرِیْنَ۔ اور یہ حضرت اسماعیل کے ذبیح اللہ ہونے کے قرینے ہیں۔

(۴) بشارتِ اسحٰق کا ذکر قربانی کے بعد ہے اور سباق و سیاقِ آیات سے موزوں یہی مطلب ہے کہ قربانی کا تعلق حضرت اسمٰعیل سے ہو۔

بنا بریں جن روایات میں حضرت اسحٰق کی قربانی اور حضرت سارہ کی مکہ میں حج کے لئے آمد کا تذکرہ ہے غالباً یہود کے حسد اور سازش کا نتیجہ ہے اور تفسیر برہان میں بروایت ابن بابویہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے حضرت اسمٰعیل کا حضرت اسحٰق سے پانچ سال بڑا ہونا منقول ہے اور روایت کے آخیر میں آپ نے فرمایا کہ جو شخص یہ کہے کہ حضرت اسحٰق حضرت اسمٰعیل سے بڑا تھا یا یہ کہ ذبیح حضرت اسحٰق تھا اُس نے گویا قرآن کو جھٹلایا نیز بروایت ابن بابویہ حضرت امام رضا علیہ السّلام سے حضرت رسالت مآبؐ کے فرمان کہ اَنَا ابْنُ الذَّبِیْحَیْنِ کی وضاحت منقول ہے کہ ایک ذبیح حضرت اسمٰعیل ہیں۔ اور دوسرے حضرت عبداللہ اور اس کی کیفیت اس طرح ہے کہ حضرت عبدالمطلب نے بیت اللہ کے دروازے کا کنڈا پکڑ کر یہ منت مانی تھی کہ اللہ مجھے دس فرزند عطا فرمائے تو میں اُس کی خوشنودی کے لئے اُن میں سے ایک راہِ خدا میں قربان کروں گا چنانچہ اللہ نے ان کی دعا کو مستجاب فرمایا پس آپ نے اپنے دس بیٹوں کو بیت اللہ کے اندر داخل کرکے قرعہ ڈالا تو حضرت عبداللہ کا نام نکلا اور حضرت عبدالمطلب کو تمام بیٹوں میں سے یہ زیادہ پیارا تھا پس دوبارہ قرعہ ڈالا تو حضرت عبداللہ کا نام نکلا چنانچہ آپ نے اُس کے ذبح کرنے کا تہیہ کر لیا اس پر تمام قریشیوں نے جمع ہو کر آپ کو اس فعل سے باز رہنے کی درخواست کی لیکن آپ نے نہ مانی پھر تمام ہاشمی عورتیں روتی اور چلاّتی ہوئی

آئیں اور آپ کی شہزادی جناب عاتکہ نے بھی بڑی منت سماجت کی نیز عبداللہ اور اونٹوں کے درمیان قرعہ ڈالنے کی تجویز پیش کی جو آپ نے قبول فرمائی پس پہلے پہل دس اونٹوں اور عبداللہ کے درمیان قرعہ ڈالا تو قرعہ عبداللہ کے نام نکلا پھر دس اونٹ مزید ملائے اور قرعہ ڈالا اسی طرح دس دس اونٹوں کا اضافہ کرتے گئے جب ایک سو اونٹ ایک طرف اور حضرت عبداللہ دوسری طرف ہوئے تو قرعہ اونٹوں کے نام نکلا جس پر تمام قریشیوں اور بالخصوص ہاشمیوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ اور سب نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور مزید تسلی حاصل کرنے کے لئے حضرت عبدالمطلب نے تین دفعہ قرعہ ڈالا اور ہر دفعہ قرعہ اونٹوں پر نکلا۔ پس حضرت عبداللہ کے بھائیوں نے جلدی سے حضرت عبداللہ کو حضرت عبدالمطلب کے پاؤں کے نیچے سے کھینچ لیا چنانچہ ان کے زمین پر رکھے ہوئے رخسارے پر ایک خراش بھی آئی پس ایک سو اونٹوں کو حضرت عبدالمطلب نے نحر کرا دیا۔ روایت کے اخیر میں حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر حضرت عبدالمطلب حجتِ خدا نہ ہوتے (کہ حضرت ابراہیم کی طرح انہوں نے بھی اپنے فرزند کو خوشنودی پروردگار کی خاطر ذبح کرنے کا مصمم ارادہ فرمایا) تو ان کے اس فعل پر حضرت رسالت مآبؐ فخر نہ کرتے کہ میں دو ذبیحوں کا فرزند ہوں۔ اور محمدؐ و آلِ محمدؐ کا ان کی نسل میں سے ہونے کی بدولت حضرت اسمٰعیل کو ذبح سے بچا یا گیا بعینہ اسی وجہ سے حضرت عبداللہ کو بھی اونٹوں کا فدیہ دے کر ذبح سے خدا نے بچا لیا۔

قربان ہونے والا دنبہ

تفسیر مجمع البیان میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ وہ دنبہ جمرۂ وسطیٰ کے سامنے مسجد منیٰ کے دائیں طرف والے پہاڑ پر آسمان سے اُترا جو بہت موٹا تازہ تھا اور گذشتہ ایک روایت میں کہ وہ ثبیر کی جانب سے اس دنبے کا آنا مذکور ہوا ہے اور تفسیر برہان کی سابق روایت جو حضرت امام رضا علیہ السلام سے منقول ہے۔ اُس میں ہے کہ وہ دنبہ چالیس برس تک باغاتِ جنّت میں چرتا رہا تھا اور وہ کسی مونث سے پیدا نہیں ہوا تھا بلکہ حضرت اسمٰعیل کا فدیہ قرار دینے کے لئے ہی خداوند کریم نے اس کو اپنے ارادہ کن سے پیدا فرمایا تھا پس قیامت تک منیٰ میں ذبح ہونے والے جانور حضرت اسمٰعیل کا فدیہ ہوں گے۔

تفسیر نور الثقلین میں ضحاک سے منقول ہے کہ کسی نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے دریافت کیا تھا کہ وہ کونسے چھ ذی روح ہیں جو ماں کے شکم سے نہیں ہیں تو اس کے جواب میں آپ نے حضرت اسمٰعیل کا فدیہ بننے والا دنبہ بھی ذکر فرمایا تھا۔

دوسری روایت میں ہے کہ شاہ روم نے حضرت امام حسن علیہ السلام سے سوال کیا تھا کہ وہ سات چیزیں کون ہیں جو کسی رحم سے پیدا نہیں ہوئیں۔ آپ نے فرمایا (۱) آدم (۲) حوا (۳) اسمٰعیل کا فدیہ دنبہ (۴) سانپ عبقی (۵) کوا (۶) ناقہ صالح (۷) ابلیس اور حضرت جبریلؑ کا فدیہ پیش کرنے کے لئے جلدی پہنچنا تفسیر کی ج ۹ ص ۲۲۹ پر گذر چکا ہے۔

اور حضرت اسمٰعیل کا فدیہ بننے والے دنبے کے متعلق علماء کے اقوال میں اختلاف ہے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ موٹا تازہ بکرا تھا اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ وہ دنبہ تھا جو حضرت ہابیل نے بطور قربانی کے پیش کیا تھا جو بارگاہِ خداوندی میں درجہ قبولیت کو پہنچا اور اللہ نے اس کو جنت میں رکھا اور وہی آخر کار حضرت اسمٰعیل کا فدیہ بنا اور تیسرا قول یہ ہے کہ یہ دنبہ چالیس خریف جنت

ہیں رہا) اور ایک خریف کئی ہزار سال کا ہوتا ہے) اور چوتھا قول یہ بھی ہے کہ یہ دنبہ نزدیک والے پہاڑ کوہ ثبیر سے اترا تھا جب حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے نگاہ اٹھائی تو اس کو اپنے پاس کھڑا ہوا پایا پس اس کو چھری کے نیچے لٹا کر بیٹے کو چھوڑ دیا اور اسے گلے سے لگا کر پیار کیا اور فرمایا۔ اے فرزند عزیز میں یوں سمجھتا ہوں کہ تو آج ہی پیدا ہوا ہے۔ اور ذبح کا واقعہ اس طرح بھی بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم نے اپنے فرزند سے فرمایا کہ رسّی اور چھری لے کر میرے ساتھ پہاڑ کے دامن میں چلو تاکہ لکڑیاں جمع کر لائیں۔ جب کوہ ثبیر کے دامن میں پہنچے تو بیٹے کو ذبح کے ارادہ سے مطلع فرمایا تو بیٹے نے عرض کی اے ابا جان! میرے ہاتھوں کو خوب باندھ دیجئے اور اپنے دامن کو سمیٹ لیجئے تاکہ میرے خون سے آلودہ نہ ہو ورنہ میری ماں اسے دیکھ کر برداشت نہ کر سکے گی نیز چھری کی دھار کو بھی خوب تیز کر لیجئے تاکہ جلدی سے میں ذبح ہو سکوں کیونکہ موت ایک سخت اور مشکل چیز ہے اور مجھے ذبح کر کے جب آپ واپس تشریف لے جائیں تو میری ماں کو میری طرف سے سلام پہنچائیں اور اگر آپ چاہیں تو میری قمیص بھی ان کے حوالے کر دیں تاکہ ان کے لئے یہ چیز باعث تسلی ہو۔ اور ان کی زندگی کے بقیہ ایام اس سہارے سے اچھی طرح گذر سکیں۔ حضرت ابراہیم نے بیٹے کی معقول باتیں سن کر جواب میں فرمایا شاباش تم امر پروردگار کی تعمیل میں میرے بہترین معاون ہو پس آپ بچشم گریاں بیٹے کی گردن پر چھری رکھ کر آمادۂ ذبح ہوئے جب کہ حضرت اسمعیل کی آنکھیں بھی پرنم تھیں اور اس نے عرض کی کہ اے ابا جان! مجھے منہ کے بل لٹا کر ذبح کیجئے تاکہ میرے چہرے کو دیکھ کر مبادا شفقت پدری آپ کو میرے ذبح کرنے سے روک دے چنانچہ حضرت ابراہیم نے بیٹے کو منہ کے بل لٹایا اور چھری کو چلانے کا ارادہ کیا لیکن چھری الٹ گئی اور ندا پہنچی قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا۔ پس دنبہ ذبح ہوا اور حضرت اسمعیل بچ گئے۔ اور روایت میں ہے کہ قیامت تک جس قدر قربانیاں ہوتی رہیں گی یہ سب حضرت اسمعیل کا فدیہ ہیں (بحار)

وَتَلَّهُ لِلْجَبِيْنِ۔ پیشانی کے دائیں اور بائیں کنارے کو جبین کہا جاتا ہے گویا قبلہ رخ کر کے آپ نے اپنے فرزند کو ایک جبین کے بل لٹایا تھا اور مروی ہے کہ بائیں رخسارے کے بل لٹایا تھا اور پھر دنبے کو بھی اسی طرح لٹایا اور ذبح کیا اور اس کا گوشت مساکین پر تقسیم فرمایا تھا (مجمع)

اَلْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ بلا کے دو معانی ہیں (۱) امتحان (۲) نعمت۔ اور اس جگہ دونو درست ہو سکتے ہیں یعنی بیٹے کے ذبح کرنے کا حکم حضرت ابراہیم اور ان کے فرزند ہر دو کے لئے سخت اور واضح امتحان تھا یا یہ کہ بیٹے کے بدلہ میں فدیہ کو قبول کرنے میں اللہ کا ان دونو پر واضح اور بہت بڑا انعام و احسان تھا۔

فدیہ ذبح عظیم ظاہر قرآن کے اعتبار سے حضرت اسماعیل کا فدیہ وہ دنبہ یا بکرا قرار پایا جو کوہ ثبیر سے اترا یا جس کو جنت سے بھیجا گیا اور جبرئیل نے اس کو چھری کے نیچے لٹایا پس ذبح ہو گیا اور ذِبح اور ذَبح میں فرق یہ ہے کہ ذبح اس جانور کو کہا جاتا ہے جو ذبح کیا جائے گویا وہ ذبیح کے معنی میں ہے اور ذَبح مصدر ہے جس کا معنی ہے ذبح کرنا۔ اور عظیم اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ ایک نبی کا فدیہ تھا اور ایسے نبی کا جس کی نسل سے حضرت خاتم الانبیاء تھے۔ اور ممکن ہے کہ

جسامت وضخامت کے اعتبار سے اسے عظیم کہا گیا ہو کیونکہ وہ خوب موٹا تازہ تھا اور بروایت سابق جنت کے باغات کا پروردہ تھا اور اس اعتبار سے بھی اُسے عظیم کہا جا سکتا ہے کہ چونکہ اس کی قربانی ایک سنّت جاریہ بن گئی پس قیامت تک کی ہونے والی قربانیاں حضرت اسماعیل علیہ السّلام کے فدیہ کے طور پر قرار دی گئیں لہٰذا گویا ایک دنبہ ذبح نہیں ہوا بلکہ حضرت اسماعیل کے بدلہ میں قیامت تک قربانیوں کا ذبح عظیم کا سلسلہ جاری ہو گیا۔

تفسیر نور الثقلین میں عیون الاخبار سے منقول ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السّلام نے فرمایا جب اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو اسمٰعیل کے بجائے دنبہ کو ذبح کرنے کا حکم دیا تو حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے خواہش کی کہ کاش میں اپنے ہاتھوں اپنے بیٹے کو راہِ خدا میں ذبح کرتا اور دنبہ اس کا فدیہ نہ بنتا اور اپنے عزیز ترین فرزند نوجوان کی موت کا صدمہ جھیل کر صبر کرتا اور مصائب پر صبر کرنے والوں کے بلند ترین درجاتِ جنّت کا مستحق ہوتا تو خداوند کریم کی طرف سے وحی ہوئی اے ابراہیم! میری تمام مخلوق میں سے تجھے سب سے محبوب ترین کون ہے؟ حضرت ابراہیم نے عرض کی اے پروردگار! تیری مخلوق میں سے تیرا حبیب محمد مصطفےٰ مجھے زیادہ عزیز ہے۔ پس ارشادِ خداوندی ہوا کہ تجھے وہ زیادہ محبوب ہے یا اپنی ذات؟ تو ابراہیم نے جواب دیا مجھے اپنی ذات سے بھی وہ زیادہ پیارا ہے۔ پھر ارشاد ہوا کہ تجھے اپنی اولاد زیادہ محبوب ہے یا اس کی اولاد؟ تو ابراہیم نے عرض کی کہ مجھے اپنی اولاد کی بہ نسبت اُس کی اولاد زیادہ محبوب ہے۔ پھر ارشاد ہوا کہ دشمنانِ دین کے ہاتھوں اس کی اولاد کا ظلم وستم سے شہید ہونا تیرے لئے زیادہ تکلیف دہ ہے یا اپنی اولاد کا میری اطاعت میں اپنے ہاتھوں ذبح کرنا؟ تو ابراہیم نے عرض کی کہ اس کی اولاد کا ظلم وستم سے دشمنوں کے ہاتھوں شہید ہونا میرے لئے اپنی اولاد کے ذبح کرنے سے زیادہ تکلیف دہ ہے۔ پس ارشاد ہوا کہ ایک گروہ جو اُمتِ محمدؐ ہونے کا دعویٰ کرتے ہوں گے اُسی کے فرزند حسین کو اُس کے بعد ظلم وجور سے اس طرح ذبح کریں گے جس طرح دنبے کو ذبح کیا جاتا ہے پس اُن پر میرا غضب نازل ہوگا۔ یہ سنتے ہی حضرت ابراہیمؑ کے دل پر غم واندوہ اس قدر مسلط ہوا کہ گریہ کو ضبط نہ کر سکے پس وحی ہوئی کہ اے ابراہیم! حسین کے بے گناہ قتل پر تیرے رونے اور گریہ کرنے کو میں نے تیرے اپنے ہاتھوں اسمٰعیل کو ذبح کرنے کے رنج وغم کا فدیہ قرار دیا ہے اور مصائب پر صبر کرنے والوں کے اعلیٰ درجاتِ جنّت میں نے تیرے لئے واجب کئے ہیں اور فَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ کا یہی مقصد ہے۔ یہی روایت تفسیر برہان میں بسند ابن بابویہ بھی منقول ہے۔ اور ذبح عظیم کی تاویل اکثر کتب میں شہادتِ امام حسین علیہ السّلام بیان کی گئی ہے۔ لیکن اس پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے جس کو شیخ عباس قمی اعلی اللہ مقامہ نے بھی سفینۃ البحار میں ذکر کیا ہے کہ جب ایک شے کو دوسری چیز کا فدیہ قرار دیا جاتا ہے تو مفدّیٰ عنہ (یعنی جس کا فدیہ دیا جاتا ہے) مفدّیٰ بہ (یعنی فدیہ بننے والے) سے افضل ہوتا ہے۔ پس اگر امام حسین کو حضرت اسمٰعیل کا فدیہ قرار دیا جائے تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ حضرت اسمٰعیل حضرت امام حسین علیہ السّلام سے افضل تھے حالانکہ ایسا نہیں ہے تو اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ حضرت محمد وآلِ محمد علیہم السّلام حضرت اسمٰعیل کی نسل سے ہیں تو جس چیز کو حضرت اسمٰعیل کا فدیہ قرار دیا جائے وہ صرف حضرت اسماعیل کا فدیہ نہیں ہوگا بلکہ اُن کی نسل سے ہونے والے جملہ انبیاء واولیاء کا بھی وہی چیز فدیہ ہوگی پس حضرت

امام حسین علیہ السلام صرف حضرت اسمٰعیل کا فدیہ نہیں تھے بلکہ محمد و آلِ محمد علیہم السّلام کا بھی فدیہ تھے کیونکہ اگر حضرت اسمعیل ذبح ہو جاتے تو اُن سے ہونے والی یہ نسل طاہر معرضِ وجود میں نہ آسکتی پس حضرت امام حسین علیہ السلام کی قربانی اس سلسلہ طاہرہ کا فدیہ بن گئی تو گویا امام حسین علیہ السلام جس طرح حضرت اسمعیل کا فدیہ ہوئے اسی طرح اپنے جدِ نامدار اور پدر عالیمقدار بلکہ پورے چہاردہ معصومین علیہم السلام کے وجود ہائے مقدسہ کا بھی فدیہ ہوئے پس فردِ واحد کو پُورے سلسلہ کا فدیہ قرار دیا گیا۔ اور سابق روایت کی رُو سے حضرت ابراہیم کے امام حسین کے غم میں رونے کو حضرت اسمٰعیل کے غم میں رونے کا فدیہ قرار دیا گیا لیکن ایک غم کو دوسرے غم کا فدیہ کہنا مجاز ہوا کرتا ہے کیونکہ وہ بدلہ ہوتا ہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ حضرت ابراہیم کو جو درجہ اسمٰعیل کے غم میں رونے سے ملتا اب امام حسینؑ کے غم میں آنسو بہانے کا درجہ اس سے زیادہ ہے اور امام حسین کی شہادت کو فدیہ قرار دینے کی صورت میں مفدیٰ عنہ (جس کا فدیہ دیا جائے) حضرت اسمٰعیلؑ سے لے کر حضرت قائم آلِ محمد علیہم السّلام تک کا سارا نوری سلسلہ ہے اور مفدیٰ بہ صرف امام حسین علیہ السّلام کی ذات بابرکات ہے لہذا کوئی اشکال وارد نہیں ہوتا اور پیغمبر کی اس حدیث کا معنی بھی کھل کر سامنے آگیا۔ حُسَیْنٌ مِنِّیْ وَاَنَا مِنَ الْحُسَیْنِ یعنی حسین مجھ سے ہے (نسل کے لحاظ سے) اور میں حسین سے ہوں (اس کے فدیہ بننے کے لحاظ سے)

نسخ قبل عمل جائز ہے یا نہیں؟

اس مقام پر اصولیین میں اختلاف ہے کہ آیا وقتِ عمل آنے سے پہلے حکم کو منسوخ کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ جو لوگ کہتے ہیں کہ وقتِ عمل سے پہلے حکم کو منسوخ کرنا جائز ہے وہ اِسی مقام سے استشہاد کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے فرزند کے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا جو وقتِ عمل سے پہلے منسوخ بھی کر دیا گیا۔ اور جو لوگ کہتے ہیں کہ وقت عمل سے پہلے منسوخ کرنا ناجائز ہے ورنہ حکم کا مصلحت سے خالی ہونا لازم آئے گا اور یہ حکیم کی شان سے بعید ہے پس اس مقام پر وہ کہتے ہیں حضرت ابراہیمؑ کو فرزند کے ذبح کرنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا بلکہ ابتدائی مقدمات کے مہیا کرنے کا ہی حکم تھا اور خواب میں انہوں نے بیٹے کی گردن پر چھری رکھتے ہوئے اپنے آپ کو دیکھا تھا بیٹے کا ذبح ہونا نہیں دیکھا تھا چنانچہ اپنے فرزند کے سامنے بیان کرتے ہوئے آپ نے یہی فرمایا اِنِّیْۤ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْۤ اَذْبَحُكَ یعنی میں نے خواب میں دیکھا کہ تجھے ذبح کرنا چاہتا ہوں تو بیٹے نے بھی ایسے ہی انداز سے جواب دیا فَافْعَلْ مَا تُؤْمَرُ یعنی جو کچھ آپ کو حکم دیا گیا ہے اُسے کیجئے اور میں صبر کروں گا۔ پس حکم اتنا ہی تھا کہ بیٹے کی گردن پر چھری پھیرو۔ اور باپ بیٹا دونو تعمیل حکم کے لئے تیار ہو گئے تو یہ احتمال تھا کہ اب حکم پہنچ جائے کہ بیٹے کو ذبح کر ڈالو اور حضرت ابراہیم کو یہ نہیں بتایا گیا تھا کہ اس کے بعد حکم کی نوعیت کیا ہو گی؟ جبھی تو ان کا استقلال و عزم قابلِ مدح ہے ورنہ اگر باپ بیٹے دونو کو پہلے سے بتایا جاتا کہ حکم پروردگار صرف گردن پر چھری پھیرنے تک ہے اس کے بعد حکم کی نوعیت کچھ اور ہو گی تو باپ اور بیٹے کی ہمّت و عزم اور صبر و استقلال بے معنی ہو جاتا۔ پس اپنی طرف سے جب ذبح کرنے والا اور ہونے والا ابتدائی مراحل و مقدمات کو طے کر کے عزم و استقلال کے ساتھ اگلا قدم اٹھانے کے لئے پوری طرح تیار تھے اور حکم کے منتظر تھے تو حکمِ ثانی پہنچ گیا جو باپ و بیٹے دونو کے لئے غیر متوقع تھا اور وہ یہ کہ دُنبے کو ذبح کیا جائے اور اسماعیل کو چھری کے نیچے سے ہٹایا جائے پس جبریل

نے جلدی سے پہنچ کر چھری کو اُلٹا کر دیا اور پھر دُنبے کو آگے بڑھا کر حضرت اسماعیل کو چھری کے نیچے سے کھینچ لیا پس ندا پہنچی کہ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا ۔ یعنی جہاں تک تو نے خواب میں دیکھا تھا وہ پورا ہو گیا اور اُس کی تم نے تصدیق کر دی ورنہ اگر خواب میں حکم ذبح کرنے کا ہوتا تو حضرت ابراہیم کا موجودہ فعل اُس کی تصدیق نہ بن سکتا۔ اس میں شک نہیں کہ حضرت اسمعیل کے ذبح ہونے میں کوئی مصلحت نہ تھی اس لئے اسمعیل کے ذبح کا حکم نہیں دیا گیا تھا بلکہ ابتدائی مراحل کے طے کرنے کا حکم تھا جن کی انجام دہی کے بعد ان کو امتحان سے پاس ہونے کی سند دی گئی۔ اور اللہ کو معلوم ہے کہ میرے انبیاء میرے حکم سے سرتابی نہیں کیا کرتے ۔ لہذا انبیاء یا اولیاء سے امتحان لینا اس لئے نہیں ہوتا کہ ان کی کامیابی یا ناکامی کا علم ہو جائے بلکہ امتحان وہ شخص لیا کرتا ہے جو نتیجے کی خبر نہ رکھتا ہو۔ اللہ سبحانہ کو اپنی مخلوق کے ہر فرد کے متعلق روز اول سے پتہ ہے۔ پس اس کا امتحان نتیجے کی خبر حاصل کرنے کے لئے نہیں بلکہ اطاعت گذار اور نافرمان کو اپنی باقی مخلوق کے سامنے الگ الگ کرنے کے لئے ہوتا ہے تاکہ کوئی ناواقفیت کی بنا پر اشتباہ میں نہ رہے اور اس لئے بھی تاکہ مصائب و آلام میں صبر کرنے والوں کی جزا کیسی ہوتی ہے اور بے صبروں کا انجام کیا ہوتا ہے؟ نیز امتحان کی بدولت نیک و بد کو ایک دوسرے سے تمیز دینا آسان ہو جاتا ہے۔ اور اللہ اپنے بندوں پر واضح کرنا چاہتا ہے کہ جو میرے بندے ہیں وہ میرے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر لینے میں ذرہ بھر پس و پیش نہیں کرتے۔ خواہ ان کو میرے راہ میں کس قدر مصائب و آلام کے پہاڑوں سے ٹکر ہی لینی پڑ جائے حتیٰ کہ وہ میرے حکم کے سامنے جھکتے ہوئے آگ کی بھٹی میں کود جانے سے نہیں گھبراتے اور نہ اپنے عزیز ترین فرزند کی گردن پر چھری پھیرنے سے وہ گریز کرتے ہیں۔ چنانچہ اسلام کے دعویٰ کے بعد حضرت ابراہیمؑ و اسمعیلؑ کا واقعہ روز روشن کی طرح عیاں ہے یعنی اسلام جس کا معنی ہے اللہ کے امر کے سامنے سر تسلیم خم کرنا، تمام مسلمانوں کو ہر دور میں اُسوہ ابراہیمی پر چلنے کی دعوت دیتا ہے۔ اور اسی بنا پر ملتِ ابراہیم کو تاقیامت منسوخ نہیں کیا گیا۔

عَلَىٰٓ اِبْرٰهِيْمَ ﴿١١٠﴾ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١١١﴾ اِنَّهٗ مِنْ

ابراہیم پر — اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں احسان کرنیوالوں کو — بے شک وہ ہمارے

عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١١٢﴾ وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿١١٣﴾

مومن بندوں میں سے تھا — اور ہم نے اس کو خوشخبری دی اسحٰق کی کہ وہ نبی ہوگا صالحین میں سے

وَبَشَّرْنٰهُ ۔ ذبیح اللہ کے ذکر کے بعد حضرت اسحاقؑ کی بشارت اس امر کی دلیل ہے کہ سابق بشارت اسمعیل کی تھی۔ اور ذبیح بھی اسمعیل ہی تھا۔

بَارَكْنَا عَلَيْهِ ۔ یعنی ہم نے ابراہیم و اسحاق دونو کو برکت عطا کی کہ حضرت عیسٰی تک کے تمام انبیا حضرت اسحاقؑ کی نسل سے ہوئے اور محمدؐ و آلِ محمدؐ حضرت اسمعیلؑ کی نسل سے ہیں جو حضرت ابراہیم کی ہی اولاد ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ صنعتِ استخدام کے طریقے پر عَلَيْهِ میں ضمیر غائب کا مرجع اسمعیل ہو۔ یعنی ہم نے دونو بھائیوں اسمعیل و اسحاق پر برکت نازل کی اور

ان دونوں کی اولاد میں سے کچھ محسن ہوں گے اور کچھ ظالم بھی ہوں گے۔

رکوع نمبر ۸

نَصَرۡنَا هُمۡ۔ نصر اور معونت میں یہ فرق ہے کہ نصر دشمنوں کے مقابلہ میں ہوتی ہے اور معونت اُس سے عام ہے۔

وَبٰرَكۡنَا عَلَيۡهِ وَعَلٰۤى اِسۡحٰقَ ؕ وَمِنۡ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحۡسِنٌ وَّ
اور اس پر ہم نے برکت برسائی اور اسحٰق پر بھی اور ان دونوں کی اولاد میں سے اپنی ذات کے لئے

ظَالِمٌ لِّنَفۡسِهٖ مُبِيۡنٌ ﴿۱۱۳﴾ وَلَقَدۡ مَنَنَّا عَلٰى مُوۡسٰى وَهٰرُوۡنَ
محسن اور ظالم ہوئے صاف طور پر اور ہم نے احسان کیا موسیٰ و ہارون پر

وَنَجَّيۡنٰهُمَا وَقَوۡمَهُمَا مِنَ الۡكَرۡبِ الۡعَظِيۡمِ ﴿۱۱۵﴾ وَنَصَرۡنٰهُمۡ
اور ہم نے ان دونوں کو اور ان کی قوم کو بڑی تکلیف سے نجات دی اور ہم نے ان کی مدد کی

فَكَانُوۡا هُمُ الۡغٰلِبِيۡنَ ﴿۱۱۶﴾ وَاٰتَيۡنٰهُمَا الۡكِتٰبَ الۡمُسۡتَبِيۡنَ ﴿۱۱۷﴾
پس وہی غالب ہوئے اور ہم نے ان کو واضح کتاب دی (توراۃ)

وَهَدَيۡنٰهُمَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ ﴿۱۱۸﴾ وَتَرَكۡنَا عَلَيۡهِمَا
اور ہم نے ان کو راہِ مستقیم کی ہدایت کی اور ہم نے باقی رکھا ان کا ذکر خیر

فِى الۡاٰخِرِيۡنَ ﴿۱۱۹﴾ سَلٰمٌ عَلٰى مُوۡسٰى وَهٰرُوۡنَ ﴿۱۲۰﴾
بعد والوں میں سلام موسیٰ و ہارون پر

اِنَّا كَذٰلِكَ نَجۡزِى الۡمُحۡسِنِيۡنَ ﴿۱۲۱﴾ اِنَّهُمَا مِنۡ عِبَادِنَا
ہم اسی طرح بدلہ دیتے ہیں احسان کرنیوالوں کو بے شک یہ دونو ہمارے نیک بندوں

الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۱۲۲﴾ وَاِنَّ اِلۡيَاسَ لَمِنَ الۡمُرۡسَلِيۡنَ ﴿۱۲۳﴾
میں سے تھے اور تحقیق الیاس رسولوں میں سے تھا

حضرت الیاس کا ذکر

اِنَّ اِلۡيَاسَ۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ الیاس اور ادریس ایک نبی کے دو نام ہیں لیکن ان کو دو ماننا زیادہ صحیح ہے اور منقول ہے کہ حضرت الیاس حضرت ہارون بن عمران کی اولاد سے تھے اور الیسع پیغمبر کے چچا زاد تھے جب بنی اسرائیل میں گمراہی اور سرکشی حد سے بڑھی تو خدا نے پہلے حزقیل پیغمبر کو بھیجا اور ان کے بعد یہ مبعوث برسالت ہوئے جب حضرت یوشع نے شام کو فتح کیا تھا تو شام کا علاقہ بنی اسرائیل کے قبائل میں انہوں نے تقسیم کر دیا تھا اور اُن میں سے جو قبیلہ بعلبک میں جاکر آباد ہوا تھا حضرت الیاس علیہ السلام اُن کی طرف رسول مبعوث ہوئے۔ شروع شروع میں اس جگہ کے بادشاہ نے دین کو قبول کر لیا۔

لیکن بعد میں اپنی عورت کے بہکانے سے مرتد ہو گیا جس کی وجہ یہ ہوئی کہ پاس ہی ایک عابد کا باغ تھا اور بادشاہ کی عورت نے اُس باغ پر قبضہ کرنے کے لئے اس عابد کو قتل کرا دیا اور اس پر خود قابض ہو گئی۔ حضرت الیاس نے اُن کو اس حرکت بد سے روکا چنانچہ وہ باز نہ آئے تو آپ نے ان دونو پر بددعا کی جس کے نتیجے میں وہ دونو ہلاک ہو گئے۔ بادشاہ اور اس کی بیگم سے مذکورہ بالا اختلاف کے بعد آپ الیسع کو اپنا جانشین قرار دے کر خود روپوش ہو گئے۔ بادشاہ نے اُن کے قتل کے احکامات جاری کئے لیکن کافی تلاش کے باوجود وہ نہ مل سکے اور بعض کہتے ہیں کہ خدا نے ان کو کھانے پینے کی لذّت سے بے نیاز کر دیا اور اس کو پرواز کے لئے پر عطا کئے کہ وہ ملکوتی انسان ہے اور خداوند کریم نے اس بادشاہ پر ایک دشمن حملہ آور کو مسلط کر دیا کہ بادشاہ اور اُس کی بیگم دونو واصلِ جہنم ہو گئے۔ پس اللہ نے الیسع کو عہدہ رسالت عطا فرمایا اور بنو اسرائیل اس پر ایمان لائے۔ ابن عباس سے منقول ہے کہ الیاس خشکی و جنگلات میں اور خضر دریاؤں میں رہتا ہے اور سالانہ حج کے موقعہ پر بمقام عرفات دونو کی ملاقات ہوتی ہے اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا۔ بعض مفسّرین نے کہا ہے کہ سونے کا بنا ہوا ایک بُت تھا اور وہ اس کی پوجا کرتے تھے اور کہتے ہیں یمن کی زبان میں سردار اور رب پر بعل کا لفظ بولا جاتا ہے چنانچہ وہ اپنے بت کو بعل سے تعبیر کرتے تھے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ذوالکفل حضرت الیاس کا دوسرا نام ہے۔

اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۲۵﴾ اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّتَذَرُوْنَ

جب اس نے اپنی قوم سے کہا کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟ کیا تم بعل (بت) کو پکارتے ہو اور چھوڑتے ہو اس کو جو بہتر

اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ ﴿۱۲۶﴾ اَللّٰهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۲۷﴾

پیدا کرنے والا ہے اللہ جو تمہارا رب اور تمہارے متقدمین باپ دادوں کا بھی رب ہے

فَكَذَّبُوْهُ فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿۱۲۸﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ

تو انہوں نے اس کو جھٹلایا پس وہ حاضر کئے جائیں گے (قیامت میں) سوائے اللہ کے نیک بندوں کے کہ

الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۲۹﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۳۰﴾

وہ ایمان لائے اور نہ جھٹلایا۔ اور ہم نے اس کا ذکرِ خیر بعد والوں میں باقی رکھا

تفسیر برہان میں بروایت ابن شہر آشوب انس سے منقول ہے ایک دفعہ حضرت نبی اکرمؐ پہاڑ پر تشریف لے گئے تو پہاڑ کی چوٹی پر کوئی شخص دعا مانگ رہا تھا۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ الْاُمَّةِ الْمَرْحُوْمَةِ الْمَغْفُوْرَةِ (اے اللہ مجھے اُمّتِ مرحومہ مغفورہ میں داخل فرما) حضورؐ وہاں پہنچے تو ایک سفید ریش دراز قد انسان دیکھا جس نے کھڑے ہو کر حضورؐ سے معانقہ کیا اور عرض کی کہ میں سال بھر میں صرف ایک دفعہ کھانا کھاتا ہوں اور ابھی میرے کھانے کا وقت ہے چنانچہ اچانک اسی وقت آسمان سے ایک دسترخوان اُترا اور حضورؐ نے اس کے ساتھ مل کر تناول فرمایا اور معلوم ہوا کہ وہ حضرت الیاس پیغمبرؑ تھے۔

اِلْ یَاسِیْن - ابن عباس سے منقول ہے کہ یٰسین چونکہ حضورؐ نبی اکرم کا نام ہے لہذا آل یٰسین سے مراد آلِ محمدؐ ہیں - اور آئمہ اہل بیت سے اس معنی میں احادیث بکثرت وارد ہیں کہ اس جگہ مراد آلِ محمدؐ ہی ہیں - اور اسی بنا پر قرآن مجید میں آلِ یٰسین کی قرأت بھی پڑھی گئی ہے اور ال کا یٰسین سے الگ تحریر ہونا اسی امر کی دلیل ہے ورنہ اگر الیاسین ہوتا تو لام اور یا کو ملا کر لکھا جاتا - اور جو

سَلٰمٌ عَلٰٓى اٰلِ يٰسِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۱﴾

سلام آل یٰسین پر ہم اسی طرح جزا دیتے ہیں احسان کرنے والوں کو

اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۲﴾ وَاِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ

بے شک وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا اور تحقیق لوط رسولوں میں سے

الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ اِذْ نَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ اِلَّا

تھا جب کہ ہم نے اس کو اور اس کے تمام خاندان کو نجات دی سوائے

عَجُوْزًا فِى الْغٰبِرِيْنَ ﴿۱۳۵﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۱۳۶﴾

ایک بڑھیا کے جو باقی رہ جانیوالوں میں تھی پھر ہم نے ہلاک کر دیا باقی رہنے والوں کو

وَاِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَبِالَّيْلِ

اور تحقیق تم لوگ گزرتے ہو ان کے (مقامات) سے دن اور رات کو

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۳۹﴾

تو کیا پس تم عقل نہیں رکھتے ؟ اور تحقیق یونس رسولوں میں سے تھا

اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۴۰﴾ فَسَاهَمَ فَكَانَ

جب کہ بھاگا کشتی کی طرف جو پُر ہو چکی تھی پس شریک قرعہ ہوا

لوگ الیاسین پڑھتے ہیں کہتے ہیں کہ اس سے مُراد الیاس اور اس کی اُمت ہے جو ان پر ایمان لائی تھی جس طرح مہلّب اور اس کے قبیلہ کو جمع کے طور پر مہلّبین پڑھا جاتا ہے۔

لَتَمُرُّوْنَ - مشرکین مکہ کو خطاب ہے کہ قوم لوط کی اُجڑی ہوئی بستیوں کو تم شام کی طرف جاتے ہوئے اور پلٹتے ہوئے صبح و شام کو دیکھتے ہو تو عبرت کیوں حاصل نہیں کرتے - ؟

رکوع نمبر ۹

حضرت یونسؑ کا ذکر

تفسیر عیاشی سے منقول ہے حضرت رسالت مآبؐ نے فرمایا کہ حضرت یونس بن متی تیس برس کی عمر میں مبعوث برسالت ہوئے اور تینتیس برس مسلسل تبلیغ کرنے کے باوجود دو آدمیوں کے علاوہ کوئی بھی اُن پر ایمان نہ لایا حالانکہ وہ ایک لاکھ یا اس سے بھی زیادہ تھے۔ آپ کے مزاج میں تیزی زیادہ تھی اور حوصلہ بہت کم تھا - اکثر روایات میں ہے کہ علاقہ موصل میں مقام نینوی میں آپ کی سکونت تھی لیکن تقنیات الدرر

ہیں فلسطین میں آپ کا مبعوث ہونا منقول ہے بہرکیف ایمان لانے والوں میں سے ایک عالم تھا جس کا نام تنوخا یا ملیخا تھا اور دوسرا عابد تھا جس کا نام روبیل منقول ہے۔ ۳۳ برس کی تبلیغ کے بعد جب نتیجہ حوصلہ افزا نہ نکلا تو عابد کے مشورہ سے بددعا کی حالانکہ عالم ساتھی ایسا کرنے سے ان کو روکتا رہا اللہ نے عذاب بھیجنے کا وعدہ کیا تو آپ عابد ساتھی کو ہمراہ لے کر چل دئیے لیکن عذاب کے آثار جونہی نمودار ہوئے تو عالم نے پوری قوم کو جمع کر کے انہیں توبہ کی طرف راغب کیا پس وہ سب مان گئے چنانچہ ان سے عذاب ٹل گیا اور جب عذاب کی تاریخ گذر جانے کے بعد حضرت یونس جائزہ لینے کے لئے پلٹے تو لوگوں کو حسب سابق کاروبار اور کھیتی باڑی میں مشغول پایا پس ایک شخص سے دریافت کیا جو آپ کو نہیں پہچانتا

مِنَ الْمُدْحَضِينَ ﴿۱۴۲﴾ فَالْتَقَمَهُ الْحُوتُ وَهُوَ مُلِيمٌ ﴿۱۴۳﴾

تو ہو گیا گرنے والوں میں سے پس اس کو مچھلی نے نگل لیا کہ وہ (اپنے آپ کو) ملامت کرنے والا تھا

فَلَوْلَا أَنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِينَ ﴿۱۴۴﴾ لَلَبِثَ فِي بَطْنِهِ

پس اگر نہ ہوتا وہ تسبیح کرنے والوں میں سے تو ٹھہرا رہتا اس کے پیٹ میں

إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿۱۴۵﴾ فَنَبَذْنَاهُ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ سَقِيمٌ ﴿۱۴۶﴾

قیامت کے دن تک پس ہم نے اس کو ڈال دیا چٹیل جگہ میں کہ وہ بیمار تھا

وَأَنْبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِنْ يَقْطِينٍ ﴿۱۴۷﴾ وَأَرْسَلْنَاهُ إِلَىٰ مِائَةِ أَلْفٍ

اور ہم نے اگا دیا اس پر ایک کدو کا پودا اور ہم نے اس کو بھیجا ایک لاکھ یا

أَوْ يَزِيدُونَ ﴿۱۴۸﴾ فَآمَنُوا فَمَتَّعْنَاهُمْ إِلَىٰ حِينٍ ﴿﴾ فَاسْتَفْتِهِمْ

اس سے بھی زیادہ قوم کی طرف پس وہ ایمان لائے تو ہم نے ان کو فائدہ پہنچایا ایک وقت تک پس ان سے پوچھو

تھا کہ شہر والے کیسے ہیں؟ تو اس نے کہا کہ یونس کی بددعا سے عذاب آچکا تھا لیکن قوم نے توبہ کرلی جس کی وجہ سے عذاب ٹل گیا ہے۔ اب لوگ یونس کو ڈھونڈھ رہے ہیں تاکہ اس سے معافی مانگیں۔ پس آپ بجائے شہر میں آنے کے دوسری طرف چلے گئے اور کنارہ دریا پر پہنچے پس تیار کشتی پر سوار ہوئے جو مال اور سواریوں سے پُر تھی۔ جب وسط دریا میں پہنچی تو ایک بڑی مچھلی نے سر نکالا حضرت یونس ڈر کر دوسری طرف جا بیٹھے تو مچھلی بھی اسی طرف آگئی۔ ملاحوں نے دیکھا تو کشتی کی غرقابی کا انہیں خطرہ لاحق ہوا۔ کہنے لگے ہم میں سے کوئی آدمی اپنے آقا سے بھاگا جا رہا ہے جب تک اس کو دریا میں نہ ڈالا جائے یہ مچھلی پیچھا نہیں چھوڑے گی۔ چنانچہ قرعہ اندازی کی گئی تو یونسؑ کا نام نکلا پس آپ نے دریا میں چھلانگ لگا دی۔ اور مچھلی نے منہ کھول کر ان کو اپنے اندر کر لیا۔

کتابِ خصال سے منقول ہے ایک دفعہ حضرت امیر علیہ السلام سے سوال کیا تھا کہ وہ کونسا قیدخانہ

ہے جو قیدی کو لے کر سیر کرتا رہا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ حضرت یونسؑ والی مچھلی ہے۔

نیز ایک دفعہ ایک شخص نے سوال کیا تھا وہ کونسا ذی روح ہے جو دوسرے ذی روح سے نکلا لیکن دونو کا آپس میں کوئی رشتہ نہیں۔ آپ نے فرمایا وہ حضرت یونس ہیں جو مچھلی کے شکم سے نکلے حالانکہ آپس میں رشتہ نہیں تھا۔

حضرت یونس کے مچھلی کے شکم میں رہنے کا عرصہ ۳، ۷، ۲۰ اور ۴۰ دن باختلاف اقوال بیان کیا گیا ہے۔

تفسیر نور الثقلین میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے چار ہفتے کی کل درمیانی مدت منقول ہے۔ آپ نے فرمایا ۱۵ شوال بروز بدھ اُن کی قوم پر عذاب آیا اور اُن کی توبہ سے وہ اُسی دن ٹل بھی گیا پھر جمعرات کے دن آپ واپس پلٹے۔ اور سمندر یا دریا کے کنارے تک جاتے ہوئے اُن کو ایک ہفتہ لگا پھر ایک ہفتہ مچھلی کے پیٹ میں اور ایک ہفتہ کدو کے سایہ میں جب مچھلی نے باذنِ پروردگار اُن کو باہر پھینکا اور پھر ایک ہفتہ وہاں سے اپنی بستی تک پہنچنے میں گویا کل اٹھائیس دن کے وقفہ کے بعد آپ دوبارہ اپنی قوم میں تشریف لائے۔ مروی ہے کہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے یہودی کے جواب میں فرمایا کہ مچھلی نے حضرت یونس کو بحرِ قلزم بحرِ مصر اور بحرِ طبرستان کی سیر کرانے کے بعد دریائے دجلہ کا رُخ کیا اور زمین کے نیچے ایسی جگہ سے گذری جہاں قارون زمین دوز ہو کر زیرِ عذاب تھا۔ اُس نے حضرت یونس کی آواز تسبیح سُن کر اپنے موکل فرشتے سے کچھ مہلت مانگی جو اُسے باذنِ پروردگار روزانہ قدِ آدم کے برابر نیچے کی طرف دھکیلتا جا رہا تھا پس فرشتے نے اس کو مہلت دی تو قارون نے پوچھا تم کون ہو۔ آپ نے فرمایا میں یونس بن متی ہوں۔ قارون نے موسٰی و ہارون اور کلثوم دختر جو اس کی طرف منسوب تھی اُسکے متعلق پوچھا۔ اُنہوں نے جواب دیا کہ وہ سب مر چکے ہیں تو ان کے ارمان میں قارون نے سرد آہ کھینچی۔ جس کی بدولت اس سے دنیا کا عذاب رفع ہو گیا۔ اور اِس حدیث کے آخر میں یونس کا مچھلی کے شکم میں کل نو گھنٹے رہنا مذکور ہے پھر کیف مچھلی نے دریا کے کنارے پر اُن کو اگل دیا۔ چونکہ آپ کا چمڑا اور گوشت ختم ہو چکا تھا پس خدا نے اُن کے لئے ایک کدو کا پودا پیدا کر دیا تھا جس کے سائے میں آپ دھوپ کی تکلیف سے بچ گئے اور رفتہ رفتہ ان کا گوشت پوست اپنی صحیح حالت پر آگیا۔ خداوند کریم نے کدو کی جڑ پر ایک کیڑا مسلط کر دیا جس نے جڑ کو کاٹا اور پودا خشک ہونے لگا تو حضرت یونسؑ رنجیدہ ہوئے۔ پس وحیِ پروردگار ہوئی کہ اس پودے پر تمہاری محنت کوئی نہیں ہوئی اور اس کے کملانے پر غمزدہ ہو رہے ہو تو ایک لاکھ سے زیادہ آدمیوں پر عذاب کی بددعا کرنے سے غمزدہ کیوں نہ ہوئے اب وہ سب مومن ہو چکے ہیں لہذا دوبارہ جاؤ اور ان کو احکام دینیہ سکھاؤ چونکہ آپ کو واپس جانے پر شرم مانع تھا۔ اِس لئے ایک چرواہے سے فرمایا کہ میں یونس ہوں تم جا کر میری قوم کو اطلاع دو تاکہ مجھے لے جائیں۔ اُس چرواہے نے یہ کہہ کر آپ کی بات ٹھکرا دی کہ وہ تو دریا میں غرق ہو چکے ہیں۔ آپ نے فرمایا تیرے ریوڑ کی بکری اگر میرے حق میں شہادت دے دے تو مان لوگے کہ میں ہی وہی یونس ہوں چنانچہ بکری کی شہادت کے بعد جب اس چرواہے نے اپنی قوم کو اطلاع دی تو انہوں نے بھی اس کی نہ مانی جب تک کہ بکری سے گواہی نہ حاصل کر لی۔ پس وہ سب جمع ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نہایت عزت و احترام سے آپ کو

اپنی بستی میں لے گئے۔

بعض مفسرین کا خیال ہے کہ مچھلی کے شکم سے باہر آنے کے بعد جس قوم کی طرف بھیجے گئے وہی پہلی قوم تھی اور بعض کہتے ہیں کہ اس کے علاوہ کوئی دوسری قوم تھی۔ حضرت یونسؑ کا ذکر سورہ یونس کی تفسیر میں ج، ص۱۵۱ پر بھی گذر چکا ہے۔

أَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُونَ ﴿١٥٠﴾ أَمْ خَلَقْنَا الْمَلَٰئِكَةَ

کیا تیرے رب کے لئے بیٹیاں اور ان کے لئے بیٹے ہیں؟ کیا ہم نے فرشتوں کو مؤنث

إِنَاثًا وَهُمْ شَٰهِدُونَ ﴿١٥١﴾ أَلَآ إِنَّهُم مِّنْ إِفْكِهِمْ لَيَقُولُونَ ﴿١٥٢﴾

بنایا درحالیکہ وہ دیکھ رہے تھے؟ آگاہ ہو وہ اپنے بہتان کی بنا پر کہتے ہیں کہ

وَلَدَ اللَّهُ وَإِنَّهُمْ لَكَٰذِبُونَ ﴿١٥٣﴾ أَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى

اللہ کی اولاد ہے حالانکہ وہ بالکل جھوٹے ہیں کیا اس نے پسند کیا بیٹیوں کو بیٹوں کی

الْبَنِينَ ﴿١٥٤﴾ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ﴿١٥٥﴾ أَفَلَا

بجائے؟ تم کیسے فیصلے کرتے ہو؟ کیا سوچتے نہیں

تَذَكَّرُونَ ﴿١٥٦﴾ أَمْ لَكُمْ سُلْطَٰنٌ مُّبِينٌ ﴿١٥٧﴾ فَأْتُوا

ہو؟ یا تمہارے پاس کوئی واضح دلیل ہے تو لاؤ وہ

بِكِتَٰبِكُمْ إِن كُنتُمْ صَٰدِقِينَ ﴿١٥٨﴾ وَجَعَلُوا بَيْنَهُ وَ

کتاب (جس میں کوئی دلیل ہے) اگر تم سچے ہو اور انہوں نے بنا لیا اللہ اور جن

بَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ إِنَّهُمْ لَمُحْضَرُونَ ﴿١٥٩﴾

کے درمیان رشتہ حالانکہ جن جانتے ہیں کہ ان کو بھی حاضر کیا جاوے گا

أَلِرَبِّكَ۔ مشرکین مکہ نے کہا تھا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ ان آیات میں ان کی تردید ہے۔

وَجَعَلُوا بَيْنَهُ۔ اس کی تفسیر میں چند اقوال ہیں۔

(۱) زندیق اور بے دین لوگوں نے کہا تھا کہ اللہ اور شیطان جو قوم جن سے ہے دونو بھائی ہیں۔ نور خیر اور نفع مند چیزوں کا خالق اللہ ہے۔ اور ظلمت شر اور نقصان وہ چیزوں کا خالق شیطان ہے۔

(۲) مشرکین مکہ نے چونکہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں تجویز کیا تھا پس فرشتوں کو آنکھوں سے اوجھل ہونے کی بنا پر جن کہا گیا ہے کیونکہ جن کا اصل معنی ہے نظر نہ آنے والی چیز۔

(۳) جن لوگوں نے شیطان کی اطاعت کی گویا انہوں نے شیطان کو اللہ کے برابر سمجھ لیا اور اللہ اور اس کے درمیان معبود ہونے کا رشتہ بنا لیا۔ بہرکیف جو قول بھی ہو خدا نے اس کی پُرزور تردید فرمائی ہے۔ اور ساتھ ہی تنبیہ کی ہے کہ جن چیزوں کو تم

اللہ کا رشتہ دار سمجھتے ہو خواہ فرشتے ہوں یا جن یہ سب میرے پاس بروز محشر حاضر کیے جائیں گے۔

سُبۡحٰنَ اللّٰہِ عَمَّا یَصِفُوۡنَ ﴿۱۶۰﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰہِ الۡمُخۡلَصِیۡنَ ﴿۱۶۱﴾

پاک ہے اللہ اس سے جو وہ بیان کرتے ہیں مگر اللہ کے خالص بندے (اس طرح نہیں کہتے)

فَاِنَّکُمۡ وَ مَا تَعۡبُدُوۡنَ ﴿۱۶۲﴾ مَاۤ اَنۡتُمۡ عَلَیۡہِ بِفٰتِنِیۡنَ ﴿۱۶۳﴾

پس تم اور جس کی تم عبادت کرتے ہو نہیں تم اللہ کے متعلق فتنہ و گمراہی ڈال سکتے

اِلَّا مَنۡ ہُوَ صَالِ الۡجَحِیۡمِ ﴿۱۶۴﴾ وَ مَا مِنَّاۤ اِلَّا لَہٗ مَقَامٌ

مگر ان لوگوں پر جو جہنم کا ایندھن ہیں اور ہم میں جو بھی ہے اس کا اپنا مقام

مَّعۡلُوۡمٌ ﴿۱۶۵﴾ وَّ اِنَّا لَنَحۡنُ الصَّآفُّوۡنَ ﴿۱۶۶﴾ وَ اِنَّا

معلوم ہے اور ہم ہی صف بستہ ہیں (اس کی عبادت میں) اور ہم ہی

لَنَحۡنُ الۡمُسَبِّحُوۡنَ ﴿۱۶۷﴾ وَ اِنۡ کَانُوۡا لَیَقُوۡلُوۡنَ ﴿۱۶۸﴾

تسبیح گزار ہیں اور تحقیق (اہل مکہ) کہتے ہیں

لَوۡ اَنَّ عِنۡدَنَا ذِکۡرًا مِّنَ الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿۱۶۹﴾ لَکُنَّا عِبَادَ اللّٰہِ

اگر ہمارے پاس علم ہوتا پہلے لوگوں کے متعلق تو ضرور ہم اللہ کے خالص

الۡمُخۡلَصِیۡنَ ﴿۱۷۰﴾ فَکَفَرُوۡا بِہٖ فَسَوۡفَ یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۷۱﴾ وَ

بندے ہوتے (تو جب علم آیا قرآن کے ذریعے) تو اس کا کفر کیا پس عنقریب جان لیں گے (انجام اس کا) اور

لَقَدۡ سَبَقَتۡ کَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الۡمُرۡسَلِیۡنَ ﴿۱۷۲﴾ اِنَّہُمۡ

تحقیق طے ہو چکی ہے ہماری بات اپنے رسول بندوں کے لئے کہ تحقیق وہ

فَاِنَّکُمۡ ۔ مشرکین کو خطاب ہے کہ تم لوگ اور تمہارے معبود مل کر بھی اللہ کے خلاف کسی کو فتنہ اور گمراہی میں نہیں ڈال سکتے سوائے ان کے جو دوزخ کا ایندھن بن چکے ہیں۔

وَ مَا مِنَّا ۔ یہ ملائکہ کا قول ہے یا یہ کہ جبریل نے حضورؐ کو خبر دی کہ ہم میں سے ہر ایک کا مقام معین اور معلوم ہے کہ اس سے تجاوز نہیں کیا جا سکتا۔

تفسیر برہان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آل محمدؐ کے اوصیا اور آئمہ کے متعلق یہ آیات ہیں۔

چنانچہ آپ نے راوی حدیث شہاب سے فرمایا یَا شِہَابُ نَحۡنُ شَجَرَۃُ النُّبُوَّۃِ وَ مَعۡدِنُ الرِّسَالَۃِ وَ مُخۡتَلَفُ الۡمَلَائِکَۃِ وَ نَحۡنُ عَہۡدُ اللّٰہِ وَ ذِمَّتُہٗ وَ نَحۡنُ وَدَائِعُ اللّٰہِ وَ حُجَّتُہٗ کُنَّا اَنۡوَارًا صُفُوۡفًا حَوۡلَ الۡعَرۡشِ نُسَبِّحُ اللّٰہَ فَتُسَبِّحُ الۡمَلَائِکَۃُ بِتَسۡبِیۡحِنَا اِلٰی اَنۡ ہَبَطۡنَا

اِلَى الْاَرْضِ فَسَبَّحْنَا وَسَبَّحَ اَهْلُ الْاَرْضِ وَاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ الخ۔ ترجمہ اے شباب ہم نبوت کا درخت رسالت کی کان اور فرشتوں کی آماجگاہ ہیں۔ ہم اللہ کا عہد و ذمہ اور ہم اللہ کی امانت و حجت ہیں ۔ ہم

لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ﴿۱۷۳﴾ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۱۷۴﴾

ہی منصور ہوں گے اور ہمارا لشکر ہی غالب ہوگا

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۱۷۵﴾ وَّاَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ

پس ان سے روگردانی کرو ایک وقت تک کے لئے اور ان کو مہلت دو پس عنقریب

يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷۶﴾ اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۱۷۷﴾ فَاِذَا

دیکھ لیں گے کیا وہ ہمارے عذاب کی جلدی چاہتے ہیں ؟ پس جب (ہمارا عذاب)

نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۱۷۸﴾ وَتَوَلَّ

ان کے صحن میں نازل ہوگا تو جن کو ڈرایا گیا ہے اُن کی صبح بری ہوگی اور اُن سے

عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۱۷۹﴾ وَّاَبْصِرْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۸۰﴾

روگردانی کرلو ایک وقت تک کے لئے اور مہلت دو پس عنقریب دیکھ لیں گے

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَسَلٰمٌ

پاک ہے تیرا رب وہ رب جو عزت کا مالک ہے ان چیزوں سے جو وہ بیان کرتے ہیں اور سلام

عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۸۲﴾ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۸۳﴾ ع

رسولوں پر اور حمد اللہ کے لئے ہے جو عالمین کا رب ہے

عالمِ انوار میں عرش کے گرد صف بستہ اللہ کی تسبیح کرتے تھے پس ہماری تسبیح کو سن کر فرشتوں نے تسبیح کی پھر زمین پر آئے تو زمین والوں نے ہماری تسبیح کو سن کر تسبیح جاری کی۔ پس ہم ہی صف بستہ عبادت گذار ہیں اور ہم ہی اس کے تسبیح کرنے والے ہیں اُس کے بعد آپ نے فرمایا جس نے ہمارے ساتھ وفا کی تو اس نے اللہ کے عہد کی وفا کی اور جس نے ہمارے ساتھ وفا نہ کی اُس نے اللہ کے عہد و ذمہ کو ٹھکرا دیا۔ اور اس معنی کی احادیث کتب امامیہ میں بکثرت موجود ہیں۔ پس اگر ان کا ظاہر فرشتوں کا مقولہ قرار دیا جائے تو اس کا باطن ائمہ طاہرین علیہم السلام کی ذواتِ مقدسہ کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

وَاِنْ كَانُوْا۔ یہ اِنَّ کا مخففہ ہے اور مشرکین کا قول نقل کیا جا رہا ہے۔ وہ کہتے تھے کہ اگر گذشتگان کے متعلق ہمیں معلوم ہوتا اور ہمارے پاس کتاب آتی تو ہم خالص عبادت گذار ہوتے (ذکر سے مراد کتاب لی گئی ہے) پس جب

وہ ذکر (کتاب قرآن مجید) آیا تو وہ انکار پر اُتر آئے اور ضد پر اَڑ گئے۔

وَلَقَدْ سَبَقَتْ ۔ حضورؐ کو تسلی دی گئی ہے کہ رسولوں کے ساتھ ہمارا وعدہ ہے کہ آخرکار فتح حق کی ہو گی لہٰذا ان کی باتوں سے درگذر کیجئے اور وقت کا انتظار کیجئے نتیجہ جب سامنے آئے گا تو سب دیکھ لیں گے اور عذاب مانگنے والے بھی اپنا اپنا انجام دیکھ لیں گے۔ اُن کی باتوں سے دوبارہ درگذر کرنے اور ان کو ٹالنے کی تاکید کی گئی ہے (تَوَلَّ عَنْهُمْ) درگذر کرو۔

سُبْحَانَ رَبِّكَ ۔ الخ ۔ تفسیر مجمع البیان میں حضرت رسالت مآبؐ سے مروی ہے کہ جو شخص بروز قیامت اپنے میزان کو وزنی دیکھنا چاہے تو اُسے ہر مجلس میں اختتامِ کلام پر سُبْحٰنَ رَبِّكَ تا آخر ہر سہ آیاتِ قرآنیہ کی تلاوت کرنی چاہیئے۔

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

۱۴ دسمبر ۱۹۷۳ء صبح سوا آٹھ بجے بروز جمعرات مطابق ، ذوالقعدہ ۱۳۹۳ھ سورۂ صافات کی تفسیر سے فارغ ہوا ہوں

وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ

سُورَۂ صٓ

یہ سورہ مکیہ ہے۔ آیات کی تعداد بسم اللہ کے ساتھ ۸۹ ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے حضورؐ نے فرمایا جو شخص اس کو پڑھے گا حضرت داؤدؑ کے لئے مسخر ہونے والے پہاڑوں کے برابر وزنی نیکیاں اس کے نامۂ اعمال میں درج ہوں گی اور اس کی برکت سے خدا اس کو ہر گناہِ صغیرہ و کبیرہ سے بچنے کی توفیق دے گا اور امام محمد باقر علیہ السّلام سے منقول ہے کہ اس کو دنیا و آخرت میں وہ جزائے خیر دی جائے گی جو انسانوں میں سے سوائے نبی مرسل کے اور کسی کے لئے نہیں ہو گی۔ اور خدا اُس کو داخلِ جنت فرمائے گا۔ اور اُس کے افرادِ خاندان اور غلاموں میں سے بھی جس کو اُس سے محبت ہو گی خدا اُن کو جنت میں داخل کرے گا۔

خواص قرآن سے ہے کہ اگر کوئی شخص اس کو لکھ کر کسی حاکم و والی کے نیچے رکھے گا تو اس کی حکومت و ولایت تین دن سے زیادہ قائم نہ رہے گی پس لوگوں میں اُس کے عیوب مشہور ہوں گے اور عوام اس سے متنفر ہو جائیں گے پس وہ معزول ہو جائے گا۔ اور امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ اسکو لکھ کر شیشے کے برتن میں محفوظ کر کے قاضی یا والی کی جگہ پر رکھنے سے اسکی ولایت جلد ختم ہو گی اور اللہ کے حکم سے وہ تنگدستی اور سختی میں مبتلا ہو گا (البرہان)

رکوع نمبر ۱

شان نزول ۔ تفسیر مجمع البیان میں ہے اشراف قریش میں سے پچیس آدمی جن میں سب کا بزرگ ولید بن مغیرہ اور اس کے علاوہ ابوجہل، ابی بن خلف، امیہ بن خلف، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، اور نضر بن حارث بھی تھے ۔ یہ سب حضرت ابوطالب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ آپ ہمارے بزرگ اور سردار ہیں لہذا ہمارے اور اپنے بھتیجے کے درمیان آخری فیصلہ کریں تاکہ نت نت کے جھگڑوں سے گلوخلاصی ہو جائے کیونکہ وہ ہمیں پاگل سمجھتا ہے اور ہمارے خداؤں کو گالیاں دیتا ہے ۔ آپ نے نبی اکرمؐ کو بلایا اور عرض کی کہ یہ تیری قوم کے سرآوردہ افراد کچھ کہنے کو آئے ہیں ۔ آپ نے فرمایا جو بات چاہتے ہیں بے شک کہہ دیں تو انہوں نے کہا ہم صرف اتنا چاہتے ہیں کہ تو ہمیں ہمارے خداؤں کے ساتھ چھوڑ دے اور ہم تجھے تیرے خدا کے ساتھ چھوڑتے ہیں ۔ آپ نے فرمایا میں تم سے صرف ایک ہی بات چاہتا ہوں ۔ اور وعدہ کرتا ہوں کہ اس کے بعد تم عرب و عجم کے مالک ہو جاؤ گے ۔ ابوجہل نے بات بناتے ہوئے کہا واہ وا تیرے باپ کا بھلا ہو ایک چھوڑ ہم تو اس جیسی دس ماننے کو تیار ہیں ۔ آپ نے فرمایا صرف اتنا کہدو کہ لا الٰہ الا اللہ ۔ یہ سنتے ہی سب کے سب فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور منہ سے بڑبڑاتے ہوئے چلدیئے کہ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ؟ یعنی کیا اس نے سب خداؤں کا ایک خدا بنا لیا ؟ ان کی بیہودہ گوئی سے حضور کی آنکھوں میں آنسو بھر گئے اور فرمایا ۔ اے چچا جان ! اگر سورج کو اتار کر میرے دائیں ہاتھ پر اور چاند کو میرے بائیں ہاتھ پر بھی رکھ دیا جائے تو میں اس کلمہ کو ترک نہ کروں گا بلکہ اس کو نافذ کر کے دم لوں گا اور اپنے مشن کی خاطر خون کا آخری قطرہ بہا دینے کے لئے بھی میں تیار ہوں تو ابوطالب نے جواب دیا بے شک آپ اپنے کام کو جاری رکھئے میں کسی قیمت پر آپ کا ساتھ چھوڑنے کو تیار نہیں ہوں ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ①

(شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے

صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّكْرِ ② بَلِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِیْ

ص صاحب ذکر قرآن کی قسم (کہ حق آگیا) بلکہ جو لوگ کافر ہیں تکبر اور بدبختی میں ہیں

عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ ③ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا

کس قدر ہلاک کیں ہم نے ان سے پہلے اُمتیں کہ نہ رہا

وَّلَاتَ حِیْنَ مَنَاصٍ ④ وَعَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ

ان کے لئے وقت معافی اور اُن کو تعجب ہے کہ اُن کے

صٓ ۔ بعض کہتے ہیں سورہ کا نام ہے لہذا مبتدا محذوف کی خبر ہے اور بعض کے نزدیک اللہ کے اسماء میں سے ہے اور مقسم واقع ہوا ہے پس حرف قسم محذوف ہے ۔

وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّکْرِ۔ اس قسم کے جواب کے متعلق چند اقوال ہیں۔ (۱) اس کا جواب محذوف ہے یعنی قرآن کی قسم حق آگیا (۲) صٓ صَدَقَ کا مخفف ہے اور جواب قسم مقدم ہے۔ یعنی قرآن کی قسم اس کو لانے والا محمدؐ سچا ہے۔ (۳) کَمْ اَھْلَکْنَا اس کا جواب ہے۔ لام محذوف ہے۔

لَاتَ حِیْنَ مَنَاصٍ۔ لات کے متعلق دو قول ہیں (۱) تا کلمے کا جزو ہے اور لات لیس کے معنی میں ہے (۲) لا حرف نفی ہے اور تا حین پر داخل ہے۔ اور زائدہ ہے اور اس کی دو ترکیبیں کی گئی ہیں۔ پہلی یہ کہ حِیْنَ مَنَاصٍ لا کی خبر منصوب ہے اور اس کا اسم "وقت" محذوف ہے اور دوسری ترکیب یہ کی گئی ہے کہ حِیْنُ مَنَاصٍ کو لا کا اسم قرار دیا گیا ہے۔ اور خبر محذوف ہے یعنی لَاتَ حِیْنُ مَنَاصٍ لَھُمْ۔

مُّنْذِرٌ مِّنْھُمْ وَقَالَ الْکٰفِرُوْنَ ھٰذَا سٰحِرٌ کَذَّابٌ ۝۵

ڈرانے والا اُن ہی سے ہے اور کافروں نے کہا یہ تو جادوگر جھوٹا ہے

اَجَعَلَ الْاٰلِھَۃَ اِلٰھًا وَّاحِدًا اِنَّ ھٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ ۝۶

کیا اس نے بہت سے خداؤں کا ایک خدا بنا دیا؟ تحقیق یہ قابل تعجب چیز ہے

وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْھُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰٓی اٰلِھَتِکُمْ

اور اُن میں سے سردار اٹھ کھڑے ہوئے (یہ کہتے ہوئے) کہ چلو اور ڈٹے رہو اپنے خداؤں پر اس

اِنَّ ھٰذَا لَشَیْءٌ یُّرَادُ ۝۷ مَا سَمِعْنَا بِھٰذَا فِی الْمِلَّۃِ الْاٰخِرَۃِ

کی کوئی سوچی سمجھی ہوئی سکیم ہے یہ بات تو ہم نے دوسری کسی ملت میں بھی نہیں سنی

تنبیہ۔ سیبویہ کے نزدیک لا مشابہ ہے لیس کے اور تاءِ تانیث اس پر اس طرح زائد ہے جس طرح رُبَّ اور ثُمَّ پر بڑھائی جاتی ہے (رُبَّتَ ثُمَّتَ) اور اس زیادتی کی وجہ سے اس کے دو حکم مخصوص ہیں (۱) لفظ حین کے ساتھ مخصوص ہے (۲) ہمیشہ اس کے اسم و خبر میں سے ایک مذکور ہو گی اور دوسری محذوف ہو گی۔

اَلْمِلَّۃِ الْاٰخِرَۃِ۔ اس سے مراد یا تو نصاریٰ ہیں کیونکہ یہی آخری اُمت ہیں۔ اور ان کے نزدیک توحید نہیں تھی کیونکہ وہ تثلیث کے قائل تھے اور ممکن ہے اس سے مراد اقوام عالم میں سے کوئی سی اُمت ہو کیوں کہ اس زمانہ میں توحید کے علمبردار حضورؐ ہی تھے اور ممکن ہے ملتِ آخرہ سے ان کی مراد اپنے باپ دادا کا طریقہ ہو۔

اِخْتِلَاقٌ۔ یعنی پوری انسانی سوسائٹی میں یہ عقیدہ کہیں بھی نہیں ہے کہ متعدد خداؤں کا مرسوم عبادتی طریقہ چھوڑ کر صرف ایک خدا کی ہی عبادت کی جائے بلکہ یہ صرف انہی کی اپنی ایجاد ہے۔

ءَاُنْزِلَ۔ عوام الناس کو گمراہی پر ثابت قدم رکھنے کے لئے طرز بیان کو اُن کے سادہ اذہان کے مطابق پیش کیا کہ

اگر اس کا پیش کردہ عقیدہ اور طریقہ خدا کی جانب سے ہوتا اور یہ قرآن بھی اُسی کا کلام ہوتا تو کیا خدا کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی بندہ اس قابل نہیں تھا کہ یہ عہدہ اس کو دیا جاتا کیونکہ نہ تو یہ ہم سے عمر میں زیادہ ہے ۔ اور نہ شرف و شان میں ہم سے اس کو کوئی امتیازی حیثیت حاصل ہے ۔

إِنْ هَٰذَا إِلَّا اخْتِلَاقٌ ۸ أَأُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْ بَيْنِنَا

یہ تو صرف من گھڑت منصوبہ ہے ۔ کیا بھلا ہم سب کو چھوڑ کر اس پر قرآن آگیا ؟

بَلْ هُمْ فِي شَكٍّ مِنْ ذِكْرِي بَلْ لَمَّا يَذُوقُوا عَذَابِ ۹

گویا اُن کو ہمارے ذکر (قرآن) میں شک ہے ۔ کیونکہ ابھی تک میرا عذاب نہیں چکھا

أَمْ عِنْدَهُمْ خَزَائِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِيزِ الْوَهَّابِ ۱۰

کیا اُن کے پاس تیرے پروردگار کی رحمت کے خزانے ہیں جو غالب بخشنے والا ہے

أَمْ لَهُمْ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَلْيَرْتَقُوا

کیا اُن کے لئے آسمانوں اور زمین کا ملک ہے اور وہ جو ان کے درمیان ہے ؟ پس اوپر چڑھ جائیں

فِي الْأَسْبَابِ ۱۱ جُنْدٌ مَا هُنَالِكَ مَهْزُومٌ مِنَ الْأَحْزَابِ ۱۲

اسباب کے ذریعے ۔ یہاں مختلف لشکروں سے ملی ہوئی فوج شکست خوردہ ہوگی

اَمْ عِنْدَهُمْ ۔ اُن کے شبہ کا جواب ہے کہ جس کو عوام الناس شان و شرف کا مالک سمجھتے ہوں ضروری نہیں کہ اسی کو ہی خدا عہدہ رسالت و نبوت عطا فرمائے کیونکہ اللہ کی جانب سے ہدایت خلق کا عہدہ لوگوں کی امنگوں اور خواہشوں کے تابع نہیں ہوتا بلکہ وہ جس کا انتخاب کرے وہی درست ہوتا ہے چنانچہ فرمایا کہ کیا یہ لوگ اللہ کی رحمت (نبوت و رسالت) کی تقسیم کے ٹھیکیدار ہیں کہ ان کی منشاء کے مطابق ہی نبی ہو ۔ اور بعینہ اسی دلیل کی رو سے مذہب شیعہ میں امام کا انتخاب اور رسول اللہ کے جانشین کا چناؤ بندوں کے ہاتھ میں نہیں بلکہ اللہ جس کو چاہے نامزد کرے پس وہی صحیح خلیفہ رسول ہوگا ۔

جُنْدٌ مَّا یہ مازائدہ ہے اور ھنالک اشارہ بعید کے لئے ہے اور ھنا ھناک اور ھنالک قریب متوسط اور بعید کے لئے ہوتے ہیں جس طرح ذا ۔ ذاک اور ذالک ہیں ۔ پس ھنالک کا متعلق ثابت صفت ہے جندٌ کی اور مھزومٌ جندٌ کی خبر ہے یہ جنگ بدر میں مسلمانوں کی فتح کی پیشین گوئی ہے جو حرف بحرف صادق آئی ۔ اور ممکن ہے کہ اس کو جنگ احزاب کی پیشین گوئی قرار دیا جائے اس کے بعد حضور کو تسلی دی گئی کہ آپ سے پہلے قوم نوح کو حضرت نوح کو قوم عاد حضرت ھود کو قوم فرعون حضرت موسٰے کو قوم ثمود حضرت صالح کو قوم لوط حضرت لوط کو اور اصحاب ایکہ حضرت شعیب کو جھٹلا چکے ہیں پس اگر آپ کی قوم آپ کو جھٹلاتی ہے تو گھبرائیں نہیں ۔

ذُوالْاَوْتَادِ ۔ اوتاد وتد کی جمع ہے جس کا معنی میخ ہوا کرتا ہے اور فرعون کو ذوالاوتاد کہنے کی وجہ یہ ہے کہ لہو لعب کے لئے اُس نے لوہے کی میخوں کے ذریعے ایک کھیل بنایا ہوا تھا جس سے وہ کھیلا کرتا تھا اور بعض نے یہ وجہ بیان کی ہے کہ حکومت کے نافرمان مجرموں کو میخوں کے ذریعے سزا دیتا تھا کہ ملزم کو زمین پر لٹا کر اس کے ہاتھوں اور پاؤں اور سر میں میخیں اور لوہے کے کیل گاڑ دیئے جاتے تھے پس وہ تڑپ تڑپ کر مرجاتا تھا۔

(۱۳) كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَعَادٌ وَفِرْعَوْنُ ذُو الْأَوْتَادِ

ان سے پہلے جھٹلا چکے (رسولوں کو) قوم نوح اور عاد اور فرعون میخوں والا اور

وَثَمُودُ وَقَوْمُ لُوطٍ وَأَصْحَابُ الْأَيْكَةِ ۚ أُولَٰئِكَ الْأَحْزَابُ

ثمود اور قوم لوط اور اصحاب ایکہ یہ جماعتیں

(۱۴) إِنْ كُلٌّ إِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ (۱۵)

ان سب نے ہی جھٹلایا رسولوں کو پس صحیح تھا میرا عذاب (ان پر)

وَمَا يَنْظُرُ هَٰؤُلَاءِ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً مَا لَهَا مِنْ

اور یہ نہیں انتظار کرتے (کفار مکہ) مگر ایک ہی کڑک کا جس کے لئے وقفہ نہ

فَوَاقٍ (۱۶) وَقَالُوا رَبَّنَا عَجِّلْ لَنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ

ہوگا اور کہا انہوں نے اے رب ہمارا جلدی دے ہم کو اپنا حصہ یوم حساب

الْحِسَابِ (۱۷) اصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا

سے پہلے صبر کرو اس پر جو کہتے ہیں اور یاد کرو میرے بندے

معجزہ

حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ قریش نے جمع ہو کر آپ سے سوال کیا کہ اگر سامنے والا درخت اپنی جڑوں سمیت زمین سے نکل کر آپ کی خدمت میں پہنچے تو ہم مان لیں گے آپ نے فرمایا تم پھر بھی نہ مانو گے بلکہ تم میں سے وہ لوگ موجود ہیں جو احزاب کو جمع کر کے میرا مقابلہ کریں گے پس درخت کو حکم دیا کہ اگر تو اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتا ہے اور مجھے رسول مانتا ہے اللہ کے اذن سے، تو جڑوں سمیت زمین سے نکل کر میرے پاس آجا چنانچہ ایک سخت پھڑپھڑاہٹ جیسی آواز کے ساتھ وہ درخت حاضر خدمت ہوا کر اس کی بعض شاخیں حضورؐ کے کندھے پر اور کچھ شاخیں میرے شانے پر تھیں کیونکہ میں دائیں طرف کھڑا تھا یہ دیکھ کر کفار نے ازراہِ تمرد و تکبر کہا کہ اس درخت کا نصف کٹ کر آجائے پس آپ کے اشارے سے اسی طرح ہوا پھر انہوں نے کہا کہ باقی نصف کو حکم دیجئے کہ پہلے نصف کے ساتھ جا ملے چنانچہ اسی طرح ہوا۔ پس میں نے عرض کی کہ حضور! میں مومن اول ہوں لیکن کفار مکہ

نے جادوگر اور جھوٹا کہہ کر صاف انکار کر دیا۔ (البرہان ملخصاً)

رکوع نمبر ۱۱

صَیۡحَةً وَّاحِدَةً ۔ اس جگہ صور اوّل مُراد لی گئی ہے۔ یعنی قیامت کی گرفت کے منتظر ہیں۔

فوَاق۔ زبر اور پیش دونوں طرح سے یہ لفظ پڑھا جاتا ہے۔ فَوَاق اور فُوَاق جس طرح قُصاص اور قَصاص بچے کے ماں کا دودھ پینے کے بعد دوسری دفعہ پینے تک کے وقفے کو فواق کہا جاتا ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ فُوَاق پیش سے ہو تو مراد وقفہ مہلت ہے اور فواق زبر کے ساتھ ہو تو سانس لینے کا وقفہ مراد ہوتا ہے۔

قِطَّنَا۔ قط کا معنی عطیہ جائزہ ہے اور اس جگہ سے مُراد حصّہ ہے اور قط کا لغوی معنی قطع ہوتا ہے۔

حضرت داؤد کا واقعہ

دَاوٗدَ ذَا الۡاَیۡدِ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۱۸﴾ اِنَّا سَخَّرۡنَا الۡجِبَالَ مَعَهٗ

داؤد کو جو صاحبِ طاقت تھا بے شک وہ رجوع کرنیوالا تھا ہم نے اس کے ساتھ پہاڑوں کو مسخر کیا کہ

یُسَبِّحۡنَ بِالۡعَشِیِّ وَالۡاِشۡرَاقِ ﴿۱۹﴾ وَالطَّیۡرَ مَحۡشُوۡرَةً

شام و صبح اس کے ہمراہ تسبیح کرتے تھے اور پرندے جمع ہو کر

کُلٌّ لَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۲۰﴾ وَشَدَدۡنَا مُلۡکَهٗ وَاٰتَیۡنٰهُ الۡحِکۡمَةَ

یہ سب اسکے لئے رجوع کرنے والے تھے اور ہم نے مضبوط کیا اس کے ملک کو اور ہم نے دی اسکو حکمت

ذَا الۡاَیۡدِ یا تو یہاں قوتِ عبادت مراد ہے کہ آپ زندگی بھر نصف شب قیام کرتے رہے اور نصف زمانہ روزہ رکھتے رہے یعنی ایک دن روزہ اور دوسرے دن افطار کرتے تھے یا قوتِ جسمانی مراد ہے کہ ایک دفعہ مقامِ جنگ میں انہوں نے اپنی کھبانی سے دشمن کے سینے میں ایک پتھر نشست جما کر ایسا زور سے مارا کہ اس کے سینے کو وہ چیرتا ہوا پشت سے نکل کر دوسرے آدمی کو جا لگا کہ وہ بھی مرگیا تھا۔ اور ممکن ہے کہ اس سے مُراد حشمت و جلال شاہی ہو۔ چنانچہ منقول ہے کہ ۳۶ ہزار سے چالیس ہزار تک سنتری سپاہی ہر رات پہرہ دار مقرر ہوتے تھے اور ان کا دبدبہ اور رُعب پوری مملکت پر چھایا رہتا تھا۔ ابن عباس سے منقول ہے۔ ایک دفعہ ایک شخص نے دوسرے پر گائے کا دعوے دائر کیا اور اس کے پاس گواہ کوئی نہ تھا۔ پس آپ نے مقدمہ پر غور کرنے کے لئے فیصلے کو طول دے دیا چنانچہ خواب میں آپ کو حکم ہوا کہ مدعی علیہ کو قتل کر دیا جائے اور پھر دوبارہ بھی یہی حکم ہوا۔ جب آپ نے مدعی علیہ سے ذکر کیا تو اس نے مان لیا کہ واقعی میں اس مدعی کے باپ کا قاتل ہوں پس اس کو قتل کر دیا گیا جس کی وجہ سے آپ کا رعب بڑھ گیا۔ (مقتنیات الدرر)

اَوَّابٌ۔ اَبَ یَؤُبُ سے ہے یعنی وہ ہر باطل سے منہ موڑ کر ہر اس چیز کی طرف رجوع کرتے تھے جو اللہ کی خوشنودی کی موجب ہوا کرتی تھی۔

سَخَّرْنَا الْجِبَالَ - جب حضرت داؤد علیہ السّلام تسبیح و تقدیس پروردگار کے ساتھ آواز بلند کرتے ــ تو پہاڑ اور پرندے اس کے جواب میں تسبیح کرتے تھے - چنانچہ سورہ سبا کی تفسیر میں جلد ۱۱ میں اس کا قدرے بیان گذر چکا ہے - اور ممکن ہے کہ خداوند کریم نے پرندوں میں حضرت داؤد علیہ السّلام کے احکام کو سمجھنے کی قوت دے دی ہو - اگرچہ ان کے پاس عقول نہیں تھے مگر اپنے شعور کے ساتھ وہ ان کی بات سمجھتے ہوں - اور از راہِ اطاعت عمل کرتے ہوں بہرکیف یہ ان کا معجزہ ہے اور خدا ہر شے پر قادر ہے -

وَفَصْلَ الْخِطَابِ ﴿٢١﴾ وَهَلْ أَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ ۘ إِذْ

اور فصل الخطاب — اور کیا تجھے پہنچی خبر جھگڑا کرنے والوں کی — جب

تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ﴿٢٢﴾ إِذْ دَخَلُوا عَلٰى دَاوٗدَ فَفَزِعَ

دیوار کو پھاند کر آئے ان کے محراب تک — جب داخل ہوئے داؤد پر تو وہ گھبرا گئے ان سے

مِنْهُمْ قَالُوا لَا تَخَفْ خَصْمَانِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ

انہوں نے کہا ڈرو مت (ہم تو) دو حریف ہیں جنہوں نے ایک دوسرے پر تجاوز کیا پس

فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَآ إِلٰى سَوَآءِ

ہمارے درمیان حق کا فیصلہ کیجئے اور نہ ظلم کیجئے اور ہم کو ہدایت کیجئے سیدھے راستے کی طرف

الصِّرَاطِ ﴿٢٣﴾ إِنَّ هٰذَآ أَخِىْ لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِىَ نَعْجَةٌ

(ایک نے کہا) تحقیق یہ اس میرے بھائی کی ننانوے دنبیاں ہیں — اور میری صرف ایک دنبی ہے

فَصْلَ الْخِطَابِ - یعنی مقدمات میں فیصلہ کرنے کا قانونی ضابطہ اور اس سے مراد گواہ اور قسم ہے - اور ضابطہ یہ ہے کہ مدّعی سے گواہ طلب کئے جائیں اور اگر اس کے پاس گواہ موجود نہ ہوں، تو مدعیٰ علیہ سے قسم لے کر مقدمہ کا فیصلہ کر دیا جائے - اور بعضوں نے فصل الخطاب سے مراد علم و فہم لیا ہے -

اَلْخَصْمِ - ہر وہ جو دوسرے پر حق کا دعوٰے کرے اور اس کا تثنیہ جمع نہیں ہوتا بلکہ واحد و تثنیہ و جمع سب پر بولا جاتا ہے پس مدعی ایک ہو یا زیادہ سب خصم ہیں اور مدعیٰ علیہ بھی ایک ہو یا زیادہ ہوں خصم ہیں اور خصمان میں مدعی اور مدعیٰ علیہ کا تثنیہ کیا گیا ہے - اگرچہ وہ اپنے مقام پر ایک ایک سے زیادہ تھے -

تَسَوَّرُوْا - سُور سے ہے جس کا معنی قلعہ یا چار دیواری ہے اور تَسَوُّر کا معنی ہے دیوار سے پھاند کر یا چھلانگ لگا کر گذرنا -

اَلْمِحْرَابَ - اس سے مراد وہ مقامِ شرف اور مسند عزت ہے جس کی خاطر دوسروں سے جنگ لڑی جائے - اسی بنا پر مصلّٰی اور جائے قبلہ کو بھی محراب کہا جاتا ہے - اس کے مزید معانی تفسیر کی جلد ۳ صفحہ ۲۲۳ میں ملاحظہ فرمائیے -

خَفَزِعَ ۔ چونکہ مدعی اور مدعا علیہ جب فیصلہ کے لینے کے لئے پہنچے تو وہ کچہری کا سرکاری وقت نہیں تھا نیز وہ جس راستے سے آئے تھے کسی مقدمہ کے فریقین کے لئے داخلے کا راستہ اس کے علاوہ تھا نیز مقدمہ کے فیصلہ کے لئے اُن کو بلایا نہیں گیا تھا بلکہ وہ بن بلائے اور بے دعوت اچانک آئے تھے اس لئے آپ اُن کی آمد سے خوف زدہ ہوئے۔

حضرت داؤد کی عصمت

اِس قصہ میں حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق دو طرح کے اقوال کا انکشاف ہوتا ہے ایک قول کی رُو سے حضرت داؤد کا گنہگار ہونا ثابت ہوتا ہے اور دوسرے قول کی رُو سے آپ کی عصمت ثابت ہوتی ہے اور یہ دُوسرا قول علمائے امامیہ کا ہے۔ پہلے قول کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام اُوریا نامی ایک صحابی کی عورت پر عاشق ہوگئے جو نہایت حسینہ وجمیلہ تھی پس اس کو قتل کرانے کے بہانے تلاش کئے گئے۔ چنانچہ آخر کار وہ قتل ہوگیا اور آپ نے اس کی عورت کے ساتھ شادی کرلی چونکہ اس سے پہلے آپ کی ۹۹ بیویاں تھیں اس لئے خداوند کریم نے ان کو تنبیہ کرنے کے لئے دو فرشتے بھیجے جو ایک فرضی مقدمہ لے آئے کہ ۹۹ دنبیوں والا شخص ایک دنبی والے سے اسی ایک دنبی کا مطالبہ کرتا ہے پس آپ نے ایک دنبی والے کے حق میں فیصلہ دے دیا اور سمجھ گئے کہ یہ میرا امتحان تھا اور غلطی پر مجھے سرزنش کرنے کا طریقہ تھا پس چالیس دن تک رو رو کر خدا سے معافی مانگتے رہے۔

وَّاحِدَةٌ فَقَالَ اَكْفِلْنِيْهَا وَعَزَّنِيْ فِي الْخِطَابِ ﴿٢٣﴾ قَالَ

اور یہ کہتا ہے کہ ایک بھی مجھے دیدے اور وہ غالب ہے مجھ پر بات کرنے میں آپ نے

لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰى نِعَاجِهٖ ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ

فرمایا کہ تیری ایک دنبی کو اپنی دنبیوں کے ساتھ ملانے کے سوال پر اس نے ظلم کیا اور تحقیق بہت سے بھائی والی

الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ

کرنے والے البتہ ایک دوسرے پر زیادتی کیا کرتے ہیں سوائے ان کے جو ایمان لائیں اور

عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ ؕ وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ

عمل صالح کریں (لیکن) ایسے بہت تھوڑے ہیں اور داؤد نے سمجھ لیا کہ ہم نے اس کو آزمایا ہے

قولِ اول کی تردید

(۱) حضرت داؤد علیہ السّلام کو نبی تسلیم کرنے کے بعد ان کی طرف اس قسم کا واقعہ منسوب کرنا انتہائی گستاخی بے ادبی اور جسارت ہے کیونکہ اگر کسی اعلانیہ فاسق و فاجر شخص کی طرف بھی اس قسم کے واقعہ کی نسبت دی جائے تو وہ بھی اس میں اپنی توہین و ذلت سمجھے گا چہ جائیکہ ایک نبی کی طرف منسوب کیا جائے جس کو اللہ نے ایک بہت بڑی قوم کی طرف ہادی بنا کر بھیجا تھا۔

۲۔ کسی عام آدمی کے متعلق بھی اگر قتل مومن اور وہ بھی ناحق ثابت ہو جائے تو وہ اسلامی معاشرہ میں عزت کی

نگاہوں سے نہیں دیکھا جاتا بلکہ قیامت کے دن بھی وہ ذلیل ورسوا محشور ہوگا تو ایک نبی جس پر خدا نے زبور جیسی کتاب نازل فرمائی اور مخلوق کا ہادی بنا کر بھیجا ہو وہ قتل جیسے سنگین جرم کے بعد نبی وہادی کیسے رہ سکتا ہے؟

۳۔ اس قصے کے بعد بھی خدا نے داؤد کی مدح وثنا اور زلفیٰ اور حسن مآب اور عہدہ خلافت کی پیش کش فرمائی ہے۔ اگر داؤد کی طرف یہ نسبت درست ہوتی تو وہ یقیناً خدا کی جانب سے مزید مراعات وکرامات کے سزاوار نہ قرار دئے جاتے نہ اس قسم کا شخص اوّاب کہلانے کا مستحق ہے اور نہ اس کی طرف انابت کی نسبت صحیح ہے بلکہ ایسا شخص تو معاشرہ اسلامیہ میں نفرت کی نگاہوں سے دیکھا جانے کے قابل ہے حالانکہ خدا نے اپنے نبی سید الرسل کو کفارِ مکہ کی دل آزاریوں سے تسلّی دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ ان کی باتوں پر صبر کیجئے اور ہمارے عبد حضرت داؤدؑ کے ذکر سے تسلّی حاصل کیجئے چنانچہ فرمایا کہ میں نے اس کو حکمت اور فصل الخطاب عطا فرمایا اور پہاڑوں اور پرندوں کو اس کے لئے مسخر کیا۔ ان سب چیزوں سے

فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ ﴿۲۵﴾ فَغَفَرْنَا

پس اس نے معافی مانگی اپنے رب سے اور جھک گیا رکوع کرتے ہوئے اور توبہ کرلی تو ہم نے

لَهٗ ذٰلِكَ ۚ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۲۶﴾

معاف کردیا اس کو اور تحقیق اس کو ہمارے پاس قرب حاصل ہے اور اچھی بازگشت

يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ

اے داؤد! ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ نامزد کیا

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت داؤد کی طرف مذکورہ نسبت غلط اور بے بنیاد ہے۔

دوسرے قول کی بنا پر روایت متعلقہ میں نقل کا کافی اختلاف ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ اُوریا بن حیان ایک عورت سے شادی کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ لڑکی کے گھر والے بھی اس کے ساتھ رشتہ کرنے پر رضامند ہوگئے تھے لیکن حضرت داؤد علیہ السلام نے بھی پیغام بھجوا دیا تو انہوں نے وہ رشتہ اُوریا کے بجائے حضرت داؤدؑ سے کردیا۔ دوسری روایت میں ہے کہ کسی اسلامی لڑائی میں اُوریا محاذِ جنگ پر تھا اور لڑائی میں شہید ہوگیا تو اس کی عدت گزرنے کے بعد حضرت داؤد نے اس کی بیوہ سے شادی کرلی۔ جب حضرت امام رضا علیہ السّلام نے عصمتِ انبیاء پر بیان دیا تو آپ کے سامنے حضرت داؤد کا مذکرہ واقعہ اس طرح پیش کیا گیا کہ حضرت داؤد نے ایک دفعہ حضرت ابراہیم حضرت اسماعیل اور حضرت یعقوب علیہم السّلام جیسے انبیاء کے مرتبہ علیا کی خواہش کی تو وحی ہوئی کہ میں نے ان کو بلند مراتب پر آزمائش اور امتحان کے بعد فائز کیا جب کہ وہ صبر وسکون اور عزم واستقلال کے ساتھ مصائب وآلام کے طوفانوں کو عبور کرنے میں کامیاب ہوگئے، تو حضرت داؤدؑ نے عرض کی اے پروردگار میں بھی آزمائش کے لئے تیار ہوں چنانچہ امتحان کی تاریخ بتا دی گئی اور اسی معینہ

تاریخ ہیں آپ مشغول نماز تھے کہ شیطان ایک خوبصورت پرندے کی شکل میں سامنے نمودار ہوا۔ آپ نے نماز کو توڑ کر پرندے کے پکڑنے کی کوشش کی تو پرندہ چھت پر جا بیٹھا پس آپ چھت پر چڑھے تو ساتھ والے گھر میں اُوریا کی عورت کو غسل کرتے دیکھا جب کہ اُوریا جہاد کے لئے محاذِ جنگ پر تھا پس آپ اس عورت پر عاشق ہو گئے پس فوراً فوجی کمانڈر کو حکم بھیجا کہ وہ اُوریا کو تابوت کے آگے آگے رکھے کیونکہ یہ تابوت جو بنی اسرائیل میں محترم تھا جنگ میں آگے آگے رکھا جاتا تھا اور اس کی حفاظت کے لئے فوج کے لڑاکا جوان تابوت سے آگے آگے رہتے تھے اور اُن کے لئے دشمن کو مار بھگائے بغیر پیچھے ہٹنا ناجائز ہوتا تھا پس حکم داؤدی کے پیشِ نظر فوج کے کمان افسر نے اُوریا کو اگلے مورچوں میں بھیج دیا اُس نے کافی شجاعت کا مظاہرہ کیا لیکن بالآخر مرتبہ شہادت پر فائز ہوا اور اس کے بعد حضرت داؤد علیہ السّلام نے اُس کی بیوہ کے ساتھ شادی کر لی اور مروی ہے کہ سلیمانؑ اسی سے پیدا ہوا)

عیون الاخبار سے منقول ہے جب آپ کے سامنے یہ واقعہ پیش ہوا تو آپ نے اپنی پیشانی پر ہاتھ رکھا اور انا للّٰہ و انا الیہ راجعون کا کلمہ زبان پر جاری فرمایا کہ تم لوگوں نے انبیاء کی اس قدر توہین برداشت کر لی ہے کہ وہ ایک پرندہ کی خاطر نماز جیسی عبادت کو توڑ ڈالتے تھے اور پھر عورت کا ننگا جسم دیکھ کر اُس پر عاشق ہونا اور پھر اس کے شوہر کو قتل کرانے کا منصوبہ بنانا (یہ بالکل غلط اور بے بنیاد ہے) پس لوگوں نے عرض کی کہ حضور آپ بیان فرمائیے کہ واقعہ کیا ہے؟ تو حضرت امام رضا علیہ السّلام نے فرمایا بات یہ ہے کہ حضرت داؤد علیہ السّلام نے دل میں خیال کیا کہ خدا نے اپنی مخلوق میں مجھ سے زیادہ علم کسی کو نہیں دیا پس اللہ نے دو فرشتوں کو بھیج دیا جو دیوار پھاند کر اُن کے مصلّائے عبادت پر جا پہنچے اور ان کے سامنے صورت مسئلہ بیان کی۔ آپ نے صرف مدعی کا بیان سُنا اور مدعیٰ علیہ سے بیان لئے بغیر مدعی کے حق میں بغیر گواہوں کے فیصلہ سنا دیا۔ پس خدا کی طرف سے سرزنش کی گئی کہ ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا ہے لہذا لوگوں کے درمیان حق و انصاف کے اصولوں کے تحت فیصلہ کرو۔ اور خواہش نفس کی اطاعت کو اس میں دخل نہ دو (پس یہی ان کا ترکِ اولیٰ تھا کیونکہ جب مدعی نے اپنا بیان پیش کیا تو اگرچہ اس کے پاس گواہ نہیں تھے لیکن مدعا علیہ کی خاموشی ظاہر کر رہی تھی کہ مدعی کا بیان درست ہے اس لئے انہوں نے مدعا علیہ سے دریافت کئے بغیر فیصلہ سنا دیا اور یہ طریق کار نبی کے عظیم مرتبہ اور علم کامل کے ماتحت ان کے لئے اگرچہ جائز تھا لیکن دستور اسلامی جو رائج الوقت تھا یہ اس کے خلاف تھا کہ مدعا علیہ سے بیان لئے بغیر فیصلہ صادر کیا جائے۔ حالانکہ اگر مدعا علیہ سے بیان لئے جاتے تب بھی فیصلہ یہی رہتا پس ترکِ اولیٰ پر آپ کو سرزنش کی گئی ہے)

اس کے بعد آپ سے سوال کیا گیا۔ اے فرزند رسولؐ! پھر آپ ہی فرمائیے کہ اُوریا کے قصّے کی کیا حقیقت ہے؟ آپ نے فرمایا حضرت داؤد علیہ السّلام کے زمانہ میں عام دستور تھا کہ جب کسی عورت کا خاوند مر جاتا یا قتل ہو جاتا تو وہ ہمیشہ بیوگی کی زندگی گذارنے پر مجبور ہوتی تھی اور شادی نہ کرتی تھی پس حضرت داؤد علیہ السّلام نے اللہ کے حکم سے اس رسم کو پہلے پہل ختم کیا اور اُوریا کے قتل ہو جانے کے بعد اس کی بیوہ سے شادی کر لی اور لوگوں نے ان کے متعلق غلط سلط قصے گھڑ لئے۔

(ملخص از مقتنیات الدرر) اور اس کی تائید وہ روایت کرتی ہے جس کو تفسیر مجمع البیان میں ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر کسی شخص کے متعلق ثابت ہو گیا کہ اس نے کہا ہے کہ حضرت داؤد نے (عشقیہ طریقہ پر) اُوریا کی عورت سے شادی کی تھی تو میں اس پر دو حدیں لگاؤں گا۔ ایک حد (توہین) نبوت کی اور دوسری حد اسلام کی۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ جو شخص حضرت داؤدؑ کا قصہ عام قصہ خوانوں کی حکایت کے مطابق پڑھے گا میں اس کو ایک سو ساٹھ کوڑے ماروں گا (دو سزائیں دوں گا کیونکہ ایک سزا اسی کوڑے ہوتی ہے اور ڈبل ایک سو ساٹھ ہو جائے گی) (مقتنیات) اور بعض مفسرین نے احتمال ظاہر کیا ہے کہ ممکن ہے کہ فریقین دو آدمی ہوں اور جھگڑا بھی ان کے درمیان واقع ہو۔ اور حضرت داؤد کو تنبیہ اس لئے کی گئی ہو کہ طرفین کے مکمل بیانات کے بغیر فیصلہ صادر فرمایا تھا۔

فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ

پس حکم کر لوگوں میں حق کے ساتھ اور نہ اتباع کر خواہش کی ورنہ تجھے وہ گمراہ کر دے گی

عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَضِلُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ

اللہ کے راستہ سے تحقیق جو لوگ بھٹکتے ہیں اللہ کے راستہ سے

لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا نَسُوا يَوْمَ الْحِسَابِ ﴿۲۶﴾

ان کے لئے سخت عذاب ہے کیونکہ انہوں نے بھلا دیا یوم حساب کو

اور اس قصہ کے متعلق ایک احتمال یہ بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ وہ شخص جو دیوار پھاند کر داخل ہوئے تھے۔ حضرت داؤدؑ کے دشمن تھے اور قتل کرنے کے لئے آئے تھے لیکن حفاظتی انتظامات سے مرعوب ہو کر قتل پر جرأت نہ کر سکے اور اپنے متعلق قاتلانہ اقدام کے تاثر کو زائل کرنے کے لئے فوراً دریافت مسئلہ کا بہانہ بنا لیا (مقتنیات)

بروایت کافی حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ ایک نبی نے بارگاہِ پروردگار میں عرض کی تھی کہ میں کس طرح ایسی چیز کا فیصلہ کروں جس کو نہ میری آنکھ نے دیکھا نہ کانوں نے سنا ہو تو اس کو وحی ہوئی جس کا مقصد یہ ہے کہ گواہوں اور قسم سے فیصلہ کیا کرو۔ یعنی مدعی سے گواہ اور مدعا علیہ سے قسم لیا کرو۔ اور حضرت داؤدؑ نے عرض کی تھی کہ مجھے حق کا علم دے تاکہ میں واقعی حق کے مطابق فیصلہ کروں۔ ارشادِ قدرت ہوا کہ تم اس کو برداشت نہ کر سکو گے تو حضرت داؤدؑ نے پھر عرض دہرائی جو بارگاہِ اجابت تک پہنچی چنانچہ ایک شخص نے دوسرے پر مال کا دعویٰ دائر کر دیا اور اللہ نے وحی کی کہ مدعی نے مدعا علیہ کے باپ کو قتل کر کے یہ مال اس سے حاصل کیا تھا پس حضرت داؤد نے فیصلہ سنایا کہ مدعی کو قتل کر کے اس کا مال مدعیٰ علیہ کو دیا جائے پس لوگوں میں اس کا چرچا ہوا۔ اور سخت نکتہ چینیاں شروع ہوئیں تو حضرت داؤد علیہ السلام کی درخواست پر آئندہ کے لئے گواہوں اور قسم پر فیصلہ صادر کرنے کا حکم جاری ہوا۔

اور مقتضیات الدرر میں اصول کافی سے منقول ہے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا جب قائم آل محمدؐ کا زمانہ ہوگا تو حضرت داؤد کی طرح احکام نافذ کئے جائیں گے۔ بعض روایات میں ہے آل داؤد کی طرح فیصلے کئے جائیں گے کہ گواہوں کی ضرورت محسوس کئے بغیر صاحب حق کو اپنا حق دیا جائے گا۔ حضرت داؤد کا ذکر جؒ سورہ سبا کی تفسیر میں بھی گذر چکا ہے۔

رکوع نمبر ۱۲

اثبات قیامت - ابتدائے سورہ میں کفار مکہ کا انکار توحید و نبوت پر اصرار اور انکار قیامت کا تذکرہ تھا حتیٰ کہ انہوں نے کہدیا عَجِّلْ لَنَا قِطَّنَا (یعنی ہمارا حصہ ہمیں قیامت سے پہلے دلوا دیجئے) اس کے بعد بلا ربط حضرت داؤد کے ذکر کو چھیڑ دیا گیا اور پھر مَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ الخ کا بیان شروع کر دیا۔ ظاہراً قرآن کے اس بیان میں بے ربطی سی معلوم ہوتی ہے تو اس کا حل یہ ہے کہ جب مد مقابل انتہائی نا اہل اور ہٹ دھرم ہو تو دانا واعظ کا فرض ہے کہ مقصود بیان کے لئے طرز تکلم میں تبدیلی پیدا کرے چونکہ حشر نشر کے بیان کو اگر طول دیا جاتا تو وہ ان کے لئے باعث ملول ہوتا اور انکار کے سوا ان سے کچھ بھی توقع نہ تھی پس دلچسپی بڑھانے کے لئے کلام کا رُخ دوسری طرف تبدیل کر دیا تاکہ دوسری غیر متنازع بات کو کان دھر کر سن لیں اور آخر میں پھر ایسے انداز

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ذَٰلِكَ	
اور ہم نے آسمان و زمین کو باطل (بے مقصد) پیدا نہیں کیا	یہ خیال
ظَنُّ الَّذِينَ كَفَرُوا فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ كَفَرُوا مِنَ النَّارِ ﴿٢٨﴾	
ان لوگوں کا ہے جو کافر ہیں پس ویل ہے کافروں کے لئے دوزخ سے	
أَمْ نَجْعَلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَالْمُفْسِدِينَ	
کیا کریں گے ہم ایمان والوں کو اور نیک عمل کرنے والوں کو	زمین میں فساد کرنے
فِي الْأَرْضِ أَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِينَ كَالْفُجَّارِ ﴿٢٩﴾ كِتَابٌ	
والوں کی طرح ؟ یا کریں گے ہم متقی لوگوں کو گنہگاروں کی طرح ؟	یہ کتاب ہم نے

سے مقصود بیان کی طرف رجوع فرمایا کہ ہر منصف مزاج انسان کے لئے اس کے قبول کئے بغیر چارہ نہیں یعنی داؤد کے قصہ کے آخر میں فرمایا کہ لوگوں میں حق کے فیصلے کیجئے اور انسان خواہ کسی مکتب فکر سے تعلق رکھتا ہو۔ حق کا ساتھ دینے کا دعوےٰ رکھتا ہے پس قرآن کا بیان حق کشش کا باعث بن گیا تو اس بات کی طرف توجہ دینا آسان ہوگیا کہ ظالم و مظلوم برابر نہیں اسی طرح نیک و بد میں مساوات نہیں بعض اوقات ایک شخص زندگی بھر مظلوم و مفلوک رہتا ہے اور اس کے مقابلہ میں دوسرا انسان ظالم و درندہ بن کر گذارتا ہے اور عدل و انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ ظالم سے بدلہ لیا جائے اور مظلوم کو بدلہ دیا جائے تو

چونکہ دنیا میں اس کا انتظام تو ہے نہیں لہذا عقل فیصلہ کرتی ہے کہ ایک ایسا دن ضروری ہے جس میں حساب ہو اور پھر ظالم کو ظلم کی سزا اور مظلوم کو اس کا بدلہ دیا جائے۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ۔ یہ قیامت کے اثبات کے لئے عقلی دلیل کا بیان ہے کہ مخلوق کو پیدا کرنا تین وجوہ سے خالی نہیں اور وہ یہ کہ آسمان و زمین اور جملہ مخلوق یا تو ضرر کے لئے پیدا کئے گئے ہیں یا فائدہ کے لئے یا نہ ضرر کے لئے اور نہ فائدہ کے لئے پہلی اور تیسری شق باطل ہیں کیونکہ بلا مقصد پیدا کرنا یا مقصدِ ضرر کے لئے پیدا کرنا حکیم محسن کے لئے زیبا نہیں بلکہ لازماً ماننا پڑتا ہے کہ اس جملہ کائنات کی خلقت فائدہ رسانی کے لئے ہے اور فائدہ یا تو دنیاوی مقصود ہے یا اُخروی تو عقل کا فیصلہ یہ ہے کہ اس قدر لمبے چوڑے نظام کی تخلیق کا صرف چند روزہ زندگی سے وابستہ کرنا حکیم دانا کے شایانِ شان نہیں پس یہ عقیدہ ضروری ہے کہ اس زندگی کے بعد ایک دوسری زندگی ہوگی جس میں عدل و انصاف کے ماتحت مجرموں کو سزا اور نیک لوگوں کو جزا ملے گی۔

اَمْ نَجْعَلُ۔ یہ اس بیان کی مزید وضاحت ہے کہ ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو فسادیوں اور غلط کاروں کے برابر نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح متقی خدا پرستوں اور فاسق و فاجر دشمنانِ خدا کو یکساں نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اگر جزا و سزا کے لئے کوئی دن الگ مقرر نہ ہو تو دنیا میں نیک و بد اور اچھے و بُرے کا انجام ایک جیسا ہو جائے گا کہ دنیا میں آئے اور چند روز رہ کر بے مقصد چلے گئے۔

اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ
اتاری ہے تجھ پر مبارک ہے تاکہ اس کی آیات میں وہ تدبر کریں اور تاکہ نصیحت پکڑیں صاحبانِ عقل
وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ ۚ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ (۳۰)
اور ہم نے عطا کیا داؤد کو سلیمان کہ وہ بہتر عبد تھا وہ

کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ۔ یہ مزید تنبیہ ہے کہ قرآن مجید کو ہم نے اس لئے اتارا ہے کہ اس کی آیات میں تدبر کر کے آخرت کا راستہ ہموار کیا جائے۔

وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ۔ حضرت داؤدؑ کے قصہ سابقہ کے بعد تتمہ کے طور پر حضرت سلیمانؑ کا ذکر شروع کیا اور قرآن کا دستور ہے کہ نیک و بد لوگوں کے تذکرے کے بعد ان کے انجامِ اُخروی کو بھی ذکر فرماتا ہے چنانچہ حضرت داؤدؑ و حضرت سلیمانؑ کے قصوں کے بعد فرمایا کہ ان کا ہمارے نزدیک مقامِ قرب (زلفیٰ) اور حُسنِ مآب یعنی اچھی بازگشت ہے اور اس کا مفہومِ مخالف یہ ہوگا کہ ان کے دشمنوں اور مخالفوں کا انجام بُرا ہوگا۔

تفسیر برہان میں حضرت داؤد علیہ السّلام کے قصہ کے ذیل میں علقمہ کے سوال کا جواب حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے جب کہ علقمہ نے عرض کی کہ آقا لوگ ہم کو بُری نسبت اور بُرے القاب سے یاد کرتے ہیں حالانکہ ہمارا کوئی قصور نہیں ہوتا تو امام نے فرمایا اے علقمہ! لوگوں کو کسی قیمت پر راضی نہیں کیا جا سکتا اور نہ ان کی زبانوں پر پہرہ بٹھایا جا سکتا ہے اور

تم لوگوں کے اعتراضات اور اُن کی نیش زنیوں سے کیونکر بچنے کی توقع رکھتے ہو جب کہ اللہ کے نبی رسول اور اس کے اولیاء حجج علیہم السّلام اس سے نہیں بچ سکے کیا لوگوں نے حضرت یوسف علیہ السّلام کی طرف زنا کی نسبت نہیں دی تھی؟ کیا انہوں نے حضرت ایّوب علیہ السّلام کی طرف گناہوں کے ارتکاب کی نسبت نہیں دی تھی کیا ان لوگوں نے حضرت داؤد علیہ السّلام کی طرف یہ بات منسوب نہیں کی تھی کہ وہ پرندے کے پیچھے دوڑے تھے اور اُوریا کی عورت کو دیکھ کر اس پر فریفتہ ہوئے تھے۔ اس کے شوہر کو محاذ جنگ میں بھیجا اور اس کو تابوت کے آگے آگے یعنی محاذ جنگ میں اگلے موریوں میں رہ کر دشمن سے لڑنے کا حکم دیا یہاں تک کہ وہ مارا گیا اور انہوں نے پھر اس کی عورت سے شادی رچالی تھی؟ غرضیکہ کلمہ حق کہنے والوں کو یہ توقع نہ رکھنی چاہیئے کہ لوگ ہمیں داد دیں گے بلکہ ایسے لوگ ہمیشہ سے تنقیدات اور اتہامات والزامات کا نشانہ بنتے چلے آئے ہیں اور ہادی کی شان گھبرانا نہیں بلکہ کوہِ گراں بن کر باطل کے سامنے ڈٹ جانا ان کی شان ہے۔

حضرت سلیمانؑ کے لئے سورج کا پلٹنا

اَوَّاب۔ اس کا معنی ابھی گیارہویں رکوع کی تفسیر میں گذر چکا ہے۔
بِالۡعَشِیِّ۔ اس جگہ عشی سے مراد ظہر کا وقت ہے۔

اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۳۱﴾ اِذۡ عُرِضَ عَلَيۡهِ بِالۡعَشِیِّ الصّٰفِنٰتُ
بے شک رجوع کرنے والا تھا جب اس پر پیش کئے گئے سہ پہر کے وقت اچھی نسل کے عمدہ
الۡجِيَادُ ﴿۳۲﴾ فَقَالَ اِنِّیۡۤ اَحۡبَبۡتُ حُبَّ الۡخَيۡرِ عَنۡ
گھوڑے پس کہنے لگے میں نے گھوڑوں سے نیک محبت کی اپنے
ذِكۡرِ رَبِّیۡ ۚ حَتّٰى تَوَارَتۡ بِالۡحِجَابِ ﴿۳۳﴾ رُدُّوۡهَا عَلَیَّ
رب کی کتاب کے پیش نظر یہاں تک کہ (سورج) پردہ میں چھپ گیا (اے فرشتو) اسے پلٹا دُ

الصّٰفِنٰتُ الۡجِيَادُ۔ صافن کی جمع ہے اور غیر ذوی العقول کی جمع صحیح الف و تا کے ساتھ خلافِ قیاس ہے صافن اس گھوڑے کو کہا جاتا ہے جو تین پاؤں پر سہارا دے کر چوتھے سم کا صرف کنارا زمین پر لگائے اور یہ اچھے گھوڑوں کی علامت ہے اور جیاد جواد کی جمع ہے۔ ان گھوڑوں کو کہتے ہیں جو کھلا اور تیز قدم اٹھاتے ہوں اور مروی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السّلام کو عمالقہ پر فتح حاصل کرنے کے بعد ایک ہزار گھوڑے دستیاب ہوئے تھے اور وہ حضرت سلیمان کو وراثت میں ملے تھے اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان کو دمشق کی فتح کے بعد دستیاب ہوئے تھے۔

حُبَّ الۡخَيۡرِ۔ خیر سے مراد خیل یعنی گھوڑے ہیں اور عرب لوگ عموماً گھوڑوں کو خیر سے تعبیر کرتے تھے۔

ذِكۡرِ رَبِّیۡ۔ ذکر سے مراد تورات ہے یعنی میں نے اپنے پروردگار کی کتاب (تورات) کی وجہ سے گھوڑوں سے محبت کی یہاں تک کہ سورج غروب ہوگیا۔

مروی ہے کہ حضرت سلیمان ایک نماز (نماز ظہر) پڑھ چکے تھے تو گھوڑے آنے شروع ہوئے۔ آپ کرسی پر تشریف فرما تھے جب ایک ہزار گھوڑے ختم ہوئے تو ادھر سورج غروب ہوگیا اور دوسری نماز قضا ہوگئی۔

روایت عامہ میں ہے کہ چودہ گھوڑے آپ کے پیش ہوئے جن کا معائنہ کرتے کرتے نماز کا وقت چلا گیا تو آپ نے وہی گھوڑے بلوائے اور اُن کی ٹانگیں اور گردنیں کاٹ ڈالیں کیونکہ اُن کی وجہ سے نماز قضا ہوئی تھی۔ اور اس فعل کے عتاب میں خدا نے حضرت سلیمانؑ سے چودہ دن سلطنت چھین لی۔ جب یہ روایت حضرت علی علیہ السّلام کے پیش کی گئی تو آپ نے فرمایا یہ بالکل جھوٹ ہے بلکہ حضرت سلیمان علیہ السّلام جہاد کے لئے گھوڑوں کا معائنہ فرما رہے تھے۔ اور یہ کام بھی چونکہ کار خیر تھا اور اس کی وجہ سے ہی وہ ذکر پروردگار سے محروم ہوگئے تھے پس بامر پروردگار ملائکہ موکلین کو براہِ راست حکم دیا کہ سورج کو واپس پلٹاؤ چنانچہ سورج واپس پلٹا۔ اور آپ نے نماز ادا فرمائی۔ آپ نے فرمایا نبی نہ خود ظلم کرتے ہیں اور نہ ظلم کرنے کا حکم دیتے ہیں کیونکہ وہ معصوم ہوتے ہیں (اور گھوڑوں کو قضائے نماز کی سزا دینا ظلم ہے)

فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوقِ وَالْأَعْنَاقِ ﴿٣٣﴾ وَلَقَدْ فَتَنَّا

پھیرے لئے پس (نماز ادا کرنے کے لئے) پاؤں اور گردنوں کا دہ اور ان کے ساتھ (مسح کرنے لگے اور تحقیق ہم نے

سُلَيْمَانَ وَأَلْقَيْنَا عَلَىٰ كُرْسِيِّهِ جَسَدًا ثُمَّ أَنَابَ ﴿٣٤﴾

آزمائش میں ڈالا سلیمانؑ کو اور ڈال دیا اُس کی کرسی پر ایک جسم پھر پلٹا تو

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا لَّا يَنبَغِي لِأَحَدٍ

کہا اے رب مجھے بخش دے اور مجھے عطا کر ایسا ملک جو میرے بعد کسی کے لئے

مِّن بَعْدِي ۖ إِنَّكَ أَنتَ الْوَهَّابُ ﴿٣٥﴾

نہ ہونا چاہیے تحقیق تو ہی بخشنے والا ہے

تفسیر صافی میں بروایت ثقیہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ گھوڑوں کے معائنہ کی وجہ سے نماز فوت ہوئی تو ملائکہ کو سورج کے واپس پلٹانے کا حکم دیا پس پاؤں اور گردن کا مسح کیا۔ اور اپنے اُن صحابہ کو بھی ایسا کرنے کا حکم دیا جن سے نماز فوت ہوئی تھی اور یہی اُن کا وضو تھا پس جب انہوں نے نماز پڑھ لی تو سورج پھر ڈوب گیا۔ حضرت علی علیہ السّلام کے لئے سورج کا پلٹنا تفسیر کی جلد ۵ ص۸۵ پر ملاحظہ ہو۔

حضرت سلیمانؑ کا امتحان

فَتَنَّا سُلَيْمَانَ ۔ عام روایات میں ہے کہ حضرت سلیمانؑ کی حکومت ایک انگوٹھی کی بدولت تھی آپ جب حمام میں جاتے تھے تو وہ انگوٹھی اپنی کسی عورت یا ملازم کے حوالے کرتے تھے پس شیطان نے ان کو ورغلا کر انگوٹھی حاصل کر لی اور اس کی بدولت حضرت سلیمان کی شکل بن کر تخت پر قابض ہوگیا اور جب اُس کی بدعادات کی بدولت لوگوں میں تنفر پیدا ہوا تو وہ اس انگوٹھی کو دریا میں پھینک کر بھاگ گیا یا یہ کہ آپ نے

ایک شیطان سے پوچھا کہ تم لوگوں کو کس کس طرح گمراہ کرتے ہو تو اُس نے کہا آپ اپنی انگوٹھی مجھے دیں تاکہ میں آپ کو کرشمہ دکھلاؤں تو آپ نے وہ انگوٹھی اُس کے حوالہ کردی تو اُس شیطان نے وہ انگوٹھی دریا میں ڈال دی اور حضرت سلیمان سے ملک جاتا رہا۔ اور چالیس شب و روز آپ ٹھوکریں کھاتے رہے آخر دریا کے کنارے ایک شکاری سے سمجھوتہ کیا کہ میں اس شکار میں تیری مدد کرتا ہوں بشرطیکہ مجھے حصے کی مچھلی دینا۔ اتفاق ایسا ہوا کہ جو مچھلی حضرت کے حصہ میں آئی اُس کو صاف کیا گیا تو اس کے پیٹ سے وہی انگوٹھی نکلی اور آپ دوبارہ سریر مملکت پر اس کی بدولت قابض ہوگئے اور آپ اس امتحان میں کیوں مبتلا ہوئے اس کی بھی متعدد وجوہ کتب میں مذکور ہیں۔ بعضوں نے کہا کہ ایام حیض میں عورت سے مقاربت کرلی تھی بعضوں نے کہا ہے کہ ایک مشرکہ عورت سے شادی رچائی تھی اور اُس کو اسلام پر نہ لاسکے تھے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ تین دن تک لوگوں کے فیصلوں کا بائیکاٹ کردیا تھا وغیرہ۔ اِس قسم کے تمام واقعات کی تردید میں سید مرتضیٰ علم الہدیٰ اعلی اللہ مقامہ نے اپنی کتاب تنزیہ الانبیاء میں فرمایا ہے کہ "اس باب میں جہال نے جو قصے پیش کئے ہیں وہ کسی عقلمند کے لئے قابلِ قبول نہیں ہیں اور اس قسم کی باتیں انبیاء کی طرف منسوب کرنا یقیناً جائز نہیں ہے نہ تو نبوت کسی انگوٹھی کے تابع ہوا کرتی ہے۔ اور نہ یہ عہدہ کسی نبی سے خدا چھینتا ہے اور نہ کوئی شیطان نبی سے دھوکا کرکے اس کی شکل اختیار کرکے اس کی جگہ پر بیٹھ سکتا ہے یہ اور اس قسم کے سب خرافات شانِ نبوت کے منافی ہیں البتہ ظاہر قرآن میں جس لفظ سے یہ اشتباہ ہوتا ہے وہ صرف اتنا ہے اَلْقَیْنَا عَلٰی کُرْسِیِّہٖ جَسَدًا (ہم نے اس کی کرسی پر ایک جسم ڈال دیا) اور اس سے یہ معنی ہرگز نہیں نکلتا کہ ہم نے اس کی کرسی پر مسلط کردیا بلکہ مقصد یہ ہے کہ ہم نے سلیمان کو آزمایا کہ ایک جسد بے روح اُس کی کرسی پر ڈال دیا) اور اس کی تاویل میں کئی وجوہ بیان کئے گئے ہیں۔

(۱) قوم جن نے باہمی مشورہ کیا کہ حضرت سلیمان کی اگر اولاد ہوگئی تو وہ بھی باپ کی طرح ہم پر حکومت کریں گے لہٰذا ہم اس کی اولاد کو زندہ نہ رہنے دیں چنانچہ جب حضرت سلیمانؑ کے ہاں لڑکا پیدا ہوا تو آپ نے اس کی رضاعت و ترتیب میں پوری احتیاط سے کام لیا کیونکہ آپ کو قوم جن کی خفیہ میٹنگ کی اطلاع پہنچ چکی تھی لیکن اچانک آپ نے دیکھا کہ اُس کی کرسی پر مردہ لاش اپنے لڑکے کی پڑی ہے اور یہی ان کی آزمائش تھی اور اس بات پر تنبیہ تھی کہ آپ نے جنوں سے خوف زدہ ہوکر توکل کا دامن ہاتھ سے کیوں چھوڑا۔

(۲) حضرت سلیمانؑ نے بھرے مجمع میں کہدیا تھا کہ میں ستر عورتوں کے پاس جاکر مقاربت کروں گا جن سے لڑکے پیدا ہوں گے اور سب کے سب دشمنانِ خدا سے اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے لیکن انشاء اللہ نہ کہا پس ان عورتوں میں کسی کو حمل نہ ہوا سوائے ایک عورت کے لیکن جب اس کے ہاں بچہ پیدا ہوا تو وہ بھی مردہ تھا اور اُس کی کرسی پر ایک جسم بے جان ڈالنے کا یہی مقصد ہے (۳) امتحان و آزمائش کے طور پر خدا نے حضرت سلیمانؑ پر بیماری نازل کردی کہ وہ بیماری کی سختی کی وجہ سے ایک جسم بے جان کی طرح اپنی کرسی یعنی مسند پر کچھ عرصہ لیٹے رہے اور بعد میں اللہ نے ان کو شفا بخش دی اور غالباً اس امتحان کی وجہ یہ تھی کہ ایک دن حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے درباریوں میں بیٹھ کر اپنی وسعت ملک و سلطنت پر ناز و فخر کیا کہ میرے جیسی

حکومت اور کسی کو نہیں ملی پس بطور سرزنش کے اس پر آزمائش رکھ دی گئی جس کا مقصد یہ ہے کہ حقیقی حکومت، وسلطنت اس اللہ کے لئے ہے جس کا ہر ایک محتاج ہے اور جس کو کوئی زوال نہیں۔

مُلکِ سلیمانؑ

ھَبْ لِیْ مُلْکًا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی اس دعا کی توجیہ یہ کی گئی ہے کہ جس طرح باقی انبیاء کو الگ الگ مخصوص طور پر معجزات عطا ہوئے تھے مثلاً موسیٰ کو عصا اور ید بیضا صالحؑ کو ناقہ اور داؤدؑ کو لوہے کی نرمی وغیرہ تو حضرت سلیمان نے اپنے لئے مخصوص معجزہ اللہ سے یہ طلب کیا کہ مجھے ایسا ملک عطا فرما جو میرے بعد کسی اور کو ایسا عطا نہ ہو یعنی اس کو میری امتیازی شان قرار دے اور خداوند کریم نے اس کی اس دعا کو شرف قبولیت بخشا پس جن و انسان، چرند و پرند حشرات الارض اور ہوا پر

فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ تَجْرِي بِأَمْرِهِ رُخَاءً حَيْثُ أَصَابَ

پس ہم نے مسخر کیا اس کے لئے ہوا کو جو اس کے حکم سے چلتی تھی نرم جہاں پہنچنا ہوتا تھا

وَالشَّيَاطِينَ كُلَّ بَنَّاءٍ وَغَوَّاصٍ ﴿۳۷﴾ وَآخَرِينَ مُقَرَّنِينَ

اور شیاطین کو جو ہر قسم کے معمار و غوّاص تھے اور کچھ جکڑے ہوئے

فِي الْأَصْفَادِ ﴿۳۸﴾ هَٰذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ أَوْ أَمْسِكْ بِغَيْرِ

زنجیروں میں یہ ہماری عطا ہے بطور احسان کے کسی کو دو یا روک لو اس کا

حِسَابٍ ﴿۳۹﴾ وَإِنَّ لَهُ عِنْدَنَا لَزُلْفَىٰ وَحُسْنَ مَآبٍ ﴿۴۰﴾

حساب نہ ہوگا اور بے شک اس کا ہمارے پاس مقام قرب اور اچھی بازگشت ہے

ان کو حکومت بخشی اور آخر میں فرمایا کہ یہ ہمارا عطیہ ہے کسی کو کچھ بطور احسان کے دو یا اپنے پاس روک رکھو تمہارے اختیار میں ہے اور اسکا تم سے حساب بھی نہیں لیا جائے گا۔

تفسیر علی بن ابراہیم سے منقول ہے کہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت سلیمان بیت المقدس سے روانہ ہوئے تو اس کے تخت پر دائیں طرف تین سو کرسی انسانوں کے لئے اور بائیں طرف تین سو کرسی قوم جن کے لئے مخصوص تھی پرندے سر کے اوپر ہوا میں صف بہ صف کھڑے ہوئے سائبان کا کام دے رہے تھے اور ہوا کے دوش پر تخت سلیمان مدائن میں کسریٰ نوشیرواں کے محل تک پہنچا۔ یہاں تک کہ آپ نے اپنے درباریوں سے پوچھا کہ کیا تم نے میرے ملک وسلطنت کی طرح کوئی دیکھا یا سنا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ ہرگز نہیں پس جانب آسمان سے ایک فرشتے نے ندا دی کہ خوشنودیٔ خدا کے لئے ایک تسبیح کا درجہ اس ساری مملکت سے افضل ہے۔

کتاب علل الشرائع سے ایک طویل حدیث مروی ہے جس کے ذیل میں حضرت امام موسےٰ کاظم علیہ السّلام نے فرمایا کہ خدا کی قسم اللہ نے ہم کو وہ سب کچھ عطا فرمایا جو سلیمان کو دیا اور اللہ نے ہمیں وہ بھی دیا جس سے سلیمان اور باقی سب انبیاء

محروم ہیں۔

ایک دوسری طویل روایت کے ذیل میں امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا جس کا مقصد یہ ہے کہ صرف خشک پرہیزگاری کا نام زہد نہیں ہے۔ دیکھو حضرت سلیمان بن داؤد نے اللہ سے ایسی حکومت کا سوال کیا کہ اور کسی کے لئے ایسی نہ ہو اور اللہ نے اس کی دعا کو بھی قبول فرمایا پھر حضرت سلیمان علیہ السّلام حکومت و اقتدار کے باوجود حق کہتے اور حق کرتے رہے اور اللہ نے اپنی کتاب میں کہیں بھی حضرت سلیمانؑ کے اقتدار پر نکتہ چینی نہیں کی اور نہ کسی مومن کو انگشت نمائی کا موقعہ ملا۔ اسی طرح ان سے پہلے ان کا باپ بھی صاحبِ اقتدار اور مالکِ تخت و تاج تھا۔ مقصد یہ ہے کہ اقتدار کا طمع اور حکومت کی خواہش زہد کے منافی نہیں ہے۔

بصائر الدرجات سے منقول ہے حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا کہ حضرت سلیمانؑ کو جو کچھ عطا ہوا اُس کے پاس صرف ایک اسم اعظم تھا اور مَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتَاب۔ کی روشنی میں حضرت علی علیہ السّلام کے پاس ساری کتاب کا علم تھا۔ ایک دوسری روایت میں آپ نے فرمایا کہ اسی ایک اسم اعظم کے ذریعے سے حضرت سلیمانؑ جو مانگتے تھے عطا ہوتا تھا اور جب دعا مانگتے تھے قبول ہوتی تھی اگر آج وہ ہوتے تو ہمارے محتاج ہوتے۔

احتجاج سے منقول ہے کہ یہود کے علمائے شام میں سے ایک نے حضرت امیرالمومنین علیہ السّلام سے عرض کی کہ دیکھئے ہمارے پیغمبر حضرت سلیمان علیہ السّلام کو خدا نے وہ ملک عطا فرمایا کہ اور کسی کو عطا نہ ہوا تو آپ نے فرمایا یہ بالکل درست ہے لیکن حضرت محمد مصطفٰےؐ کو اس سے بھی افضل عطا ہوا اور وہ یہ کہ خداوندکریم نے میکائیل فرشتے کو حضورؐ کے پاس بھیجا جو اس سے پہلے کبھی زمین پر نہ اُترا تھا پس اُس نے یہ پیغام پہنچایا۔ اے محمدؐ اگر عیش پسند بادشاہ بننا چاہو تو یہ لو زمین کے خزانوں کی کنجیاں سنبھالو کہ سونے اور چاندی کے پہاڑ تمہارے ساتھ ہوں گے۔ اور آخرت کے اجر سے بھی کچھ کمی نہ ہوگی تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ مجھے پسند ہے کہ اللہ کا عبد اور نبی بن کر ایک دن شکم سیر رہوں اور دو دن فاقے سے رہوں تاکہ اپنی انبیاء برادری سے جا ملوں پس خداوندکریم نے ان کو کوثر اور حقِ شفاعت عطا فرمایا۔ اور یہ انعام پوری زندگی دنیا سے ستر گنا زیادہ ہے۔ اور علاوہ ازیں جنّت میں مقامِ محمود بھی آپ ہی کے لئے مخصوص ہے۔ اور بروز محشر خداوندکریم آپ کو بوقتِ حساب، عرشِ معلّٰی پر جگہ کرامت فرمائے گا اور یہ انعام حضرت سلیمان علیہ السّلام کی حکومت و بادشاہت سے بدرجہا افضل ہے۔ حضرت سلیمان کی حکومت کا ذکر ج ۱۰ ص۱۳۱ پر اور اُن کی موت کا ذکر ج ۱۱ ص۲۴۳ پر ملاحظہ ہو۔

حضرت ایوّب کا ذکر

رکوع نمبر ۱۳۔ نَادٰى رَبَّهٗ۔ ندا اور دعا میں فرق ہے کہ ندا وہ ہے جو آواز بلند ہو۔ اور دعا اس سے عام ہے خواہ آواز بلند سے ہو یا اخفاتی طور پر ہو یا صرف دل ہی دل میں ہو اس جگہ دعا نہیں بلکہ نادیٰ ہے یعنی پکار پکار کر انہوں نے اللہ سے دعا کی تھی۔

مَسَّنِيَ الشَّيْطٰنُ۔ حضرت ایوّب کی بیماری کے طول کی وجہ سے شیطان نے لوگوں کے دلوں میں شبہات ڈال دیئے تھے کہ

اس کے قریب نہ خود جاؤ اور نہ کسی کو جانے دو بلکہ ایوب کی عورت کو گھروں میں مزدوری کرنے سے بھی روک دیا گیا اور ان کے متعلق پوری نفرت پھیلا دی گئی جس کا ان لفظوں میں ایوب علیہ السلام نے شکوہ کیا ہے۔ تفسیر نور الثقلین میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک طویل روایت منقول ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ابلیس نے حضرت ایوب کے شکر پر حسد کیا اور بارگاہِ توحید میں عرض کی کہ ایوب کا شکر نعمات کی کثرت کی وجہ سے ہے اگر اس سے یہ نعمتیں سلب کر لی جائیں تو اس قدر شکر و عبادت نہ کرے گا۔ ارشادِ خداوندی ہوا کہ میں نے تجھے اس کے مال و اولاد پر مسلط کیا ہے تو بے شک اس کا شکر آزمالے چنانچہ حضرت ایوب کا تمام مال اور اس کی تمام اولاد بیک وقت لقمۂ اجل ہو گئے لیکن شکر میں بجائے کمی کے اضافہ ہوا شیطان نے عرض کی کہ مجھے ایوب کی زراعت پر مسلط کیا جائے تو ارشادِ خداوندی ہوا کہ تجھے عام اجازت ہے پس اُن کی پوری زرعی آبادی کو تباہ کر دیا گیا لیکن شکرِ ایوب میں اضافہ ہوا اسی طرح اس کے مویشیوں کو تباہ کر دیا گیا لیکن شکر میں اضافہ ہوتا گیا۔ شیطان نے ایوب کی بدنی تکالیف کی خواہش کی تو خدا کے اذن سے حضرت ایوب کے جسم کو مصائب و آلام کا نشانہ بنا دیا گیا حتیٰ کہ شہر والوں نے تنگ آکر ان کو شہر سے نکال کر ایک غلیظ اور ناشائستہ مقام پر رہنے کے لئے مجبور کر دیا لیکن آپ کے صبر و شکر میں مزید اضافہ ہی ہوتا رہا اور آپ کی زوجہ محترمہ جناب رحمۃ بنت یوسف آپ کی خدمت گذاری اور تیمارداری کے فرائض باحسن وجوہ انجام دیتی رہی۔

وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ أَيُّوبَ إِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ أَنِّى مَسَّنِىَ الشَّيْطٰنُ

اور یاد کر ہمارے بندے ایوب کو جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے چھو لیا شیطان نے

بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ﴿۴۱﴾ اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ

تھکان اور مصیبت کے ساتھ (ہم نے کہا) پاؤں کی ٹھوکر مارو (پس دو چشمے نکلے تو ہم نے کہا) یہ غسل کے

بَارِدٌ وَّشَرَابٌ ﴿۴۲﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ أَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ

لئے ٹھنڈا اور (دوسرا) پینے کے لئے ہے اور ہم نے بخشا اس کو اپنا خاندان اور ان جیسے اور بھی ان کے ساتھ

رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرٰى لِأُولِى الْأَلْبَابِ ﴿۴۳﴾ وَخُذْ بِيَدِكَ

کہ وہ ہماری طرف سے رحمت تھی اور عقلمندوں کے لئے نصیحت تھی (اور ہم نے کہا) پکڑو اپنے ہاتھ سے

ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ ۗ إِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ۚ نِّعْمَ الْعَبْدُ

ایک مٹھی بھر پس اس سے مارو اور خلافِ قسم نہ کرو ہم نے اس کو صابر پایا وہ بہتر عبد تھا

ایک دفعہ چند معزز آدمی جمع ہو کر آئے اور کہنے لگے تو نے کوئی ایسا سنگین جرم کیا ہے جس کی وجہ سے تو گرفتارِ بلا ہوا ہے تو حضرت ایوب نے جواب دیا کہ مجھے اپنے پروردگار کی قسم اور وہ خود بھی اس حقیقت کو جانتا ہے کہ میں نے زندگی بھر کسی یتیم

یا مسکین کو کھلائے بغیر کھانا نہیں کھایا۔ اور جب بھی میرے سامنے خوشنودیِ پروردگار کے لئے دو راستے ظاہر ہوتے تو میں اس کو اختیار کیا کرتا تھا جو مشکل تر ہوتا چنانچہ وہ خاموش ہو گئے۔

آپ نے بارگاہِ توحید میں درخواست پیش کی۔ اے پروردگار! کیا میں تیرا حامد شاکر اور تسبیح گذار نہیں ہوں؟ تو خدا کی جانب سے سر پر ایک بادل نے سایہ کیا اور دس ہزار زبان سے بیک وقت جواب ملا۔ اے ایوب! لوگوں کی غفلت کے اوقات میں تجھے عبادت کی توفیق کس نے دی؟ اسی طرح تجھے تحمید تکبیر اور تسبیح کی طاقت کس نے دی؟ کیا تو اللہ پر اپنا احسان جتلا رہا ہے؟ پس آپ نے فوراً اپنے سر میں مٹی ڈال دی اور معافی مانگنے لگے۔ حضرت ایوب کی مصیبت ختم ہوئی اور ایک فرشتہ خدا کی جانب سے نازل ہوا جس کی ٹھوکر سے خدا نے پانی کا چشمہ پیدا کر دیا اور حضرت ایوب نے اس میں غسل کیا۔ جس کی بدولت جسمانی ہر قسم کی تکلیف و بیماری ختم ہو گئی اور پہلے سے بھی زیادہ جسم تنومند اور خوبصورت ہو گیا اور خدا نے تر و تازہ باغ فوراً پیدا کر دیا اور سلب شدہ تمام نعمات واپس دے دیں پس وہ فرشتہ آپ کے ساتھ بیٹھ کر پیار و محبت کی باتوں میں مشغول تھا کہ آپ کی زوجہ حضرت رحمہ[1] بنت یوسف حسب دستور روٹی کا ٹکڑا کہیں سے حاصل کر کے لائیں اس نے جگہ کی پوزیشن بدلی ہوئی دیکھی اور دو مردوں کو ایک دوسرے سے ہمکلام دیکھا تو اُس سے گریہ ضبط نہ ہو سکا اور ایک چیخ مار کر فریاد کی ہائے ایوب کہاں گیا؟ تو حضرت ایوب علیہ السلام نے جواب دیا کہ میں ایوب ہوں۔ اور خدا نے ہماری مصیبت دور کر دی ہے وہ اللہ کے انعام و اکرام کو دیکھ کر فوراً شکر کے طور پر سجدہ پروردگار میں جھک گئی۔ ادھر حضرت ایوبؑ کی نظر اٹھی تو اس کے سر کے بالوں کا ایک گچھا کترا ہوا دیکھا تو نہایت رنجیدہ ہوئے ۔ اور قسم کھائی کہ میں اس کو ایک سو کوڑے ماروں گا لیکن جب اس کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے آپ کی خاطر ایک قوم سے غذا طلب کی تو انہوں نے مجھ سے بالوں کا گچھا طلب کر کے اس کی قیمت میں غذا دی[2] اور مروی ہے جناب رحمہ کے بال بہت خوبصورت تھے جب حضرت ایوبؑ نے اپنی زوجہ کا معقول عذر سنا تو نہایت غمناک ہوئے پس خداوند کریم نے وحی فرمائی کہ ایک کھجور کا خوشہ لے لو جس کی ایک سو لڑیاں ہوں اور سب کو ملا کر ایک دفعہ مارو تو تمہاری قسم پوری ہو جائے گی پس آپ نے ایسا کیا پھر خداوند کریم نے حضرت ایوب کے افراد خاندان جو آزمائش سے پہلے مر چکے تھے وہ بھی دوبارہ زندہ کئے اور جو بھی آزمائش کے دوران میں مرے تھے وہ بھی دوبارہ زندہ کئے اور سب نے مل کر فرحت و سرور کی زندگی گذاری۔ جب حضرت ایوب علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ تمام تکالیف سے بڑھ کر کونسی تکلیف آپ کو لاحق ہوئی؟ تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ سب سے بڑی تکلیف دشمنوں کی شماتت اور ان کی طعنہ زنی تھی۔ اس کے بعد خدا نے حضرت ایوبؑ پر سونے اور چاندی کا مینہ برسایا چنانچہ جب ہوا کی وجہ سے کوئی ٹکڑا ادھر اُدھر گرتا تھا تو آپ دوڑ کر اسے اٹھا لاتے تھے اور جب جبریل نے پوچھا کہ اے ایوب ابھی طبیعت سیر نہیں ہوئی؟ تو آپ نے جواب دیا کہ اللہ کے رزق سے کون سیر ہو سکتا ہے؟

تفسیر مجمع البیان میں بروایت قتادہ حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری کی مدت سات برس منقول ہے۔ اور

[1] درحقیقت حضرت رحمہ زوجہ ایوب حضرت یوسف کی پوتی تھی چنانچہ مفصل روایت بعد میں آرہی ہے۔ [2] اس کی ایک دوسری وجہ ص۱۰۱ پر ملاحظہ ہو

تفسیر مقتنیات الدرر میں ایک روایت کے ماتحت اٹھارہ برس منقول ہیں۔ اور حضرت ایوبؑ کی اپنی زوجہ کو ایک سو کوڑے مارنے کی قسم کی وجہ تفسیر مجمع البیان میں یہ مذکور ہے کہ شیطان لعین جناب رحمہ کے سامنے ڈاکٹر اور طبیب کے حلیے میں پیش ہوا تو بی بی نے اس کو اپنے شوہر کے علاج کے لئے کہا اُس ملعون نے کہا میں علاج کرنے کے لئے تیار ہوں صرف ایک شرط پر اور وہ یہ کہ تندرستی کے بعد مجھے کہدینا کہ تو نے ہی شفا دی ہے اور بس اس کے علاوہ میں کچھ اور مطالبہ نہیں کروں گا۔ جب بی بی نے حضرت ایوبؑ کے سامنے اس کی اس شرط کا ذکر کیا تو آپ کو اپنی زوجہ پر غصہ آیا کہ تو اس خبیث کو اس شرط کے باوجود کیوں لائی ہو۔؟ پس قسم کھائی کہ اگر میں تندرست ہوا تو تجھے ایک سو کوڑے ماروں گا۔ اور بعضوں نے اس کی یہ وجہ بھی بیان کی ہے کہ بی بی کسی مطلب کے لئے باہر تشریف لے گئی اور زیادہ دیر لگا دی چونکہ حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس ان کے سوا تیمارداری کے لئے کوئی دوسرا آدمی نہیں تھا پس آپ کا دل تنگ ہوا تو قسم کھالی کہ اگر تندرست ہوا تو اس کو ایک سو تازیانہ ماروں گا پس حکم ہوا۔ خُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا۔ یعنی ایک مٹھی چھڑیوں کی اٹھاؤ۔ چنانچہ ایک سو لڑیوں والا خوشہ کھجور اٹھا کر ایک دفعہ مارا اور قسم پوری ہوگئی۔

اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۴۵﴾ وَاذْكُرْ عِبٰدَنَاۤ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَ

بے شک رجوع کرنیوالا تھا اور یاد کر ہمارے بندوں ابراہیم اسحاق اور

يَعْقُوْبَ اُولِى الْاَيْدِىْ وَالْاَبْصَارِ ﴿۴۶﴾ اِنَّاۤ اَخْلَصْنٰهُمْ

یعقوب کو جو صاحبانِ طاقت و بصیرت تھے ہم نے ان کو خالص کر لیا

بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ ﴿۴۷﴾ وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ

صرف دارِ آخرت کی یاد میں اور تحقیق وہ چنے ہوئے نیک بندوں

الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ ﴿۴۸﴾ وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ

میں سے تھے اور یاد کر اسمٰعیل الیسع

اُولِى الْاَيْدِىْ۔ اس کے تین معانی ہو سکتے ہیں (۱) صاحبانِ طاقت تھے عبادت و ریاضت میں اور صاحبانِ علم و فقہ تھے (۲) صاحبانِ عمل و علم تھے اُولِی الایدی سے مراد عمل کرنے والے ہیں کیونکہ عمل کو ہاتھ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ (۳) صاحبانِ نعماتِ نبوت و تبلیغ اور صاحبانِ بصیرت و عقل تھے۔

بِخَالِصَةٍ۔ اس کی ترکیب دو طرح سے ہو سکتی ہے (۱) ذِکرٰی کو خَالِصَۃٍ سے بدل بنایا جائے یعنی ہم نے ان کو دارِ آخرت کی یاد کی بدولت خالص بنا لیا۔ (۲) خالصہ کو ذکری کی طرف مضاف کیا جائے۔ یعنی دارِ آخرت کے خلوص کی وجہ سے ہم نے اُن کو چن لیا۔

اَلْاَخْيَار۔ یا تو خیرؔ کی جمع ہے جس طرح اموات میّت کی جمع ہے اور خیرؔ کا معنی ہے بہت کارِ خیر کرنے والا اور یا خَیر کی

جمع ہے جس طرح قبیل کی جمع اقبال ہوا کرتی ہے۔ اور تفسیر مقتنیات الدرر میں ہے کہ الیسع اور ذوالکفل آپس میں چچازاد تھے۔ اور ذوالکفل نے ایک سو بنی اسرائیل کو قتل ہونے سے پناہ دی تھی اس لئے اس کا نام ذوالکفل مشہور ہو گیا اور اس کا اصلی نام بشیر تھا اور حضرت ایوبؑ کا فرزند تھا۔

مفصل قصہ

وَذَا الْكِفْلِ ۖ وَكُلٌّ مِّنَ الْأَخْيَارِ ﴿٤٨﴾ هَٰذَا ذِكْرٌ ۚ وَإِنَّ لِلْمُتَّقِينَ لَحُسْنَ مَآبٍ ﴿٥١﴾

اور ذوالکفل کو اور یہ سب نیکوں میں سے تھے یہ ان کا ذکر خیر ہے اور بے شک متقین کے لئے اچھی بازگشت ہے

حضرت ایوبؑ کا سلسلہ

نسب حضرت یعقوب کے بڑے بھائی حضرت عیص بن اسحٰقؑ سے ملتا ہے۔ ایوب بن موص بن رعویل بن عیص بن اسحٰق بن ابراہیم علیہم السلام حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ کا والد ماجد حضرت موص بن رعویل بن عیص نہایت خوشحال اور مالدار آدمی تھا اور ملک شام میں سب سے بڑا دولت مند تھا حضرت ایوب تیس برس کی عمر میں اپنے باپ کے ترکہ کے وارث ہوئے۔ اس زمانہ میں حضرت یوسف کی اولاد مصر میں آباد تھی، چنانچہ حضرت یوسف کا فرزند حضرت افرائیم جو حضرت ایوبؑ کے دادا رعویل کا سگا چچازاد تھا ان کی سکونت بھی مصر میں تھی۔ ان کی شہزادی جناب رحمہ بنت افرائیم حسن و جمال میں اپنے دادا حضرت یوسف کے بالکل مشابہ تھیں چنانچہ حضرت افرائیم نے خواب میں دیکھا تھا کہ حضرت یوسف نے اپنی قمیص حضرت رحمہ کو پہنائی اور فرمایا کہ یہ میرا حسن و جمال ہے جو میں تجھے بخشتا ہوں۔ آپ عبادت و زہد میں یگانۂ روزگار تھیں۔ حضرت ایوبؑ اپنے والد کی وفات کے بعد خواستگاری کے لئے شام سے چل کر افرائیم بن یوسف کے پاس مصر میں پہنچے۔ چنانچہ آپ کی شادی رحمہ بنت افرائیم سے ہوگئی اور اپنی زوجہ کو لے کر واپس شام میں تشریف لائے۔ رحمہ کے بطن مبارک سے آپ کے بارہ لڑکے اور بارہ لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ آپ حوران اور تنبیہ کے لوگوں کے لئے رسول مبعوث ہوئے تھے نہایت خوش خلق اور نرم مزاج تھے آپ کے دسترخوان پر فقراء و مساکین کا انبوہ رہتا تھا یتیموں اور بیواؤں کی خبرگیری آپ کا شیوہ تھا۔ آپ نے اپنے کارداروں اور جملہ ملازمین کو حکم دے رکھا تھا کہ میری کھیتی اور باغات سے کسی کو نہ روکا جائے حتٰی کہ حیوانات تک کو نہ روکا جاتا تھا اور بایں ہمہ حضرت ایوب پر رحمت اور برکت کی بارش برستی تھی اور ہر وقت آپ شکر پروردگار میں رطب اللسان رہتے تھے اور صبح و شام کو تمام نماز گذار آپ کے ہاں ہی کھانا کھایا کرتے تھے۔ ایک ہزار گھوڑا ایک ہزار گھوڑی ایک ہزار خچر تین ہزار اونٹ ڈیڑھ ہزار اونٹنی ایک ہزار بیل ایک ہزار گائے اور دس ہزار بکریاں وغیرہ آپ کی مالداری میں داخل تھیں اور ہر مال میں پچاس پچاس پر ایک ایک چرواہا مقرر تھا۔ پس شیطان نے ازراہِ حسد بارگاہ پروردگار سے حضرت ایوبؑ کے امتحان کا سوال کیا جو منظور ہوا پس شیطان کے لشکر میں سے ایک نے حضرت ایوب کے تمام باغات جلا کر خاکستر کر دیئے اور دوسرے نے آپ کے تمام مویشیوں کو موت کی نیند سلا دیا۔ حتٰی کہ ان کے تمام چرواہے بھی لقمۂ اجل ہوگئے۔ حضرت ایوبؑ نماز پڑھ رہے تھے کہ خود شیطان روسیاہ نے مکارانہ گریہ کرتے ہوئے آپ کو دردانگیز خبر سنائی کہ آپ کے جملہ اموال اور باغات تباہ ہوگئے ہیں۔ اور

ریاکاری کی عبادت کرنے والے کو ایسی ہی سزا ملا کرتی ہے لیکن حضرت ایوب نے شیطان کی بات پر کان دھرے بغیر نماز کو جاری رکھا۔ جب آپ فارغ ہوئے تو نہایت اطمینان وسکون سے فرمایا کہ میرے مال سب اللہ کی ملکیت ہیں وہ جو چاہے کرے اس کے بعد ہمسائے میں بسنے والوں نے زبان طعن دراز کی تو آپ نے ان کے خرافات کا جواب دیئے بغیر شکر پروردگار زبان پر جاری فرمایا۔ پھر شیطان کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا کہ تو کون ہے؟ معلوم ہوتا ہے کہ تو خدا کی رحمت سے مایوس اور ہر نیکی سے دور ہے ورنہ اگر تجھ میں کچھ بھلائی ہوتی تو میرے دوسرے چرواہوں کی طرح تو بھی لقمہ اجل ہو جاتا پس میرے دربار سے نکل جا۔ گویا وہ ملعون حضرت ایوب کے ملازمین میں سے کسی کی شکل میں نمودار ہوا تھا۔ کہنے لگا کسی نے سچ کہا ہے کہ متکبر لوگوں کی خدمت نہ کیا کرو اب مجھے پتہ چلا ہے کہ تو عابد نہیں تھا بلکہ ریاکار تھا۔ میں تو تیرا نوکر اور خدمتگذار تھا تو نے مجھے نوکری کا یہی صلہ دیا ہے۔ حضرت ایوب اس کی باتوں کی پرواہ کئے بغیر پھر نماز میں مشغول ہو گئے۔ اور وہ خائب وخاسر واپس چلا گیا۔

پھر ارشاد پروردگار ہوا کہ اے ملعون تو نے میرے بندے ایوب کو کس طرح پایا ہے؟ اس نے عرض کی ابھی تک اس کی اولاد موجود ہے اس لئے وہ شکر کر رہا ہے چنانچہ وہاں سے اجازت لے کر واپس پلٹا تو حضرت ایوب کی تمام اولاد جو ایک عالی شان محل میں موجود تھی ان میں سے چھ لڑکوں کے نام یہ ہیں (۱) حزقل (۲) مقبل (۳) رشد (۴) رشید (۵) بہدون (۶) بشیر اور چھ لڑکیوں کے نام یہ ہیں (۱) فتاۃ (۲) جمیدہ (۳) صالحہ (۴) عافیہ (۵) نقیہ (۶) مومنہ۔ ان کے علاوہ باقی اولاد کے نام کتب میں نہیں ملتے۔ پس شیطان نے اس محل کو ایسی جنبش دی کہ وہ دھڑم سے زمین بوس ہو گیا اور حضرت ایوب کی ساری اولاد چشم زدن میں لقمہ اجل ہو گئی۔ پس شیطان ملعون ایک ملازم کی شکل میں بناوٹی گریہ کرتا ہوا حضرت ایوبؑ کے پاس پہنچا اور کہنے لگا۔ آپ کی تمام اولاد مکان گرنے سے دب کر تباہ ہو گئی ہے۔ ان کے حسین چہرے خاک وخون میں غلطان ان کے نازنین جسم خون میں لت پت اور ان کا گوشت پوست ہڈیاں ریزہ ریزہ ہو چکی ہیں۔ آپ نے شیطان کی زبان سے دردبھری داستان سن کر اپنے گریہ وبکا کو ضبط کرتے ہوئے فرمایا اے مردود نکل جا کہ میری سب اولاد اللہ کا عطیہ تھی۔ اگر آج وہ چلی گئی تو کل میں بھی چلا جاؤں گا کیونکہ ہر زندہ انسان کا انجام موت ہے چنانچہ وہ خائب وخاسر چلا گیا۔

پھر ارشاد پروردگار ہوا کہ اے ملعون تو نے میرے بندے ایوب کو کس طرح صابر وشاکر پایا ہے تو اس ملعون نے ازراہ حسد عرض کی ابھی تو اس کا جسم تندرست ہے پس اللہ نے جسمانی تکلیف دیدی چنانچہ آپ کے جسم میں بیماری شروع ہوئی۔ اور سر سے پاؤں تک آپ کا تمام جسم ایک زخم کی مانند ہو گیا تو حضرت ایوب نے اپنی زوجہ رحمہ سے فرمایا کہ اللہ اپنے نبیوں کو آزماتا ہے اور وہ صبر کیا کرتے ہیں اور اللہ کے نزدیک صبر کرنے والوں کی نیک جزا ہوتی ہے اس کے بعد آپ سجدہ شکر میں گر گئے چنانچہ جب جناب رحمہ پر گریہ طاری ہوا تو آپ نے اس کو صبر کی تلقین فرمائی کہ تو انبیاء کی اولاد ہے اور میں بھی نبی ہوں اپنے آباء صالحین یوسف یعقوب اسحٰق اسمٰعیل اور ابراہیم علیہم السلام کے واقعات کو یاد کرو اور صبر کرو۔ اس کے بعد آپ نے رحمہ سے فرمایا کہ

میرا جسم چونکہ زخمی ہے لہٰذا اس مسجد سے نکال کر کھلی جگہ پر مجھے لے جاؤ۔ چنانچہ انہوں نے لکڑیاں جمع کر کے ایک مختصر سی جھونپڑی بنائی اور وہاں حضرت ایوب کو منتقل کر دیا جن لوگوں پر حضرت ایوب شب و روز مہربان رہتے تھے۔ مصیبت کے دنوں میں ان کے رُخ بھی آپ سے پھر گئے اور حضرت رحمہ کو جو اُن سے توقعات وابستہ تھیں۔ اُن کی روگردانی سے سب خاک میں مل گئیں۔ حضرت ایوبؑ نے بچشم گریاں جناب رحمہ سے فرمایا کہ ہم پر صدقہ حرام ہے اور کما کر کھانا ہماری شان ہے یہ کہ کر آپ بے ساختہ رو دیئے۔ جناب رحمہ نے رونے کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ تو اولادِ انبیاء میں سے ہے اور حُسن و جمال میں اپنے جد حضرت یوسف کی وارث ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اس شہر میں فاسق و فاجر لوگوں کی کثرت ہے پس روتا اس لئے ہوں کہ تو پردہ دار ہو کر خدمت گذاری کے فرائض کس طرح انجام دے گی جب کہ شیطان کے مکر و فریب کا جال ہر طرف بچھا ہوا ہے۔ یہ سنتے ہی جناب رحمہ کے دل کو ایک دھچکا سا لگا اور جسم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ پھر طبیعت پر ضبط کر کے عرض کی میرے آقا آپ نہ گھبرائیں۔ میں نبی زادی ہوں میری عصمت کا خدا محافظ ہے پس حضرت ایوبؑ نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے حضرت رحمہ کو خوراک کے انتظام کے لئے گھر سے باہر جانے کی اجازت دے دی۔ پس تنبیہ والوں کے گھروں میں جھاڑو پانی اور دیگر تمام گھریلو کاروبار میں ملازمت کے فرائض انجام دے کر مزدوری وصول کرتی تھی اور اسی سے گذر بسر ہوتا تھا۔

پس شیطان نے شہر والوں کے دلوں میں یہ وسوسہ ڈال دیا کہ یہ عورت اپنے مریض شوہر کی تیمارداری کرتی ہے اور پھر تمہارے گھروں میں بھی کام کرتی ہے ممکن ہے کہ ان کی بیماری کے جراثیم پھیل جائیں لہٰذا ان سے مکمل بائیکاٹ کر لینا زیادہ موزوں ہے چنانچہ انہوں نے متفقہ فیصلے سے حضرت رحمہ کا گھروں میں داخلہ ممنوع قرار دیا جناب رحمہ نے اپنے شوہر کو شہر والوں کے اس فیصلہ کی اس لئے رپورٹ نہ دی کہ مبادا اُن کے غم و اندوہ میں اضافہ ہو جائے۔

اس کے بعد شہر والوں نے ایک دفعہ مشورہ کیا کہ شہر کے ظالم کتے حضرت ایوب پر چھوڑے جائیں جو اُسے پھاڑ کھائیں جب جناب رحمہ کو پتہ چلا تو اس نے ایوبؑ کو لوگوں کے عزائم فاسدہ کی اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا میں نبی ہوں اور خدا اپنے نبیوں پر کتوں کو مسلط نہیں فرمایا کرتا چنانچہ جب اُنہوں نے کتے چھوڑے تو وہ حضرت ایوبؑ کے قریب آ کر رُک گئے اور باادب آپ کو سلام کر کے واپس چلے گئے اور آئندہ کی بے ادبی کے خوف سے اُنہوں نے شہر سے کنارہ کشی کر لی۔ حتیٰ کہ پورے شہر میں ایک کتا بھی نہ رہا۔

پس شہر والوں نے آپ کے قتل کا منصوبہ بنایا تو آپ نے رحمہ سے فرمایا کہ مجھے اس بستی سے کسی دوسری بستی کی طرف لے جاؤ۔ چنانچہ وہاں سے دُور ایک رستے پر حیران و پریشان کھڑی تھی کہ دو خوبصورت نوجوان آپہنچے جن کے جسم سے نہایت پاکیزہ خوشبو آ رہی تھی جناب رحمہ نے ان کی امداد سے ایک مختصر سی جھونپڑی بنائی پس جناب رحمہ نے کہا کہ تم نیک لوگ معلوم ہوتے ہو۔ میرے شوہر کے لئے دعا کرو تو اُن دونوں نے نہایت خندہ پیشانی کا مظاہرہ کیا اور کہا کہ اپنے شوہر کو ہمارے سلام پہنچا دینا۔ جب جناب رحمہ نے حضرت ایوبؑ کو اُن کا سلام پہنچایا تو آپ نے فرمایا اے رحمہ تو کس قدر خوش نصیب

ہے کہ تجھ سے فرشتے کلام کرتے ہیں کہ وہ جبریل و میکائیل تھے۔ جناب رحمہ نے عرض کی کہ میں نے آپ کے لئے جھونپڑی بنا لی ہے۔ اب جاتی ہوں اگر کچھ آدمی مل جائیں تو اُن سے کہوں گی کہ آپ کو اٹھا کر وہاں لے جائیں۔ چنانچہ دوبارہ چورا ہے پر آکر کھڑی ہوگئی تو چار فرشتے گذرے اور جناب رحمہ کی درخواست پر وہ آئے اور انہوں نے حضرت ایوبؑ سے اظہار ہمدردی کیا اور اٹھا کر اس نئی تیار کردہ جھونپڑی میں لے آئے اور فرش پر آپ کو سلا دیا پس وہ چلے گئے اور حضرت رحمہ بدستور تیمارداری میں مشغول ہوگئی۔ کچھ عرصہ کے بعد حوران کی لبستی کی طرف آپ منتقل ہوگئے۔ جناب رحمہ بدستور لوگوں کے گھروں میں خدمت کے فرائض انجام دیتی تھیں اور دونو اس سے بسر اوقات کرتے تھے جب ایک دن ایک عورت نے طعنہ دیا تو بی بی نے جواب دیا کہ میرا نام رحمہ ہے میرا باپ اللہ کا نبی افرائیم تھا اور دادا حضرت یوسف جس کو اللہ نے صدیق کا لقب دیا۔ اُن کا باپ حضرت یعقوب جن کو اللہ نے اسرائیل کا لقب دیا اور ان کا باپ اسحٰق صفی اللہ اور اُن کا باپ ابراہیم خلیل اللہ تھا۔ اور میں ایوب کی زوجہ ہوں جو اللہ کا نبی ہے پس چند عورتیں مل کر حضرت ایوبؑ کی زیارت کے لئے آگئیں اور حضرت ایوب کی حالت زار کو دیکھ کر سخت روئیں۔ چنانچہ حضرت ایوب اور جناب رحمہ پر بھی گریہ طاری ہوگیا۔ حضرت ایوبؑ نے فرمایا میں اللہ کا بندہ اور اُس کا رسول ہوں۔

حضرت ایوب پر وحی ہوئی کہ جس طرح میری نعمتوں پر تم نے صبر کیا ہے۔ اسی طرح مصائب پر بھی صبر کرو۔ چنانچہ ایک دفعہ جناب رحمہ گھر سے باہر گئیں لیکن کہیں سے بھی ان کو مزدوری پر غذا میسر نہ ہوسکی۔ پس رو رو کر بارگاہِ خداوندی میں اپنی تکلیف کا اظہار کیا اس کے بعد ایک بڑھیا کا دروازہ کھٹکھٹایا اور اپنا تعارف کرانے کے بعد اپنی تکلیف کا ذکر کیا تو اُس بڑھیا نے جواب دیا کہ میری لڑکی کے بال خوبصورت نہیں ہیں اور اُس کی شادی کرنا چاہتی ہوں اگر تم اپنے بالوں کا ایک گچھا مجھے دے دو تو میں اس کے بدلہ میں دو روٹیاں دوں گی۔ جناب رحمہ نے اس کے بغیر کوئی چارہ کار نہ دیکھا تو بدلِ ناخواستہ بڑھیا کی بات مان لی۔ جب واپس ایوبؑ کے پاس پلٹی اور اپنا ماجرا بیان کیا تو حضرت ایوبؑ نہایت غمزدہ ہوئے پس وحی ہوئی کہ اے ایوب اس دکھ اور مصیبت کے بدلہ میں میں نے تیرا اجر زیادہ کر دیا ہے اور تیری بیوی رحمہ کو بھی جنت میں اس تکلیف کا بہت زیادہ بدلہ دوں گا پس حضرت ایوب خوش ہوگئے۔

جب حضرت ایوب کی مصیبت کی انتہا ہوئی تو حضرت جبریل آئے اور حضرت ایوب سے کھڑا ہونے کو کہا جب آپ کھڑے ہوئے تو جبریل نے کہا زمین پر پاؤں کی ٹھوکر لگاؤ۔ چنانچہ ٹھوکر لگانے سے ایک صاف و شفاف چشمہ ظاہر ہوا جو برف سے سفید تر شہد سے شیریں تر اور کافور سے خوشبو میں پاکیزہ تر تھا پس اس سے پانی پیا تو اندرونی ہر قسم کی بیماری ختم ہوئی اور اس سے غسل کیا تو بیرونی مصائب دور ہوئے اور چودھویں کے چاند کی طرح رنگ نکھر گیا پس جبریل نے جنت کا لباس پہنایا اور نعلین بھی آپ کے پیش کی اور کھانے کو ایک جنتی ناشپاتی دی جس کا نصف حصہ ایوب نے کھایا اور باقی نصف جناب رحمہ کے لئے محفوظ کر لیا تو جبریل نے کہا یہ پورا دانا آپ خود کھائیں کیوں کہ میں جناب رحمہ کے لئے دوسرا دانہ بھی لایا ہوں۔ اس

دن جناب رحمہ بستی سے تہی دست مایوس روتی ہوئی واپس آ رہی تھی کہ اپنے مکان رہائش کی پوزیشن جو کہ بدلی ہوئی تھی دیکھی۔ چشمے باغات اور سبزیاں دیکھ کر ششدر سی رہ گئی اور پاکیزہ شکل جوان کو نماز پڑھتے دیکھ کر گھبرا گئی کہ شاید میں رستہ بھول چکی ہوں۔ پس دریافت کیا اے نماز گذار تجھے ایوب کی کچھ خبر ہو تو بتاؤ۔ پس آپ نے فرمایا میں ہی ایوب ہوں۔ اور خدا نے اپنے رحم و کرم سے ہمارے مصائب ختم کر دیئے۔

پس حضرت ایوبؑ کو سابق تمام نعمات واپس دی گئیں بلکہ اُن سے بھی زیادہ عطا کیا گیا۔ ان کی اولاد کو پروردگار نے دوبارہ زندگی بخشی۔ بارہ بیٹوں اور بارہ بیٹیوں کو دوبارہ زندہ دیکھا پھر شام کی حکومت اور عمر گذشتہ کے برابر دوبارہ عمر بھی آپ کو دی گئی۔ اور جناب رحمہ کو سو تازیانے مارنے کی جو قسم کھا چکے تھے اس کے متعلق ارشاد ہوا کہ ایک خوشۂ کھجور جس کی ایک سو شاخ ہو لے ایک دفعہ مارو تو قسم پوری ہو جائے گی اور مروی ہے کہ رحمہ کو مارنے کی قسم کا موجب رحمہ کے سر کے بالوں کا کٹانا ہوا تھا جس کا ذکر کیا جا چکا ہے اور خداوند کریم نے جناب رحمہ کو وہ بالوں کا حُسن بھی دوبارہ عطا فرمایا۔ جب کسی نے ایوب سے دریافت کیا کہ تمام مصائب میں سے سخت ترین مصیبت آپ نے کونسی دیکھی تو فرمایا دشمنوں کی شماتت ہر مصیبت سے زیادہ تکلیف دہ تھی پس حضرت ایوبؑ اور رحمہ ایک عرصہ تک خوش حال زندگی بسر کرتے رہے اور بوقت وفات آپ نے اپنے تمام لڑکوں کو مہمان نوازی اور یتیم پروری کی وصیت فرمائی اور دونو کا انتقال ایک دوسرے کے قریب قریب زمانہ میں ہوا۔ اور حضرت ایوبؑ کو اسی چشمہ کے قریب دفن کیا گیا جو آپ کے لئے آب شفا بنا تھا۔

پھر کچھ عرصہ کے بعد لام بن عاد نامی ایک بادشاہ نے شام پر حملہ کیا چنانچہ اولاد ایوب پر بھی اُس نے فتح پالی اور اس نے حضرت ایوب کے سب سے بڑے شہزادے حزقل بن ایوب کو ایک پیغام بھیجا کہ اپنے تمام اموال میں سے مجھے نصف مال بطور شاہی ٹیکس کے دیدو ورنہ زبردستی تمہارا سب مال بحق سرکار ضبط کر لیا جائے گا اور نیز اُس نے اُن کی ہمشیرہ تقیہ یا مومنہ کا رشتہ بھی طلب کیا اور ان دونو میں سے ایک راستہ اختیار کرنے کا ان کو پیغام بھیجا چنانچہ جناب حزقل بن ایوب نے جواب دیا کہ ہمارا جس قدر مال ہے اس میں فقراء مساکین یتامیٰ مسافروں اور کمزوروں کے علاوہ اور کسی کا حصہ نہیں ہے اور چونکہ تو ہمارے دین پر نہیں ہے لہذا رشتے کا سوال بھی فضول ہے اور تو نے شاہی دبدبہ اور آمرانہ رعب جتلا کر ہمیں مرعوب کرنا چاہا ہے تو یاد رکھ کہ ہم اللہ پر توکل رکھتے ہیں۔ اور ہمیں وہی تنہا کافی ہے۔ اور وہی ہمارا ولی و ناصر ہے۔ جب بادشاہ کو واپسی پیغام پہنچا تو اُس نے فوج کشی کر لی پس حزقل نے اپنے بھائیوں سے مشورہ کیا تو بشیر نے جواب دیا کہ میں آپ لوگوں کو جنگ کا مشورہ ہرگز نہ دوں گا۔ پس مناسب یہ ہے کہ مال میں سے وہ جو کچھ طلب کرے اُس کو دے دیا جائے اور رشتہ کی بات ٹال دی جائے لیکن حزقل کو یہ رائے پسند نہ آئی اور اس نے بھی مقابلہ میں اعلانِ جنگ کر دیا جس کے نتیجہ میں حزقل کو شکست ہوئی پس اس نے ان کے تمام اموال پر قبضہ کر لیا۔ اور بشیر بن ایوب بھی اپنے لشکر کے کافی حصہ کے ساتھ قید ہو گیا۔ اور حزقل خود جان بچا کر بھاگ گیا۔ اس کے بعد کافی مال جمع کر کے لام بن عاد کو بطورِ ہدیہ پیش کرنے کا تہیہ کیا تا کہ اپنے بھائی کا فدیہ دے کر اُسے آزاد کرائے تو

خواب میں اُس کو کسی نے آواز دی کہ فکر نہ کرو تمہارا بھائی آزاد ہو جائے گا۔ اور تمہارا مال بھی محفوظ رہے گا۔ اور بادشاہ ایمان کو قبول کرلے گا اور انجام کار اچھا ہوگا۔ چنانچہ جب اُس نے اپنے باقی بھائیوں کے سامنے اپنا خواب بیان کیا تو وہ سارے وہاں رُک گئے۔ اور لام بن عاد کو پیغام بھیجا کہ میں کوئی مال دینے کو ہرگز تیار نہیں ہوں تو نے جو کچھ ہمارا بگاڑنا ہے بگاڑ لے۔ چنانچہ بادشاہ غصے سے لال ہو گیا اور اس نے بشیر بن ایوب سے کہا کہ تم نے میرے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ میرے بھائی تمہیں مال پیش کریں گے لیکن اب اُنہوں نے صاف انکار کر دیا ہے پس تم اپنی ضمانت کے ماتحت مجھے مال دلواؤ۔ ورنہ میں تمہیں زندہ آگ میں جلا دوں گا۔ یہ بات سُنتے ہی بشیر گھبرا گیا تو ادھر حزقل بن ایوب نے اپنے بھائی بشیر کو پیغام بھیجا کہ میں نے اس اس طرح خواب میں دیکھا ہے تو بشیر بھی یہ خواب سن کر مطمئن ہو گیا۔

ادھر بادشاہ نے گہری گہری نہریں اور غاریں کھودنے کا حکم دیا اور پھر ان کو لکڑیوں سے بھرنے اور ان پر تیل ڈال کر آگ لگانے کا حکم دیا تاکہ اس میں بشیر کو زندہ ڈال کر جلا دیا جائے چنانچہ جب بشیر کو آگ میں ڈالا گیا تو بحکم پروردگار بشیر کو ذرہ بھر گزند نہ پہنچا اور بادشاہ یہ ماجرا دیکھ کر گھبرا گیا۔ چنانچہ اس نے بشیر سے دریافت کیا کہ اے اولاد ایوب کیا تم لوگ جادوگر ہو۔ آپ نے نہایت اطمینان سے جواب دیا کہ نہیں بلکہ ہمارے جد حضرت ابراہیم خلیل بن تارخ کو بادشاہ وقت نمرود بن کنعان نے آگ میں ڈالا تھا تو خدا نے اُن پر آگ کو گلزار کر دیا تھا اور خدا نے میرے لئے بھی آگ کو گلزار کر دیا ہے۔ چنانچہ یہ بات بادشاہ کے دل میں گھر کر گئی۔ اور یہ نبوت کا معجزہ دیکھ کر اُس کا دل ایمان و معرفت کا مقام بن گیا۔ پس وہ اپنے عزائم فاسدہ سے تائب ہوا۔ اور صحیح معنوں میں مسلمان و مومن ہو گیا۔ اور حضرت ایوبؑ کے لڑکوں نے پھر اپنی بہن کا رشتہ بھی اُس سے کر دیا اور اسی بشیر بن ایوب کی کنیت ذوالکفل ہے کیونکہ اپنے بھائیوں کے فدیہ ادا کرنے کا کفیل ہوا تھا پس آپ ملک شام میں نبی تھے اور بادشاہ لام بن عاد آپ کے تابع فرمان ہو کر دشمنان اسلام سے جہاد کرتا تھا حتی کہ ذوالکفل کی رحلت ہو گئی اور پھر وہ مومن بادشاہ بھی مر گیا۔ اور ملک شام پر عمالقہ کا قبضہ ہو گیا اور پھر خدا نے حضرت شعیب کو ان پر نبی مبعوث فرمایا۔ ان کا نام فترون بن صیہون بن عنقا بن ثابت بن مدین بن ابراہیم خلیل تھا۔ (ملخص البرہان)

یَدۡعُوۡنَ ۔ یعنی جنتی لوگ اپنے اپنے ٹھکانوں پر تکیہ لگا کر بیٹھے ہوں گے اور حور و غلمان پر حکم کریں گے۔ پس جب میوہ کی طرف اشارہ کریں گے وہ خود بخود قریب آجائے گا اور ان کو تکلیف کرنے کی ذرہ بھر ضرورت محسوس نہ ہوگی۔

جَنّٰتِ عَدۡنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الۡاَبۡوَابُ ﴿۵۱﴾ مُتَّكِـِٕيۡنَ

ہمیشہ کے باغات کہ ان کے لئے ان کے دروازے کھلے ہوں گے تکیہ لگائے ہوئے

فِيۡهَا يَدۡعُوۡنَ فِيۡهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيۡرَةٍ وَّشَرَابٍ ﴿۵۲﴾ وَ

ہوں گے اس میں طلب کریں گے بہت سے میوہ جات کو اور مشروب کو ۔ اور

قٰصِرٰتُ الطَّرۡفِ ۔ یہ عورتوں کی عمدہ صفت ہے یعنی آنکھ نیچی رکھنے والی شرمیل عورتیں اور اتراب جمع ہے ترب کی جس کا معنی سہیلیاں کیا جاتا

ہے جو سن وسال اور حسنِ صورت میں ایک جیسی ہوں۔
مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ ۔ یعنی جنتی غذاؤں میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ جس شاخ سے ایک میوہ توڑا جائے گا اس کی جگہ فوراً دوسرا موجود ہو جائے گا۔

عِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ اَتْرَابٌ ﴿۵۲﴾ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ

ان کے پاس آنکھیں نیچی رکھنے والی (نوجوان حسین) ہمسن عورتیں ہوں گی — یہ وہ ہے جس کا تم سے وعدہ

لِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۵۳﴾ اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ ﴿۵۴﴾

کیا گیا تھا یومِ حساب کے لئے — تحقیق یہ ہمارا وہ رزق ہے — جو ختم نہ ہوگا

هٰذَا ۭ وَاِنَّ لِلطّٰغِيْنَ لَشَرَّ مَاٰبٍ ﴿۵۵﴾ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا

یہ اور بے شک سرکشوں کے لئے بڑی بازگشت ہے — جہنم میں جلیں گے پس وہ برا بچھونا ہوگا

فَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۵۶﴾ هٰذَا ۙ فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْمٌ وَّغَسَّاقٌ ﴿۵۷﴾

یہ حمیم (سخت گرم) غساق (سخت سرد) — پس چکھو اس کو

وَّاٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖٓ اَزْوَاجٌ ﴿۵۸﴾ هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ ۚ

اور دوسرا (عذاب) اسی قسم کا جس کی کئی قسمیں ہوں گی — یہ (فوج (تمہارے مقتدیوں کی) تمہارے ساتھ داخل ہے

لَا مَرْحَبًۢا بِهِمْ ۭ اِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ ﴿۵۹﴾ قَالُوْا بَلْ اَنْتُمْ ۣ لَا

(وہ کہیں گے) نہ خوشی دیکھیں یہ لوگ کہ وہ آگ میں جلنے والے ہیں تو کہیں گے (مقتدی) بلکہ تم کو خوشی

مَرْحَبًۢا بِكُمْ ۭ اَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوْهُ لَنَا ۚ فَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿۶۰﴾

نصیب نہ ہو تم نے ہی یہ عذاب ہمارے لئے مہیا کیا ہے — پس وہ بڑا ٹھکانا ہے

حَمِيْمٌ ۔ حمیم کا معنی سخت گرم اور غَسَّاقٌ کا معنی سخت بدبودار غلیظ یا سخت ٹھنڈا اور بعضوں نے ذکر کیا ہے کہ غساق جہنم میں ایک تالاب ہوگا جس میں تمام زہریلے جانوروں مثلاً سانپوں اور بچھوؤں وغیرہ کی زہر جمع ہوگی اور گرم پانی کے ساتھ ملا کر جہنمیوں کو پلائی جائیگی۔

هٰذَا فَوْجٌ ۔ پہلے جہنمی رہنما اور پیر داخل ہوں گے اور بعد میں ان کے مقتدی اور مرید داخل ہوں گے تو فرشتے ان سے کہیں گے یہ تمہارے مریدوں اور مقتدیوں کی فوج بھی تمہارے ساتھ شریکِ عذاب ہے پس دنیا میں اپنے مریدوں کو خوش آمدید اور مرحبا کہنے والے اس وقت ان کو لا مرحبا (یعنی تم کو خوشی نصیب نہ ہو یا دفع ہو جاؤ) کے حقارت آمیز لہجہ سے خطاب کریں گے تو مرید بھی ان کو اسی طرح تلخ اور توہین آمیز لہجہ میں جواب دیں گے لا مرحبا (تم خوشی نہ پاؤ اور دفع ہو جاؤ) یہ جہنم کا سامان تم نے ہمارے لئے مہیا کیا ہے کہ تمہارے پیچھے چل کر ہم مبتلائے عذاب ہوئے ہیں۔

قَالُوْا - پس وہ دوزخی مرید اللہ سے درخواست کریں گے کہ جن لوگوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا اور ہمارے لئے جہنم کا سبب مہیا کیا تھا ان کو دوگنا عذاب دیا جائے - کاش کہ دنیا میں ہی انسان حق و باطل کے درمیان فرق کرنے کی کوشش کرے تاکہ آخرت کی حسرت و ارمان سے بچ جائے ۔

مَالَنَا - مجمع البیان میں ہے کہ اس کا شانِ نزول ابوجہل اور ولید وغیرہ مشرکین مکہ کے حق میں ہے جو مومنین کو گمراہ سمجھتے تھے پس بروزِ محشر جب اِدھر اُدھر دوزخ میں دیکھیں گے تو ان کو صہیب، بلال اور عمار وغیرہ نظر نہ آئیں گے - پس آپس میں ایک دوسرے سے ازراہِ حسرت پوچھیں گے کہ جن لوگوں کو ہم گمراہ اور شرارت پسند خیال کرتے تھے وہ نظر نہیں آتے - اور آیت صرف انہی بیان کردہ لوگوں سے مخصوص نہیں بلکہ تا قیامت جس قدر باطل پرست ہوں گے جہنم میں پہنچ کر ایک دوسرے سے پوچھیں گے کہ جن کو ہم گمراہ سمجھتے تھے کہاں گئے - چنانچہ تفسیر مجمع البیان میں ہے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے جابر سے فرمایا کہ تمہارے مخالف لوگ جہنم میں تمہارے متعلق پوچھیں گے کہ وہ کہاں گئے کیا ہم دنیا میں غلطی کرتے ہوئے ان سے مسخری کرتے تھے یا اُن سے ہماری آنکھیں چندھیا گئی ہیں، اور دوسری روایت میں ہے آپ نے فرمایا تم جنت میں عیش و عشرت سے بسر کرتے اور جہنم میں جانے والے تمہیں وہاں ڈھونڈتے ہوں گے ۔

قَالُوْا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِي

کہیں گے اے ہمارا رب جس نے ہمارے لئے یہ چیز مہیا کی ہے پس اس پر دگنا عذاب زیادہ کر آگ میں

النَّارِ ﴿٦٢﴾ وَقَالُوْا مَا لَنَا لَا نَرٰى رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ

اور کہیں گے تعجب ہے کہ ہم ان بندوں کو نہیں دیکھ رہے جن کو ہم برا

مِنَ الْاَشْرَارِ ﴿٦٣﴾ اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِيًّا اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ

سمجھتے تھے کیا ہم نے ان سے مسخری کی تھی (پس ہم غلطی پر تھے) یا ان سے

الْاَبْصَارُ ﴿٦٤﴾ اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ ﴿٦٥﴾

ہماری آنکھیں ٹیڑھی ہو چکی ہیں؟ تحقیق اہل جہنم کا باہمی جھگڑا یقیناً ہو گا

امالی شیخ سے منقول ہے ایک دفعہ سماعہ بن مہران حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے پوچھا - اے سماعہ بدترین لوگ کون ہیں؟ سماعہ نے عرض کی کہ وہ ہم ہیں - آپ سنتے ہی جونہی تکیہ کے سہارے لیٹے تھے فوراً اٹھ بیٹھے اور غصہ سے آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا پھر پوچھا کہ لوگوں کے نزدیک بدترین لوگ کون ہیں؟ تو سماعہ کہتا ہے میں نے عرض کی اے فرزند رسول خدا کی قسم میں نے غلط نہیں کہا لوگوں کے نزدیک ہم بدترین مخلوق ہیں وہ ہمیں کافر اور رافضی تک کے الفاظ سے یاد کرتے ہیں - آپ نے فرمایا سنو! جب تم کو جنت کی طرف لے جایا جائے گا اور ان کو جہنم کی طرف دھکیلا

جائے گا پھر وہ ایک دوسرے سے تمہارے متعلق پوچھیں گے کہ وہ کہاں ہیں جن کے متعلق ہم کہتے تھے کہ وہ گمراہ اور شرارت پسند وبد ترین لوگ ہیں اسے سماعہ یاد رکھو کہ تم میں سے اگر کسی سے کوئی غلطی سرزد ہوگی تو ہم بروز محشر دربار خداوندی میں اپنے قدموں سے چل کر تمہاری شفاعت کریں گے پس تم میں سے دس آدمی بھی بلکہ پانچ آدمی بھی بلکہ تین بھی بلکہ ایک بھی دوزخ میں نہ جائے گا پس تم ایک دوسرے سے درجات جنت میں آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔ اور اپنے دشمن پر پرہیزگاری کے ذریعے سے برتری پیدا کرو۔

رکوع نمبر ۱۴

نَبَاٌ عَظِیْمٌ۔ یعنی قیامت کے حقائق توحید پروردگار کے دلائل اور سابق انبیاء کے واقعات پر مشتمل کتاب یعنی قرآن مجید نباء عظیم ہے جس سے تم منہ موڑتے ہو۔ اگر تم لوگ اس میں تدبر کرتے تو یقیناً اس نظریہ تک پہنچ جاتے کہ خدا صرف ایک ہے اور اس کا بھیجا ہوا دین برحق ہے اور تفسیر باطنی کے لحاظ سے نباء عظیم کی تاویل امامت بھی کی گئی ہے اور حضرت امیر المومنین علیہ السّلام سے منقول ہے کہ کوئی آیت مجھ سے اکبر نہیں اور کوئی نباء مجھ سے اعظم نہیں (برہان) بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰی۔ اس سے

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ

کہدیں تو صرف ڈرانے والا ہوں اور کوئی الٰہ نہیں ہے سوائے اللہ کے جو صرف ایک ہے بڑے

الْقَهَّارُ ٦٥ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيْزُ

قہر والا ہے آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان میں ہے سب کا رب ہے جو غالب ہے

الْغَفَّارُ ٦٦ قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيْمٌ ٦٧ اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ

بخشنے والا ہے کہدو یہ (قرآن) بڑی خبر ہے جس سے تم لوگ (کفار مکہ) روگردان ہو

٦٨ مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰٓى اِذْ

مجھے کوئی خبر نہیں ملاء اعلیٰ کی جب جھگڑا

مراد ملائکہ ہیں۔ یہ قرآن مجید کے کلام اللہ ہونے کی دلیل ہے۔ حکم پروردگار ہے کہ آپ ان قریش مکہ سے کہدیں کہ اگر یہ کلام بنا ہوتا تو بھلا مجھے ملاء اعلیٰ کے متعلق کیا علم تھا کہ فرشتوں نے آدم کی پیدائش کے وقت کیا جھگڑا کیا تھا؟ اگر مجھے اللہ کی طرف سے وحی نہ کی جاتی تو میں کس طرح تم کو آدم کی پیدائش کی تفصیلات بتا سکتا تھا؟

یَخْتَصِمُوْنَ۔ تفسیر مجمع البیان میں بروایت ابن عباس حضرت رسولؐ کریم سے مروی ہے کہ مجھے خطاب پروردگار پہنچا کہ بتاؤ فرشتے کس بات پر ایک دوسرے سے بحث کرتے ہیں تو میں نے عرض کی اے پروردگار مجھے اس کی خبر نہیں ہے تو ارشاد قدرت ہوا کہ فرشتے دو موضوعات پر ایک دوسرے سے بحث کرتے ہیں۔ (۱) کفارات یعنی وہ کونسے اعمال ہیں جن کی بدولت غلطیوں کا کفارہ ہو جاتا ہے (۲) درجات یعنی وہ کون سے اعمال ہیں جن کی بدولت درجے بلند ہوتے ہیں پس کفارات

تین ہیں (۱) موسم سرما میں وضو کرنا (۲) جماعت کی طرف چل کر جانا (۳) ایک نماز کے بعد دوسری نماز کی انتظار کرنا۔ اور درجات بھی تین ہیں۔ اِفْشَاءُ السَّلَامِ وَاِطْعَامُ الطَّعَامِ وَالصَّلٰوۃُ بِاللَّیْلِ وَالنَّاسُ نِیَامٌ۔ یعنی سلام کی زیادتی مہمان نوازی اور لوگوں کی غفلت کے وقت نمازِ شب کی ادائیگی۔ اور تفسیر نور الثقلین میں بروایت خصال حضرت رسالتمآبؐ سے منقول ہے کہ شب معراج مجھ سے سوال کیا گیا کہ فرشتوں کا موضوع بحث کیا چیز ہے تو میں نے بتایا درجات وکفارات۔ پھر سوال ہوا کہ درجات کیا چیز ہیں، تو میں نے چار چیزیں بتائیں (۱) موسم سرما میں وضو (۲) جماعت کی طرف چل کر جانا (۳) ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا (۴) مرتے دم تک میری اور میری اہل بیت سے محبت رکھنا۔

یَخْتَصِمُوْنَ ﴿۷۰﴾ اِنْ یُّوْحٰۤی اِلَیَّ اِلَّاۤ اَنَّمَاۤ اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۷۱﴾

کر رہے تھے میری طرف وحی کی جاتی مگر یہ کہ میں صاف ڈرانے والا ہوں

اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ ﴿۷۲﴾

جب کہا تیرے رب نے فرشتوں سے کہ میں بنانے والا ہوں ایک بشر مٹی سے

فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ﴿۷۳﴾

جب ٹھیک بنا لوں اور اس میں اپنا روح ڈال لوں تو گر جاؤ اس کے سامنے سجدہ کرتے ہوئے

فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ﴿۷۴﴾ اِلَّاۤ اِبْلِیْسَ ؕ

تو سجدہ کیا تمام کے تمام فرشتوں نے سوائے ابلیس کے

اِسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۷۵﴾ قَالَ یٰۤاِبْلِیْسُ مَا

کہ اس نے تکبر کیا اور کافر ہوا فرمایا (اللہ نے) اے ابلیس تجھے کس

مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِیَدَیَّ ؕ اَسْتَكْبَرْتَ

چیز نے روکا کہ سجدہ کرے اس کا جس کو میں نے اپنی قدرت وحکمت سے بنایا کیا تو نے تکبر کیا ہے

ذکرِ خلقتِ آدم

نَفَخْتُ فِیْہِ۔ مقصد یہ ہے کہ اس میں میں نے بلا واسطہ روح ڈالی ہے یعنی اس کو ماں باپ کی احتیاج کے بغیر پیدا کیا ہے حکم سجدہ اور ابلیس کا انکار اور اس پر وارد ہونے والے اعتراضات کے جوابات تفسیر کی جلد ۲ میں ملاحظہ فرمائیں۔ پہلا ایڈیشن ص۹۹ تا ص۱۰۳ اور دوسرا ایڈیشن ص۸۴ تا ص۸۹

خَلَقْتُ بِیَدَیَّ۔ اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ میں نے اس کو بذات خود بغیر کسی واسطہ وسبب کے پیدا کیا ہے۔ تفسیر برہان میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ کلام عرب میں ید قوت کو بھی کہتے ہیں اور نعمت پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے گویا اس جگہ معنی یہ ہے کہ ہم نے اس کو اپنی قوت ونعمت سے پیدا کیا اور دوسری روایت میں امام علی رضا علیہ السلام سے

منقول ہے کہ اس کا معنی ہے میں نے اس کو اپنی قدرت سے پیدا کیا۔

عالین کا معنی

کُنْتَ مِنَ الْعَالِیْنَ۔ تفسیر برہان میں بروایت ابن بابویہ ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ ایک شخص نے حضرت رسالت مآبؐ سے دریافت کیا کہ وہ کون ہیں جو فرشتوں سے بھی بلند ہیں۔ آپ نے فرمایا میں علی فاطمہ اور حسن وحسین۔ ہم سرادق عرش میں اللہ کی تسبیح کرتے تھے اور فرشتے بھی ہم سے سن کر تسبیح کرتے تھے۔ اور یہ حضرت آدم کی پیدائش سے دو ہزار برس پہلے کی بات ہے اور فرشتوں کو آدم کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم بھی ہماری ہی وجہ سے ملا تھا (کیونکہ ہمارے انوار اس کی پیشانی میں تھے) چنانچہ ابلیس کے علاوہ سب فرشتوں نے سجدہ کر لیا تھا۔ پس ابلیس کو خطاب بطور سرزنش کے ہوا کہ کیا تو نے تکبر کیا ہے یا اُن عالین میں سے ہے جن کے اسمائے طاہرہ سرادقِ عرش پر مکتوب ہیں۔ پس آپ نے فرمایا ہم اللہ کا وہ دروازہ ہیں جس سے گذر کر اللہ کی بارگاہ میں رسائی ہوتی ہے۔ اور ہماری بدولت ہی لوگوں تک ہدایت پہنچتی ہے جو شخص ہمارے ساتھ محبت کرے گا خدا اس سے محبت رکھے گا اور اُس کو جنت کا ٹھکانہ عطا فرمائے گا۔ اور جو ہمارے ساتھ دشمنی رکھے گا خدا اُس کا دشمن ہوگا اور اُس کو دوزخ میں جگہ دے گا۔ اور ہمارے ساتھ محبت وہ ہی رکھے گا جس کی ولادت پاکیزہ ہوگی۔ یہ روایت ابن بابویہ کی کتاب بشارات الشیعہ سے بھی منقول ہے۔

أَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِينَ ﴿٧٦﴾ قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِنْهُ خَلَقْتَنِي

یا تو اونچے طبقے سے ہے؟ اس نے کہا میں اس سے اچھا ہوں کہ تو نے مجھے آگ

مِنْ نَارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ ﴿٧٧﴾ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ

سے بنایا اور اس کو مٹی سے بنایا ہے فرمایا نکل جا اس جگہ سے کہ بے شک تو

رَجِيمٌ ﴿٧٨﴾ وَإِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِي إِلَىٰ يَوْمِ الدِّينِ ﴿٧٩﴾ قَالَ

پھٹکارا ہوا ہے اور تجھ پہ بدلے کے دن تک میری لعنت رہے گی کہنے لگا

رَبِّ فَأَنْظِرْنِي إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿٨٠﴾ قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ

اے رب مجھے مہلت دے اس دن تک کہ لوگ اٹھائے جائیں فرمایا کہ تو مہلت دیئے جانے والوں

قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ ابلیس نے آدمؑ کے سجدہ سے انکار از تکبر کی قیاسی وجہ یہ بیان کی کہ میں آگ سے پیدا کیا گیا ہوں اور وہ مٹی سے پیدا کیا گیا ہے اور چونکہ آگ مٹی سے افضل ہے لہٰذا افضل کے لئے مفضول کے سامنے سجدہ کرنا جائز نہیں ابلیس کا یہ قیاس اپنے مقام پر باطل ہے۔ جس کے وجوہات ہم نے تفسیر کی جلد ۶ ص ۱۱ پر بیان کی ہیں تاہم ابلیس کا یہ نظریہ واضح ہے کہ افضل کو مفضول کے سامنے نہیں جھکنا چاہیے گویا اس کا منطقی نتیجہ یہ نکلا کہ جو لوگ افضل کو افضل جاننے کے بعد بھی اُسے مفضول کے سامنے جھکنے پر مجبور کریں یا افضل کے مفضول کے سامنے جھکنے کو ترجیح دیں ابلیس سے بھی بدتر ہیں۔

فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ ۔ اگر پہلے حق پر رفع پڑھا جائے جیسا کہ موجودہ قرائت میں ہے تو الحق مبتدا اور اس کی خبر قسمیہ محذوف ہوگی یا یہ کہ اس کا مبتدا محذوف ہے اور یہ اس کی خبر ہے۔ یعنی اَنَا الْحَقُّ اور اگر اس پر نصب پڑھی جائے تو اس کا عامل ناصب محذوف ہوگا جس طرح قسم میں ہوا کرتا ہے۔ جیسے اَللّٰہَ لَاَفْعَلَنَّ یہاں لَاَمْلَئَنَّ جواب قسم ہے۔

اَلْمُتَکَلِّفِیْنَ ۔ یعنی میں نے قرآن مجید اور اس کی جملہ تعلیمات کو اپنی طرف سے تکلف کر کے ایجاد نہیں کیا بلکہ یہ سب کچھ وحی پروردگار کے ماتحت ہی ہے۔ عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ اے لوگو! جس کو کوئی بات معلوم ہو تو کہہ دے اور جب کو معلوم نہ ہو تو اُسے کہہ دینا چاہیے اللہ اعلم۔ یعنی اس کا علم اللہ کو ہے کیونکہ اللہ کی طرف حوالہ دے دینا بھی ایک علم ہے۔ تفسیر نور الثقلین میں بروایت مصباح الشریعہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ متکلف یعنی وہ شخص جو علم کے بغیر بات کرے اگر اس کی بات درست ہو تب بھی وہ غلط ہے اور تکلف کرنے والے کا نتیجہ ذلت ہوتا ہے اور ہر وقت اس کو سختی اور مشکل جھیلنی پڑتی ہے۔ متکلف کا ظاہر ریاکاری اور باطن منافقت ہوتا ہے اور یہی دو پر ہیں جن سے وہ پرواز کرتا ہے بہر صورت تکلف کرنا نہ صالحین کے اخلاق میں سے ہے اور نہ متقین کی علامتوں میں سے ہے۔ اور خداوند کریم نے اپنے نبی سے ہر قسم کے تکلف کی نفی فرمائی ہے۔ ما انا من المتکلفین (میں تکلف کرنے والوں میں سے نہیں ہوں)۔

الْمُنْظَرِيْنَ ﴿۸۱﴾ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴿۸۲﴾ قَالَ

ہیں سے ہے ایک معلوم وقت تک کہنے لگا

فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۳﴾ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ

پس تیری عزت کی قسم ضرور میں ان کو گمراہ کروں گا سب کو سوائے تیرے خالص بندوں

الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۸۴﴾ قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ ﴿۸۵﴾

کے جو ان میں سے ہوں گے فرمایا پس حق اور صرف حق ہی کہتا ہوں

لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۶﴾

کہ ضرور بھروں گا جہنم کو تجھ سے اور تیرے تمام پیروی کرنے والوں سے

قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ﴿۸۷﴾

کہدو میں اس پر تم سے کچھ مزدوری نہیں مانگتا اور میں تکلف کرنے والوں میں سے نہیں ہوں

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۸﴾ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ ﴿۸۹﴾

یہ تو تمام جہانوں کے لئے صرف ذکر ہے اور ایک وقت کے بعد تم کو (اے کفار مکہ) اس کا پتہ چلے گا

تنبیہ - جو لوگ قرآن مجید میں لفظ ید وجہ اور ساق کے اشتباہ سے اللہ کا جسم ثابت کرتے ہیں ان کی تردید ہیں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو شخص اللہ کے لئے مخلوق کے اعضا ثابت کرے وہ کافر ہے پس نہ ایسے شخص کی گواہی قبول کرو اور نہ اس کی ذبیحہ حلال ہے - پس اللہ کا وجہ اس کے انبیاء اولیا ہیں اور اس کے ید سے مراد اس کی قدرت ہے سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے آپ نے فرمایا جب انسان اللہ کے حق کی رعایت نہ کرے اور اس کے احکام کی پیروی نہ کرے تو یہ صفت ان لوگوں کی ہے جو اللہ کی صحیح معرفت نہ رکھتے ہوں اور اس سے سچی محبت نہ رکھتے ہوں پس ایسے لوگوں کی نمازیں روزے اور روایات و علوم تم کو دھوکہ میں نہ ڈالیں کیونکہ وہ (انسان نما) گدھے ہیں اور آپ نے راوی حدیث یونس سے فرمایا - اے یونس صحیح علم ہم اہل بیت کے پاس ہے - ہم ہی اس کے صحیح وارث ہیں ہمیں شرح حکمت اور فصل خطاب عطا کیا گیا ہے - راوی نے پوچھا کہ کیا اہل بیت کا ہر فرد علم کا صحیح وارث ہے ؟ آپ نے فرمایا کہ صرف بارہ امام ہی اس کے صحیح وارث ہیں اس کے بعد آپ نے یونس راوی حدیث کی درخواست پر پورے بارہ اماموں کے نام گن کر بتائے راوی نے عرض کی کہ کل عبداللہ بن مسعود کا بیٹا بھی آپ کے پاس آیا تھا اور اس نے بھی یہی سوال کیا تھا لیکن جو جواب آپ نے اس کو دیا تھا وہ کچھ اور تھا تو آپ نے فرمایا ہر شخص میں ہر بات کی اہلیت نہیں ہوا کرتی اور ہر بات کا محل جدا جدا ہوتا ہے تو اس جواب کا اہل ہے لہذا نا اہل کے سامنے ذکر کرنے سے گریز کرنا۔

سورۃ الزمر

آیت نمبر ۵۳، ۵۴، ۵۵ کے علاوہ باقی سب سورہ مکیہ ہے۔
اس کی آیات کی تعداد پچھتّر ہے اور یہ سورہ سورۂ سبا کے بعد نازل ہوا۔

فضائل - حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے جو شخص سورہ زمر کی تلاوت کرے اس کو خدا دنیا و آخرت کا شرف عطا فرمائیگا اور اس کو مال و قبیلہ کے علاوہ ایسی عزت دے گا کہ ہر دیکھنے والے کے دل میں اس کا رعب ہوگا اور اس کے جسم پر آتش جہنم حرام ہوگی اور جنت میں اس کے لئے ایک ہزار شہر تعمیر ہوگا کہ ہر شہر میں ایک ہزار محل ہوگا اور ہر محل میں ایک سو حوریں ہوں گی - الحدیث

حضرت رسالت مآبؐ سے منقول ہے کہ اس سورہ کو جو شخص لکھ کر اپنے پاس رکھے تو جو بھی اس کے پاس آئے گا اور اس کو مل کر جائے گا اس کی تعریف کریگا اور ہر جگہ اس کا شکر گذار ہوگا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو شخص اس کو لکھ کر اپنے بازو پر باندھے یا اپنے بستر میں

رکھے گا تو اس کے پاس ہر آمدورفت کرنے والا اس کی تعریف کرے گا اور اس سے ہر ملنے والا محبت سے پیش آئے گا اور اس کا گلہ نہ کرے گا۔ الحدیث۔

رکوع ۱۵۔ فَاعْبُدِ اللّٰہَ ۔ خطاب حضرت رسول اکرمؐ سے ہے اور مراد ساری اُمت ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ﴿۱﴾
اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)
تَنۡزِیۡلُ الۡکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الۡعَزِیۡزِ الۡحَکِیۡمِ ﴿۲﴾ اِنَّاۤ
اتارنا کتاب کا اللہ کی طرف سے ہے جو غالب حکمت والا ہے ہم نے
اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکَ الۡکِتٰبَ بِالۡحَقِّ فَاعۡبُدِ اللّٰہَ مُخۡلِصًا لَّہُ
اتاری تجھ پر کتاب حق کے ساتھ پس اللہ کی عبادت کر خالص کرتے ہوئے اس
الدِّیۡنَ ﴿۳﴾ اَلَا لِلّٰہِ الدِّیۡنُ الۡخَالِصُ وَالَّذِیۡنَ اتَّخَذُوۡا مِنۡ
کے لئے دین کو آگاہ ہو اللہ کے لئے ہی ہے دین خالص اور جو لوگ بناتے ہیں اس کے علاوہ
دُوۡنِہٖۤ اَوۡلِیَآءَ مَا نَعۡبُدُہُمۡ اِلَّا لِیُقَرِّبُوۡنَاۤ اِلَی اللّٰہِ زُلۡفٰی
کارساز (کہتے ہیں) ہم ان کی عبادت نہیں کرتے مگر اس لئے تاکہ وہ ہم کو اللہ کے نزدیک کر دیں
اِنَّ اللّٰہَ یَحۡکُمُ بَیۡنَہُمۡ فِیۡ مَا ہُمۡ فِیۡہِ یَخۡتَلِفُوۡنَ اِنَّ
تحقیق اللہ ان کے درمیان حکم کرے گا اس چیز کے متعلق جس میں وہ اختلاف کرتے تھے تحقیق
اللّٰہَ لَا یَہۡدِیۡ مَنۡ ہُوَ کٰذِبٌ کَفَّارٌ ﴿۴﴾ لَوۡ اَرَادَ اللّٰہُ
اللہ نہیں ہدایت کرتا ان کو جو جھوٹے اور انکاری ہیں اگر چاہتا خدا

الدِّیۡنُ الۡخَالِصُ ۔ یعنی ہر وہ کام جو بطورِ عبادت خوشنودیٔ پروردگار کے لئے سرانجام دیا جائے وہ خالص اللہ کے لئے ہی ہو۔ اس میں شہرت ریاکاری یا کسی دوسری دنیاوی غرض کی ملاوٹ نہ ہو۔
لِیُقَرِّبُوۡنَا ۔ یعنی مشرکین مکہ کا دستور تھا کہ اپنی حاجات اپنے بتوں سے مانگتے تھے اور ان کو خدائی درجہ دیتے تھے اور جو کچھ اللہ کی جانب سے ان کو عطا ہوتا تھا وہ سب بتوں کی طرف منسوب کرتے تھے کہ ہمیں انہی کی بدولت ملا ہے اور جب ان کو غیر اللہ کی عبادت سے روکا جاتا تھا تو اس کے جواب میں کہتے تھے کہ ہم ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہم کو اللہ تک پہنچانے کا ذریعہ اور وسیلہ ہیں۔

لَوۡ اَرَادَ ۔ جن لوگوں نے خدا کے لئے اولاد تجویز کی مثلاً کفارِ مکہ نے فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیا اور یہود نے عزیر

کو اور نصاریٰ نے عیسیٰ کو خدا کا بیٹا قرار دیا۔ ان سب کی تردید فرماتا ہے کہ اگر خدا کو اولاد کی غرض ہوتی تو وہ تمہاری تجویز کا محتاج نہیں بلکہ اپنی مخلوق میں سے خود ہی انتخاب کر لیتا۔

اَنْ یَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰی مِمَّا یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ سُبْحٰنَهٗ هُوَ

اولاد بنانا تو چن لیتا اپنی مخلوق میں سے جو چاہتا وہ پاک و منزہ ہے وہ

اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ⑤ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ

اللہ واحد و قہار ہے اس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا

یُكَوِّرُ الَّیْلَ عَلَى النَّهَارِ وَیُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّیْلِ وَسَخَّرَ

غالب کرتا ہے رات کو دن پر اور غالب کرتا ہے دن کو رات پر اور اس نے مسخر

الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ اَلَا هُوَ الْعَزِیْزُ

کیا سورج اور چاند کو کہ ہر ایک اپنی مقررہ مدت تک چل رہا ہے آگاہ ہو وہی غالب

الْغَفَّارُ ⑥ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا

بخشنے والا ہے تم کو اس نے صرف ایک نفس سے پیدا کیا پھر اس نے اس (کی باقی مٹی)

زَوْجَهَا وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِیَةَ اَزْوَاجٍ ۭ یَخْلُقُكُمْ

سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور اتارے تمہارے لئے حیوانات میں سے آٹھ جوڑے تمہیں پیدا کرتا ہے

یُكَوِّرُ الَّیْلَ۔ دن اور رات کی آمدورفت اور گھٹنے بڑھنے کی کیفیت پہلے جلد ۳ ص ۱۳۱ میں گزر چکی ہے۔

خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ تمام انسانوں کی پیدائش کے بعد حضرت آدم کی زوجہ کی پیدائش کیونکر ہوئی جیسا کہ ثُمَّ کا عطف ظاہر کرتا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ترتیب بیان کے لئے ہے۔ نہ کہ ترتیب پیدائش مقصود ہے یعنی اللہ نے تم کو حضرت آدم سے پیدا کیا جو صرف ایک انسان تھا اور یہاں چونکہ سوال کی گنجائش تھی کہ ایک انسان کیونکہ تھا اس کی زوجہ حوا بھی تو تھی لہٰذا تمام انسانوں کی پیدائش دو انسانوں سے ہوئی تو اس کا جواب دیا کہ درحقیقت اس کی زوجہ اسی کی بقیہ مٹی سے پیدا ہوئی۔ کیونکہ منہا میں ضمیر غائب کا مضاف محذوف ہے۔ یعنی مِنْ بَقِیَّةِ تُرَابِهَا۔ پس گویا سب انسانوں کی پیدائش صرف ایک انسان سے ہوئی۔

اَلْاَنْعَام۔ اس کی تفسیر ج ۵ ص ۲۶۲ میں گزر چکی ہے۔

مِنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ۔ یعنی ماں کے رحم میں تمہاری پیدائش باپ کی صلب کے بعد ہوئی یا یہ کہ نسلاً بعد نسل تم کو پیدا کیا یا یہ کہ ترتیب وار نطفہ علقہ اور مضغہ سے تم کو پیدا کیا۔

ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ۔ امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ پہلی ظلمت شکم مادر دوسری ظلمت رحم مادر اور تیسری ظلمت باریک پردہ

فِیْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِیْ ظُلُمٰتٍ

ماؤں کے شکموں میں پیدائش کے بعد پیدائش تین تاریکیوں

ثَلٰثٍ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ

میں یہ اللہ تمہارا رب ہے جس کا ملک ہے کہ اس کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں

فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ۞۷ اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنْكُمْ

پھر تم کس طرف بھٹکتے ہو اگر کفر کرو گے تو اللہ تم سے بے نیاز ہے

وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ وَاِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ

اور وہ نہیں پسند کرتا بندوں کے لئے کفر کو اور اگر تم شکر کرو گے تو وہ اس کو تم سے پسند کرے گا

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ

اور نہ بوجھ اٹھائے گا کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ پھر اپنے رب کی طرف تمہاری بازگشت ہے

فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۞۸ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ

تو وہ تم کو خبر دے گا جو تم عمل کرتے رہے تحقیق وہ دلوں کی باتوں کو جاننے

الصُّدُوْرِ ۞۹ وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ

والا ہے اور جب مس کرے انسان کو تکلیف تو اپنے رب کو پکارتا ہے

مُنِيْبًا اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِیَ مَا كَانَ

جھکتا ہوا اس کی طرف پھر جب وہ اس کو نعمت دے اپنی طرف سے تو بھول جاتا ہے جس کی

يَرْضَهُ لَكُمْ۔ بعضوں نے اس کو يَرْضَهُوْ پڑھا ہے کیونکہ ھاء سے پہلے حرف متحرک ہے جیسے ضَرَبَهٗ اور جو واؤ آخر میں نہیں لگاتے وہ کہتے ہیں کہ الف محذوف بمنزلہ مذکورہ کے ہے جس طرح يَرْضَاهُ۔ اور بعضوں نے يَرْضَهْ سکون سے بھی پڑھا ہے۔

شرک سے بچنے کی تنبیہ

ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ اس مقام پر خداوند کریم نے مشرکین کے طرز عمل اور ان کی بے شکری کو ذکر کیا ہے کہ جب ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو بڑے خشوع و خضوع سے اپنے پروردگار کو پکارتے ہیں لیکن جب خداوند کریم اپنے رحم و کرم سے ان کی دعاؤں کو مستجاب کرتے ہوئے ان کے مصائب و آلام کو دور کر کے ان پر اپنی نعمت و رحمت نازل فرماتا ہے تو وہ اس کو فراموش کر بیٹھتے ہیں بلکہ اپنی مشکل کشائی اور حاجت روائی کو بجائے اس کے کہ اللہ

کی طرف منسوب کرکے اس کا شکر ادا کرتے وہ اُن اپنے پیروں اور بتوں کی طرف منسوب کر دیتے ہیں جن کو انہوں نے دُعائیں سُننے اور مصیبتیں دفع کرنے میں اللہ کا شریک قرار دیا ہوا ہے اور لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے اپنی رفع حاجات اور دفع مصائب کو بھی اپنے خود ساختہ میرے شریکوں کا کارنامہ بیان کرتے ہیں جن کو انہوں نے اپنا پیر بنا رکھا ہے۔ مشرکین مکہ کے کرتوتوں سے نفرت کرنے والے مسلمانوں کو خدا سمجھنے کی توفیق دے جو اپنے تمام امور کو خدا کے بجائے اپنے پیروں کا کارنامہ قرار دیتے ہیں حالانکہ مصائب کے وقت طلب دعا اللہ سے کرتے ہیں اور شیعہ حضرات کو بھی اس سلسلہ میں غیر محتاط رویے سے گریز کرنا چاہیئے۔ اگر خدا کوئی مصیبت دُور کرے یا کوئی نعمت نازل فرمائے۔ تو یہ کہنا چاہیے کہ لطفیل محمدؐ و آلِ محمدؐ خدا نے میری مشکل آسان فرمائی اور میرے اوپر رحم و کرم فرمایا پس اللہ کا ہی شکر ادا کرنا انسان کا فریضہ ہے کیونکہ جو کام اللہ کے ہیں وہ اللہ ہی کرتا ہے اور اس میں اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد و آل محمد علیہم السلام اس کی بارگاہ میں بہترین وسیلہ ہیں نہ کہ اس کے شریک ہیں۔

يَدْعُوٓا اِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ
دعا کرتا تھا اس سے پہلے اور بنا لیتا ہے اللہ کے لئے شریک تاکہ گمراہ کرے اس کے راستے
سَبِيْلِهٖ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ
سے کہدو کہ فائدہ اٹھالے اپنے کفر سے تھوڑا سا کیونکہ تو دوزخ میں جانے والوں میں سے ہے (کیا یہ شخص
النَّارِ ٩ اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا
اچھا ہے) یا وہ جو قنوت کرے رات کے اوقات میں سجدہ کرتے ہوئے اور قیام میں بھی کہ آخرت
يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ قُلْ هَلْ يَسْتَوِى
سے ڈرتا ہو اور اپنے رب کی رحمت کی امید رکھتا ہو؟ کہدو کہ کیا برابر ہو سکتے ہیں وہ
الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ١٠
جو جانتے ہیں اور وہ جو نہیں جانتے سوائے اس کے نہیں کہ نصیحت قبول کر لیتے ہیں صاحبانِ عقل

اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ۔ یہ دراصل اَمْ مَنْ تھا۔ اور اَم کا قاعدہ ہے کہ اس سے پہلے ہمزہ استفہام ہو لہذا یہاں اس کی پہلی عبارت کو محذوف ماننا پڑے گا۔ یعنی جو دفع مصائب اور نزول نعمت کے بعد اللہ کے بجائے اپنے من گھڑت خداؤں کی طرف اپنے امور کو منسوب کرتے ہیں وہ بہتر ہیں یا ایسے لوگ بہتر ہیں جو رات کے اوقات میں قیام و سجود کرتے ہوئے اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور ان کے دلوں میں آخرت کا ڈر اور رحمتِ خدا کی اُمید دونوں حالتیں کارفرما ہیں؟

رکوع ع ۱۶ ۔ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ۔ اس مقام پر ہجرت کی طرف ترغیب دے رہا ہے کہ اگر ایک جگہ تم

عبادتِ پروردگار کا فریضہ ادا نہیں کر سکتے تو اللہ کی زمین کی وسعتیں موجود ہیں وہاں چلے جاؤ جہاں اُمورِ خیر کی بجا آوری میں تمہیں کوئی رکاوٹ نہ ہو۔

اَلصّٰبِرُوْنَ ۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ بروز محشر جب دفترِ اعمال کھلے گا تو دنیا میں مصائب و آلام برداشت کرنے والوں کو بلاحساب داخلِ جنت کیا جائے گا۔ (مجمع البیان)

قُلْ یٰعِبَادِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّکُمْ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا

کہدو اے میرے وہ بندے جو ایمان لا چکے ہو اپنے رب سے ڈرو جن لوگوں نے اس دنیا میں نیکی کی

فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا حَسَنَةٌ وَّاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ اِنَّمَا

اُن کے لئے نیک جزا ہوگی اور اللہ کی زمین وسیع ہے سوائے اس کے نہیں

یُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ ⑪ قُلْ اِنِّیْۤ

کہ پورا دیا جائے گا صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بغیر حساب کے کہدو مجھے حکم ہوا

اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّیْنَ ⑫ وَ

ہے کہ عبادت کروں اللہ کی خالص کرتے ہوئے اس کے لئے دین (عبادت) کو اور

اُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِیْنَ ⑬ قُلْ اِنِّیْۤ اَخَافُ

مجھے حکم ملا ہے کہ ہو جاؤں پہلا جھکنے والا کہدو بے شک میں ڈرتا

اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ⑭ قُلِ اللّٰهَ

ہوں اگر نافرمانی کروں اپنے رب کی بڑے دن کے عذاب سے کہدو میں تو صرف

اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِیْنِیْ ⑮ فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ

اللہ کی عبادت کروں گا خالص کرتے ہوئے اسی کے لئے اپنی عبادت کو پس تم عبادت کرو جس کی چاہو اس کے سوا

اور تفسیر برہان میں آپ سے منقول ہے کہ کچھ لوگ جنت کے دروازہ پر پہنچیں گے اور ان سے پوچھا جائے گا کہ تم کون ہو؟ تو کہیں گے ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے دنیا میں اوامر و نواہی پر صبر کیا تھا یعنی عبادات بجا لائے تھے اور حرام چیزوں سے پرہیز کیا تھا پس ارشاد قدرت ہوگا کہ یہ سچے ہیں ان کو جنّت میں بھیج دو۔

مُخْلِصًا لَّهٗ ۔ تمام امّت کو عبادت میں اخلاص کی دعوت ہے اور اللہ کے آگے سرِ تسلیم خم کرنے کی تحریک ہے اور حضور کی طرف یہ نسبت کہ اگر میں نافرمانی کروں تو عذابِ خداوندی سے ڈرتا ہوں تمام اُمّتِ اسلامیہ کے لئے تازیانۂ عبرت ہے۔

اِنَّ الْخٰسِرِیْنَ ۔ تفسیر مجمع البیان میں ابن عباس سے مروی ہے کہ ہر شخص کے لئے جنّت میں منزل اور اہلِ منزل موجود

ہیں پس اگر نیکی کرے گا تو وہ جنت میں اس کو ملیں گے اور اگر نافرمانی کرے گا تو خود جہنم میں چلا جائے گا۔ اور جنت میں جو اس کے لئے منازل و اہل وغیرہ تیار کئے گئے تھے اس کے بجائے ان لوگوں کو ملیں گے جو اللہ کا اطاعت گذار ہو کر جنت میں جائے گا۔ پس جب اس شخص کو وہ منزل دکھائی جائے گی تو اس کی حسرت و ندامت میں اضافہ ہو گا اور یہ خسارہ بہت بڑا خسارہ ہے۔

قُلۡ اِنَّ الۡخٰسِرِيۡنَ الَّذِيۡنَ خَسِرُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ وَاَهۡلِيۡهِمۡ

کہہ دو بے شک خسارہ پانے والے وہ ہیں جو اپنے نفسوں کو اور اپنے خاندان کو خسارہ میں ڈالیں

يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ‌ ؕ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الۡخُسۡرَانُ الۡمُبِيۡنُ ﴿۱۶﴾

بروز محشر آگاہ ہو یہ واضح خسارہ ہے

لَهُمۡ مِّنۡ فَوۡقِهِمۡ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنۡ تَحۡتِهِمۡ ظُلَلٌ‌ ؕ

ان کے لئے اوپر آگ کی چھتریاں اور نیچے آگ کے فرش ہوں گے

ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ‌ ؕ يٰعِبَادِ فَاتَّقُوۡنِ ﴿۱۷﴾ وَالَّذِيۡنَ

ایسی باتوں سے اللہ ڈراتا ہے اپنے بندوں کو اے بندو! مجھ سے ڈرو اور جو لوگ

اجۡتَنَبُوا الطَّاغُوۡتَ اَنۡ يَّعۡبُدُوۡهَا وَاَنَابُوۡۤا اِلَى اللّٰهِ

طاغوت (شیطان) کی عبادت سے بچ گئے اور اللہ کی طرف جھک گئے

لَهُمُ الۡبُشۡرٰى‌ ۚ فَبَشِّرۡ عِبَادِ ﴿۱۸﴾ الَّذِيۡنَ يَسۡتَمِعُوۡنَ الۡقَوۡلَ

ان کے لئے خوشخبری ہے پس خوشخبری دو میرے بندوں کو جو بات سنتے ہیں پس اچھی (باتوں) کی

فَيَتَّبِعُوۡنَ اَحۡسَنَهٗ‌ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ هَدٰٮهُمُ اللّٰهُ‌ وَاُولٰٓئِكَ

پیروی کرتے ہیں ایسے لوگ وہ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت بخشی اور ایسے لوگ ہی

ظُلَلٌ۔ یہ ظُلَّۃٌ کی جمع ہے جس کا معنی چھتری کیا جاتا ہے اور سر کے اوپر سایہ کرنے والی اور چھا جانے والی ہر چیز کو اس لفظ سے مجازاً تعبیر کیا جاتا ہے چنانچہ بادل کے ٹکڑوں کو ظُلَلٌ کہا جاتا ہے کیونکہ وہ سر کے اوپر سایہ فگن ہوتے ہیں اسی مناسبت سے آگ کے اُن شعلوں کو ظُلَلٌ کہا گیا ہے جو دوزخیوں کے سروں کے اوپر ہوں گے اور قدموں کے نیچے والے شعلوں کو اس لئے ظلل کہا گیا ہے کہ وہ نچلے طبقے کے سروں پر ہوں گے اور ممکن ہے کہ ہر طرف سے احاطہ کرنے والی آگ کو مجازاً ظلل سے تعبیر کیا گیا ہو۔ مقصد یہ ہے کہ وہ آگ ہر طرف سے ان پر احاطہ کرنے والی ہو گی۔

اَلطَّاغُوۡت۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔ آپ نے ابوبصیر سے فرمایا کہ اس آیت کے مصداق تم لوگ ہو کیونکہ جس شخص نے سلطانِ جائر کی اطاعت کی گویا کہ اس نے اس کی عبادت کی۔

فبشر عبادی۔ آیت مجیدہ میں ان لوگوں کو جنت کی خوش خبری دی گئی ہے۔ جو تحقیق کرنے میں بخل نہیں کرتے پس ہر ایک کی دلیل کو سنتے ہیں اور جو حق ہو اس کو قبول کر لیتے ہیں۔ اور ضمنی طور پر ان کفار کی مذمت ہے جو حق بات کو ازراہِ حسد سننا ہی گوارا نہیں کرتے۔ اور حضرت ابوالدرداء سے منقول ہے کہ اگر تین چیزیں نہ ہوتیں تو میں دنیا میں ایک دن کی زندگی کو بھی پسند نہ کرتا (۱) موسم گرما کے روزے (۲) رات کی عبادت (۳) اور ایسے لوگوں کی صحبت جو اچھی باتوں کو اپنے لئے چُن لیتے ہیں۔ اور تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ آیت ۱۸ و ۱۹، ان تین آدمیوں کے حق میں اُتری ہیں جو زمانۂ جاہلیت میں بھی لا الٰہ الا اللہ پڑھتے تھے اور وہ یہ ہیں (۱) زید بن عمرو بن نفیل (۲) ابوذر غفاری (۳) سلمان فارسی۔ پس اللہ کو وہ آدمی پسند ہے جو دل میں سننے کا حوصلہ رکھتا ہو اور دماغ میں حق و باطل کے پرکھنے کا ملکہ رکھتا ہو۔ اور اس کے بعد حق پسندی کے تقاضوں کے ماتحت باطل سے سبکدوش ہو کر حق کے ہم آغوش ہو جائے اور اس کے سزاوار وہ افراد ہیں جو دیدہ حق بین کے ساتھ ساتھ گوش حق نیوش بھی رکھنے والے ہوں اور ایسے لوگوں کو ہی خدا نے اولوالالباب یعنی دانشمند طبقہ قرار دیا ہے۔

هُمْ أُولُو الْأَلْبَابِ ﴿١٩﴾ أَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ

عقلمند ہوتے ہیں کیا وہ جس پر عذاب کا فیصلہ ثابت ہو چکا

الْعَذَابِ أَفَأَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِي النَّارِ ﴿٢٠﴾ لَٰكِنِ الَّذِينَ

ہے کیا تو اُن کو آگ سے بچائے گا؟ لیکن وہ لوگ جو

اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَبْنِيَّةٌ

اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کے لئے بنگلوں کے اوپر بنگلے بنائے جائیں گے جن

تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ وَعْدَ اللَّهِ ۖ لَا يُخْلِفُ اللَّهُ الْمِيعَادَ ﴿٢١﴾

کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی یہ اللہ کا وعدہ ہے کہ اللہ اپنے وعدوں کے خلاف نہیں کرتا

غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ۔ تفسیر صافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے حضرت رسالت مآبؐ سے ان بنگلوں کے متعلق سوال کیا تو آپ نے یہ فرمایا اے علی اللہ نے اپنے دوستوں کے لئے جو عالی شان محلات و بنگلے تعمیر فرمائے ہیں وہ یاقوت و زبرجد اور موتیوں سے ہیں جن کی چھتوں پر سونے اور چاندی کی زیبائش ہے۔ ہر ہر محل کا ایک ایک ہزار دروازہ سنہری ہوگا جس پر ایک فرشتہ دربان ہوگا۔ اور ان کے فرش رنگ برنگے ریشمی اطلس و دیبا سے ہوں گے جن کے اندر مشک کافور اور کستوری پنہاں ہوگی۔

ینابیع۔ جس طرح زمین کے اوپر دریا اور چشمے موجود ہیں اسی طرح زیر زمین بھی دریا و چشمے جاری ہیں اور یہی وجہ ہے کہ بعض مقامات پر بہت گہرا گڑھا کھودنے کے باوجود بھی پانی نہیں نکلتا اور بعض مقامات پر بہت جلد نکل آتا ہے نیز بعض کنوؤں سے شیریں پانی اور بعض سے تلخ اور بعض سے خوش ذائقہ اور بعض سے بدذائقہ نکلتا ہے جس طرح کہ ظاہر زمین کے پانیوں میں اسی

قسم کا اختلاف ہے ہے۔ اور جس طرح آسمان و زمین گردش سے قائم ہیں اسی طرح ہوا اور پانی میں بھی گردش کا نظام قائم ہے چنانچہ ہوا ہر وقت متحرک رہتی ہے اور زمین و آسمان کے درمیان اس کی ہر طرف گردش جاری رہتی ہے۔ اور زمین پر بسنے والی مخلوق کی صحت و تندرستی کا راز اسی میں مضمر ہے نیز پانی کی گردش کا سلسلہ بھی متواتر قائم و دائم ہے۔ چنانچہ آسمان سے زمین پر برستا ہے کچھ زمین اپنے اندر جذب کرتی ہے جو دوسرے مقام پر چشمہ بن کر اُبلتا ہے اور جو زمین کے اُوپر رہتا ہے یا چشموں کے ذریعے نکلتا ہے وہ بخارات کے ذریعے سے بادلوں میں پہنچ کر پھر واپس بذریعہ بارش کے پلٹتا ہے اور یہ دَور ہمیشہ رہتا ہے۔ اور انسانی و حیوانی زندگی بلکہ پُوری زمینی آبادی کا دارومدار اسی گردش پر ہے اور زمین سے مختلف اقسام کی پیداوار اسی دَور گردش کے طریق پر ہے مثلاً گندم جو باجرہ جوار اور دیگر اجناس کو دیکھئے جو دانہ زمین میں پنہاں کیا جاتا ہے وہ انگوری بن کر نکلتا ہے پھر ترقی کرتے کرتے جب آخری منزل پر پہنچتا ہے تو خشک و زرد ہونا شروع ہوتا ہے۔ اور پک جانے کے بعد کاٹا جاتا ہے اور دانے اور بھوسہ الگ کر لئے جاتے ہیں۔ اس کے بعد پھر نئے سرے سے وہی دانے زمین سے مل کر زمینی زندگی کی بقا کے ضامن بنتے ہیں۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَكَهٗ يَنَابِيْعَ

کیا تم دیکھتے نہیں کہ اللہ نے اتارا آسمان سے پانی پس اس کو چشموں کی صورت میں زمین

فِى الْاَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ثُمَّ

میں جاری کیا پھر اس کے ذریعے سے مختلف اقسام کی زراعت پیدا کرتا ہے پھر

يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهٗ حُطَامًا اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ

خشک ہوتی ہے کہ تم اس کو زرد دیکھتے ہو پھر اس کو ریزہ ریزہ کرتا ہے تحقیق اس میں نصیحت

لَذِكْرٰى لِاُولِى الْاَلْبَابِ ﴿۲۱﴾ اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ

ہے ارباب دانش کے لئے کیا پس جس کا سینہ خدا اسلام کے لئے کھول دے پس

لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ

وہ اپنے رب کی طرف سے ایک روشنی پر ہو (اس کی طرح ہو سکتا ہے جو سخت دل ہو؟) ویل ہے ان کے لئے جن کے دل

وعلی ہذا القیاس۔ رکوع ع۱۷

اَفَمَنْ شَرَحَ ۔ تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ شرح صدر کے تین اسباب ہیں

(۱) دلائل و براہین کی مضبوطی اور یہ صرف علماء سے ہی مختص ہے

(۲) الطافِ خداوندی کا پے در پے نزول

(۳) دل سے ازالۂ شبہات اور اس میں نیک خیالات کا ورود۔

پس جس انسان پر لطفِ خداوندی کی بارش ہو اور ادلہ قاطعہ کے ساتھ اس کا دل بھی نیک خیالات کے لئے پاکیزہ ظرف کی حیثیت رکھتا ہو تو وہ شخص اللہ کی جانب سے اپنے اندر ایک روشنی محسوس کرتا ہے پس وہ اندھیرے میں ہاتھ پاؤں مارنے والا نہیں ہوتا۔ اور بروایت روضۃ الواعظین حضور نبی اکرمؐ نے فرمایا ایسے شخص کی تین نشانیاں ہیں (۱) دار دنیا سے نفرت (۲) دار آخرت سے محبت (۳) موت کے لئے تیاری۔ لہٰذا ایسے شخص کا قیاس ان لوگوں پر نہیں کیا جا سکتا جن کے دل اللہ کے ذکر کو قبول نہیں کرتے۔ پس جس طرح یہ اللہ کے عطا کردہ نورانی راستہ پر گامزن ہوتا ہے۔ اس کے برعکس تاریکی میں حیران و سرگردان رہتا ہے۔

مِّن ذِكْرِ اللَّهِ ۚ أُولَٰئِكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿٢٢﴾ اللَّهُ نَزَّلَ

ذکرِ خدا سے سخت ہیں ایسے لوگ کھلی گمراہی میں ہیں اللہ نے اتاری اچھی بات

أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ

یعنی ایسی کتاب (جس کے مضامین) ایک دوسرے کے مشابہ اور بار بار ہیں جن کو سن کر

مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ

اللہ سے ڈرنے والوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں پھر ان کے چمڑے اور

وَقُلُوبُهُمْ إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ هُدَى اللَّهِ يَهْدِي

دل نرم ہو جاتے ہیں اللہ کا ذکر سننے کے لئے یہ اللہ کی ہدایت ہے جسے چاہے

أَحْسَنَ الْحَدِيثِ حدیث کا معنی بات ہے یعنی ویسے تو تمام انبیاء پر نازل ہونے والی کتابیں حدیث کہنے کے قابل ہیں لیکن قرآن مجید ان میں احسن الحدیث کا درجہ رکھتا ہے۔ کیونکہ فصاحت و بلاغت اور اعجاز میں دوسری کوئی کتاب سماوی اس کے ہم پلہ نہیں ہے نیز اصول و عقائد اور اعمال و جملہ فروعات پر جس طرح قرآن مجید حاوی ہے یہ شرف کسی دوسری کتاب کو حاصل نہیں ہے۔

كِتَابًا مُّتَشَابِهًا ۔ یعنی قرآن کے مضمون مضبوطی و پختگی صداقت و متانت و فصاحت و بلاغت اور حقائق و دقائق کے اعتبار سے ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں۔ اس میں یہ فرق نہیں کہ اس کا کچھ حصہ فصیح اور دوسرا غیر فصیح ہو بلکہ سب کی سب ایک جیسی ہے۔

مَّثَانِيَ ۔ یعنی قرآن کے مضامین و قصص بار بار دہرائے گئے ہیں یا یہ کہ اس کی بار بار کی تلاوت ملول آور نہیں ہوتی۔

تَقْشَعِرُّ ۔ یعنی اس کے مواعظ اور قیامت کے واقعات و حقائق سن کر خدا کا خوف رکھنے والوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

ثُمَّ تَلِينُ ۔ یعنی دل میں خوفِ خدا رکھنے والوں کے سامنے جب قرآن مجید کی تلاوت کی جائے تو قیامت کا ذکر سن کر اُن کے دل لرز جاتے ہیں۔ اور اُن کے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں لیکن جب خوشخبری جنت اور وعدہ بخشش

کی آیات سنتے ہیں تو اُن کے دلوں میں اطمینان وسکون کی لہر دوڑ جاتی ہے چنانچہ حضور نبی اکرمؐ سے منقول ہے کہ جب خوف خدا سے کسی آدمی کے جسم کے بال کھڑے ہوجائیں تو اس کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح درخت کے خشک پتے ہوا سے گرتے ہیں۔ گویا یہ اللہ کے اولیا کی نشانی ہے کہ خوفِ خدا سے لرز جائیں۔ اور ذکرِ خداوندی کے ساتھ ان کے دل مطمئن ہوجائیں نہ کہ آیاتِ قرآنیہ کو سن کر بیہوشی کی سی حالت پیدا ہوجائے یا حال آجائے بلکہ یہ مکار و عیار لوگوں کا طریقہ ہے۔

بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۲۳﴾

توفیق ہدایت بخشے اور جس کو وہ گمراہی میں چھوڑ دے اس کا کوئی ہادی نہیں ہو سکتا

اَفَمَنْ يَّتَّقِيْ بِوَجْهِهٖ سُوْۗءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَقِيْلَ

کیا پس جو بچے اپنے منہ پر قیامت کا بدترین عذاب اور کہا جائے گا

لِلظّٰلِمِيْنَ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۲۴﴾ كَذَّبَ

ظالموں کو کہ چکھو جو تم کسب کرتے تھے اس سے پہلے لوگوں

الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا

نے بھی جھٹلایا تو آیا ان پر عذاب اس جگہ سے کہ اُن کو اس کا شعور

يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۵﴾ فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَ

نہ تھا پس چکھائی ان کو اللہ نے رسوائی دنیاوی زندگی میں اور

اَفَمَنْ يَّتَّقِيْ۔ اس کا جواب محذوف ہے۔ یعنی کیا وہ شخص جو اپنے چہرے کے ذریعے عذابِ خداوندی کو دھکیلے یعنی عذاب اس کے منہ پر پڑ رہا ہو وہ اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو بالکل عذاب سے محفوظ ہو؟ چہرہ چونکہ تمام اعضا سے اشرف ہے اس لئے اس کا ذکر فرمایا ورنہ عذابِ خداوندی تو اس کے تمام جسم کو احاطہ میں لینے والا ہوگا اور ممکن ہے کہ اس کو اوندھے منہ جہنم میں ڈالنے سے کنایہ ہو۔ یعنی جس کو الٹا کر کے دوزخ میں ڈالا جائے وہ اس کی طرح کیسے ہو سکتا ہے جو عذاب سے بالکل محفوظ ہو گا۔

قِيْلَ ۔ یعنی ملائکہ جہنم اُن کو خطاب کر کے کہیں گے کہ جو کچھ تم لوگ دنیا میں کرتے تھے اس کا مزہ چکھو۔

كَذَّبَ الَّذِيْنَ ۔ یہ حضورؐ کو تسلّی دی گئی ہے کہ قوم کی تکذیب صرف آپ سے مخصوص نہیں بلکہ آپ سے پہلے گذرنے والے انبیاء بھی اسی قسم کے واقعات سے دوچار رہے ہیں اور ان کو خیال تک نہ تھا کہ ہم عذاب کی گرفت میں آئیں گے۔ جس کا انجام یہ ہوا کہ اچانک اُن پر عذاب آگیا پس اسی طرح کفار مکہ بھی اچانک عذاب کی گرفت میں آجائیں گے۔

مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۔ یعنی لوگوں کو سمجھانے اور عبرت دلانے کے لئے قرآن مجید میں ہر طرح کی مثالیں پیش کی گئی ہیں چنانچہ

گزشتہ اُمتوں کے واقعات ان کی تکذیب اور پھر مبتلائے عذاب ہونا یہ بھی موجودہ لوگوں کے سمجھانے اور ان کو عبرت دلانے کے لئے ہیں تاکہ نصیحت حاصل کر کے اپنی عاقبت سنوار سکیں۔

لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَلَقَدْ

البتہ آخرت کا عذاب بہت بڑا ہے کاش! وہ جانتے ہوتے اور تحقیق ہم نے

ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ

بیان کی لوگوں کے لئے اس قرآن میں ہر قسم کی مثال تاکہ وہ نصیحت حاصل

يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۸﴾ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ

کریں قرآن عربی ہر کجی وعیب سے پاک تاکہ وہ

يَتَّقُوْنَ ﴿۲۹﴾ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَآءُ

ڈریں بیان کی اللہ نے مثال ایک (غلام) کی کہ اس میں کافی شریک ہیں

مُتَشٰكِسُوْنَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا

جو آپس میں مختلف ہیں اور ایک شخص (غلام) جو خالص صرف ایک کا ہے کیا یہ دونوں برابر ہیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۰﴾ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ

مثال میں الحمدللہ بلکہ اکثر لوگ نہیں جانتے بے شک تو مرنیوالا ہے اور

اِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ﴿۳۱﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ﴿۳۲﴾

بے شک وہ بھی مرنیوالے ہیں پھر بے شک تم بروز قیامت اپنے پروردگار کے سامنے جھگڑا کرو گے

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا۔ اس جگہ پھر دو غلاموں کی مثال پیش فرمائی ہے کہ ایک غلام وہ ہے جس کے مالک حصہ دار زیادہ ہیں۔ پس اس کو اطاعت و خوشامد سب کی کرنی پڑے گی اور سخت محنت و سختی میں اس کو رہنا پڑے گا لیکن جب اس کی مراعات کا وقت آئے گا تو ممکن ہے کہ اس کے سب آقا ایک دوسرے پر ٹال کر الگ ہو جائیں پس خدمت لینے کے لئے اور خدمت میں کوتاہی پر ناراض ہونے والے اور سزا دینے والے تو سب ہوں گے لیکن خدمت کا صلہ اور انعام دینے کے لئے ایک بھی آگے نہ بڑھے گا بلکہ ایک دوسرے پر ٹال دیں گے۔ اور اس کے مقابلہ میں ایک دوسرا غلام ہو جس کا صرف ایک مالک ہو پس اس کو صرف ایک سردار کی خدمت کرنی پڑے گی اور ایک ہی سے انعام و اکرام حاصل کرنا پڑے گا۔ پس کفار و مشرکین جو بہت سے بتوں کی پوجا کرتے ہیں ان کے مقابلہ میں مومن و موحد کی وہی مثال ہے کہ کفار دنیا میں بھی بہت سے بتوں کی پوجا کرنے کے جھنجھٹ میں پھنسے ہوئے ہیں اور آخرت میں بھی ان کو کچھ نہ ملے گا۔ اور مومن دنیا میں صرف ایک خدا کی عبادت کرتا ہے اور آخرت میں بھی اسی ایک

خدا کی طرف سے انعامات کا مستحق ہوگا۔

مُتَشٰکِسُوْنَ۔ تشاکس سے ہے جس کا معنی باہمی جھگڑا کرنا ہوتا ہے کیونکہ بہت سے مالکوں کی صورت میں جھگڑا کا ہونا ضروری ہے مثلاً ایک کی منشا کچھ ہوگی اور دوسرے کی کچھ اور ہوگی۔ پس ایک حکم دے گا تو دوسرا اس کی مخالفت کرے گا اور منع کرے گا اور ایسا غلام جو دو مالکوں کا ہو وہ سختی میں رہے گا۔

پارہ ۲۴

رکوع ۱

كَذَّبَ بِالصِّدْقِ - تفسیر برہان، حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا سچ کی تکذیب کرنے والے وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں جناب رسالت مآبؐ کے فرمان کو جھٹلایا۔

جَآءَ بِالصِّدْقِ - حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جَآءَ بِالصِّدْقِ سے مراد حضرت رسالتمآبؐ ہے۔ اور صَدَّقَ بِهٖ سے مراد حضرت امیر المومنین علیہ السلام ہے اور مجمع البیان میں حضرت ابن عباس سے بھی یہی قول مروی ہے اور حلیۃ الاولیاء سے بھی آیت مجیدہ کی یہی تفسیر منقول ہے اور علامہ حلی اعلی اللہ مقامہ نے اس آیت کو حضرت علی علیہ السلام کی خلافتِ بلافصل کی دلیل قرار دیا ہے۔

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ

پس کون زیادہ ظالم ہے اس سے جو اللہ پہ جھوٹ بولے اور سچ کو جھٹلائے جب کہ اس کے

اِذْ جَآءَهٗ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَالَّذِيْ

پاس پہنچ جائے؟ کیا جہنم میں نہیں ٹھکانا کافروں کا؟ اور جو آیا

جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۳۳﴾

سچ کو لے کر اور اس کی تصدیق کی ایسے لوگ ہی متقی ہیں

لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۴﴾

ان کے لئے ہے جو چاہیں اپنے رب کے پاس یہ احسان کرنے والوں کی جزا ہے

لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ عَمِلُوْا وَيَجْزِيَهُمْ

تاکہ دور کرے اللہ ان سے برائی اس کی جو کر چکے تھے اور ان کو نہایت

تنبیہ: تفسیر مقتنیات الدرر میں ہے کہ مرجی فرقہ کے بعض اکابر نے اس آیت کے عموم سے یہ ثابت کیا ہے کہ نجات کے لئے صرف عقائد کی درستی کافی ہے اور اعمالِ صالحہ کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ آیت میں سچ کہنے اور سچ کی تصدیق کرنے والوں کو ہی متقی کہا گیا ہے اور صدق سے کلمۂ توحید و عقائدِ حقہ مراد ہیں اور انہی لوگوں کو اگلی آیت میں محسنین کہا گیا ہے۔ اور انہی کے متعلق فرمایا کہ عقائد حقہ کی تصدیق کی بدولت ان کے سب بدترین گناہ معاف کر دئے جائیں گے اور نیک اعمال کی ان کو بہتر سے بہترین جزا دی جائے گی تو اس کا جواب یہ ہے کہ جَآءَ بِالصِّدْقِ سے مراد عقائد حقہ کو لانا اور پیش کرنا ہے لیکن تصدیق اُن کی جب ہی ہو سکتی ہے کہ ان کے مطابق اعمال و کردار کی اصلاح ہو۔ مثال کے طور پر اگر اعتقادی طور پر موحد ہو لیکن عملی طور پر اس کا رویہ مشرکانہ ہو یا اعتقادی طور پر رسول اللہ کی نبوت کا قائل ہو

لیکن مقام عمل میں اگر ان کے مشن کا مخالف ہو تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اس کی زبان حق کہتی ہے لیکن وہ خود اپنے اعمال سے حق کی تصدیق نہیں کرتا پس متقی و محسن وہ لوگ ہیں جن کا عمل ان کے قول کی تصدیق کرنے والا ہو۔

أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝۳۶ أَلَيْسَ اللَّهُ

اچھا بدلہ دے اس کا جو وہ کرتے ہیں کیا نہیں اللہ

بِكَافٍ عَبْدَهُ وَيُخَوِّفُونَكَ بِالَّذِينَ مِن دُونِهِ وَمَن

کافی اپنے بندے کو ؟ اور تجھے وہ ڈراتے ہیں ان سے جو اس سے کم ہیں اور جس کو

يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ۝۳۷ وَمَن يَهْدِ اللَّهُ فَمَا لَهُ

اللہ گمراہی میں ڈال دے تو اس کو کوئی ہدایت نہیں کر سکتا اور جس کو اللہ توفیق ہدایت دے تو اس کو

مِن مُّضِلٍّ أَلَيْسَ اللَّهُ بِعَزِيزٍ ذِي انتِقَامٍ ۝۳۸ وَلَئِن

کوئی گمراہ نہیں کر سکتا کیا نہیں اللہ غالب بدلہ لینے والا ؟ اور اگر ان سے

سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ

سوال کرو کہ کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ؟ تو کہیں گے کہ

اللَّهُ قُلْ أَفَرَأَيْتُم مَّا تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ إِنْ

اللہ نے کہدو کیا رائے ہے جس کو تم اللہ کے علاوہ پکارتے ہو

أَرَادَنِيَ اللَّهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كَاشِفَاتُ ضُرِّهِ أَوْ

اگر اللہ مجھے تکلیف دینا چاہے تو کیا وہ اس کی دی ہوئی تکلیف کو دور کر لینگے ؟ یا

ویخوفونک۔ کفار مکہ حضرت نبی اکرمؐ کو بتوں سے ڈراتے تھے کہ آپ چونکہ ان کی مخالفت کرتے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ آپ کو نقصان دے دیں اللہ ان کی تردید میں فرماتا ہے کہ میں خود اپنے بندے کو کافی ہوں اور جب اللہ کافی ہو تو کوئی شے ضرر پہنچا ہی نہیں سکتی۔

لئن سالتھم۔ یعنی اگر کفار مکہ سے پوچھا جائے کہ آسمان و زمین کا خالق کون ہے تو صاف کہتے ہیں کہ ان کا خالق اللہ ہے لیکن باوجود اس کے پھر سورنے پکارنے اور پوجا کرنے میں اللہ کو چھوڑ کر ان کی طرف رجوع کرتے تھے اور اگر خدا کوئی مصیبت دور کرتا یا نعمت نازل کرتا تو بجائے خدا کے اُن بتوں کا شکریہ ادا کرتے اور ان کی طرف اس کی نسبت دے دیتے تھے اور بایں ہمہ یہ بھی کہتے تھے کہ ان کو وسیلہ قرار دیتے ہوئے ہم ان کی پرستش کرتے ہیں۔

یقوم۔ یعنی ان کو چیلنج کرو کہ بے شک تم مجھے تکلیف دینے میں کوئی میری رعایت نہ کرو اور اپنے امکان کے مطابق میری مخالفت کرو۔ اور میں بھی اپنی امکانی کوششوں سے کلمہ حق کی تبلیغ کرتا رہوں گا۔ اور جو بھی نتیجہ ہوگا سامنے آ

جائے گا کہ ناجی کون ہے اور گرفتارِ عذاب کون ہے؟

روح اور نفس

رکوع نمبر ۲ ۔ اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ[۱۲۶] ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ بنی آدم میں ایک نفس اور ایک رُوح ہوتا ہے اور ان دونوں کے درمیان سورج کی شعاع کی طرح رابطہ قائم ہوتا ہے عقل اور تمیز کا تعلق نفس سے ہے اور سانس و حرکت کا تعلق رُوح سے ہے جب انسان سو جاتا ہے تو انسان کے نفس کو قبض کر لیا جاتا ہے اور روح کو قبض نہیں کیا جاتا لیکن جب مرتا ہے تو نفس اور روح دونوں کو قبض کر لیا جاتا ہے ۔ اور بروایت عیاشی حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ ہر سونے والے کا نفس آسمان کی طرف پرواز کر جاتا ہے ۔ اور اس کی روح اس کے بدن میں موجود رہتی ہے ۔ اور نفس اور روح کے درمیان اس طرح رابطہ قائم رہتا ہے جس طرح سورج کو اپنی شعاع سے ۔ پس اگر اس کے متعلق موت کا فیصلہ ہو جائے اور خداوند کریم روح کے قبض کی اجازت دے دے

اَرَادَنِیْ بِرَحْمَۃٍ ھَلْ ھُنَّ مُمْسِکٰتُ رَحْمَتِہٖ قُلْ حَسْبِیَ

اگر وہ رحم کرنا چاہے تو کیا وہ اس کی رحمت کو روک لیں گے؟ کہہ دو مجھے اللہ کافی

اللّٰہُ عَلَیْہِ یَتَوَکَّلُ الْمُتَوَکِّلُوْنَ ﴿۳۹﴾ قُلْ یٰقَوْمِ اعْمَلُوْا

ہے بھروسہ کرنے والے اس پر ہی بھروسہ کرتے ہیں کہہ دو اے قوم عمل کرو اپنے

عَلٰی مَکَانَتِکُمْ اِنِّیْ عَامِلٌ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۰﴾ مَنْ

امکان کے مطابق میں بھی عمل کرتا ہوں پس عنقریب جان لو گے کہ کس

یَّاْتِیْہِ عَذَابٌ یُّخْزِیْہِ وَیَحِلُّ عَلَیْہِ عَذَابٌ مُّقِیْمٌ ﴿۴۱﴾

پر رسوا کن عذاب آتا ہے اور کس پر دائمی عذاب اترتا ہے

اِنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ فَمَنِ

ہم نے تجھ پر اتاری کتاب لوگوں کے لئے حق کے ساتھ پس جو ہدایت

اھْتَدٰی فَلِنَفْسِہٖ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیْھَا ج

پا جائے تو وہ اپنے لئے ہے اور جو گمراہ ہو تو اپنے لئے ہوگا

تو روح نفس کی طرف چلی جاتی ہے ۔ اور اگر اس کی موت نہ ہو تو نفس روح کی طرف پلٹ کر واپس آجاتا ہے چنانچہ آپ نے بھی آیت مجیدہ پڑھی ۔ پس نفس جو کچھ ملکوت سماوات میں دیکھے تو اس کی تاویل ہوا کرتی ہے ۔ اور جو کچھ آسمان و زمین کے درمیان دیکھے وہ شیطانی وسوسے ہوا کرتے ہیں اور ان کی تاویل نہیں ہوتی ۔ یعنی بعض خیالاتِ فاسدہ کی بدولت یا پیٹ بھر کر سونے کی وجہ سے جو خواب آیا کرتے ہیں ان کا تعلق بدن سے ہوا کرتا ہے جو سفلی مخلوق ہے لہذا اس کی تعبیر اور تاویل تلاش کرنے کی ضرورت

نہیں ہوتی بلکہ وہ محض وساوس شیطانی کی بنا پر ہوتے ہیں۔ اور باطہارت سونے والے انسان کو کھانا ہضم ہو جانے کے بعد جو خواب آتے ہیں اُن کا تعلّق روحانیات سے ہوتا ہے لہذا اُن کی تعبیر و تاویل ہوا کرتی ہے۔ چنانچہ تفسیر کی جلد اول میں یا علی مدد کے عنوان کے ماتحت حضرت پیغمبر کی احادیث نقل کی جا چکی ہیں کہ مومن کا خواب نبوت کا ۷۰ حصہ ہوا کرتا ہے۔ پس آیت مجیدہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ موت کے وقت بھی نفسوں کو لے لیتا ہے اور نیند کے وقت بھی لے لیتا ہے لیکن جن کو موت کے وقت لیتا ہے اُن کو واپس پلٹنے کی اجازت نہیں دیتا اور جن کو نیند کے وقت لیتا ہے اُن کو ایک مدت مقررہ تک کے لئے واپس جسم کی طرف بھیج دیتا ہے اور نفس انسانی ایک تاباں و درخشاں جوہر ہے جو روحانیت کی قسم سے ہے اور عناصر کی سنخ سے نہیں ہے جب اس کا تعلق جسم کے ساتھ ہوتا ہے تو تمام اعضا میں اس کی روشنی پھیل جاتی ہے اور اس کا نام زندگی ہے پس موت کے ذریعے جب اسکا کنکشن بدن سے توڑ دیا جاتا ہے تو اس کی روشنی بدن کے ظاہر و باطن سے بالکل ختم ہو جاتی ہے لیکن جب اس پر نیند طاری ہو جائے تو حواس خمسہ سے اس کی روشنی چلی جاتی ہے۔

وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۴۲﴾ اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ

اور تو ان پر وکیل نہیں ہے — اللہ پورا لے لیتا ہے نفسوں کو

حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ

بوقتِ موت اور جو نہیں مرا (اُسے لے لیتا ہے) نیند میں پس روک لیتا ہے

الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰۤى اِلٰۤى اَجَلٍ

اس کو جس پر موت کا فیصلہ ہو چکا ہے اور بھیج دیتا ہے دوسرے کو ایک مقررہ وقت تک

مُّسَمًّى ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۴۳﴾

کے لئے تحقیق اس میں ہیں نشانیاں اس قوم کے لئے جو سوچیں

البتہ بدن کے باطن حصہ میں اس کی روشنی بحال رہتی ہے پس موت اور نیند میں قدرے مشابہت ہے۔ نیز روح اور نفس دونو کا ایک دوسرے پر بھی اطلاق ہوا کرتا ہے۔ گویا انسان میں ایک روح حیات ہے جس کا تعلق صرف بدن سے ہے۔ اور ایک رُوح علم ہے جس کا تعلق بدن میں صرف حواس ظاہرہ اور قوائے عاقلہ سے ہے پس خواب کی حالت میں روح علم بدن سے الگ ہو جاتی ہے۔ اور رُوح حیات باقی رہتی ہے اور ان دونو کے درمیان ایک لطیف سا ربط باقی رہتا ہے چنانچہ روح علم کی اطراف عالم میں سیر رُوح حیات سے بھی کسی حد تک منسلک رہتی ہے جس کی بدولت اُن واقعات و حقائق کو جو خواب میں نظر آتے ہیں اگرچہ وہ ایک جسم مثالی کے پنجرے سے تعلق رکھتے ہیں لیکن اس حقیقی جسم کی طرف بھی ان کو منسوب کرنا غلط نہیں کہا جا سکتا پس موت دنیاوی تعلقات سے انسان کو مکمل طور پر منقطع اور الگ کر دیتی ہے۔ اور نیند میں یہ انقطاع ناقص اور ادھورا ہوتا ہے اسی بنا پر کہا جاتا

ہے کہ نیند موت کی بہن ہے اس کے بعد ارشادِ قدرت ہے کہ نیند اور موت کے درمیان کا فرق اور رُوحِ علم اور رُوحِ حیات کا باہمی ربط اربابِ فکر اور صاحبانِ عقل و دانش کے لئے توحیدِ پروردگار اور اس کی قدرت و حکمت کی بہترین دلیل ہے۔

اَمِ اتَّخَذُوْا۔ جب کفار نے اپنی بُت پرستی کے جواز کا یہ عذر بار و پیش کیا کہ ہم ان بتوں کو مستقل الٰہ سمجھ کر ان کی عبادت نہیں کرتے بلکہ یہ چونکہ برگزیدگانِ خدا کی تصویریں اور مورتیں ہیں پس ان کی پوجا صرف اس بنا پر کرتے ہیں کہ یہ اللہ کے سامنے ہمارے شفیع ہوں گے تو ان کی تردید میں یہ آیت اُتری ہے کہ ان لوگوں نے اللہ کے اذن کے بغیر ان بتوں کو شفیع بنا رکھا ہے مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ سے مراد مِنْ دُوْنِ اِذْنِ اللّٰہِ ہے اور اَمْ بَلْ کے معنی میں ہے۔

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ ؕ قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا

کیا انہوں نے بنا لئے اللہ کے علاوہ (معبود) شفاعت کرنیوالے کہدو اگر وہ نہ مالک ہوں (شفاعت

يَمْلِكُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۴۳﴾ قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ؕ

میں سے) کچھ بھی اور نہ وہ عقل رکھتے ہوں ؟ کہ دو اللہ کے لئے اذنِ شفاعت ہے مکمل طور پر

لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۴۴﴾

آسمانوں اور زمین کا ملک اسی کا ہی ہے پھر اُسی کی طرف تم پلٹائے جاؤ گے

وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا

اور جب نام لیا جائے اللہ اکیلے کا تو گھٹتے ہیں دل ان لوگوں کے جو

قُلْ اَوَلَوْ۔ یعنی ان مشرکوں سے کہو کہ جب وہ کسی شے کے مالک نہ ہوں گے اور نہ اُن میں کچھ سمجھ بوجھ ہے تو ایسی حالت میں وہ تمہاری شفاعت کیونکر کر سکیں گے؟ مقصد یہ ہے کہ ایک تو وہ بے جان پتھر ہیں جو ادراک و شعور سے خالی ہیں اور دوسرے [illegible]عت کا حق نہیں رکھتے پھر یہ لوگ سے شفاعت کی اُمید کس بنا پر کرتے ہیں۔ یہ استفہامِ انکاری کے رنگ میں مشرکین کے لئے دعوتِ فکر ہے۔

قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ۔ یعنی شفاعت کی اجازت دینے کا حق صرف اللہ کو ہی حاصل ہے کیونکہ وہ تمام کائنات میں تصرف کرنے کا واحد مالک ہے پس شفیع ہر وہ نہیں ہو سکتا جس کو لوگ شفیع سمجھ بیٹھیں بلکہ شفاعت کا حق وہی رکھے گا جس کو اللہ کی جانب سے شفاعت کی اجازت مل جائے اور چونکہ اللہ نے ان بُتوں کو اذنِ شفاعت نہیں دیا لہٰذا ان کو شفیع قرار دے کر ان کی عبادت کرنا بھی بالکل لغو اور باطل ہے۔

مشرکین کے رویے کی مذمت

وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ۔ اگرچہ مشرکین ظاہر یہ کرتے تھے کہ ہم اللہ کو مانتے ہیں اور بتوں کی پرستش صرف ان کو وسیلہ قرار دے کر کرتے ہیں تاکہ ان کی وجہ سے ہمیں اللہ کا قرب نصیب ہو لیکن مقامِ عمل میں ان کے جھوٹ کی قلعی کھل جاتی ہے چنانچہ جب بھی ان کے سامنے اللہ کا نام لیا جائے یا

کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ پڑھا جائے تو ان کے تیور بدل جاتے ہیں۔ اور غصے سے لال پیلے ہونے لگتے ہیں حالانکہ اگر واقعی طور پر وہ اللہ کو الٰہ حقیقی مانتے ہوتے اور بتوں کو وسیلہ قرار دیتے ہوتے تو کلمہ توحید سن کر گھٹن محسوس نہ کرتے بلکہ خوش ہوتے اور پھر ان کے سامنے جب بتوں کا تذکرہ ہو تو خوشی سے پھولے نہیں سماتے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے بتوں کو خدا کے ساتھ برابر کا شریک مانتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ دفع مصیبت یا طلب حاجت کے لئے خدا کو پکارتے ہیں لیکن جب خدا ان کی مصیبت کو دفع کرتا ہے یا ان کی حاجت کو پورا کرتا ہے تو بجائے اس کے کہ اللہ کا شکر کرتے وہ بتوں کے سامنے نذرانۂ عقیدت پیش کرتے ہیں اور مشکل کشائی وحاجت روائی کو بھی انہی کی طرف منسوب کرتے ہیں اور بلا مبالغہ آج کل کی پیر پرستی سابق مشرکین کی بت پرستی سے کم نہیں ہے اور یہ وبا مسلمانوں کے ہر فرقے میں موجود ہے ———

يُؤْمِنُونَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِذَا هُمْ

ایمان نہیں رکھتے قیامت پر اور جب نام لیا جائے ان کا جو اس کے علاوہ ہیں تو وہی لوگ خوش ہوتے

يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۴۶﴾ قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

ہیں کہہ دے کہ اے اللہ پیدا کرنے والا آسمانوں اور زمین کا جاننے

عٰلِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ

والا غیب اور شہادت کا تو فیصلہ کرے گا اپنے بندوں کے درمیان

فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا

جس چیز میں وہ اختلاف رکھتے ہیں اور اگر تحقیق ظلم کرنے والوں کے لئے

مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ

ہو جاتا جو کچھ زمین میں ہے سب اور اس جتنا اس کے ساتھ اور بھی مل جائے تو سب کچھ قیامت کے

سُوْٓءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ

دن کے سخت عذاب سے بچنے کے لئے بطور فدیہ پیش کرتے اور ظاہر ہو گا ان کے لئے اللہ کی

———

کہ ظاہراً اگرچہ اپنے پیروں اور بزرگوں کو اولیاء اللہ کا لقب دے کر بارگاہِ خداوندی میں اُن کو وسیلہ قرار دیتے ہیں لیکن مقام عمل میں اللہ کو یکسر بھول جاتے ہیں۔ چنانچہ اللہ کا نام سُن کر اُن کو اس قدر خوشی محسوس نہیں ہوتی جس قدر اپنے پیرو مرشد کے نام سے ان کو سرور محسوس ہوتا ہے حتیٰ کہ بچوں کے نام رکھنے میں بھی اللہ کی عبدیت کے بجائے ایسا نام تجویز کرتے ہیں جس میں اپنے پیر کی عبدیت[1] ظاہر ہو۔ اور دعا مانگنے میں اگرچہ اللہ کو خطاب کرتے ہیں لیکن جب مشکل کشائی ہو جائے تو اس کی نسبت اللہ کی طرف دینے کی بجائے اپنے پیر کی طرف دیتے ہیں اور اللہ کا شکر کرنے کی بجائے اپنے پیر کو نذرانوں سے نوازتے ہیں حالانکہ مشرکینِ مکہ کے سابق مذموم رویے اور موجودہ نام نہاد مسلمانوں کے رویے میں ذرہ بھر فرق نہیں

[1] بہتر نام وہ ہے جس میں اللہ کی عبدیت کا اظہار ہو جس طرح عبداللہ وغیرہ اور اس کے بعد انبیاء یا آئمہ طاہرین کے ناموں میں سے کوئی نام تجویز کرنا مستحب ہے (منہ)

ہے اور جو بھی ان کو اس غلط رویے سے روکنے یا غلطی پر متوجہ کرنے کی جرأت کرے تو فوراً اُسے وہابی اور دشمن اسلام کہہ کر اپنا دل بہلا لیتے ہیں۔ خدا اُن کو سمجھنے کی توفیق دے۔ اور محمد و آلِ محمد علیہم السّلام کی صحیح تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی ہدایت فرمائے۔

يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ ﴿٤٨﴾ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا كَسَبُوا

طرف سے جس کا وہ گمان بھی نہ کرتے ہونگے اور ظاہر ہوگی ان کے سامنے برائی اس کی جو انہوں نے کمایا

وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿٤٩﴾ فَإِذَا مَسَّ

اور آ گھیرا ان پر (وبال اس کا) جو وہ مسخری کرتے تھے پس جب چھو جائے

الْإِنسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ثُمَّ إِذَا خَوَّلْنَاهُ نِعْمَةً مِّنَّا قَالَ

انسان کو تکلیف تو ہمیں پکارتا ہے پھر جب اس کو عطا کریں نعمت اپنی طرف سے تو کہتا ہے

إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ ۚ بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ

یہ تو مجھے اپنے علم کی بدولت ملی ہے بلکہ یہ آزمائش ہے لیکن اکثر نہیں

لَا يَعْلَمُونَ ﴿٥٠﴾ قَدْ قَالَهَا الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ فَمَا

جانتے تحقیق ایسا ہی کہا ان لوگوں نے جو پہلے تھے پس نہ

أَغْنَىٰ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿٥١﴾ فَأَصَابَهُمْ

بچایا ان کو اس نے جو کماتے تھے پس پہنچی ان کو برائی

سَيِّئَاتُ مَا كَسَبُوا ۚ وَالَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْ هَٰؤُلَاءِ

اپنی کمائی کی اور ان لوگوں میں سے بھی جو ظلم کرتے ہیں ان کو بھی

فَإِذَا مَسَّ الْإِنسَانَ۔ خداوند کریم نے کفرانِ نعمت میں افراط و تفریط کے دونو طریقوں کی مذمت فرمائی ہے پہلے افراط والوں کی مذمت تھی کہ اللہ ان کو نعمت دے تو اللہ کا شکر ادا کرنے اور اس کا ذکر کرنے کے بجائے اس کو غیر اللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں اس آیت میں تفریط والوں کی مذمت ہے کہ مشکل و مصیبت کے وقت اللہ کو پکارتے ہیں لیکن جب اللہ اُن کی سن لے اور ان پر احسان فرمائے تو اُن کا ردِ عمل یہ ہوتا ہے کہ یہ نعمت ہمارے اپنے علم و فن اور جد و جہد کی بدولت ہمیں نصیب ہوئی ہے یعنی اس کو اپنی کمائی اور محنت کا نتیجہ قرار دیتے ہیں اور اللہ کا شکر کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ اللہ فرماتا ہے یہ آزمائش ہے اور اس قسم کے کلمات ان سے پہلے قارون اور اس جیسے دوسرے ناشکر گذار لوگوں نے کہے تھے جن کو اپنے ظلم کی سزا بھگتنی پڑی اور ان لوگوں کو بھی ضرور اس کی سزا ملے گی اور یہ لوگ نہ خدا سے بھاگ سکتے ہیں اور نہ اس کو عاجز کر سکتے ہیں۔

اَللّٰہُ یَبْسُطُ الرِّزْقَ - جو لوگ رزق کی فراوانی کو اپنے اولیاء اور پیروں کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اُن کی تردید ہے کہ رزق کو وسیع کرنا یا تنگ کرنا اللہ کے اپنے قبضہ قدرت میں ہے۔ اور جو لوگ محمد و آل محمد علیہم السلام کو قسیم الرزق کا درجہ دیتے ہیں آیت مجیدہ میں اس عقیدہ کو بھی باطل قرار دیا گیا ہے اور ہم نے اس موضوع کو اس سے پہلے کئی مقامات پر واضح کیا ہے اور کتاب لمعۃ الانوار میں بھی اس پر روشنی ڈالی جا چکی ہے۔

سَیُصِیْبُهُمْ سَیِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ۭ وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِیْنَ ﴿۵۲﴾

اپنی کمائی کی برائی پہنچے گی اور یہ عاجز کرنے والے نہیں (خدا کو)

اَوَلَمْ یَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ ۭ

کیا یہ نہیں جانتے کہ بے شک اللہ پھیلاتا ہے رزق کو جس کے لئے چاہے اور تنگی بھی دیتا ہے

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۳﴾ قُلْ یٰعِبَادِیَ

تحقیق اس میں نشانیاں ہیں اس قوم کے لئے جو ایمان لائیں کہدو اے میرے وہ

الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ

بندے جو اپنے نفسوں پر زیادتی کر چکے ہیں نہ مایوس ہو اللہ کی رحمت سے

اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴿۵۴﴾

تحقیق اللہ سب گناہ بخشتا ہے بے شک وہ بہت بخشنے والا مہربان ہے

وَاَنِیْبُوْٓا اِلٰی رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَكُمُ

اور رجوع کرو اپنے رب کی طرف اور جھک جاؤ اس کے لئے اس سے پہلے کہ تم پر عذاب

بخشش کی اُمید

رکوع ۳

قُلْ یٰعِبَادِیَ - حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ قرآن مجید میں اس سے زیادہ اُمید افزا بخشش کے لئے اور کوئی دوسری آیت نہیں ہے بعض کہتے ہیں کہ یہ آیت حمزہ کے قاتل وحشی کے لئے اُتری کہ وہ اسلام کو قبول کرنے کا ارادہ کرتا تھا لیکن توبہ کے قبول ہونے سے ڈرتا تھا پس جب یہ آیت اُتری تو اس کو تسلی ہوئی اور مسلمان ہو گیا لیکن اس پر اعتراض کیا جا سکتا ہے کہ یہ آیت مکیہ ہے۔ اور حضرت حمزہ کے قاتل کے اسلام کا واقعہ ہجرت کے بہت بعد کا ہے لیکن اس کا حل یہ ہو سکتا ہے کہ آیت اگرچہ پہلے اتری تھی لیکن حمزہ کے قاتل کے کانوں تک نہ پہنچ سکی پس جب اس نے یہ آیت سنی تو بلا تاخیر کلمہ اسلام زبان پر جاری کر کے مسلمان ہو گیا۔ اور آیت مجیدہ کے مضمون سے صاف ظاہر ہے کہ ہر قسم کا گناہ قابلِ بخشش ہے پس جو توبہ کر کے مرے اس کے گناہ تو یقیناً بخشے جاتے ہیں لیکن اگر کوئی توبہ کے بغیر مر جائے تو اللہ کی

مشیت جو ہو گی اسی پر فیصلہ ہو گا اگر چاہے تو اس کو سزا دے اور یہ اس کا عدل ہے اور اگر چاہے تو معاف کر دے اور یہ اس کا فضل ہے۔ اور تفسیر قمی سے منقول ہے کہ یہ آیت شیعانِ علی کے حق میں اُتری ہے (تفسیر صافی)

جَنْبِ اللّٰہِ۔ تفسیر صافی میں امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام سے مروی ہے کہ جنب اللہ سے مراد حضرت علی علیہ السّلام اور یکے بعد دیگرے ان کی اولاد طاہرین ہے۔ اور اسی مضمون کی روایات معصومین علیہم السّلام سے بکثرت وارد ہیں چنانچہ بروایت کافی

الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُونَ ﴿٥٥﴾ وَاتَّبِعُوا أَحْسَنَ مَا أُنْزِلَ

آجائے پھر نہ مدد کئے جاؤ گے اور اتباع کرو اُن اچھے احکام کی جو تم پر تمہارے

إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ

رب کی طرف سے اُتارے گئے پہلے اس سے کہ تم پر عذاب آجائے

بَغْتَةً وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ﴿٥٦﴾ أَنْ تَقُولَ نَفْسٌ

اچانک اور تم کو پتہ بھی نہ ہو (ایسا نہ ہو کہ پھر) کہتا رہے نفس ہائے ارمان

يَا حَسْرَتَىٰ عَلَىٰ مَا فَرَّطْتُ فِي جَنْبِ اللَّهِ وَإِنْ كُنْتُ

اُس پر جو میں نے اللہ کے حکم میں کوتاہی کی اور میں مسخری کرنیوالوں

لَمِنَ السَّاخِرِينَ ﴿٥٧﴾ أَوْ تَقُولَ لَوْ أَنَّ اللَّهَ هَدَانِي لَكُنْتُ

میں سے تھا یا یہ کہتا رہے اگر اللہ نے مجھے ہدایت کی تو میں متقی

مِنَ الْمُتَّقِينَ ﴿٥٨﴾ أَوْ تَقُولَ حِينَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ أَنَّ

ہو جاتا یا یہ کہے جب دیکھے عذاب کو کہ کاش میرے لئے

لِي كَرَّةً فَأَكُونَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ ﴿٥٩﴾ بَلَىٰ قَدْ جَاءَتْكَ

ایک بار پلٹنا ہوتا تو میں نیکوں میں سے ہو جاتا ہاں بے شک تجھ تک

حضرت امیر المومنین علیہ السّلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا میں عین اللہ ہوں میں جنب اللہ ہوں اور میں باب اللہ ہوں۔ پس آیت کی ظاہری تفسیر وہ ہے جو تحت اللفظ ترجمہ سے ظاہر ہے اور یہ باطنی تفسیر ہے جو قیامت تک جاری و ساری ہے۔

اللہ پر جھوٹ بولنے کی سزا

كَذَبُوا عَلَى اللَّهِ ١٣٢

تفسیر مجمع البیان میں بروایت خثیمہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔ آپ نے فرمایا جو شخص ہماری طرف نسبت دے کر جو بات کرے گا ہم اس سے اس کی جواب طلبی کریں گے جس نے سچی نسبت دی گویا کہ اُس نے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سچی نسبت دی اور جس نے جھوٹ کہا گویا کہ اُس نے اللہ اور اس کے رسول پر جھوٹ باندھا کیونکہ ہم کسی اور کی طرف

بات کو منسوب نہیں کرتے بلکہ ہم تو کہتے ہیں کہ اللہ نے فرمایا اور اللہ کے رسول نے فرمایا اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ اور خیثمہ نے اپنے کانوں کو پکڑ کر کہا یہ بہرے ہو جائیں اگر میں نے ایسا نہ سنا ہو۔ اور دوسری روایت میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ یہ آیت مجیدہ ہر اس شخص کے متعلق وارد ہوئی ہے جو ناحق طور پر امامت کا دعوے کرے۔ انتہی

اٰیٰتِیْ فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۶۰﴾
میری نشانیاں پہنچیں تو تو نے جھٹلایا ان کو اور تو نے تکبر کیا اور تو انکار کرنے والوں میں سے تھا
وَیَوْمَ الْقِیٰمَةِ تَرَى الَّذِیْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ
اور تو بروز قیامت دیکھے گا جن لوگوں نے اللہ پر جھوٹ باندھا تھا ان کے چہرے سیاہ
مُّسْوَدَّةٌ اَلَیْسَ فِیْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِیْنَ ﴿۶۱﴾ وَ
ہوں گے کیا نہیں ہے دوزخ میں ٹھکانا تکبر کرنے والوں کا ؟ اور
یُنَجِّی اللّٰهُ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ لَا یَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ وَلَا
نجات دے گا اللہ ان کو جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا ساتھ ان کی کامیابی کے کہ نہ چھوئے گی ان کو برائی اور نہ
هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۶۲﴾ اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ
وہ غمناک ہوں گے اللہ پیدا کرنے والا ہے ہر چیز کا اور وہ ہر شئے پر
وَّكِیْلٌ ﴿۶۳﴾ لَهٗ مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا
نگران ہے اسی کے لئے ہیں چابیاں آسمانوں اور زمین کی اور جن لوگوں نے کفر
بِاٰیٰتِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۶۴﴾
کیا اللہ کی نشانیوں کا وہ خسارہ پانے والے ہوں گے

پس بروز قیامت وہ روسیاہ ہو کر اٹھے گا اور سابقہ آیات میں بھی ان ہی کے متعلق ہے کہ بروز محشر حسرت و ارمان سے کہیں گے ہائے ہم نے جنب اللہ کے متعلق کوتاہی نہ کی ہوتی۔

اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ تفسیر برہان میں بروایت ابن بابویہ حضرت امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے جب کہ آپ کے پاس غلام نے آپ سے تفویض کا معنی پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ خدا نے اپنے رسول کو دین کا معاملہ سپرد فرمایا اور لوگوں کو خطاب فرمایا کہ مَا اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ۔ الخ۔ لیکن خلق و رزق کا معاملہ تو اس نے رسول کو تفویض نہیں فرمایا بلکہ خدا خود فرماتا ہے اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ۔ یعنی اللہ خود ہی ہر شے کے پیدا کرنے والا ہے۔ الخ۔

رکوع ۴

اَفَغَیْرَ اللّٰہِ ۔ غیر منصوب ہے۔ اَعْبُدُ کا مفعول ہے اور تَاْمُرُوْنِّیْ درمیان میں جملہ معترضہ ہے۔ کفار مکہ نے حضرت ابوطالب سے یہ خواہش ظاہر کی تھی کہ اپنے بھتیجے سے کہو وہ ہمارے خداؤں کو برا نہ کہے۔ یعنی ان کو ہمارے احترام کی وجہ سے محترم سمجھے تو یہ آیت ان کے مقولہ کی تردید ہے۔

لَئِنْ اَشْرَکْتَ ۔ خطاب حضور سے ہے اور مراد امت ہے۔ یعنی جو بھی شرک کرے اُس کے اعمال برباد اور بیکار ہوجاتے ہیں۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ انبیا علیہم السّلام جب معصوم ہوتے ہیں اور ان سے شرک سرزد ہو ہی نہیں سکتا تو ان کی طرف شرک کی نسبت کیوں دی گئی ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جزا کو حتمی اور اہم ثابت کرنے کے لئے غیر ممکن شرط پر اُسے مترتب کیا جاتا ہے۔ مثلاً اگر آسمانوں اور زمین میں اللہ کے علاوہ اور خدا بھی ہوتے تو نظام فاسد ہوجاتا لَوْ کَانَ فِیْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا یا جس طرح کہا جائے اگر گھوڑے کو پر لگ جائیں تو وہ اُڑنے لگ جائیگا۔ پس یہاں بھی اسی طرح مطلب کو واضح کیا گیا ہے کہ شرک اعمال کی صحت کے منافی ہے حتیٰ کہ اگر آپ بھی شرک کریں تو آپ کے اعمال بھی ضائع ہوجائیں گے۔

قُلْ اَفَغَیْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّیْٓ اَعْبُدُ اَیُّهَا الْجٰهِلُوْنَ ﴿۶۵﴾ وَلَقَدْ

کیا پس غیر اللہ کی کہتے ہو کہ میں عبادت کروں اے جاہلو! اور تحقیق

اُوْحِیَ اِلَیْكَ وَاِلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ اَشْرَكْتَ

وحی کی گئی تجھ پر اور ان پر جو تجھ سے پہلے تھے اگر تو نے شرک کیا

لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۶۶﴾ بَلِ

تو تیرے عمل برباد ہو جائیں گے اور ضرور خسارہ پانیوالوں میں سے ہوجائیگا بلکہ صرف

اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِیْنَ ﴿۶۷﴾ وَمَا

اللہ کی عبادت کر اور شکر گذاروں میں سے ہو جا اور نہیں

حبط اور ضبط میں فرق

مذہب شیعہ کے اصول کے مطابق ضبطِ اعمال ظلم ہے اور خدا اُس سے پاک و منزہ ہے اور حبطِ اعمال ظلم نہیں بلکہ جائز اور مطابق عدل ہے۔ ضبطِ عمل یہ ہے کہ کسی کا عمل شرائطِ صحت کے مطابق ہو لیکن کسی دوسری غلطی کی وجہ سے بطورِ سزا کے اس کو صحیح عمل کی جزا سے بھی محروم کیا جائے مثلاً ایک شخص کی نماز صحیح ہے لیکن اُس سے کوئی دوسرا گناہ سرزد ہوگیا پس اس گناہ کی سزا میں اُس کو نماز کے اجر سے محروم کرنا ضبطِ عمل ہے۔ اور یہ ظلم اور ناجائز ہے۔ اور حبطِ عمل یہ ہے کہ عمل میں وہ شرط نہ پائی جائے جس کی بدولت وہ اجر کے قابل بنتا ہے پس عدمِ شرط کی وجہ سے اس کو اجر سے محروم کیا جائے مثلاً ایک شخص نے نماز پڑھی لیکن نماز کی مقبولیت کی شرط یہ ہے کہ اُس کی نماز ریاکارانہ طور پر نہ ہو پس اگر ریاکاری کرے گا تو اس کو نماز کے اجر سے محروم کردیا جائے اور یہ حبطِ عمل ہے۔ آیت مجیدہ میں اعمال کی مقبولیت کی شرط

یہ قرار دی گئی ہے کہ عمل کرنے والا مشرک نہ ہو۔ پس اگر کوئی شخص شرک کا مرتکب ہوگا تو اُس کے جملہ اعمال اُس کے شرک کی وجہ سے قابل اجر و جزا نہ رہیں گے اور حبط ہو جائیں گے اور یہ چیز خلافِ عدل نہیں ہے۔ اور اس کی مزید وضاحت ہم مقدمۂ تفسیر میں کر چکے ہیں۔ اور نیز ہماری کتاب عقائد لمعۃ الانوار میں بھی اس موضوع پر بحث کی جا چکی ہے۔

نفخ صور

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ ۔ غالباً سابقہ زمانے میں سیٹی یا وصل کے طور پر ایک سینگ کی قسم کا آلہ ہوتا تھا جس کو صور کہا جاتا تھا جو پھونک مارنے سے آواز پیدا کرتا تھا اور قافلہ کے کوچ یا قیام کے لئے سالارِ قافلہ اس کو استعمال کرتا تھا جسے نفخ صور کہتے تھے یا اس کے متبادل طبل بجا دیا کرتا تھا تاکہ ہر فرد کو مقصد سے بروقت انتباہ کیا جا سکے

قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

انہوں نے اللہ کی قدر کی جس طرح قدر کا حق تھا حالانکہ زمین ساری بروز قیامت اس کے قبضہ میں ہوگی

وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ۚ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ

اور آسمان اسی کے ہی قبضہ قدرت میں سمٹے ہوئے ہیں وہ منزہ اور بلند ہے اس سے جو یہ لوگ شرک کرتے

(۶۸) وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ

ہیں اور پھونکا جائیگا صور پس مرجائیں گے جو بھی آسمانوں اور جو بھی

فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ۭ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ

زمین میں ہیں سوائے اُن کے جو اللہ چاہے پھر دوبارہ پھونکا جائیگا تو وہ (سب دوبارہ زندہ ہو کر)

قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ (۶۹) وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَ

کھڑے ہوئے (فیصلہ کے) منتظر ہوں گے اور چمکے گی زمین اپنے رب کے نور سے اور

اِسی مناسبت سے قیامتِ صغریٰ اور قیامتِ کبریٰ کے لئے خدا کی جانب سے کئے جانے والے اعلان کو نفخ صور سے تعبیر کیا جاتا ہے اب یہ معلوم کرنا کہ اُس کی نوعیت کیا ہوگی اس کو خدا بہتر جانتا ہے۔ بہرکیف نفخ صور (اعلانِ عام کرنے) پر مامور فرشتے کا نام اسرافیل ہے۔ اور وہ صرف اِسی غرض کے لئے ہی ہر وقت چاق و چوبند ہے اور یہ نفخ صور خواہ اس کا طریق کار جو بھی ہو جب پہلی دفعہ ہوگا تو آسمان و زمین کی تمام مخلوق اُس کی بدولت عروسِ موت سے ہمکنار ہو کر وادیٔ فنا میں پہنچ جائے گی اور اس کے بعد پھر دوبارہ نفخ صور ہوگا اور سب مخلوق دوبارہ زندہ ہو کر حساب کے لئے دربارِ پروردگار میں محشور ہو جائے گی۔ اور دونو صوروں کے درمیان بعض اقوال کی روشنی میں چالیس برس کا فاصلہ ہوگا۔

اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ۔ یعنی پہلے نفخ صور سے تمام ذی روح مرجائیں گے لیکن چند وہ افراد جو مشیتِ پروردگار میں مستثنےٰ ہیں ان پر موت نہ آئے گی۔ بعض نے کہا ہے کہ وہ جبریل میکائیل اسرافیل اور ملک الموت ہوں گے اور بعض کے نزدیک

راہ خدا میں شہید ہونے والے صورِ اول کی موت سے مستثنیٰ قرار دیئے گئے ہیں۔

قیامت صغریٰ

تفسیر برہان میں منقول ہے کہ اسرافیل کے پاس جو صُور ہے اُس کے دو رُخ ہیں ایک آسمان کی طرف اور دوسرا زمین کی طرف ہے۔ پس جب حکم پروردگار سے زمین کی طرف روانہ ہوگا تو فرشتے دیکھتے ہی جان لیں گے کہ اب اہلِ سما و اہلِ ارض کی موت کا وقت آگیا ہے۔ اور جب بیت المقدس سے کعبہ کی طرف رُخ کرے گا تو زمین والے بھی سمجھ جائیں گے کہ اب ہر ایک کی موت کا وقت آپہنچا ہے۔ چنانچہ پہلی دفعہ نفخ صور ہوگا تو اس کا رُخ زمین کی طرف ہوگا۔ اور تمام ذی روح مرجائیں گے اور پھر اُس کا رُخ آسمان کی طرف کرے گا اور تمام آسمانی مخلوق لقمہ اجل ہو جائے گی اور امر پروردگار سے خود اسرافیل بھی مرجائے گا۔ پس ایک وقت تک سناٹا چھایا رہے گا آسمانوں میں اضطراب اور زمین میں سنسنی سی مسلط ہوگی۔ اور زمین ایک ایسی زمین کے روپ میں بدل جائے گی جس پر نہ پہاڑ نہ دریا نہ سبزہ اور نہ کسی قسم کی آبادی کا نشان ہوگا جس طرح روزِ اوّل اس کی تخلیق ہوئی تھی کہ اس کا دامن گناہوں سے داغدار نہ تھا۔ پس صدائے توحید ہر چہار سو گونجے گی۔ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ (آج ملک کس کا ہے؟) اور پھر زبانِ قدرت خود ہی اس کا جواب دے گی۔ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (یعنی سب ملک صرف اللہ کا ہے جو اپنی قدرت سے سب پر غالب وقاہر ہے) پھر امر پروردگار سے دوبارہ سب مخلوق زندہ ہو کر حساب کے لئے پیش ہوگی۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ جب پہلی دفعہ نفخ صور ہوگا تو لوگ اپنی غافلانہ روش میں محو ہوں گے کوئی گھر میں کوئی سفر میں کوئی کھانا کھا رہا ہوگا۔ کوئی پانی پیتا ہوگا۔ کوئی بات کر رہا ہوگا۔ کوئی سن رہا ہوگا وعلیٰ ہذا القیاس۔ پس اچانک نفخ صور ہوتے ہی سب کے سب بیک وقت لقمۂ اجل ہو جائیں گے۔ یہاں تک کہ دریاؤں اور نہروں وچشموں کے پانی اپنے مقام پر خشک ہو جائیں گے۔ پہاڑ، درخت ومکان سب زمین کے اندر دھنس جائیں گے اور سب لوگ موت کی نیند سو جائیں گے کہ کوئی دفن کرنے والا نہ ہوگا کوئی چت اور کوئی پہلو کے بل پڑا ہوگا۔ اور روٹی کا لقمہ کسی کے ہاتھ میں رہ جائے گا اور کسی کے منہ میں پڑا ہوگا۔ پس زمین ان سب کو نگل کر اپنے پیٹ میں چھپالے گی۔ ستاروں کے باہمی روابط ٹوٹ جائیں گے۔ اور سخت زلزلہ کی وجہ سے زمین کی سطح ہموار ہو جائے گی۔ آسمانوں کے فرشتے حجاب ہائے قدرت اور سرادقات کے فرشتے حاملین عرش وکرسی اور کروبیین تمام کے تمام موت سے ہم آغوش ہو جائیں گے۔ پس صرف جبرائیل، میکائیل، اسرافیل اور ملک الموت بچ جائیں گے پس اللہ ملک الموت سے پوچھے گا کہ بتاؤ کون کون موت سے بچ گیا ہے؟ اس وقت ملک الموت احوالِ قیامت سے گھبرائے ہوئے انتہائی کرب واضطراب کی حالت میں پیش بارگاہِ ربوبیت ہوگا اور عرض کرے گا اے پروردگار! اس وقت جبریل میکائیل، اسرافیل اور یہ عبد حقیر باقی ہے تو ارشاد ہوگا کہ جاؤ اور جبریل کو موت کی نیند سلا دو۔ پس ملک الموت جبریل کے پاس پہنچے گا تو اُسے سجدہ ورکوع کی حالت میں محو تسبیح پائے گا۔ پس ملک الموت کہے گا۔ اے عبد مسکین: بنو آدم اہلِ دنیا درند چرند پرند اہلِ آسمان حاملینِ عرش وکرسی ملائکہ سرادقات اور ساکنین سدرۃ المنتہیٰ سب کے سب جامِ موت پی چکے ہیں اور اب تیری باری ہے تو جبریل یہ سن کر رو رو کر عرض کرے گا۔ اے پروردگار مجھ پر موت کی تلخی کو آسان فرما پس ملک الموت

اس کو قبض کرلے گا۔ پھر اللہ ملک الموت سے پوچھے گا کہ کون کون باقی بچ گئے ہیں ؟ تو ملک الموت جواب میں عرض کرے گا کہ میکائیل و اسرافیل اور تیرا یہ عبد ذلیل باقی ہے پس حکم دے گا کہ جاکر میکائیل کو موت کی نیند سلادو چنانچہ ملک الموت میکائیل کے پاس پہنچ کر کہے گا کہ اے عبد مسکین : اب بنی آدم اور جملہ مخلوق کے لئے رزق کے انتظام کی ضرورت نہیں رہی کیونکہ زمین سے لے کر سرادقات عرش تک کی تمام فرشی و عرشی مخلوق جام موت پی کر چل بسی ہے اور مجھے اللہ نے تیری طرف بھیجا ہے۔ پس میکائیل رو رو کر عجز و انکساری سے سکرات موت کی آسانی کی دعا مانگے گا اور ملک الموت اس کی روح کو قبض کرلے گا پھر اللہ دریافت فرمائے گا کہ بتاؤ اب کون باقی ہے ؟ تو ملک الموت جواب دے گا کہ ایک اسرافیل اور دوسرا یہ تیرا عبد حقیر (ہیں) باقی ہوں تو فرمائے گا کہ جاکر اسرافیل کو موت کا مزا چکھاؤ پس ملک الموت اس کے پاس جاکر پیغام موت سنائے گا تو اسرافیل کہے گا پاک و منزہ ہے وہ پروردگار جو تنہا اور اکیلا زیور بقاء سے آراستہ ہے۔ اے اللہ میرے اوپر موت کی تلخی کو آسان فرما پس ملک الموت اس کو بھی موت کی نیند سُلاکر بارگاہِ خداوندی میں بعجز و انکسار پیش ہوگا تو ارشاد ہوگا کہ بتاؤ اب کون باقی ہے ؟ تو عرض کرے گا کہ صرف تیرا یہ عبدِ ضعیف (میں) باقی ہوں۔ پس بحکم پروردگار وہ بھی موت سے ہم آغوش ہو جائے گا۔ پس تمام آسمان اپنے رہنے والوں سے اور تمام زمینیں اپنے بسنے والوں سے خالی ہو جائیں گی۔ ہر قسم کی حس و حرکت شور و غل۔ قول و عمل اور آواز و پکار ختم ہو چکی ہو گی اور سکون و سکوت ہر سو طاری ہوگا۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی زبان قدرت سے خطاب فرمائے گا۔ اے دنیا : تیری نہریں تیرے درخت ▪ تیرے بسنے والے تیرے آباد کار اور تیرے حکمران اور شہزادے کہاں گئے ؟ جابر و ظالم اور میرا رزق کھا کر میرے غیر کی پرستش کرنے والے کہاں گئے ؟ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ۔ آج یہ سب ملک کس کا ہے ؟ پس اس کا جواب زبانِ قدرت خود ہی دے گی۔ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ۔ یعنی اس اللہ کا ہے جو اپنی حکومت و سلطنت میں واحد اور سب پر غالب ہے پس ایک وقت تک زمین و آسمان باقی رہیں گے کہ ان میں کوئی متنفس بسنے والا نہ ہوگا اور بعضوں نے چالیس برس کے برابر وقفہ بیان کیا ہے۔ بہرکیف اس کے بعد خداوند کریم آبِ حیات جاری فرمائے گا جس کی بدولت زمین کی سب مخلوق میں حس و حرکت کی رَو پیدا ہو گی۔ پس گوشت و پوست اور ہڈیوں پٹھوں کے تمام ذرات ایک دوسرے کے ساتھ ملیں گے اور تمام مردہ اجسام صحیح و سالم ہو جائیں گے لیکن ان میں روح نہ ہوگی پس سب سے پہلے بحکم پروردگار اسرافیل زندہ ہوگا۔ اور اس کو حکم ہوگا کہ صور اٹھاؤ جس میں تمام ذوی الارواح مخلوق کی روحوں کی تعداد کے برابر سوراخ ہوں گے اور تمام ارواح کو اس میں جمع کر دیا جائے گا۔ پس اسرافیل صور کو لے کر بیت المقدس کے صخرہ (پتھر) پر کھڑا ہوگا اور آواز دے گا اور اس کے متعلق دوسرے مقام پر ارشاد ہے۔ وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ (اور سنو جس دن منادی قریبی مکان سے آواز دیگا) پس اسرافیل یہ ندا دے گا۔ اَيَّتُهَا الْعِظَامُ الْبَالِيَةُ وَاللُّحُوْمُ الْمُتَقَطِّعَةُ وَالشُّعُوْرُ الْمُتَبَدِّدَةُ ▪ وَالصُّوَرُ الْمُتَفَرِّقَةُ لِيَقُمْنَ اِلَى الْعَرْضِ عَلَى الْمَلِكِ الدَّيَّانِ لِيُجَازِيَكُمْ بِاَعْمَالِكُمْ۔ یعنی اے بوسیدہ ہڈیاں اے ریزہ ریزہ ہونے والا گوشت منتشر بال اور متفرق صورتیں کھڑے ہو جاؤ کہ تم نے اپنے اعمال کی جزا کے لئے اپنے جزا دینے والے بادشاہ ▪ کے

دربار میں پیش ہونا ہے۔ پس اسرافیل کی اس ندا کے بعد صور کی سوراخوں سے تمام ارواح نکل کر آسمان وزمین کی بسیط فضا میں پھیل جائیں گے۔ پس مومنوں کے ارواح نورانی ہوکر نکلیں گے اور کافروں کے ارواح تاریک وسیاہ ہوکر نکلیں گے۔ اور ہر روح اپنے اسی جسم میں داخل ہوگی جسے دنیا میں چھوڑ کر آئی تھی اور اسی شکل میں ہر ذی روح پلٹ جائے گا جس شکل کے ساتھ وہ دنیا میں تھا پس ان کے سر کی جانب سے زمین پھٹے گی اور وہ نکل کھڑے ہوں گے اور ہر انسان اپنے اعمال نامہ کے ساتھ میدانِ محشر میں آئے گا اور جس کے اعمال اچھے ہوں گے تو وہ اعمال نامہ اُس کا قبر اور حشر میں مونس ہوگا۔ اور احوالِ قیامت سے اس کو تسلّی دے گا۔ اور آواز آئے گی۔ اے میرے دوست گھبراؤ نہیں میں تیرے ساتھ ہوں۔ گھبراہٹ تو اُن لوگوں کے لئے ہے جو اللہ کے نافرمان تھے جنہوں نے اس کی آیات کی تکذیب کی۔ اور خواہش نفس کی اطاعت کی تم تو اللہ کے اطاعت گزار اور اس کے رسول کے تابعدار تھے۔ تم خوف اور غم سے آزاد ابھی جنت میں پہنچنے والے ہو۔ اور اگر انسان خطاکار اور گنہگار ہوگا۔ اور اس کی موت بغیر توبہ کے واقع ہوگی تو جب وہ اپنی قبر سے باہر آئے گا۔ اور دورِ دنیا میں کئے ہوئے اعمالِ بد کی کتاب بھی اس کے ہمراہ ہوگی تو جب بھی سختی کے مقام سے گذرے گا تو اسے اپنے اعمالِ بد کی طرف سے ندا آئے گی۔ اے دشمن خدا یہ سب کچھ تیرے ہی لئے ہے۔

وَضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَاۗءِ وَقُضِيَ

رکھی جائے گی کتاب اور لایا جائے گا نبیوں کو اور شہیدوں کو اور اُن کے

بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝۷۰ وَوُفِّيَتْ كُلُّ

درمیان حق کا فیصلہ کیا جائے گا اور ان پر کوئی ظلم نہ ہوگا اور پورا دیا جائے گا ہر

نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ۝۷۱

نفس کو بدلہ اس کا جو اس نے کمایا اور وہ جاننے والا ہے جو وہ کرتے ہیں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب خداوند کریم دوبارہ سب مخلوق کو زندہ کرنے کا ارادہ فرمائے گا تو چالیس دن تک متواتر آسمان سے بارش برستی رہے گی (اور وہ پانی زمین میں رچ جائیگا جو آبِ حیات ہوگا) پس اُس کی بدولت مردوں کے تمام متفرق اجزاء اکٹھے ہوں گے۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت جبریلؑ خدمتِ پیغمبر میں آئے اور آپ کو جنت البقیع کی طرف لے گئے اور ایک قبر سے خطاب کرکے کہا قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہِ چنانچہ ایک آدمی نکلا جس کے سر اور ڈاڑھی کے بال سفید تھے اُس نے اپنے سر اور منہ سے گرد کو جھاڑا اور اللہ کا شکر ادا کیا اور تکبیر کہی پھر دوسری قبر پر جاکر کہا قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہِ تو ایک سیاہ رو ہائے ہائے کرتا ہوا نکلا پس جبریل نے دونوں کو واپس جانے کا حکم دیا اور عرض کی کہ قیامت کے دن لوگ اسی طرح زندہ ہوں گے کہ مومن وہ کلمہ کہیں گے اور کافر یہ کلمہ کہیں گے۔

بِنُوْرِ رَبِّهَا - اس جگہ نور کا معنی یا تو عدل ہے یعنی اس دن زمین محشر عدلِ پروردگار کے ساتھ منور اور روشن ہو گی یا یہ کہ سورج اور چاند کے علاوہ اللہ کی جانب سے ایک مخصوص نور کی بدولت زمین محشر روشن ہو گی۔

رکوع نمبر ۵ تفسیر برہان میں ہے ایک طویل روایت میں حضرت امام علی زین العابدین علیہ السّلام نے فرمایا کہ جب تمام مخلوق اکٹھی کی جائے گی تو کافی دیر تک ایک تنگ و تاریک فضا میں سب کو کھڑا کر دیا جائے گا۔ اور

وَسِيقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ زُمَرًا ۖ حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا

اور چلائے جائیں گے کافر جہنم کی طرف ٹولے ٹولے جب وہاں پہنچیں گے تو کھولے جائیں

فُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ

گے ان کے دروازے اور فرشتے ان کو کہیں گے کیا تمہارے پاس رسول نہیں آئے تھے

مِّنكُمْ يَتْلُونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِ رَبِّكُمْ وَيُنذِرُونَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ

جو پڑھتے تم پر تمہارے رب کی آیتیں اور تم کو ڈراتے اس دن کی ملاقات سے تو کہیں

هَٰذَا ۚ قَالُوا بَلَىٰ وَلَٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكَافِرِينَ

گے ہاں (آئے تھے) لیکن پورا ہوا عذاب کا فیصلہ کافروں پر

قِيلَ ادْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا ۖ فَبِئْسَ ⦿۷۲

تو کہا جائے گا داخل ہو جاؤ جہنم کے دروازوں سے اس میں ہمیشہ رہنے کے لئے پس

مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ ⦿۷۲ وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى

برا ٹھکانہ ہے تکبر کرنے والوں کا اور چلائے جائیں گے وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈرتے تھے

احوال محشر میں سے یہ پہلی منزل ہو گی پس ندائے پروردگار آئے گی کہ جس کسی کا دوسرے پر کوئی حق ہے تو ہر صاحب حق اپنے ظالم و غاصب کو پکڑ لے اور وہ اس قدر سخت وقت ہو گا کہ پسینے بہتے ہوں گے اور خوف سے ہر ایک کا بدن کانپتا ہو گا اور گریہ و بکا کی صدائیں بلند ہوں گی۔ پھر کافی وقفہ کے بعد ندا پہنچے گی کہ کوئی ہے جو اپنے حقوق دوسروں سے معاف کر دے۔ اور صاحبان حق عرض کریں گے اے پروردگار ہم اپنے حقوق کیسے معاف کریں؟ تو بحکم پروردگار خازنِ جنت جنت کے محلات کو سامنے لائے گا اور کہا جائے گا معاف کرنے والوں کو یہ انعام ملے گا تو بہت سے لوگ اپنے بھائیوں سے حقوق معاف کر دیں گے۔ ایک شخص نے عرض کی کہ حضور اگر کسی کافر نے مومن کا حق غصب کیا ہو تو قیامت کے دن اُس سے کیسے وصول کیا جائے گا تو آپ نے فرمایا کہ اُس مومن کے حقوق کے برابر اس کے گناہوں کا بوجھ اُس کافر پر ڈالا جائے گا۔ پس وہ اپنے کفر کے ساتھ ساتھ مومن کے گناہوں کی سزا بھی بھگتے گا۔ پھر اس نے پوچھا اگر مسلمان کا مسلمان پر حق ہو تو وہ کس طرح وصول ہو گا۔ آپ نے فرمایا حقوق کے

برابر اس کی نیکیاں صاحب حق کو دی جائیں گی۔ اس نے عرض کی کہ اگر ظالم و غاصب کے پاس نیکیاں نہ ہوں تو پھر کیا کیا جائے گا آپ نے فرمایا کہ پھر صاحب حق کے گناہوں کا بوجھ اس پر ڈال دیا جائے گا پس وہ اپنے گناہوں کے ساتھ اس کے گناہوں کی سزا بھگتنے پر مجبور ہو گا۔

الْجَنَّةِ زُمَرًا حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ

جنت کی طرف ٹولے ٹولے یہاں تک کہ جب پہنچیں گے اور کھولے جائیں گے اس کے دروازے تو کہیں گے

لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ ﴿۷۳﴾

ان کو اس کے دربان تم پر سلام ہو تم پاکیزہ ہو پس اس میں ہمیشہ رہنے کے لئے داخل ہو جاؤ

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا

اور کہیں گے اس اللہ کا شکر ہے جس نے ہمارے ساتھ اپنا وعدہ پورا کیا اور ہمیں زمین کا وارث

الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ فَنِعْمَ اَجْرُ

بنایا کہ ٹھکانا بنا سکتے ہیں جنت میں جہاں چاہیں پس خوب اجر ہوگا عمل

الْعٰمِلِيْنَ ﴿۷۴﴾ وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ

کرنے والوں کا اور دیکھو گے فرشتوں کو چکر لگانے والے ہوں گے عرش کے

الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ

ارد گرد تسبیح کرتے ہوئے اپنے رب کی حمد کے ساتھ اور ان کے درمیان حق کا فیصلہ ہو گا

وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۵﴾

اور کہا جائے گا اللہ کے لئے حمد ہے جو عالمین کا پروردگار ہے

فُتِحَتْ ۔ جہنم کے دروازوں کی روایات میں تعداد سات ہے جس کی قدرے تفصیل تفسیر کی جلد ۲ اور کتاب لمعۃ الانوار میں مذکور ہے۔

سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ جہنم کے سات طبقے ایک دوسرے کے اوپر نیچے ہیں سب سے اوپر ہاویہ اور سب سے نیچے جہنم ہے اور بعض روایات کے ماتحت اس کا الٹ ہے کہ سب سے نیچے ہاویہ اور سب سے اوپر جہنم ہے اور جنت کے تمام درجات و طبقات ایک دوسرے کے عرض میں ہیں اور کتاب خصال سے منقول ہے آپ نے فرمایا جنت کے آٹھ دروازے ہیں۔ ایک دروازہ سے نبی و صدیق داخل ہوں گے۔ دوسرے دروازے سے شہداء و صالحون داخل ہوں گے اس کے بعد پانچ دروازے صرف ہمارے شیعوں اور محبوں کے لئے مخصوص ہوں گے۔ اور میں پل صراط پر کھڑے ہو کر ایک ایک کو بلاتا رہوں گا اور اللہ سے عرض کرتا رہوں گا۔ اے پروردگار میرے شیعوں کو میرے محبوں اور مددگاروں کو اور میرے

موالیوں کو بچائے تو جانب عرش سے ندا آئے گی تیری دعا مقبول ہے اور میں نے تیری شفاعت قبول کی ہے پھر میرے شیعوں اور موالیوں میں سے ہر ایک ستّر ستّر ہزار اپنے ہمسایوں اور دوستوں کے حق میں شفاعت کر سکے گا۔ اور آخری ایک دروازے سے جملہ مسلمانوں کو داخل کیا جائے جن کے دلوں میں ذرہ برابر بھی اہل بیت محمدؐ کے حق میں بغض نہ ہوگا۔

ایک اور روایت میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ جنّت کے ہر ایک دروازے کی چوڑائی چار سو سال کی مسافت کے برابر ہوگی۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے مروی ہے کہ جو مومن کسی مومن کی زیارت صرف خوشنودی خدا کے لئے کرتا ہے تو اس کی روانگی سے لے کر گھر کی واپسی تک ستّر ہزار فرشتے اُس کے ہمراہ چلتے ہیں۔ اور اُس کو جنّت کی خوش خبری سناتے ہیں۔ ہم نے جنّت کے دروازوں کی تعداد اور قدرے تفصیلات تفسیر کی جلد ۲ اور کتاب لمعۃ الانوار میں بیان کی ہے۔

والحمد للہ ربّ العالمین

سُورَۃُ المؤمن

یہ سورہ مکیہ ہے اس میں سے صرف آیت ۵۶، ۵۷ مدنیہ ہیں اس کی آیات کی کل تعداد چھیاسی ہے

حضرت رسولِ اکرم نے فرمایا جو شخص جنّت کے باغات میں سیر کرنا چاہے وہ نماز تہجد میں حوامیم پڑھے۔ آپؐ نے فرمایا ہر شئے کا جوہر ہوتا ہے اور قرآن کا جوہر حوامیم ہیں (جن سورتوں کے شروع میں حٰم ہے)

جو شخص حٰم المومن کی تلاوت کرے تو تمام نبیوں، صدیقوں اور مومنوں کی روحیں اس پر درود پڑھتی ہیں اور اس کے لئے بخشش کی دعا کرتی ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا حوامیم قرآن کی ریحان ہیں جب ان کو پڑھو تو اس کے حفظ و تلاوت کے لئے اللہ کا شکر بجالاؤ اور بندہ جب حوامیم کو پڑھتا ہے تو اُس کے منہ سے عنبر و کستوری سے پاکیزہ تر خوشبو مہکتی ہے اور خدا اس کے پڑھنے والے پر رحمت کی بارش کرتا ہے اور اس کے ہمسایوں قریبیوں اور دوستوں پر بھی خدا کی رحمت نازل ہوتی ہے اور قیامت کے دن عرش و کرسی اور ملائکہ مقربین سب بارگاہِ پروردگار میں اس کی سفارش کریں گے اور آپ نے فرمایا جو شخص ہر تیسرے دن حٰم المومن کی تلاوت کرے اُس کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف ہوں گے اور اس کو تقویٰ نصیب ہوگا اور اُس کا انجام دنیا سے بہتر ہوگا۔ (مجمع البیان)

تفسیر برہان میں خواص القرآن سے منقول ہے حضرت رسولِ اکرمؐ نے فرمایا جو شخص اس سورہ کو پڑھے قیامت کے دن

خدا اس کی اُمید کو قطع نہ کرے گا اور خدا اس کو خائفین کا اجر دے گا۔

جو شخص اس کو لکھ کر کسی کھیت یا باغ میں لٹکائے تو وہ زیادہ سرسبز ہوگا اور ترقی کرے گا اور اگر اس کو لکھ کر سرائے اور دکان میں رکھا جائے تو اس کی خیر و برکت میں اضافہ ہوگا اور اس میں خرید و فروخت زیادہ ہو گی۔

ابن مسعود سے منقول ہے کہ جب میں حوامیم کی تلاوت کرتا ہوں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ میں باغاتِ جنّت کی سیر کر رہا ہوں (مجمع البیان)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے جو شخص اس کو رات کے وقت لکھ کر باغ یا کھیت میں رکھے تو اس کی خیر و برکت میں اضافہ ہوگا اور اس کی سرسبزی پھل پھول اور رونق و بہجت میں بھی غیر معمولی زیادتی ہو گی الخ (البرہان)

جس شخص کے جسم پر سفید یا سیاہ داغ ہوں پس اس سورہ مبارکہ کو لکھ کر اپنے پاس رکھے تو خدا اس کی برکت سے اس کو تندرستی اور شفا عطا فرمائے گا۔ نیز جس کے جسم پر پھوڑے نکلے ہوں تو اس سورہ مبارکہ کا تعویذ اپنے پاس رکھنے سے شفایاب ہوگا۔ اسی طرح اگر کوئی آدمی زیادہ ڈرتا ہو تو اس سورہ مبارکہ کو لکھ کر اپنے پاس رکھے بفضلِ خدا اس کا ڈر جاتا رہے گا۔

اگر اس سورہ مبارکہ کو لکھ کر دھو دیا جائے اور اس پانی سے آٹا گوندھ لیا جائے پھر اُس آٹے کو خشک کر کے باریک پیس کر سفوف تیار کر لیا جائے اور برتن میں محفوظ کر کے اُوپر ڈھکنے سے اُس کا منہ بند کر لیا جائے اور دل کی تکلیف بیہوشی غشی، دردِ جگر اور تلی کے لئے اُس سے ایک چٹکی بھر کے کھا لیا جائے تو باذنِ پروردگار شفایابی نصیب ہو گی اور ہر قسم کی تکلیف دُور ہو جائے گی۔ (برہان)

رکوع نمبر ۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۱﴾

اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

حٰمٓ ﴿۲﴾ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۳﴾

حٰم کتاب کا نازل کرنا اللہ کی طرف سے ہے جو غالب دانا ہے

حٰمٓ۔ بعضوں نے کہا ہے کہ یہ قسم ہے یعنی خدا نے اپنے حلم و ملک کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ جو اس کی پناہ لے گا اس کو عذاب نہ کروں گا۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ خدا نے اپنے ناموں سے افتتاح فرمایا ہے چنانچہ حا سے مراد حلیم حمید حکیم حی اور حنّان ہیں اور میم سے مراد ملک مجید مُبدی اور معید مراد ہیں تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ خداوند کریم نے اپنی صفات کا تذکرہ فرمایا ہے کہ یہ کتاب اُس پروردگار کی جانب سے اُتری ہے جو اپنی تمام مخلوق پر غالب و قاہر ہے۔ اور دانا و بینا ہے

اور جو بھی گناہ کرنے کے بعد دل سے توبہ کر لے تو خدائے مہربان اُس کے گناہوں کو بخشنے والا اور توبہ کو قبول کرنے والا ہے اور اس کے بعد فرمایا کہ اگر کوئی شخص گناہ کرنے کے بعد بجائے توبہ کے گناہوں پر اصرار کرے تو وہ خدا سخت عذاب دینے والا بھی ہے

غَافِرِ الذَّنْۢبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ

گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا سخت عذاب والا صاحب احسان کہ

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ④ مَا يُجَادِلُ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ

اس کے علاوہ کوئی بھی معبود نہیں اُسی کی طرف ہی بازگشت ہے نہیں جھگڑتے اللہ کی آیتوں میں مگر جنہوں

اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ ⑤

نے کفر کیا پس تجھے دھوکے میں نہ ڈالے شہروں میں آنا جانا ان کا

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّالْاَحْزَابُ مِنْۢ بَعْدِهِمْ وَهَمَّتْ

جھٹلایا ان سے پہلے قوم نوح نے (نوح کو) اور ان کے بعد دوسرے گروہوں نے (نبیوں کو) اور

كُلُّ اُمَّةٍۢ بِرَسُوْلِهِمْ لِيَاْخُذُوْهُ وَجٰدَلُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا

ہر امت نے چاہا اپنے رسول کو کہ اُسے قتل کر دیں اور غلط طور پر جھگڑا کیا انہوں نے تاکہ پھسلا دیں

بِهِ الْحَقَّ فَاَخَذْتُهُمْ ۣ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ⑥ وَكَذٰلِكَ

اس کے ذریعے حق کو تو میں نے ان کو پکڑ لیا پس کس طرح تھا میرا عذاب ؟ اور اسی طرح

حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ

ثابت ہوئی بات تیرے رب کی اُن پر جو کافر ہوئے کہ بے شک وہ دوزخی

قَابِلِ التَّوْبِ ۔ توب یا تو توبہ کی جمع ہے اور یا تَابَ يَتُوْبُ کا مصدر ہے۔

ذِي الطَّوْلِ ۔ شدید العقاب کے بعد ذی الطول کا ذکر کرنا اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ خدا کسی پر ظلم کر کے اس کو دوزخ کا عذاب نہیں دیتا بلکہ عذاب کا مستحق ہونا انسان کی اپنی نالائقی اور ناسپاس گذاری کے صدقہ میں ہے ورنہ تو ذی الطول یعنی محسن و مہربان ہے۔

صفاتِ پروردگار

تنبیہ ۔ خداوند کریم نے آیتِ مجیدہ میں اپنی چھ صفات کا تذکرہ فرمایا ہے

(۱) غافر الذنب ۔ بعض علماء نے ذکر کیا ہے کہ یہاں ذنب سے مراد گناہِ کبیرہ ہے یعنی خدا گناہانِ کبیرہ کے بخشنے والا ہے کیونکہ گناہانِ صغیرہ تو خود بخود نیکیوں کے غلبہ سے حبط ہو جاتے ہیں پس غافر الذنب کی صفت گناہانِ کبیرہ کی بخشش کو ظاہر کرتی ہے جن سے توبہ کئے بغیر مر گیا ہو کیونکہ اگر توبہ کے بعد بخشش مراد لی جائے تو دوسری صفت قابل التوب کا ذکر خالی از فائدہ ہو جائے گا ۔ حالانکہ واوِ عاطفہ دلالت کرتی ہے کہ دونو صفتیں الگ الگ ہیں نیز مروی ہے کہ اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ

یعنی گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جس طرح کہ وہ گنہگار ہی نہیں پس جب توبہ خود گناہوں کو مٹانے کے اس کی بخشش کا کیا معنی ہوگا پس اس کا معنی یہ ہے کہ اگر خدا چاہے تو توبہ نہ کرنے والے کے گناہوں کو بھی بخش صفت شدید العقاب چوتھی صفت ذی الطول (محسن) پانچویں صفت لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اور چھٹی صفت اسکی طرف ... ست کا ہونا۔ اور مقصد یہ ہے کہ قرآن مجید کو نازل کرنے والی وہ ذات ہے جو ان صفات کی مالک ہے پس اس کی آیات میں جھگڑا وہی لوگ کرتے ہیں جن کے دل کفر کی تاریکی میں ڈوبے ہوئے ہوں۔ لہذا آپ ان کی ظاہری خوش حالی سے متاثر نہ ہوں کیونکہ ان سے پہلی اُمتیں بھی اپنے اپنے زمانہ میں رسولوں کو جھٹلاتی رہیں لیکن جب اُن پر میرا عذاب آیا تو اُن کو کوئی طاقت میرے عذاب سے بچا نہ سکی۔

النَّارِ ۝۷ اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ یُسَبِّحُوْنَ

وہ جو عرش کو اُٹھائے ہوئے ہیں اور جو اُس (عرش کے) اردگرد ہیں تسبیح کرتے

بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَیُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَیَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ

ہیں اپنے رب کی حمد کے ساتھ اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور طلب بخشش کرتے ہیں ان کے لئے جو ایمان

اٰمَنُوْا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَیْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ

لائیں، اے رب تیری رحمت و علم ہر شی پر وسیع ہے پس بخش دے

لِلَّذِیْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِیْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ ۝۸

ان لوگوں کو جو توبہ کریں اور چلیں تیرے راستہ پر اور ان کو بچالے دوزخ کے عذاب سے

رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ِ الَّتِیْ وَعَدْتَّهُمْ وَ

اے رب اور ان کو داخل کر جناتِ عدن میں جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے اور

حاملینِ عرش

اَلْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ حضرت رسالت مآبؐ سے مروی ہے کہ تم اللہ کی عظمت کے متعلق نہ سوچا کرو بلکہ اللہ کی مخلوق کی عظمت کے متعلق سوچو چنانچہ اس کی مخلوق میں سے ایک فرشتہ اسرافیل ہے جس کے کندھے پر عرش کا ایک پایہ ہے اور اُس کے قدم تحت الثریٰ تک ہیں اور وہ اللہ کی عظمت کے مقابلہ میں معمولی حقیقت رکھتا ہے۔ اور زمخشری سے منقول ہے تمام ملائکہ کو حکم دیا گیا ہے کہ صبح و شام حاملین عرش کا سلام کریں اور عرشِ پروردگار کے ایک پائے سے دوسرے تک تیز پرواز پرندے کی اسی ہزار سال کی پرواز کی مسافت ہے اور عرش کے اردگرد ستر ہزار صفیں طواف کرنے والے فرشتوں کی ہیں اور ان کے اردگرد ستر ہزار اُن فرشتوں کی ہیں جو بحالتِ قیام ذکرِ پروردگار میں رطب اللسان ہیں اور پھر ان کے آس پاس پوری ایک لاکھ صف عبادت گذار فرشتوں کی ہے جن میں سے ہر ایک کی تسبیح دوسرے کی تسبیح

سے الگ ہے اور تمام فرشتے ایمان والوں کے لئے استغفار کرتے ہیں۔ اور روایات اہل بیت میں ہے کہ ان کی استغفار محمدؐ وآل محمدؐ کے موالیوں اور شیعوں کے لئے مختص ہے (مقتنیات)

رَبَّنَا۔ قرآن مجید میں ملائکہ یا انبیاء یا مومنین کی دعاؤں کا جہاں بھی تذکرہ ہے وہاں لفظ ربّ سے خطاب کیا گیا ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دعا کے وقت لفظ رب کا استعمال بہتر ہے۔

وَقِهِمُ السَّيِّئَاتِ۔ یہاں مضاف محذوف ہے یعنی اے پروردگار ان کو برائیوں کے عذاب سے بچا اور اس سے پہلے بھی دعا میں جہنم کے عذاب سے بچنے کا ذکر ہے پس بظاہر تکرار معلوم ہوتا ہے لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ برائیوں کا عذاب جہنم کے عذاب سے عام ہے کیونکہ برائیوں کے عذاب میں موت کی تلخی قبر کا فشار اور حساب کی سختی وغیرہ سب شامل ہیں لہذا تکرار نہیں ہے۔

مَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ اِنَّكَ

جو نیک ہوں اور ان کے باپ دادوں بیویوں اور اولادوں کو تحقیق

اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ⑨ وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ وَمَنْ

تو غالب حکمت والا ہے اور بچا ان کو برائیوں سے اور جس کو تو

تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ

برائیوں سے بچالے اس دن تو تو نے ان پر رحم کیا اور یہی بڑی

الْعَظِيْمُ ⑩ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللّٰهِ

کامیابی ہے تحقیق جو لوگ کافر ہیں ان کو ندا دی جائے گی کہ اللہ کا غضب بہت بڑا

اَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ اِذْ تُدْعَوْنَ اِلَى الْاِيْمَانِ

ہے تمہارے اپنے نفسوں پر غضب کرنے سے (یاد کرو) جب تم کو ایمان کی طرف بلایا جاتا تھا

فَتَكْفُرُوْنَ ⑪ قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ

پس تم انکار کرتے تھے کہیں گے اے رب تو نے ہم کو موت دی دو دفعہ اور زندہ کیا دو دفعہ

رکوع نمبر ۷

لَمَقْتُ اللّٰهِ۔ یعنی کافر لوگ جب اپنے اعمال بد کی بدولت جہنم میں جائیں گے تو اپنے نفسوں پر ناراض ہوں گے کہ ہدایت کو قبول نہ کیا تو ان کو خطاب پہنچے گا کہ تمہارا اپنے نفسوں پر ناراض ہونا کوئی مفید نہیں ہے کیونکہ اللہ کی ناراضگی تم پر اس سے بھی زیادہ ہے کہ اس نے تم کو ایمان کی طرف پکارا اور تم نے اس کی دعوت کو ٹھکرا دیا۔

قَالُوْا رَبَّنَا۔ دو موتوں اور دو زندگیوں کے متعلق تین اقوال ہیں (۱) پہلی موت یہی جو ہر ایک پر آتی ہے اور دوسری موت وہ جو قبر میں

سوال منکر و نکیر کے بعد آئے گی پس پہلی زندگی دنیاوی اور دوسری اخروی ہوگی۔

فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰی خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِیْلٍ ﴿۱۲﴾

پس ہم نے اپنے گناہوں کا اقرار کیا ہے پس کیا (دوزخ سے) نکلنے کی کوئی سبیل ہے

ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗٓ اِذَا دُعِیَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ ۚ وَاِنْ یُّشْرَكْ بِهٖ

(ان کو جواب ملے گا) یہ (عذاب) اس لئے ہے کہ جب پکارا جاتا تھا اللہ اکیلے کو تو تم انکار کرتے تھے اور اگر

تُؤْمِنُوْا ۚ فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِیِّ الْكَبِیْرِ ﴿۱۳﴾ هُوَ الَّذِیْ یُرِیْكُمْ

اس کے ساتھ شرک کیا جاتا تو تم مان لیتے تھے اب حکم اللہ کا ہے جو بلند و بزرگ ہے وہ جو تمہیں دکھاتا ہے اپنی

اٰیٰتِهٖ وَیُنَزِّلُ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ رِزْقًا ۚ وَمَا یَتَذَكَّرُ اِلَّا

نشانیاں اور اتارتا ہے تمہارے لئے آسمان سے رزق اور نہیں نصیحت پکڑتا مگر جو

مَنْ یُّنِیْبُ ﴿۱۴﴾ فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ

رجوع کرے (اللہ کی طرف) پس پکارو اللہ کو خالص کرتے ہوئے اطاعت اس کے لئے

وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۵﴾ رَفِیْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ

اگرچہ ناپسند کریں کافر وہ بلند کرنے والا ہے (نیک لوگوں کے) درجات کو مالک عرش

یُلْقِی الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ

ہے۔ بھیجتا ہے روح کو اپنے امر سے جس پر چاہے اپنے بندوں میں سے

لِیُنْذِرَ یَوْمَ التَّلَاقِ ﴿۱۶﴾ یَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ ۚ لَا یَخْفٰی

تاکہ ملاقات کے دن سے ڈرائے جس دن وہ نکلے (میدان میں) ہوں گے کہ نہیں چھپی ہوگی

۲۔ پہلی نطفہ کی حالت میں اور دوسری موت زندگی کے بعد والی۔ (۳) پہلی موت دنیا والی اور دوسری قبر والی اور اس کے مقابلہ میں پہلی زندگی دنیاوی اور دوسری وہ جو سوال منکر و نکیر کے وقت ہوگی پس کافر کہیں گے اے پروردگار اب تو ہم نے دو موتیں اور دو زندگیاں دیکھ لی ہیں۔ اور ہم اپنی غلطی کو مانتے ہیں اور معافی مانگتے ہیں کہ کسی طریقہ سے ہمیں عذاب سے نجات ملے۔

اِذَا دُعِیَ اللّٰهُ۔ ہر زمانہ کے مشرکوں کا یہی دستور ہے کہ صرف اللہ کو پکارا جائے تو برا مناتے ہیں اور جب اللہ کے ساتھ ان کے من گھڑت بتوں کو یا ان کے پیروں کو شریک مانا جائے تو خوشی سے جھومتے ہیں اور ہمارے معاشرہ میں بھی یہ مرض عام ہے کہ اللہ کو تنہا پکارنے سے ان کا دل نہیں بھرتا جب تک کہ پکارنے میں محمد و آل محمد کو شریک نہ مانا جائے حالانکہ عقیدۃً اللہ کو واحد و لاشریک بھی تسلیم کیا جاتا ہے۔ خدا تنبیہ کے طور پر فرماتا ہے کہ دنیا میں تو تم میرا شریک

ماننے پر خوش ہوتے تھے اور تمہیں کھلی چھٹی دی گئی تھی اب تنہا میرا حکم چلتا ہے اور تمہیں اپنے کئے کی سزا بھگتنی ہی پڑے گی۔

هُوَ الَّذِي يُرِيكُمْ۔ یعنی اللہ وہ ہے جو تم کو اپنی نشانیاں دکھاتا ہے اور تمہیں آسمان سے رزق بھیجتا ہے پس سوچ سمجھ کر صرف اسی ایک کی ذات کے سامنے جھکو اور اپنی دعاؤں اور مناجاتوں کا مرکز اسی کی ذات کو قرار دو تاکہ قیامت کے دن تم کو شرمساری نہ ہو۔ وہی درجات کو بلند کرنے والا ہے اور وہی سارے اقتدار کا مالک ہے۔

يُلْقِي الرُّوحَ۔ روح کا معنی قرآن، وحی، جبریل اور نبوت کیا گیا ہے اور اس مقام پر سارے معانی مراد لئے جاسکتے ہیں۔

لِمَنِ الْمُلْكُ۔ ممکن ہے یہ صدا قیامت کے دن بلند کی جائے اور یہ ممکن ہے کہ قیامت صغریٰ کے وقت ہو جس کی تفصیل سورہ الزمر میں گذر چکی ہے۔ صـ۱۳۵

الْآزِفَةِ۔ أَزِفَ کا معنی ہے قریب ہوا۔ اور قیامت چونکہ یقیناً آنے والی ہے اور ہر آنے والی شئی قریب ہوتی ہے پس اس مناسبت سے قیامت کو آزفہ کہا گیا ہے۔

عَلَى اللَّهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ

اللہ پر ان کی کوئی چیز (ندا آئے گی) آج حکومت کس کی ہے؟ (خود ہی جواب دیگا) اس اللہ کی ہے جو واحد

﴿۱۷﴾ الْيَوْمَ تُجْزَى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ لَا ظُلْمَ

غالب ہے آج بدلہ دیا جائے گا ہر نفس کو اس کا جو اس نے کمایا نہ ظلم ہوگا

الْيَوْمَ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿۱۸﴾ وَأَنْذِرْهُمْ

آج تحقیق اللہ جلد ہی حساب لینے والا ہے اور ان کو ڈراؤ قریب آنے

يَوْمَ الْآزِفَةِ إِذِ الْقُلُوبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كَاظِمِينَ مَا

والے دن سے جب کہ دل حنجروں تک پہنچ جائیں گے (غم وغصہ کو) ضبط کرنے والے ہوں گے

لِلظَّالِمِينَ مِنْ حَمِيمٍ وَلَا شَفِيعٍ يُطَاعُ ﴿۱۹﴾ يَعْلَمُ

نہ ہوگا ظالموں کا کوئی قریبی اور نہ کوئی سفارشی جس کی بات مانی جائے (اللہ) جانتا ہے خیانت

خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ ﴿۲۰﴾ وَاللَّهُ يَقْضِي

کرنے والی آنکھ کو اور اس کو جس کو سینے پوشیدہ رکھتے ہیں اور اللہ حق کا فیصلہ

بِالْحَقِّ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَقْضُونَ بِشَيْءٍ

کرے گا اور جو لوگ پکارتے ہیں اس کے غیر کو وہ نہیں کوئی فیصلہ کر سکتے

خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ۔ یہاں صفت کی موصوف کی طرف اضافت ہے یعنی الْأَعْيُنُ الْخَائِنَةُ۔

وَاللَّهُ يَقْضِي۔ جو لوگ خدا کے ساتھ شریک ماننے پر خوش ہوتے ہیں ان کو تنبیہ ہے کہ قیامت کے دن صرف میرا

ہی فیصلہ ہوگا اور جن کو تم پکارتے ہو وہ کسی بات کا فیصلہ کرنے کے مجاز نہ ہوں گے لہذا سنبھل جاؤ اور اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ماننے کی غلطی نہ کرو ورنہ پچھتاؤ گے جب کہ اس پچھتاوے کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

إِنَّ اللَّهَ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ﴿٢١﴾ أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي

تحقیق اللہ ہی سننے دیکھنے والا ہے کیا وہ چلتے نہیں

الْأَرْضِ فَيَنظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ كَانُوا مِن

زمین میں تاکہ دیکھیں کہ کس طرح انجام ہوا ان لوگوں کا جو گزرے ان سے

قَبْلِهِمْ كَانُوا هُمْ أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَآثَارًا فِي الْأَرْضِ

پہلے وہ ان سے بھی سخت تھے قوت میں اور زمین کو آباد کرنے میں

فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ وَمَا كَانَ لَهُم مِّنَ اللَّهِ مِن وَاقٍ ﴿٢٢﴾

پس (اللہ نے) ان کو ان کے گناہوں کے بدلہ میں پکڑ لیا اور ان کو اللہ سے کوئی بھی چھڑانیوالا

ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانَت تَّأْتِيهِمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَكَفَرُوا

نہ تھا یہ اس لئے کہ آتے تھے ان کے پاس رسول واضح دلیلوں کے ساتھ تو وہ کفر کرتے

فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ إِنَّهُ قَوِيٌّ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿٢٣﴾ وَلَقَدْ

تھے پس ان کو اللہ نے پکڑ لیا وہ طاقتور سخت عذاب والا ہے اور تحقیق ہم

أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا وَسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ﴿٢٤﴾ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَ

نے بھیجا موسیٰ کو اپنی آیات کے ساتھ اور واضح معجزہ کے ساتھ فرعون

هَامَانَ وَقَارُونَ فَقَالُوا سَاحِرٌ كَذَّابٌ ﴿٢٥﴾ فَلَمَّا جَاءَهُم

ہامان اور قارون کی طرف تو انہوں نے کہا یہ جادوگر اور جھوٹا ہے پس جب وہ ان کے پاس

رکوع نمبر ۸

حضرت موسیٰؑ کا ذکر

إِلَىٰ فِرْعَوْنَ ۔ اگرچہ حضرت موسیٰ پوری قوم پر مبعوث برسالت ہوئے تھے لیکن یہاں صرف فرعون ہامان اور قارون کا ذکر کیا گیا ہے کیونکہ یہ پوری قوم میں سردار تھے ہامان وزیر اعظم اور قارون وزیر خزانہ تھا۔

قَالُوا اقْتُلُوا (ص ۱۴۸) ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فرعون نے بنی اسرائیل کے بچوں کے قتل کا دو دفعہ حکم دیا تھا پہلی دفعہ جب نجومیوں نے اس کو خبر دی تھی کہ بنی اسرائیل میں ایک بچہ پیدا ہوگا جو تیری سلطنت کے زوال کا باعث ہوگا۔ دوسری دفعہ جب حضرت موسیٰ عہدہ رسالت پر فائز ہو کر تبلیغ کے لئے تشریف لائے تو فرعون نے دوبارہ حکم دے دیا کہ بنی اسرائیل کے پیدا ہونے والے لڑکوں کو قتل کر دو تاکہ ان کی تعداد

ہیں اضافہ نہ ہو ورنہ فوجی طاقت بڑھا کر سلطنت میں انقلاب کی کوشش کریں گے۔ اور خدمت گذاری کے لئے ان کی لڑکیوں کو زندہ رکھو لیکن فرعون کے اس حکم کی تعمیل نہ ہوسکی کیونکہ خداوند کریم نے قوم فرعون پر خون مینڈک طوفان اور مکڑی کے یکے بعد دیگرے عذاب بھیج دیئے جن کا تذکرہ پہلے جلد ۶ صفحہ میں کیا جاچکا ہے۔ اور اسی کے متعلق فرماتا ہے کہ فرعون اور اس کی قوم کو یہ تجویز نہ بچاسکی اور آخر کار اللہ کا فیصلہ اُن پر مسلط ہو کے رہا۔

بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا اقْتُلُوْٓا اَبْنَآءَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ

حق لایا ہماری جانب سے تو کہنے لگے قتل کرو ان لوگوں کے بچوں کو جو اس پر ایمان لائے اور

وَاسْتَحْيُوْا نِسَآءَهُمْ ؕ وَمَا كَيْدُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ

زندہ رکھو ان کی بچیوں کو اور نہیں تھی تجویز کافروں کی مگر ناکامی

ضَلٰلٍ ۝۲۶ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِيْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰى وَ

میں اور فرعون نے کہا مجھے چھوڑو کہ میں موسیٰ کو قتل کردوں وہ

لْيَدْعُ رَبَّهٗ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ اَوْ اَنْ يُّظْهِرَ

بلائے اپنے رب کو میں ڈرتا ہوں کہ کہیں تمہارا دین نہ تبدیل کردے یا زمین میں

فِي الْاَرْضِ الْفَسَادَ ۝۲۷ وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ

فساد برپا نہ ہو جائے اور موسیٰ نے کہا میں اپنے رب اور تمہارے رب کی

وَرَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ ۝۲۸

پناہ چاہتا ہوں ہر ایسے متکبر سے جو یوم حساب پر یقین نہیں رکھتا

اَقْتُلُ مُوْسٰی۔ جب حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام نے فرعون کے دربار میں پہنچ کر دلائل توحید پیش کئے تو چونکہ فرعون کے پاس ان کا کوئی جواب نہ تھا۔ پس جس طرح دلیل کا جواب دینے سے عاجز آجانے والے ہر غلط کار کا آخری حربہ تشدد ہوا کرتا ہے۔ فرعون نے بھی اسی حربہ کو استعمال کرنا چاہا جس طرح حضرت ابراہیمؑ کی دلیلوں کے جواب سے عاجز آکر نمرود نے اُن کو سزائے موت سنادی تھی۔ اور زندہ آگ میں ڈال دیا تھا۔ فرعون نے بھی اپنے مشیروں سے حضرت مُوسیٰ علیہ السّلام کی سزائے موت کے متعلق مشورہ چاہا کہ میں اس کو قتل کرنا چاہتا ہوں اور ازراہِ تکبّر کہا کہ وہ بے شک جس خدا کا ہمیں پیغام سناتا ہے اُس کو بلائے مجھے کوئی پرواہ نہیں کیونکہ اس کو زندہ چھوڑنے سے پُورے ملک کو خطرہ لاحق ہے کہ یا تو ان کے نظریات کا پرچار عام ہوگا اور لوگ ان کے دلائل کو سُن کر اپنا آبائی مذہب چھوڑتے ہوئے ان کے ہمنوا ہوتے جائیں گے۔ اور ہمارا آبائی دین ختم ہو جائے گا اور اگر ان کی مذہبی تقریروں اور دینی سرگرمیوں

پر پابندی عائد کردی جائے تو پھر دوسرا خطرہ یہ ہے کہ ان کی اپنی قوم اُن کے ہمنوا ہو کر ممکن ہے ہمارے خلاف اعلانِ جنگ کردے اور یہ دونو صورتیں ہماری حکومت کے لئے باعثِ انقلاب ہو سکتی ہیں لیکن فرعون کے مشیروں نے موسےٰ کے قتل کو جلد بازی قرار دے کر بادشاہ کی تجویز مسترد کر دی کہ ان کو قتل کرنے میں اُن کے پیش کردہ شبہات کو مزید تقویت پہنچے گی اور لوگوں کے دلوں میں اس کی بے گناہی کے قتل سے اس کی ہمدردیاں پیدا ہوں گی اور مذکورہ خطرات سے دوچار ہونے کا امکان رفع نہ ہو گا لہذا زیادہ مناسب یہ ہے کہ ان کو مہلت دی جائے اور اپنے ملک کے ماہر جادوگروں اور فن کاروں کو دعوت مقابلہ دی جائے تاکہ برسرِ عام ان کے جھوٹ اور جادو کا پول کھل جائے پس فرعون نے یہ تجویز منظور کر لی۔

تفسیر برہان میں ائمہ طاہرین علیہم السّلام سے منقول ہے کہ فرعون کے مشیروں میں سے حرامزادہ کوئی نہ تھا بلکہ سب حلال زادہ تھے۔ اگر ان میں کوئی حرامزادہ ہوتا تو ضرور فرعون کو موسےٰ کے قتل کا مشورہ دیتا کیونکہ انبیاء اور اولادِ انبیاء کو صرف اولادِ زنا ہی قتل کیا کرتے ہیں۔ اور منقول ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قتل کا مشورہ نمرود کے مشیروں نے دیا تھا اور وہ سب حرامزادے تھے۔ اور جناب پیغمبرؐ سے حدیث صحیح میں منقول ہے کہ حضرت علی علیہ السّلام سے بغض وہی رکھے گا جو حرامزادہ ہو گا۔ گویا انبیاء و اولیاء کے دشمن حلال زادے نہیں ہوتے بلکہ حرامزادے ہوتے ہیں۔

مومن آلِ فرعون

رکوع ع ۹۔ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ۔ تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ مومن آلِ فرعون، فرعون کا چچازاد تھا۔ اور حضرت موسےٰ پر ایمان لایا تھا۔ اور یہی وہ شخص ہے جو شہر کے پرلے کنارے سے دوڑ کر آیا اور حضرت موسےٰ کو اطلاع دی۔ اِنَّ الْمَلَاَ یَاْتَمِرُوْنَ۔ یعنی سردارانِ قوم تجھے قتل کرنا چاہتے ہیں پس حضرت موسےٰ مصر سے بھاگ کر مدین کی طرف آگئے تھے۔ اور بعض نے تو یہ بھی کہا ہے کہ یہ فرعون کا ولی عہد تھا اور اس کا نام حبیب یا حزقیل تھا۔ اور تفسیر برہان میں حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ فرعونی حکومت میں یہ شاہی خزانے کا انچارج تھا اور پورے چھ سو برس تک ایمان کو چھپاتا رہا۔ اور امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے کہ فرعون کا ماموں زاد تھا۔ پس نسبت کے لحاظ

وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَکْتُمُ اِیْمَانَهٗٓ
اور کہا مرد مومن نے آلِ فرعون میں سے جو اپنے ایمان کو چھپاتا تھا
اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَکُمْ بِالْبَیِّنٰتِ
کیا تم مارتے ہو ایسے مرد کو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے حالانکہ وہ لایا ہے تمہارے پاس واضح دلیلیں

سے یہ آلِ فرعون سے تھا نہ کہ دین کے لحاظ سے اور ہم نے آل کی تحقیق جلد ۲ ص۲۲۶ پر بیان کی ہے۔

حضرت رسالت مآبؐ سے مروی ہے کہ صدیق تین ہیں (۱) حبیب نجار مومن آلِ یٰسین (۲) مومن آلِ فرعون حزقیل (۳) حضرت علی بن ابی طالب اور یہ اُن سے افضل ہیں۔

اَنْ یَّقُوْلَ یہ تَقْتُلُوْنَ ۔ کا مفعول لہ ہے یعنی اس کے قتل کی تمہارے نزدیک وجہ جواز صرف یہ ہے کہ وہ اللہ کو اپنا پروردگار کہتا ہے اگر اَنْ یَّقُوْلَ کے بجائے قَائِلًا ہوتا تو یہ معنی نہ نکل سکتا۔

مِن رَّبِّكُمْ وَإِن يَكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهُ وَإِن يَكُ

اپنے رب کی طرف سے اور اگر وہ جھوٹا ہوگا تو اسی پر ہوگا اپنے جھوٹ کا وبال اور اگر وہ سچا ہوگا

صَادِقًا يُصِبْكُم بَعْضُ الَّذِي يَعِدُكُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا

تو پہنچے گا تمہیں بعض وہ جس کا تمہارے ساتھ وعدہ کرتا ہے تحقیق اللہ نہیں ہدایت کرتا

يَهْدِي مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ﴿٢٩﴾ يَا قَوْمِ لَكُمُ

اس کو جو حد سے تجاوز کرنے والا جھوٹا ہو اے قوم آج زمین

الْمُلْكُ الْيَوْمَ ظَاهِرِينَ فِي الْأَرْضِ فَمَن يَنصُرُنَا

میں غالب ہونے کی حیثیت سے تمہاری حکومت ہے تو کون ہماری مدد کرے گا

مِن بَأْسِ اللَّهِ إِن جَاءَنَا قَالَ فِرْعَوْنُ مَا أُرِيكُمْ إِلَّا

اللہ کے عذاب سے اگر ہم پر آیا فرعون نے کہا میں تم کو وہی کچھ سمجھاتا ہوں جو

مَا أَرَىٰ وَمَا أَهْدِيكُمْ إِلَّا سَبِيلَ الرَّشَادِ ﴿٣٠﴾

میں خود سمجھا ہوں اور میں نہیں رہبری کرتا تمہاری مگر درست راستے کی

وَقَالَ الَّذِي آمَنَ يَا قَوْمِ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُم

اور اس نے کہا جو ایمان لا چکا تھا اے قوم میں ڈرتا ہوں تم پر

قَالَ الَّذِیْ ۔ یعنی مومن آلِ فرعون نے پہلے ان کو نرم اور قابل قبول لہجہ میں توحید پروردگار میں غور و فکر کی دعوت دی اور یہ بھی سمجھایا کہ اگر وہ معاذ اللہ جھوٹا ہے تو اس کو جھوٹ کی خود بخود سزا مل جائے گی اور اگر سچا ہے تو تم کو اس کی پیشین گوئی کے ماتحت عذاب نصیب ہوگا۔ اس جگہ اپنی قوم کو انبیاء کی مخالفت کرنے والی قوموں کے انجام بد سے نصیحت حاصل کرنے کی دعوت دے رہا ہے کہ مبادا تم پر بھی وہ عذاب آئے جو ان پر آیا تھا اور یوم الاحزاب میں یوم کا معنی دن نہیں بلکہ مجمع البیان میں ہے کہ یوم کا معنی نعمت اور محنت بھی ہوا کرتا ہے اور یہاں مراد محنت ہے یعنی ان جماعتوں پر جو عذاب آیا تھا مجھے تم پر بھی اسی قسم کے عذاب کا خطرہ ہے۔

مِثْلَ دَاْبِ ۔۔ یہ پہلے مثل سے بدل ہے ۔ یعنی قوم نوح اور قوم عاد و ثمود کا انجام دیکھ کر عبرت حاصل کرو ۔ اور ان کے بعد دوسری وہ قومیں جو نبیوں کی تکذیب کرتی رہیں ان کی ہلاکت سے عبرت حاصل کرو اور ان کا انجام بد

اللہ کی طرف سے ظلم نہیں تھا بلکہ اُن کے اپنے کردارِ بد کا بدلہ تھا۔

مِثْلَ يَوْمِ الْاَحْزَابِ ﴿٣١﴾ مِثْلَ دَاْبِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ

(سابقہ) قوموں کے عذاب کی طرح مثلاً قوم نوح قوم عاد اور قوم

وَّثَمُوْدَ وَالَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ

ثمود (کے عذاب کی طرح) اور وہ لوگ جو ان کے بعد آئے اور اللہ بندوں پر ظلم کرنا نہیں چاہتا

﴿٣٢﴾ وَيٰقَوْمِ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ ﴿٣٣﴾ يَوْمَ

اور اے قوم! میں ڈرتا ہوں تم پر شور و پکار (قیامت) کے دن سے جس دن

تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِيْنَ مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ وَمَنْ

تم پشت دکھا کر پیچھے بھاگو گے (عذاب سے) کہ تمہیں کوئی نہ ہوگا اللہ سے بچانیوالا اور جس کو

يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿٣٤﴾ وَلَقَدْ جَآءَكُمْ يُوْسُفُ

اللہ گمراہی میں چھوڑ دے اُسے کون ہدایت کر سکتا ہے؟ اور تحقیق تمہارے پاس یوسف آیا

مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ

اس سے پہلے واضح دلیلوں کے ساتھ تو تم ہمیشہ شک میں رہے اس کے متعلق جو تمہارے

بِهٖ حَتّٰٓى اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْ بَعْدِهٖ

پاس لایا یہاں تک کہ جب وہ چل بسا تو تم کہنے لگے کہ اس کے بعد خدا کسی کو رسول بنا کر نہ

رَسُوْلًا كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابٌ ﴿٣٥﴾

بھیجے گا اسی طرح گمراہی میں چھوڑتا ہے اللہ ہر اس شخص کو جو راہِ حق سے تجاوز کرنیوالا شکی ہو

يَوْمَ التَّنَادِ۔ یعنی دنیاوی عذاب کے بعد مجھے تمہارے متعلق یوم قیامت کے عذاب کا بھی خطرہ ہے جس دن دوزخی لوگ ایک دوسرے کو دیل و شور سے خطاب کریں گے یا یہ کہ دوزخی بہشتیوں سے کہیں گے کہ ہمیں کچھ پانی وغیرہ دو اور بہشتی اُن سے کہیں گے بتاؤ کیسی گذر رہی ہے۔ دنیا میں تم لوگ ہم کو ذلیل سمجھتے تھے۔ تَنَادی باب تفاعل ہے جس کا معنی ایک دوسرے کو پکارنا ہے۔

تُوَلُّوْنَ۔ یعنی دوزخی لوگ ایک دفعہ تو دوزخ کو دیکھ کر پیچھے بھاگنے کی کوشش کریں گے لیکن ان کی کوشش سود مند نہ ہو سکے گی۔ کیونکہ وہ دوبارہ آگ میں دھکیل دیے جائیں گے۔

جَآءَكُمْ يُوْسُفُ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یوسفؑ کے زمانہ کا فرعون اور موسٰے کا فرعون ایک

تھا۔ اور ممکن ہے اولاد کی طرف ان کے بزرگوں کا قصہ منسوب ہو۔ جس طرح موجودہ بنی اسرائیل کی طرف گذشتہ بنی اسرائیل کے حالات منسوب کئے گئے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ یہ یوسف حضرت یوسف بن یعقوب کا پوتا تھا یعنی یوسف بن افرائیم بن یوسف بن یعقوب (مقتنیات الدرر)

مومن آلِ فرعون نے ان کو اپنے بزرگوں کا حوالہ دیا کہ قوم قبط کی طرف اس سے پہلے حضرت یوسف رسول بنا کر بھیجے گئے تو تم نے یعنی تمہارے بزرگوں نے ان کی بھی تکذیب کی تھی۔

حضرت یوسفؑ کی پیشین گوئی

تفسیر برہان میں حضرت امیر المومنین علیہ السّلام نے حضرت رسالت مآبؐ سے نقل فرمایا کہ حضرت یوسف نے بوقتِ وفات اپنے تمام خاندان کے افراد کو اکٹھا کر کے پروردگار کی حمد و ثنا بیان کی اور ان کو آنے والی سختیوں اور مصیبتوں سے مطلع فرمایا اور یہ بھی پیشگوئی کی کہ تمہارے لڑکوں کو قتل کیا جائے گا۔ اور تمہاری لڑکیوں کو زندہ چھوڑا جائے گا یہاں تک کہ لاوی بن یعقوب کی اولاد سے اللہ ایک قائم کو ظاہر کرے گا جو لمبی قد اور گندمی رنگ کا ہو گا۔ اور اس کے بعد اس کے باقی اوصاف بھی بیان فرمائے پس ان لوگوں نے وہ

اَلَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِ اللّٰهِ بِغَیْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ؕ كَبُرَ

جو لوگ جھگڑا کرتے ہیں اللہ کی آیات میں بغیر دلیل کے جو ان کے پاس ہو سخت

مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَ عِنْدَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ؕ كَذٰلِكَ یَطْبَعُ اللّٰهُ

موجب غضب ہیں اللہ کے نزدیک اور ان کے نزدیک جو ایمان لائے اسی طرح اللہ ہر ظالم متکبر کے

عَلٰی كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ﴿۳۶﴾ وَ قَالَ فِرْعَوْنُ یٰـ

دل پر مہر لگا دیتا ہے اور فرعون نے کہا اے

هَامٰنُ ابْنِ لِیْ صَرْحًا لَّعَلِّیْۤ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ﴿۳۷﴾ اَسْبَابَ

ہامان تعمیر کر میرے لئے ایک محل تاکہ پہنچ جاؤں میں اسباب تک آسمانوں کے

السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰۤی اِلٰهِ مُوْسٰی وَ اِنِّیْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا ؕ

اسباب تک پس جھانک کر دیکھوں موسیٰ کے خدا کو اور میں تو سمجھتا ہوں کہ وہ جھوٹا ہے

وصیت نامہ اپنے پاس محفوظ کر لیا اور زمانۂ غیبت شروع ہو گیا یہاں تک کہ چار سو سال گذر گئے پھر جب اُن لوگوں کو ان کی ولادت کی خبر پہنچی تو اُن کے مصائب میں اور اضافہ ہو گیا۔ پس اُنہوں نے اس عالم و فقیہ کو تلاش کیا جو ان کو حضرت قائم کے حالات بیان کرتا تھا اور وہ اپنا غم غلط کرتے تھے اور بدلتے ہوئے حالات میں وہ بھی روپوش ہو گیا تھا۔ اُنہوں نے عرض کی ان مشکلات و مصائب میں آپ ہی کا دم ہماری زندگیوں کا سہارا تھا کہ آپ کی باتوں سے ہم اپنا دل بہلا لیا کرتے تھے

اگر آپ ہمیں اسطرح چھوڑ جائیں تو ہمارا ٹھکانہ کیا ہوگا ؟ پس وہ عالم ان کو ایک جنگل میں لایا اور آنے والے قائم کے صفات کو بیان کرنا شروع کیا وہ رات چاندنی تھی اچانک حضرت موسیٰ فرعون کے محل سرا سے نکل کر سیر و تفریح کی خاطر اپنے ہمراہ آنے والے سرکاری ملازمین سے علیحدہ ہو کر اُن کے پاس سے آگذرے جب کہ ایک خچر پہ سوار تھے اور ایک پشمینہ زیب تن تھا۔ جونہی اس عالم کی آپ پر نظر پڑی تو شکل و اوصاف سے پہچان گیا۔ پس ازراہِ تعظیم کھڑا ہوا اور اُن کے قدموں کو بوسہ دیا اور آپ کی زیارت سے مشرف ہونے پر اللہ کا شکر ادا کیا۔ یہ دیکھتے ہی تمام بنی اسرائیل نے شرف قدم بوسی حاصل کیا۔ حضرت موسیٰ نے صرف اسی قدر فرمایا کہ میں اللہ سے پُر امید ہوں کہ مستقبل قریب میں وہ تمہارے مصائب کو دُور کرے گا۔ پس آپ چلے گئے اور غیبت کا زمانہ شروع ہوگیا کیونکہ (قبطی کے قتل کے بعد) آپ کو وہاں سے ہجرت کر کے مدین کی طرف آنا پڑا اور حضرت شعیب کے پاس کافی عرصہ تک رہے اور یہ غیبت پہلی غیبت سے بھی سخت تر تھی جو ۵۲ برس جاری رہی اور بنی اسرائیل کا وہ عالم و فقیہ بھی مصلحتِ وقت کے ماتحت گوشۂ عزلت و تنہائی میں گمنامی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہوگیا چنانچہ حالات سے تنگ آکر بنی اسرائیل نے ان کی خدمت میں گذارش کی کہ کم از کم آپ تو ہمیں اپنی زیارت سے محروم نہ فرمائیں۔ پھر وہ اُن کو لے کر ایک جنگل میں آیا اور اُن کو تسلّی دی کہ اب وہ وقت قریب آن پہنچا ہے اور مجھے اللہ نے وحی کی ہے کہ وہ چالیس برس کے بعد تمہاری مصیبت کو دُور کر دے گا۔ وہ لوگ جو مصائب و مشکلات کی چکیوں میں پس پس کر تھک چکے تھے چالیس برس کے بعد مصائب سے نجات کی خبر سُن کر بھی اُن کی ڈھارس بندھی اور انہوں نے اپنے اچھے مستقبل کی خوش خبری سُن کر بیک زبان شکرِ پروردگار زبان پہ جاری کیا تو خدا نے اس عالم پر وحی کی کہ ان کے شکر کے صدقہ میں مَیں نے ان کی انتظار کے دس برس کم کر دیئے ہیں۔ اب تیس برس انتظار کے باقی ہیں۔ جب اُس عالم نے اُن کو یہ دوسرا مژدہ سنایا تو انہوں نے اللہ کی نعمت کا مزید شکر ادا کیا۔ پس خدا نے وحی کی کہ میں نے دس اور کم کر دیئے ہیں انہوں نے خوش خبری سُن کر کہا کہ ہمیں اللہ سے خیر کی ہی توقع ہے پس خدا نے وحی کی کہ میں نے دس برس اور کم کر دئیے ہیں اب صرف ۱۰ سال باقی ہیں تو انہوں نے اپنے مکمل اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ واقعی اللہ ہی مصائب و مشکلات کو ٹال سکتا ہے تو خدا نے وحی کی کہ میں نے ان کے انتظار کا وقفہ بالکل ختم کر دیا ہے لہذا تم کو مبارک ہو کہ تمہاری مشکل ختم ہوگئی۔ چنانچہ دیکھتے ہی دیکھتے ایک گدھے پر سوار حضرت موسیٰ پہنچ گئے۔ ابھی وہ فقیہ حضرت موسیٰ کے علائم بتانے والے ہی تھے کہ آپ اچانک ظاہر ہوگئے اور آتے ہی سلام کہا۔ اُس عالم نے پوچھا کہ آپ کا کیا نام ہے ؟ آپ نے فرمایا میں موسیٰ ہوں۔ اُس عالم نے سوال کیا آپ کے والد ماجد کا کیا نام ہے ؟ تو آپ نے جواب دیا عمران بن فاہث بن لاوی بن یعقوب تو عالم نے پھر دریافت کیا کہ آپ کیا لائے ہیں ؟ تو انہوں نے جواب دیا اللہ کی طرف سے پیغامِ رسالت لایا ہوں۔ پس اُس عالم نے کھڑے ہو کر آپ کی قدمبوسی کی اور اس وقت سے فرعون کے غرق ہونے کے زمانہ تک چالیس برس کا فاصلہ تھا۔

اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ حضرت یوسف علیہ السّلام نے بوقتِ وفات تمام اولاد یعقوب کو جمع کر کے پیشین گوئی کی تھی کہ تم پر قبطیوں کی طرف سے سخت مصائب آئیں گے۔ اور حضرت یعقوب کی اولاد سے موسیٰ بن عمران

کی بدولت ہی تمہاری مشکل کشائی ہوگی۔ اُس وقت اُن کی تعداد اسّی تھی۔ اور لوگوں نے اپنی اولادوں کا نام عمران اور پھر موسیٰ رکھنا شروع کر دیا یہاں تک کہ حضرت موسیٰ کی آمد سے پہلے پچاس جھوٹے موسیٰ بن عمران گذر چکے تھے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ مردِ آزاد کسی قیمت پر بھی اپنی آزادی کو فروخت نہیں کیا کرتا۔ اور شریف ہر حال میں شریف رہتا ہے۔ چنانچہ ہر مصیبت کا ہنس مکھی سے استقبال کرنا اور آنے والے حوادث کے سامنے نہ جھکنا اور اپنی خودداری پر قائم رہنا جوانمرد آزاد منش انسان کا دستور زندگی ہے۔ خواہ اُسے قید و بند کی صعوبتوں سے ہی کیوں نہ دوچار ہونا پڑ جائے۔ دیکھئے مظلومیت اور غلامی اور اسیری کے پے در پے مصائب کے باوجود بھی حضرت یوسف کی مستقل مزاجی میں ذرہ بھر فرق نہ آیا۔ نیز کنوئیں کی ظلمت اور جنگل کی وحشت ان کے عزم صمیم کو متزلزل نہ کر سکی۔ یہاں تک کہ مصائب کے بادل چھٹ گئے اور آزمائش کی گھڑیاں کٹ گئیں اور آخر کار زندان کی کالی کوٹھڑی سے نکل کر شاہی تخت پر جلوہ افروز ہوگئے۔ اور جس نے غلام کر کے خریدا تھا وہ خود غلام نظر آیا اور آپ سلطانِ وقت کی حیثیت سے کرسئ اقتدار کے مالک ہوگئے۔ پس اسی طرح صبر کا انجام خیر ہوا کرتا ہے پس تم لوگ صبر کرو اور اپنی طبیعتوں کو صبر کا عادی بناؤ۔ تاکہ اس کے اجر کے حق دار قرار دئے جاؤ۔

وَكَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَصُدَّ عَنِ
اور اسی طرح مزین ہوا فرعون کے لئے اُس کا برا عمل اور راہِ حق سے وہ منحرف
السَّبِيْلِ ۭ وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِيْ تَبَابٍ ﴿٣٧﴾
ہوا اور نہ تھی فرعون کی تجویز مگر ناکام

وَقَالَ فِرْعَوْنُ۔ جب مومن آلِ فرعون یعنی حضرت حزقیل نے قوم کو نصیحت کی اور سابقہ اُمتوں کے واقعات سے عبرت دلائی کہ قوم نوح و قوم عاد و ثمود اور بعد والی قوموں کے انجام بد کو دیکھ کر نصیحت حاصل کرو۔ اور پھر حضرت یُوسف کی وصیت اور پیشین گوئی کا بھی تذکرہ کیا تاکہ فرعون کا حضرت موسیٰ کے متعلق قتل کا ارادہ تبدیل ہو جائے۔ پس فرعون یہ سب کچھ سُننے اور اس کی حقیقت کو سمجھنے کے باوجود اپنی قوم کو دھوکے میں رکھنے کے لئے اور حزقیل کی بات کا اثر مٹانے کے لئے ہامان سے خطاب کر کے کہنے لگا کہ تم میرے لئے ایک پختہ عالی شان اور بلند محل تعمیر کرو تاکہ میں اُوپر جا کر موسیٰ کے خدا کی حقیقت معلوم کروں۔ اور اُن اسباب تک رسائی حاصل کرلوں جو آسمانوں تک پہنچنے کے ذرائع ہیں کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ موسیٰ جھوٹا دعویٰ کرتا ہے۔ حالانکہ درحقیقت فرعون جانتا تھا کہ نہ خدا دیکھنے کی چیز ہے اور نہ آسمانوں پر سیڑھیوں کے ذریعے سے چڑھا جا سکتا ہے اور کوئی چڑھ بھی جائے تو خدا آسمانوں پر موجود نہیں ہے یہ سب کچھ جاننے کے باوجود عوام الناس کو دھوکہ دینے اور اُن پر اپنی گرفت کو مضبوط کرنے کے لئے یہ ایک بہانا بنانا تھا کہ میں خود جا کر پتہ کرتا ہوں کہ میرے علاوہ کون ہے جس کو موسیٰ خدا کہتا ہے۔ پس شیطان نے فرعون کے لئے اُس کا کردار مزیّن کیا ہوا تھا اور اس قسم کے ناجائز ہتھکنڈوں سے عوام پر اپنا اقتدار قائم کئے ہوئے تھا۔

رکوع ۱۱ ۔ وَقَالَ الَّذِیْٓ اٰمَنَ ۔ فرعون کی بات کا جہاں پر اچھا خاصہ اثر ہوا تو انہوں نے مومن آل فرعون کو بھی اپنے مسلک میں شامل ہونے کی دعوت دی اور حزقیل ظاہر طور پر تو قوم فرعون کے ہم خیال تھا اور باطن میں مومن تھا اور فرعون کی عدم موجودگی میں لوگوں کو نصیحت کرتا تھا

وَقَالَ الَّذِیْٓ اٰمَنَ یٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ سَبِیْلَ الرَّشَادِ ﴿۳۹﴾

کہا اُس نے جو ایمان لایا اے قوم میری اتباع کرو تاکہ میں تمہیں ہدایت کروں نیکی کے راستے کی

یٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا مَتَاعٌ ؗ وَّ اِنَّ الْاٰخِرَةَ هِیَ

اے قوم یہ دنیاوی زندگی صرف (معمولی) منفعت ہے اور بے شک آخرت ہمیشہ رہنے کا

دَارُ الْقَرَارِ ﴿۴۰﴾ مَنْ عَمِلَ سَیِّئَةً فَلَا یُجْزٰٓی اِلَّا مِثْلَهَا ۚ وَمَنْ

گھر ہے جو کرے برائی تو نہ جزا پائے گا مگر اس جیسی اور جو کرے

عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ یَدْخُلُوْنَ

نیکی مرد ہو یا عورت اور ہو بھی مومن تو ایسے لوگ جنت میں داخل

الْجَنَّةَ یُرْزَقُوْنَ فِیْهَا بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴿۴۱﴾ وَیٰقَوْمِ مَا لِیْٓ اَدْعُوْكُمْ

ہوں گے اور بے حساب رزق دیئے جائیں گے اور اے قوم تعجب ہے کہ میں تم کو نجات

اِلَی النَّجٰوةِ وَتَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَی النَّارِ ﴿۴۲﴾ تَدْعُوْنَنِیْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ وَ

کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھے دوزخ کی طرف بلاتے ہو تم مجھے بلاتے ہو کہ میں اللہ کا انکار کروں اور

اُشْرِكَ بِهٖ مَا لَیْسَ لِیْ بِهٖ عِلْمٌ ؗ وَّ اَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَی الْعَزِیْزِ

اس کے ساتھ شریک کروں ایسی چیز کو جس کا مجھے علم نہیں اور میں تم کو بلاتا ہوں طرف اللہ کے جو

الْغَفَّارِ ﴿۴۳﴾ لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَیْهِ لَیْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ

غالب اور بخشنے والا ہے یقیناً جس کی طرف مجھے تم بلاتے ہو اس کو دعوت دینے کا کوئی حق نہیں نہ

پس جب لوگوں نے حزقیل سے فرعون کی چالاکی اور چالبازی کا ذکر کیا جس کو وہ حقیقت سمجھ رہے تھے، تو انہوں نے پھر اپنی نصیحت دہرائی کہ تم میری بات مانو کہ میں تم کو نجات کے راستے کی ہدایت کرتا ہوں اور تم باطل اور لغو باتوں کی طرف کان نہ دھرو پس اس چند روزہ زندگی کی منفعت پر آخرت کی دائمی زندگی کو ترجیح دو ۔

لَا جَرَمَ ۔ مومن آل فرعون نے قبطیوں سے کہا کہ جس چیز کی عبادت کی طرف تم مجھ کو بلاتے ہو یعنی بت پرستی یا فرعون پرستی ان کو اپنی عبادت کی طرف دعوت دینے کا کوئی حق نہیں ہے یا یہ کہ ان کی دعوتِ عبادت نہ دنیا میں فائدہ مند ہے اور نہ آخرت میں پس گویا کہ ان کی دعوت دعوت نہیں ہے بلکہ دعوت کا حق صرف اس ذات کو ہے جس کی طرف ہماری بازگشت ہے اور وہ اللہ ہے جس کا کوئی شریک نہیں

ہے۔ اور اب اگرچہ میری نصیحتوں کا تم اثر نہیں لیتے لیکن ایک وقت آئے گا جب تم میری باتوں کو یاد کرو گے۔

فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْآخِرَةِ وَأَنَّ مَرَدَّنَا إِلَى اللَّهِ وَأَنَّ

دنیا میں اور نہ آخرت میں (اسکی دعوت کوئی دعوت نہیں) اور بیشک ہماری بازگشت اللہ تک ہے

الْمُسْرِفِينَ هُمْ أَصْحَابُ النَّارِ (۴۴) فَسَتَذْكُرُونَ مَا

اور تحقیق راہ حق سے تجاوز کرنیوالے اصحاب نار ہیں پس تم بھی یاد کرو گے جو میں تم کو

أَقُولُ لَكُمْ وَأُفَوِّضُ أَمْرِي إِلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ بَصِيرٌ

کہتا ہوں اور میں سونپتا ہوں اپنا معاملہ اللہ کو تحقیق اللہ بندوں پر

بِالْعِبَادِ (۴۵) فَوَقَاهُ اللَّهُ سَيِّئَاتِ مَا مَكَرُوا وَحَاقَ

آگاہ ہے پس اس کو بچا لیا اللہ نے ان تکلیفوں سے جو انہوں نے تجویز کی تھیں اور

بِآلِ فِرْعَوْنَ سُوءُ الْعَذَابِ (۴۶) النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا

گھیر لیا آل فرعون کو (غرقابی کے) برے عذاب نے آگ پر پیش کئے جاتے ہیں

غُدُوًّا وَعَشِيًّا وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ أَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ

صبح اور شام اور جب قائم ہوگی قیامت (تو کہا جائیگا) داخل کرو آل فرعون کو

فوقٰہ اللہ - جب حضرت حزقیل نے اپنی نصیحت کے آخر میں فرمایا افوض امری الی اللہ یعنی میں اپنے معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں تو اب تک جو اس نے تقیہ کیا ہوا تھا اس کا راز فاش ہو گیا اور فرعون کی رعایا کو پتہ چل گیا کہ یہ فرعون کے بجائے اللہ ہی کو اپنا رب تسلیم کرتا ہے اور اسی کی توحید کا قائل ہے پس فوراً دربار فرعون میں پہنچے اور حزقیل کے ایمان کی رپورٹ کی تو حزقیل بھی اعلانیہ طور پر حضرت موسیٰ کی قوم میں شامل ہو گیا اور جب آپ نے قوم کو روانگی کا حکم دیا تو وہ بھی ساتھ تھا اور باقی قوم کے ہمراہ پانی سے پار ہو گیا۔ اور فرعون کا لشکر فرعون سمیت غرق ہو گیا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ فرعون کی جانب سے مومن آل فرعون کے لئے سزائے موت کا حکم ہوا تو بھاگ کر پہاڑ کے دامن میں چلا گیا۔ فرعون نے اس کی گرفتاری کے لئے اپنے دو نمائندے سپاہی بھیجے جب وہ پہنچے تو دیکھا حزقیل نماز میں مشغول ہے اور تمام وحشی جانور اس کے گرد پہرہ داری کے فرائض انجام دے رہے ہیں پس ان کو آگے بڑھنے کی جرأت نہ ہو سکی اور ناکام واپس پلٹے۔

اور تفسیر نور الثقلین میں بروایت احتجاج طبرسی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک طویل روایت میں

منقول ہے کہ فرعون کے سامنے مومن آلِ فرعون حضرت حزقیل کے متعلق رپورٹ پہنچی تو فرعون نے جواب دیا وہ میرا چچازاد اور میرے ملک پر میرا خلیفہ اور میرا ولی عہد ہے اگر اس کے متعلق یہ جرم ثابت ہو جائے جو تم کہتے ہو تو وہ بے شک سخت سزا کا مستحق ہوگا لیکن اگر تمہاری رپورٹ غلط ثابت ہوئی تو تم کو سخت ترین سزا دی جائے گی چنانچہ حضرت حزقیل کی دربار فرعون میں طلبی ہوئی تو آپ نے فرعون کو خطاب کرتے ہوئے پوچھا کہ بتائیے آپ نے کبھی مجھے جھوٹ بولتے دیکھا ہے؟ فرعون نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا ان سے دریافت کیجئے کہ تمہارا رب کون ہے؟ کہنے لگے فرعون۔ تمہارا خالق کون ہے؟ اُنہوں نے کہا فرعون! تمہارا رازق کون ہے؟ کہا فرعون! تمہاری زندگی میں تمہارا کارساز اور مصیبتیں رفع کرنے والا کون ہے؟ انہوں نے کہا فرعون۔ پس حضرت حزقیل نے کہا اے بادشاہ میں تجھ کو اور تیری تمام رعایا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ جو ان کا حقیقی رب ہے وہی میرا ہے جو ان کا حقیقی خالق ہے وہی میرا ہے جو ان کا رازق وہی میرا ہے اور جو ان کا کارساز وہی میرا ہے پس میرا نہ ان کے رب کے علاوہ کوئی رب ہے نہ ان کے خالق کے سوا کوئی خالق ہے اور نہ ان کے رازق کے سوا کوئی رازق ہے اور میں تجھے اور تمام حاضرین مجلس کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ ان کے حقیقی رب اور خالق و رازق کے علاوہ کوئی کسی اور کو رب یا خالق یا رازق کہے میں اُس سے بیزار ہوں اور اس کی ربوبیت سے متنفر ہوں۔ اور اس کی اُلوہیت کا منکر ہوں۔ اور ان تمام مقامات پر حزقیل کے اعتقاد میں چونکہ ان کا حقیقی رب خالق و رازق صرف اللہ ہی تھا لہٰذا حزقیل نے خدائے حقیقی کی ربوبیت کا ہی اقرار کیا اور یہ نہیں کہا کہ جس کو وہ رب کہتے ہیں میرا وہی رب ہے۔ (بلکہ یہ کہا کہ جو ان کا رب ہے وہ میرا رب ہے) اور اس مطلب کو فرعون یا فرعون کے ہم پیالہ لوگ یا رعایا نہیں سمجھتے تھے پس جونہی مومن آلِ فرعون کا بیان ختم ہوا تو فرعون نے رپورٹ کرنے والوں پر عتاب کی بارش کر دی کہ تم لوگ ملک میں فساد کا بیج بونے والے اور میرے اور میرے چچازاد کے درمیان پھوٹ ڈالنے والے ہو لہٰذا تم ہی سنگین ترین سزا کے حق دار ہو پس ان کے ہاتھوں پاؤں اور سینوں میں لوہے کے کیل ٹھونسے گئے اور اُن کا گوشت اُن کے زندہ بدنوں سے کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کیا گیا اور اسی کے متعلق ارشاد قدرت ہے کہ اللہ نے حزقیل کو اُن کے تجویز کردہ عذاب سے بچا لیا اور حزقیل پر چغلی کھانے والے فرعونیوں کو سخت عذاب نے گھیر لیا۔

اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ ؎۱۵۷ یعنی فرعون اور قوم فرعون کو عالم برزخ میں صبح و شام عذاب میں گرفتار کیا جاتا ہے۔ اور اس سے قیامت کا عذاب مراد نہیں ہے۔ کیونکہ قیامت کے عذاب میں صبح اور شام نہیں بلکہ متواتر اور مسلسل وہاں عذاب ہوگا اور آیت مجیدہ میں اسی امر کی طرف اشارہ ہے کہ جب قیامت ہوگی تو حکم دیا جائے گا کہ فرعون کی قوم کو سخت ترین عذاب میں داخل کیا جائے۔

يَتَحَاجُّوْنَ ؎۱۵۸ یعنی کفار جہنم میں پہنچیں گے تو غریب طبقہ کے لوگ جو سردارانِ قوم کے ڈر سے اسلام کو قبول نہ کر سکے تھے اُن کا اور امیر طبقہ کا آپس میں جھگڑا ہوگا۔ غریب طبقہ کے لوگ اُن سے کہیں گے کہ ہم تمہاری وجہ سے شرک کرتے تھے اور تمہارے ڈر سے ہم اسلام کو قبول نہ کر سکے تھے لہٰذا تم ہم سے عذاب کا حصہ لو تا کہ ہم سے کچھ تخفیف ہو، تو امیر و سردار کہیں گے کہ ہم سب کے سب

اسی آگ میں جل رہے ہیں۔ اور اللہ نے فیصلہ کردیا ہے اگر ہم تم سے تخفیف کر سکتے تو اپنا عذاب کم نہ کر لیتے۔ جب ایک دوسرے کی مدد سے مایوس ہوں گے تو

أَشَدَّ الْعَذَابِ ﴿۴۷﴾ وَإِذْ يَتَحَاجُّونَ فِي النَّارِ فَيَقُولُ

سخت عذاب میں اور جب جھگڑا کریں گے آگ میں پس کہیں گے

الضُّعَفَاءُ لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ أَنْتُمْ

کمزور اُن کو جو متکبر تھے کہ تحقیق ہم تو تمہارے پیچھے لگے تھے کیا تم

مُغْنُونَ عَنَّا نَصِيبًا مِنَ النَّارِ ﴿۴۸﴾ قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا

اپنے ذمہ لے سکتے ہو آگ کا ایک حصہ ہم سے۔ تو کہیں گے وہ جو تکبر کرنے والے تھے

إِنَّا كُلٌّ فِيهَا إِنَّ اللَّهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ﴿۴۹﴾ وَقَالَ

ہم سب اسی میں ہیں تحقیق اللہ نے بندوں کے درمیان فیصلہ کر دیا ہے اور کہیں گے

الَّذِينَ فِي النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا

دوزخ میں جلنے والے جہنم کے دربانوں کو کہ پکارو اپنے رب کو کہ ہم سے ایک دن تو عذاب کی

يَوْمًا مِنَ الْعَذَابِ ﴿۵۰﴾ قَالُوا أَوَلَمْ تَكُ تَأْتِيكُمْ رُسُلُكُمْ

تخفیف کر دے وہ کہیں گے کیا تمہارے پاس تمہارے رسول واضح دلیلیں لے کر

بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا بَلَىٰ قَالُوا فَادْعُوا وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِينَ إِلَّا

نہیں پہنچے تھے؟ تو وہ کہیں گے ہاں تو تھے تو کہیں گے پس خود ہی پکار لو اور کافروں کا پکارنا بے نتیجہ

فِي ضَلَالٍ ﴿۵۱﴾ إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا

ہی ہوگا یقیناً ہم مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی اور ان کی جو ایمان لائیں

جہنم کے دربانوں سے عرض کریں گے کہ خدا کی بارگاہ میں ہماری سفارش کرو کہ وہ کسی دن ہم سے عذاب کی تخفیف کردے تو خازنین جہنم ان سے کہیں گے کہ کیا تمہارے پاس اللہ کی جانب سے نمائندگی کرنے والے رسول نہیں پہنچے تھے جو تم کو اس آگ کے عذاب سے ڈراتے ؟ تو یہ جواب دیں گے کہ بے شک اللہ کے نمائندے رسول ہمیں دوزخ سے ڈرانے کے لئے آئے تھے لیکن ہم نے اپنے ضد و عناد کی وجہ سے اپنی ہٹ دھرمی نہیں چھوڑی تھی۔ اور سچی بات ہے کہ دنیا میں جنت کے ٹھیکہ دار لوگ عوام الناس کو کلمہ حق کے قبول کرنے سے روکتے ہیں اور اُن کو مشرکانہ عقائد کی تعلیم دیکر اُن کے نعروں سے خوش ہوتے ہیں اور اپنی جیبوں کو گرم کر لیتے ہیں لیکن اس وقت اُن کو سمجھ آئے گی جب جہنم میں اُن کا آپس میں جھگڑا ہوگا اور فرشتے کہیں گے اب بے شک واویلا کرتے رہو تمہیں ذرہ بھر فائدہ نہیں ہے۔

رکوع ۱۱ اِنَّا لَنَنْصُرُ - خدا فرماتا ہے کہ ہم رسولوں کی اور مومنوں کی دنیا میں بھی مدد کرتے ہیں اور قیامت کے دن بھی مدد کریں گے۔ دنیا میں اُن کی مدد کے کئی طریقے ہیں مثلاً تائیدِ غیبی ۔ جراُتِ قلبی ۔ ہلاکتِ دشمن ۔ معجزہ وکرامت ۔ بیان واضح اور دلیل وبرہان وغیرہ اور بعض اوقات دشمن پر ظاہری فتح ونصرت بھی اللہ کا عطیہ ہوتا ہے ۔ اور قیامت کے دن جو اللہ کی نصرت ہوگی وہ یہ کہ اُن کو مقام قربِ خداوندی نصیب ہوگا اور اُن کے دشمنوں کو عذاب جہنم میں دھکیلا جائے گا۔

هُدًى وَّذِكْرٰى - یہ دونوں اگرچہ مصدر ہیں لیکن ان میں اسم فاعل کا معنی ہے اور حال واقع ہیں۔

فَاصْبِرْ - اپنے پیغمبر کو تسلّی دی ہے کہ سابقہ انبیاء کے قصوں کو یاد کرو اور جس طرح وہ اُمتوں کے ستانے کے باوجود صبر کرتے رہے تم بھی اسی طرح صبر کرو۔ اور اللہ کا وعدہ سچا ہے انجام کار تمہاری کامیابی ہوگی اور تمہارا دشمن رسوا اور ذلیل ہوگا۔ اور

فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ﴿۵۱﴾ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ

زندگی دنیا میں اور جس دن گواہ قائم ہوں گے جس دن نہ نفع دے گی

الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿۵۲﴾

ظالموں کو ان کی عذر خواہی اور ان کے لئے لعنت ہوگی اور اُن کے لئے بُرا (دوزخ کا) گھر ہوگا

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْهُدٰى وَاَوْرَثْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ ﴿۵۳﴾

اور ہم نے دیا موسیٰ کو ہدایت نامہ اور وارث کیا ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب (تورات) کا

هُدًى وَّذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۵۴﴾ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ

جو کہ ہدایت اور نصیحت ہے صاحبانِ عقل کے لئے پس صبر کرو تحقیق اللہ کا وعدہ حق

حَقٌّ وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ

ہے اور بخشش مانگو اپنے گناہ کے لئے اور تسبیح کرو اپنے رب کی حمد کی شام کو اور سویرے

﴿۵۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ

تحقیق جو لوگ جھگڑتے ہیں اللہ کی آیات میں بغیر دلیل کے جو اُن کو

خدا کی نصرت تمہارے شاملِ حال ہوگی ۔ اور تفسیر برہان میں روایاتِ اہلِ بیتؑ سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں رسولوں اور مومنوں کی نصرت کے وعدے سے رجعت کا زمانہ مُراد ہے کیونکہ بہت سے رسول اور مومن ایسے گذرے ہیں جن کی دنیا میں ظاہری مدد نہیں کی گئی پس زمانِ رجعت میں یہ وعدہ پورا کیا جائے گا پس حضرت امام حسین علیہ السّلام اور جملہ شہدائے کربلا کے خون کا انتقام آخرت سے پہلے دنیا میں ضرور لیا جائے گا اور وہ زمانِ رجعت ہی ہوگا۔

وَاسْتَغْفِرْ - چونکہ انبیا معصوم ہوتے ہیں اور حضرت سلطان الانبیا تمام نبیوں کے سردار اور تمام سے اشرف ہیں

پس ان کو گناہ سے معافی مانگنے کا حکم اُمت کی تعلیم کے لئے ہے یعنی خطاب حضورؐ کو ہے اور مُراد اُمت ہے کہ اپنے گناہوں کے لئے طلب مغفرت کیا کرو پس حضورؐ اپنی دعاؤں میں بخشش گناہ کی دعا مانگتے تھے تو صرف اس لئے کہ آپ کی اتباع میں اُمت دُعا کا طریقہ سیکھ لے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِ اللّٰهِ بِغَیْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ اِنْ فِیْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا كِبْرٌ مَّا هُمْ بِبَالِغِیْهِ فَاسْتَعِذْ

(اللہ نے) دی ہو ان کے دلوں میں تکبر کے سوا کچھ نہیں حالانکہ وہ اس درجہ تک نہیں پہنچ سکتے پس اللہ کی پناہ

بِاللّٰهِ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ (۵۶) لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ

مانگو بے شک وہ سمیع بصیر ہے البتہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا

اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ (۵۷)

لوگوں کے پیدا کرنے سے بڑا مشکل ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے

وَ مَا یَسْتَوِی الْاَعْمٰى وَ الْبَصِیْرُ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

اور نہیں برابر اندھے اور بینا اور مومن نیک عمل کرنے والے

وَ لَا الْمُسِیْٓءُ قَلِیْلًا مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ (۵۸) اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِیَةٌ

اور گنہگار تم تھوڑا ہی نصیحت حاصل کرتے ہو بے شک قیامت آنے والی ہے

لَّا رَیْبَ فِیْهَا وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یُؤْمِنُوْنَ (۵۹) وَ قَالَ

جس میں کوئی شک نہیں لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے اور تمہارے

رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ

رب نے کہا کہ مجھے پکارو میں تمہاری قبول کرونگا تحقیق جو لوگ تکبر کرتے ہیں میری عبادت سے

اِنْ فِیْ صُدُوْرِهِمْ۔ یعنی نبی اکرمؐ جب آیات خداوندی کی کفار مکہ کے سامنے تلاوت کرتے تھے تو جاننے اور سمجھنے کے بعد بھی جو قریش مکہ آپ سے مسئلہ توحید میں اُلجھتے تھے وہ صرف اس لئے کہ ان کے دلوں میں تکبر تھا۔ وہ یہ خیال کرتے تھے کہ ہم اکابر قریش اس یتیم کے آگے کیوں جھکیں حالانکہ وہ حضور نبی اکرمؐ کے مرتبے کی بلندی تک ہرگز ہرگز نہیں پہنچ سکتے اس کے بعد حضورؐ کو تعلیم دی گئی ہے کہ تم ان لوگوں کی پرواہ کئے بغیر اللہ کی پناہ مانگتے رہو۔

لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ۔ کفار قریش یہ مانتے تھے کہ آسمانوں اور زمین کا خالق اللہ ہے اور باایں ہمہ قیامت کا انکار کرتے تھے تو ان پر اتمام حجت کے طور پر یہ دلیل قائم کی گئی ہے کہ لوگوں کو پیدا کرنا یا مرنے کے بعد ان کو دوبارہ زندہ کرنا اس قدر مشکل نہیں جس قدر زمینوں کا بغیر مادہ کے پیدا کرنا اور اس میں قوائے نامیہ کا سپرد کرنا اور آسمانوں کا پیدا کرکے بغیر ستونوں کے کھڑا کرنا اور ان کی گردش کا نظام وغیرہ مشکل ہے تو جو اللہ آسمانوں اور زمین کو پیدا کر سکتا ہے وہ

مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیونکر نہیں کر سکتا؟

اُدْعُوْنِیْ - تفسیر مجمع البیان میں ہے امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک آدمی نے سوال کیا کہ مسجد میں داخل ہونے کے بعد ایک شخص زیادہ نمازیں پڑھے۔ اور دوسرا شخص زیادہ دعا مانگے ان میں سے افضل کون ہے؟ آپ نے فرمایا جو زیادہ دعا مانگے وہ افضل ہے اور دعا سے اعراض کرنے والے کو عبادت سے تکبر کرنے والا کہا گیا ہے گویا کہ دعا کو عبادت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ کونسی عبادت افضل ہے تو آپ نے فرمایا کہ اللہ کو دعا کرنے سے زیادہ کوئی شے محبوب تر نہیں ہے چنانچہ دعا نہ مانگنے والے کو اُس نے عبادت سے تکبر کرنے والا قرار دیا ہے۔ اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ فرض نماز کے بعد دعا مانگنا نافلہ کے بعد دعا مانگنے سے اس طرح افضل ہے جس طرح خود فریضہ نافلہ سے افضل ہے۔

الٰہ اور ربّ کا اطلاق

رکوع ۱۲ - ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمْ - جو لوگ عوام الناس کو دھوکے میں رکھنے کے لئے کہہ دیتے ہیں کہ محمدؐ و آلِ محمدؐ پر رب کا اطلاق جائز ہے یا یہ کہ اُن کو خالق و رازق کہنا درست ہے۔ ان آیات میں ان کے عقائد فاسدہ کی تردید ہے کہ آرام کرنے کے لئے رات کو بنانے والا اللہ ہی ہے اور دن کو دیکھنے کے لئے اور جملہ کاروبار کے لئے روشن بنانے والا بھی اللہ ہے جو تمہارا رب ہے اور ہر شئے کو پیدا کرنے والا بھی وہی تمہارا رب ہے جس کے علاوہ اور کوئی الٰہ نہیں ہے پس تم غلط بیان کرنے والوں سے کیوں دھوکا کھاتے ہو۔ آیت مجیدہ میں اس عقیدہ کی کھلی تردید ہے کہ محمدؐ و آلِ محمدؐ کو اللہ نے پیدا کیا اور باقی مخلوق کو انہوں نے پیدا کیا کیونکہ خدا فرماتا ہے ہر چیز کو اُس رب نے ہی پیدا کیا ہے

سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِیْنَ ﴿٦١﴾ اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ
عنقریب داخل ہوں گے جہنم میں ذلیل ہو کر — اللہ وہ ہے جس نے بنایا تمہارے

لَكُمُ الَّیْلَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ
لئے رات کو تاکہ سکون حاصل کرو اس میں اور دن کو دیکھنے کے لئے — تحقیق اللہ صاحب فضل

فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ ﴿٦٢﴾
ہے لوگوں پر — لیکن اکثر لوگ شکر نہیں ادا کرتے

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ ۘ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؗ فَاَنّٰى
یہ اللہ تمہارا رب ہے — ہر شے کا پیدا کرنے والا ہے اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں پس کہاں

تُؤْفَكُوْنَ ﴿٦٣﴾ كَذٰلِكَ یُؤْفَكُ الَّذِیْنَ كَانُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ یَجْحَدُوْنَ ﴿٦٤﴾
دھوکہ دیے جاتے ہو؟ اسی طرح دھوکہ دیے گئے وہ لوگ جو اللہ کی آیات کا انکار کرتے تھے (اپنے بڑوں کے پیچھے لگ کر)

جس کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے اس کے بعد فرمایا کہ وہی اللہ زمین کو رہائش گاہ بنانے والا آسمان کو چھت قرار دینے والا نہیں خوبصورت انسانی شکلیں دینے والا اور تم کو پاکیزہ رزق دینے والا ہے۔ اور وہی اللہ تمہارا رب ہے اور بابرکت ہے وہ اللہ جو عالمین کا رب بھی ہے پس

اَللّٰهُ الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّصَوَّرَكُمْ

اللہ وہ ہے جس نے بنایا زمین کو رہائش گاہ اور آسمان کو چھت اور تم کو شکل دی

فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ

پس بہترین شکل دی اور تم کو رزق دیا پاکیزہ چیزوں میں سے یہ اللہ تمہارا پروردگار

رَبُّكُمْ ۖۚ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۵﴾ هُوَ الْحَىُّ لَاۤ اِلٰهَ

ہے پس بابرکت ہے اللہ جو عالمین کا پروردگار ہے وہ زندہ ہے کہ اس کے سوا کوئی

اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ

الٰہ نہیں پس اسی کو پکارو خالص کرتے ہوئے اس کے لئے اطاعت کو حمد اللہ کے لئے ہے جو

الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۶﴾ قُلْ اِنِّىْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ

عالمین کا پروردگار ہے کہہ دیجئے میں روکا گیا ہوں اس بات سے کہ عبادت کروں ان کی جن کو تم

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا جَآءَنِىَ الْبَيِّنٰتُ مِنْ رَّبِّىْ وَاُمِرْتُ

پکارتے ہو اللہ کے علاوہ جب کہ پہنچ چکیں میرے پاس واضح دلیلیں اپنے رب کی طرف سے اور میں

اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۷﴾ هُوَ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ

مامور ہوں کہ جھک جاؤں عالمین کے رب کے سامنے وہ وہ ہے جس نے تم کو پیدا کیا مٹی

تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا

سے پھر نطفہ سے پھر خون بستہ سے پھر تم کو نکالتا ہے بچے کی حالت میں

جس طرح محمد و آل محمد کو الٰہ خالق و رازق ماننا شرک ہے اسی طرح ان کو رب کہنا بھی شرک ہے چنانچہ اس کے بعد فرماتا ہے وہ اللہ جس کی دیگر صفات میں سے ایک صفت رب بھی ہے وہ ہمیشہ سے زندہ ہے اور زندہ رہے گا اور اس کے علاوہ اور کوئی الٰہ نہیں یعنی ازل سے ابد تک زندہ ہونا بھی اسی اللہ اور رب کے ساتھ ہی مخصوص ہے اور اس میں بھی اس کا کوئی شریک نہیں ہے لہذا انسانوں کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ مصائب و مشکلات میں صرف اسی ہی کی ذات کو پکارا کرو اور اسی سے ہی دعا مانگا کرو اور تمہاری عبادت خالص طور پر اسی کی ذات کے لئے ہی مخصوص ہونی چاہیے اور انسان پر جملہ مخلوق میں سے پروردگار کا خصوصی احسان ہے کہ ان کی شکل وصورت تمام

حیوانات سے ممتاز اور حسین ترین ہے اور ان کی خوراک تمام جاندار مخلوق سے صاف اور پاکیزہ تر ہے جس کا آیات مندکرہ بالا میں ذکر فرمایا ہے۔

اِنِّیْ نُهِیْتُ حضورؐ کو اُمت کے سمجھانے کے لئے یہ طریقہ بتایا گیا ہے کہ میرے پاس جب میرے رب کی طرف سے واضح دلیلیں موجود ہیں کہ وہی ایک اکیلا ہی عبادت کا سزاوار ہے اور دعاؤں کا مستحق ہے تو اس وضاحت کے بعد میں اس امر کا پابند ہوں کہ صرف اُسی ذات کے لئے جھکوں جو عالمین کا رب ہے اور غیر اللہ کی طرف جھکنا اور ان کی پوجا کرنا یا ان سے دعائیں مانگنا بالکل بے فائدہ ہے لہٰذا ان سے بچ کر رہنا ہی لازم ہے اور حضورؐ کے بعد ائمہ طاہرین علیہم السلام نے بھی پرچم توحید کو اسی طرح ہی بلند رکھا اور اس تعلیم کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ فرشتوں یا سابق نبیوں یا کعبہ میں نصب شدہ پتھروں کو شریک خدا ماننا ناجائز ہے اور جو برگزیدہ ہستیاں توحید پروردگار کا درس دینے کے لئے آئی ہیں۔ خود انہی کو خدائی میں خدا کا شریک کر لینا جائز ہے درحقیقت بڑے ظالم ہیں وہ لوگ جو محمد و آلِ محمد علیہم السلام کو صفاتِ خداوندی میں شریک

ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُيُوْخًا ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى

پھر تم کو زندہ رکھتا ہے تاکہ پہنچو اپنی جوانیوں کو پھر تاکہ ہو جاؤ بوڑھے اور بعض تم میں سے وفات پا جاتے

مِنْ قَبْلُ وَلِتَبْلُغُوْٓا اَجَلًا مُّسَمًّى وَّلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۸﴾ هُوَ

ہیں اس سے پہلے اور تاکہ پہنچ جاؤ اپنی مقررہ مدت تک اور تاکہ تم سوچ سکو وہ وہ ہے

الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۚ فَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ

جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے پس جب کرے فیصلہ کسی شی کا تو صرف اس کے متعلق کہتا ہے ہو جا

فَيَكُوْنُ ﴿۶۹﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ ۭ اَنّٰى

تو وہ ہو جاتی ہے کیا تم نے نہیں دیکھا ان لوگوں کو جو جھگڑتے ہیں اللہ کی آیات میں کس طرح وہ منحرف

يُصْرَفُوْنَ ﴿۷۰﴾ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِالْكِتٰبِ وَبِمَآ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا ڕ

کئے جاتے ہیں جن لوگوں نے جھٹلایا کتاب کو اور اس کو جس کے ساتھ ہم نے بھیجا اپنے رسولوں کو

فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۱﴾ اِذِ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ ۭ

پس عنقریب جان لیں گے جب کہ طوق اور زنجیر ان کی گردنوں میں ہوں گے اور ان کو گھسیٹا

مانتے ہیں اور اُن کو وسیلہ کے درجہ سے بڑھا کر اُلوہیت اور ربُوبیت کا درجہ دیتے ہیں۔ ایسے لوگ محمدؐ و آلِ محمدؐ کے شیعہ ہرگز نہیں بلکہ اُن کے مشنِ توحید کے دشمن ہیں خدا ان کو راہِ حق پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

رکوع ۱۳ع ۔ اِذِ الْاَغْلٰلُ ۔ یہ غل کی جمع ہے اور اس کا معنی طوق ہے اور سلاسل جمع سلسلۃ کی اور اس کا معنی زنجیر ہے

جلد ۱۲

یعنی جہنمیوں کی گردنوں میں طوق و زنجیر ڈال کر دوزخ کے کھولتے ہوئے پانی میں داخل کیا جائے گا اور اس کے بعد جہنم کی آگ میں دھکیل دیا جائے گا۔

یُسْجَرُوْنَ ۔ اصل سجر کا معنی ہے جلتی ہوئی آگ پر ایندھن ڈالنا اور یہاں مقصد یہ ہے دوزخ کی جلتی ہوئی آگ پر یہ لوگ بطور ایندھن کے ڈالے جائیں گے اور پھر اُن سے دریافت کیا جائے گا کہ جن لوگوں کو تم نے اللہ کا شریک بنا رکھا تھا اور دنیا کی ہر مصیبت میں خدا کو چھوڑ کر ان کو بلایا کرتے تھے اب بھی تو اُن کو بلاؤ اب وہ کہاں گئے ہیں؟ تو اس کے جواب میں دوزخی کہیں گے وہ ہم سے گم ہوگئے ہیں پھر پہلے کلام سے اعراض کرتے ہوئے کہیں گے ہم تو دنیا میں کسی کو نہیں پکارتے تھے

يُسْحَبُوْنَ ﴿٧٢﴾ فِي الْحَمِيْمِ ۙ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُوْنَ ﴿٧٣﴾

جائے گا کھولتے ہوئے (جہنم کے) پانی میں پھر آگ میں ڈالے جائیں گے

ثُمَّ قِيْلَ لَهُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿٧٤﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

پھر اُن کو کہا جائے گا کہاں ہیں وہ جن کو تم شریک مانتے تھے اللہ کے علاوہ

قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَيْـًٔا ۭ كَذٰلِكَ

کہیں گے کہ وہ ہم سے گم ہوگئے ہیں بلکہ ہم تو کسی کو بھی نہیں پکارتے تھے پہلے اسی طرح

يُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٧٥﴾ ذٰلِكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَفْرَحُوْنَ فِي

اللہ گمراہی میں چھوڑتا ہے کافروں کو یہ سزا بوجہ اس کے ہے جو تم اتراتے تھے زمین میں

الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَمْرَحُوْنَ ﴿٧٦﴾ اُدْخُلُوْٓا

بغیر حق کے اور تم اکڑتے تھے داخل ہو جاؤ

اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿٧٧﴾

جہنم کے دروازوں سے ہمیشہ رہنے والے پس بُرا ٹھکانا ہے تکبر کرنے والوں کا

تَفْرَحُوْنَ ۔ فرح بطر اشر اور مرح تقریباً ایک ہی معنی پر اطلاق کئے جاتے ہیں۔ اور بعضوں نے فرح اور مرح کو عام وخاص مطلق قرار دیا ہے کہ فرح عام خوشی کو کہتے ہیں، اور مرح سے مُراد وہ خوشی ہے جو انبیاء اولیاء اور مومنین کی تکلیف کو دیکھ کر اُن کو لاحق ہوتی تھی۔ اور بطر و اشر بھی تقریباً اسی قسم کی خوشی پر ہی بولے جاتے ہیں۔ پس فرح کا اطلاق جائز خوشی پر بھی ہوتا ہے اور مرح کا اطلاق صرف اُس خوشی پر ہوتا ہے جو ناجائز اور باطل ہو یعنی یا تو اپنے اعمال فاسدہ پر خوش ہوں یا مومنوں کی تکلیفوں پر خوشی کریں اور کافروں کو گمراہ کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ خدا اُن کو ہدایت کے بدلے میں گمراہی کی تعلیم دیتا ہے بلکہ خدا تو ہر ایک کو ہدایت فرماتا ہے پس اس جگہ مقصد یہ ہے کہ خدا اُن کو گمراہی میں ڈھیل دیتا ہے اور اُن کو ہدایت

پر مجبور نہیں کرتا یا یہ مطلب ہوگا کہ خدا کافروں کو گمراہی کا بدلہ دے گا۔

فَاصْبِرْ۔ صبر اور شکر کے دونوں مقامات الگ الگ ہیں۔ اور دونوں مقام امتحان ہیں پس اللہ کوئی ایسی چیز عطا فرمائے جو طبیعت کے موافق ہو تو اس پر شکر کرنا امتحان سے کامیابی ہے۔ اور کوئی ایسی چیز راہِ خدا میں پیش آئے جو تکلیف و مصیبت کی موجب ہو تو اس پر صبر کرنا اور اللہ کی حمد و ثنا میں کمی نہ کرنا امتحان میں کامیابی ہے اور نعمت کے مقام پر شکر کرنا اور تکلیف کے مقام پر صبر کرنا خاصانِ خدا کا شیوہ ہے۔

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ

پس صبر کرو تحقیق اللہ کا وعدہ حق ہے پس یا تو ہم تجھے دکھائیں گے بعض وہ جو اُن سے وعدہ کرتے ہیں

اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ﴿۷۸﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ

یا تمہیں لے لیں گے پھر وہ ہماری طرف لوٹائے جائیں گے اور تحقیق ہم نے بھیجا رسولوں کو تجھ سے

قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ

پہلے بعض اُن میں سے وہ ہیں جن کا قصہ ہم نے تجھے سُنا دیا اور اُن میں سے بعض کا قصہ تمہیں

عَلَيْكَ ۗ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ

نہیں سنایا اور کسی رسول کو حق نہیں پہنچتا کہ کوئی معجزہ لے آئے بغیر اذن پروردگار کے

فَاِذَا جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۷۹﴾

پس جب آئے گا اللہ کا امر تو حق کا فیصلہ ہوگا اور خسارہ میں ہونگے اس مقام پر باطل کو اختیار کرنیوالے

فَاِمَّا نُرِيَنَّكَ۔ مقصد یہ ہے کہ اے میرے حبیب ہم نے تیرے ساتھ تیرے دشمنوں کے عذاب کا جو وعدہ کیا ہے یا تو دنیا میں ہم تجھے دکھائیں گے یعنی تیرے دشمن تیری زندگی میں گرفتارِ عذاب ہوں گے اور اگر ایسا نہ ہوا تو بروزِ قیامت تو انہوں نے میرے پیش ہونا ہی ہے پس ہم وہاں اُن کو آپ کی مخالفت کا مزہ چکھائیں گے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا۔ یعنی ہم نے جس قدر رسول بھیجے ہیں اُن میں سے بعض کا قصہ ہم نے سُنایا ہے اور بعض کا ذکر نہیں کیا اور روایات میں زیادہ مشہور یہ ہے کہ کل انبیاء کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے اور بعض روایات میں ہے کہ کل آٹھ ہزار نبی مبعوث ہوئے ان میں سے چار ہزار صرف بنی اسرائیل سے تھے اور چار ہزار غیر بنی اسرائیل تھے۔

وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ۔ معجزہ ہر نبی و رسول کو اللہ نے عطا فرمایا اور اتمام حجت کے لئے انبیاء کے پاس اس کا ہونا لازمی ہے لیکن اس کا اظہار اس حد تک ہوتا ہے جہاں تک اتمام حجت کا تعلق ہو اگر دشمنانِ حق اتمام حجت ہو چکنے کے بعد بھی معجزہ طلب کرنے پر مصر ہوں تو نبی کے لئے ضروری نہیں کہ ان کو معجزات دکھاتے رہیں حضرت رسالت مآب سے کفارِ مکہ نے

متعدد معجزات کا سوال کیا تھا چنانچہ انہوں نے خواہش کی تھی کہ ہمارے سامنے درخت آپ کی نبوت کی گواہی دے تو ہم مان لیں گے جب درخت نے گواہی دی تو کہنے لگے کوئی آسمانی معجزہ دکھائیں چنانچہ چاند دو ٹکڑے ہوا لیکن کفار مکہ نے عناد و حسد کے پیش نظر اپنی ہٹ دھرمی نہ چھوڑی اور ہر معجزہ کو جادو قرار دے کر دوسرے معجزات کے طالب رہے اس مقام پر خدا ان کے مطالبہ کو ان لفظوں میں رد فرما رہا ہے کہ کسی نبی کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ بغیر اذن پروردگار اپنی مرضی سے جب چاہے معجزہ دکھاتا رہے بلکہ یہ اللہ کے اختیار میں ہے جہاں تک اتمام حجت کا تعلق ہے وہ اپنی مشیت سے انبیاء کو معجزہ دکھانے پر مامور فرماتا ہے اور جو لوگ انکار پر مصر رہیں تو ان کے متعلق اس کے عذاب کا فیصلہ ہوتا ہے اور پھر اس کو کوئی طاقت ٹال نہیں سکتی پس باطل پرستوں کو دائمی خسارہ کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔

رکوع ۱۴

اللّٰہ الذی

اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ (۸۰)

اللہ وہ ہے جس نے پیدا کیا تمہارے چوپاؤں کو تاکہ ان میں سے بعض پر سواری کرو اور بعض کو کھاؤ

وَلَكُمْ فِیْهَا مَنَافِعُ وَلِتَبْلُغُوْا عَلَیْهَا حَاجَةً فِیْ صُدُوْرِكُمْ وَعَلَیْهَا

اور تمہارے لئے ان میں فائدے ہیں اور تاکہ تم پہنچو ان پر سوار ہو کر اپنی حاجتوں کو جو تمہارے سینوں میں ہیں

وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ (۸۱) وَیُرِیْكُمْ اٰیٰتِهٖ ۖ فَاَیَّ اٰیٰتِ اللّٰهِ

اور ان پر اور کشتیوں پر تم سوار کئے جاتے ہو اور دکھاتا ہے تم کو اپنی نشانیاں پس اللہ کی کونسی نشانیوں کا

تُنْكِرُوْنَ (۸۲) اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ

تم انکار کرو گے ؟ کیا یہ سیر نہیں کرتے زمین میں تاکہ دیکھیں کیسا انجام تھا ان

كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْهُمْ وَاَشَدَّ

کا جو ان سے پہلے گذرے ؟ وہ ان سے تعداد میں زیادہ تھے اور قوت میں

قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِی الْاَرْضِ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ (۸۳)

مضبوط تھے اور زمین میں اپنے آثار کے لحاظ سے بھی زیادہ تھے تو نہ بچا سکا ان کو وہ جو انہوں نے کیا

ان آیات میں خداوند کریم نے پھر اپنی نعمتوں کو دہرایا ہے کہ اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لئے زمین میں چوپائے پیدا فرمائے کہ ان میں سے بعض ایسے ہیں جو سواری اور کھانے کے کام آتے ہیں اور ان میں سے دیگر منافع بھی تم حاصل کرتے ہو مثلاً اون اور ریشم کپڑوں کے لئے چمڑا جوتوں کے لئے یا دیگر ضروری منافع کے لئے ان کا دودھ پینے کے لئے اور ان کا گوشت کھانے کے لئے تم استعمال کرتے ہو اور چونکہ تمہاری ضروریات زندگی اور تمدنی امور سفروں کے بغیر انجام نہیں پا سکتے پس دور دراز کے سفروں کے لئے اپنے مقاصد حاصل کرنے کے

لئے تم کو سہولت کے پیش نظر سواریوں کی ضرورت تھی تو خدا نے اپنے فضل وکرم سے خشکی کی مسافت کو طے کرنے لیئے اونٹ گھوڑے پیدا کر دیے اور بحری مسافت طے کرنے کے لئے کشتیوں کا انتظام فرما دیا اور پانی کو وہ قوت بخشی کہ تم کو اپنی پشت پر اٹھائے رکھے پس اللہ کی ان نعمتوں کو دیکھو اور اپنے ضمیر سے سوال کرو کہ تم کو اللہ کی کس نعمت کے انکار کی اجازت دیتا ہے ؟ اور پھر تم اللہ کی زمین میں چل پھر کر دیکھو اور صفحاتِ تاریخ کا مطالعہ کرو کہ تم سے پہلے جو لوگ زمین پر گزار کر چلے گئے۔ کیا اُن کو اپنی قوت طاقت اور کثرت موت سے بچا سکی اور جن لوگوں نے اللہ کی نعمات کی بے قدری یا بے شکری کی یا اس کے شریک بنا لئے تو اُن کا انجام کیا ہوا۔ اُن کے آثار اب تک زمین میں باقی ہیں اور اُن کے تعمیر کردہ عالیشان محلات اور قلعے اب تک ان کی فن کاری اور کاریگری نیز قوت و طاقت کے چشم دید گواہ موجود ہیں لیکن خدا کی گرفت سے اُن کو کوئی شئی نہ بچا سکی تو تم بھی اُن کے واقعات سے عبرت حاصل کرو۔

فَرِحُوا بِمَا عِنْدَهُمْ۔ یعنی جب گذشتہ اُمتوں کے پاس اللہ کی جانب سے رسول ہدایت لے کر پہنچے تو کفار نے کہا ہم خود ان باتوں کو جانتے ہیں پس وہ اپنے علم پر اتراتے رہے اور انبیاء سے کچھ حاصل نہ کر سکے بلکہ اُلٹا ان پر مسخری و مذاق کرتے رہے۔ چنانچہ تفسیر منتنیات الدرر میں ہے کہ سقراط کو ایک نبی کی بعثت کے متعلق جب خبر دی گئی اور اس کو کہا گیا کہ چل کر اُس کی زیارت کیجئے تو سقراط نے جواب دیا کہ میں خود ہدایت یافتہ ہوں مجھے کسی دوسرے ہادی کی ضرورت نہیں ہے۔ اور ممکن ہے کہ فَرِحُوا کا فاعل ضمیر مرفوع انبیاء کی طرف راجع ہو اور معنی یہ ہو کہ جب انبیاء نے لوگوں کی جہالت کو ملاحظہ فرمایا تو خوش ہوئے کہ خدا نے ہمیں علم و ہدایت کی دولت سے نوازا ہے۔ پس انبیاء اپنے صبر و حوصلہ کی بدولت اپنے مشن میں کامیاب رہے اور کافروں کو آخر کار عذاب خداوندی میں گرفتار ہونا نصیب ہوا۔ کیونکہ وہ ہدایت حاصل کرنا تو درکنار اُلٹا انبیاء سے مذاق و مسخری کرتے تھے لیکن جب انہوں نے عذاب کو دیکھا تو عذاب کے ڈر سے کلمہ توحید

فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَرِحُوا بِمَا عِنْدَهُمْ

پس جب ان کے پاس ان کے رسول آئے واضح دلیلیں لے کر تو خوش ہوئے اس پر جو ان کے پاس علم تھا

مِنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ (۸۴)

(جس کو علم سمجھتے تھے) اور گھیر لیا ان کو اس عذاب نے جس پر استہزاء کرتے تھے

فَلَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا قَالُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَحْدَهُ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا

پس جس وقت انہوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو کہنے لگے ہم اللہ پر ایمان لائے جو اکیلا ہے اور ہم انکار کرتے ہیں انکا

بِهِ مُشْرِكِينَ (۸۵) فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ إِيمَانُهُمْ لَمَّا رَأَوْا

جن کو ہم شریک بناتے تھے   پس نہ نفع دیا ان کو ان کے ایمان نے جب انہوں نے دیکھا ہمارا عذاب

بَأْسَنَا سُنَّتَ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ فِي عِبَادِهِ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكَافِرُونَ (۸۶)

یہ اللہ کا طریقہ ہے جو اس کے بندوں میں جاری رہا ہے اور نقصان اٹھاتے ہیں اسوقت کافر لوگ

کے ہمنوا ہوئے اور شرک سے بیزار ہوئے لیکن اُس وقت اُن کو ایمان فائدہ نہ دے سکا۔ اور سابقہ اُمتوں میں اللہ کا یہی دستور رہا ہے۔ پس ان کفار کو بھی ان کے واقعات سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے ورنہ جب عذاب آجائے گا تو اُس وقت کی پشیمانی کوئی فائدہ نہ دے گی اور کافروں کو خسارہ سے دوچار ہونا ہی پڑے گا۔ والحمد للہ رب العلمین

سُورَۃ حٰمٓ السَّجدہ

یہ سورہ مکیہ ہے اور سورہ مومن کے بعد نازل ہوا ہے۔

اس کی آیات کی تعداد پچپن ہے اس کا دوسرا نام سورہ فصّلت ہے۔

جناب رسالت مآبؐ سے مروی ہے جو شخص سورہ حم سجدہ کی تلاوت کریگا اس کو ایک ایک حرف کے بدلے میں دس دس نیکیاں ملیں گی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے جو شخص سورہ حم سجدہ کو پڑھے گا اُس کے سامنے قیامت کے روز حدِ نگاہ تک نور ہوگا۔ اور اُس کو خوشی نصیب ہوگی نیز اس کی دنیاوی زندگی لائقِ تعریف اور قابلِ رشک ہوگی۔

خواص القرآن سے منقول ہے جو شخص اس کو برتن میں لکھ کر دھوئے اور اس سے آٹا خمیر کر کے خشک کرلے اور پھر اس کا سفوف بنا کر رکھے پس اس کا ایک چٹکی لینے سے دردِ دل ختم ہوجائے گا (نبویؐ)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو شخص اس سورہ کو برتن میں لکھے اور بارش کے پانی سے دھو کر اس پانی میں سُرمے کو کھرل کر کے خشک کرلے اور اپنے پاس محفوظ رکھے پس جس شخص کی آنکھ کو سفیدی یا درد کی کوئی تکلیف ہوگی اس سُرمہ کے لگانے سے وہ تکلیف جاتی رہے گی اور آشوبِ چشم اس کو کبھی نہ ہوگا اور اگر سُرمہ لگانا ممکن نہ ہو تو اُسی پانی سے آنکھ کو دھو دینے سے آشوبِ چشم جاتا رہے گا۔

(برہان)

رکوع ۱۵۔ تَنۡزِيۡلٌ ۔ اس کی دو ترکیبیں کی گئی ہیں (۱) حٰم سورہ کا نام ہے اور مبتدا ہے اور تنزیل اس کی خبر ہے اور کتاب تنزیل سے بدل ہے ۔

(۲) تنزیلٌ نکرہ موصوفہ ہے لہٰذا مبتدا ہے اور کتاب اس کی خبر ہے اور تنزیل بمعنی منزل ہے اور بعضوں نے کہا ہے حٰم مخفف ہے حمید مجید کا۔ اس کے بعد قرانًا عربیًّا حال ہے۔

فُصِّلَتۡ ۔ بعض لوگوں نے اس سورہ مجیدہ کا نام بھی اسی لفظ کی مناسبت سے سورہ فُصِّلَت قرار دیا ہے یعنی اس کتاب کی آیتیں مفصل ہیں۔ بایں طور کہ مختلف موضوعات پر اس میں بحث کی گئی ہے اور الگ الگ بحثیں ہیں کیونکہ تفصیل کا معنی تفریق ہوتا ہے کہیں توحید کہیں نبوت کہیں دیگر عقائد کہیں اعمال کہیں حلال و حرام کہیں تخلیق کائنات کہیں نباتات و حیوانات و دیگر مخلوقات غرضیکہ ہر قسم کے مسائل کا اس میں حل موجود ہے

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ (۱)

اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

حٰمٓ (۲) تَنۡزِيۡلٌ مِّنَ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ (۳) كِتٰبٌ

حٰم نازل شدہ رحمان و رحیم کی جانب سے ایسی کتاب ہے

فُصِّلَتۡ اٰيٰتُهٗ قُرۡاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوۡمٍ يَّعۡلَمُوۡنَ (۴) بَشِيۡرًا وَّ

جس کی آیات مفصل ہیں قرآن عربی ہے اس قوم کے لئے جو علم حاصل کریں خوشخبری دینے والا اور

نَذِيۡرًا ۚ فَاَعۡرَضَ اَكۡثَرُهُمۡ فَهُمۡ لَا يَسۡمَعُوۡنَ (۵) وَقَالُوۡا

ڈرانیوالا ہے پس منہ پھیر لیا اُن کے اکثر نے پس وہ سنتے ہی نہیں اور کہتے ہیں کہ

قُلُوۡبُنَا فِىۡۤ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدۡعُوۡنَاۤ اِلَيۡهِ وَفِىۡۤ اٰذَانِنَا وَقۡرٌ وَّمِنۡۢ

ہمارے دل پردوں میں ہیں اس چیز کے قبول کرنے سے جس کی طرف تم ہم کو بلاتا ہے اور ہمارے کانوں پر بوجھ ہے

بَيۡنِنَا وَبَيۡنِكَ حِجَابٌ فَاعۡمَلۡ اِنَّنَا عٰمِلُوۡنَ (۶) قُلۡ

اور ہمارے اور تمہارے درمیان حجاب ہے پس تو اپنی مرضی کر ہم تو اپنی مرضی کرنیوالے ہیں کہہ دیجئے

اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثۡلُكُمۡ يُوۡحٰٓى اِلَىَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمۡ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ

اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ میں تم جیسا بشر ہوں میری طرف وحی کی گئی ہے کہ تمہارا الٰہ صرف ایک الٰہ ہے پس

فَاسۡتَقِيۡمُوۡۤا اِلَيۡهِ وَاسۡتَغۡفِرُوۡهُ ؕ وَوَيۡلٌ لِّلۡمُشۡرِكِيۡنَ (۷) الَّذِيۡنَ

اس کی طرف سیدھے ہو جاؤ اور اسی سے معافی مانگو اور ویل ہے شرک کرنیوالوں کے لئے جو

قُرۡاٰنًا عَرَبِيًّا ۔ قرآن اس کلام جامع کا نام ہے جو اُن تمام معانی مقصودہ پر مشتمل ہے ۔ جن کی تبلیغ کے لیے حضرت نبی اکرمؐ کو بھیجا گیا اور انہی حروف و الفاظ کا مرکب ہے جس کو پروردگار نے لوح محفوظ پر ثبت فرمایا اور فرشتہ وہاں سے نقل کر کے لایا۔

تفسیر برہان میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب سورہ شعراء کی آیت وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ اُتری تو حضور نے مجھے حکم دیا کہ ایک بکرا ایک صاع یعنی تین یا ساڑھے تین سیر گندم یا جو کا آٹا اور ایک بالٹی دودھ کا انتظام کرو اور تمام اکابر قریش کو مدعو کرو چنانچہ چالیس سے زیادہ سردارانِ قوم کو مدعو کر لیا گیا جن میں حضرت ابو طالب، حضرت عباس اور حضرت حمزہ بھی شریک تھے پس جب سب جمع ہوئے تو حضورؐ نے مجھے حکم دیا کہ جو کچھ تیار ہے لے آؤ۔ پس میں نے تعمیل حکم کرتے ہوئے دسترخوان پر کھانا رکھ دیا وہ لوگ اس کم مقدار کے کھانے کو دیکھ کر بطور تمسخر کے ہنس پڑے لیکن حضورؐ کی طبع اقدس پر ذرہ بھر ملال نہ آیا۔ آپ نے اپنی انگشت مبارک ثرید کے برتن میں چاروں طرف داخل کی اور پھر فرمایا بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر کھانا تناول کرو تو ابوجہل کہنے لگا۔ اے محمدؐ۔ ہم کیا کھائیں؟ ہم میں سے تو ایک ایک آدمی سالم بکرے کے ہمراہ بارہ بارہ سیر کی مقدار روٹی کھانے والا ہے۔ حضورؐ نے نہایت پرسکون لہجے میں ارشاد فرمایا کہ تم کھاؤ تو سہی اور میں دیکھتا ہوں کہ کتنا کھا سکتے ہو۔ چنانچہ وہ کھانے میں مشغول ہوئے حتیٰ کہ سیر ہو گئے۔ اور خدا کی قسم ابھی تک برتن میں ان کے کھانے کے بعد کچھ بھی کم نہ ہوا۔ اور نہ ان کے کھانے کا کچھ اثر معلوم ہوا پس حضورؐ نے بنفس نفیس ارشاد فرمایا اے اکابر قریش اور کھاؤ اور پیٹ بھر کر کھاؤ اور جس قدر جی چاہے کھاؤ لیکن کسی میں اس سے مزید کھانے کی گنجائش ہی نہ تھی۔ پس آپ نے مجھے برتن اٹھا لینے کا حکم دیا اور قریشیوں سے خطاب کر کے کہا اے قوم: میرا اور تمہارا رب ایک اللہ ہے بس یہ سننا تھا کہ ابولہب بول اٹھا اور قوم سے خطاب کر کے کہنے لگا کھڑے ہو جاؤ اور ان کی مزید کوئی بات نہ سنو کیونکہ انہوں نے تم پر جادو کر لیا ہے چنانچہ وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور گھروں کو چل دئیے۔ حضرت علی نے ان کا تعاقب کرنا چاہا لیکن حضور نے فرمایا اے علی واپس آجاؤ ہمیں اللہ نے تبلیغ کرنے کا حکم دیا ہے ابھی لڑنے کا حکم نہیں دیا۔ اب کل کی طرح دوبارہ ان کی دعوت کا انتظام کرو اور پھر ان کو مدعو کرو۔ چنانچہ دوسرے روز پھر کھانے کا انتظام کیا گیا اور انہی لوگوں کو کھانے پر مدعو کیا گیا۔ جب سب کھا چکے تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ تاریخ عرب میں آج تک کوئی جوان ایسا نہیں گذرا جو اپنی قوم کے لئے مجھ سے بہترین تحفہ لایا ہو کیونکہ میں تمہارے لئے دنیا اور آخرت دونوں کی بہتری لایا ہوں۔ آپ کا فرمان سن کر ابوجہل کہنے لگا۔ محمد کی باتوں سے ہمیں نہایت تعجب آتا ہے اگر ہمارے پاس کوئی ایسا آدمی ہوتا جو جادو اور کہانت کا فن جانتا ہوتا تو ہمیں ان کے فن سے مرعوب نہ ہونا پڑتا۔ عتبہ بن ربیعہ نے ابوجہل کی بات کاٹ کر کہا کہ مجھے بخبر ہے جو کچھ تو کہنا چاہتا ہے ابوجہل نے کہا پھر خاموش کیوں بیٹھا ہے کھل کر بات کرو۔ عتبہ کہنے لگا جو کچھ تیرا خیال ہے وہ غلط ہے۔ پھر اس نے حضورؐ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا اے محمد تو بہتر ہے یا ہاشم؟ تو بہتر ہے یا عبدالمطلب؟ تو بہتر ہے یا عبداللہ؟ تو بہتر ہے یا ابو طالب؟ یہ بتائیے کہ آپ ہمارے بزرگوں کو گمراہ کیوں کہتے ہیں اور ہمارے خداؤں کو برا کیوں جانتے ہیں؟ دیکھئے۔ اگر آپ کو حکومت وسلطنت کی خواہش ہے تو ہم سب مل کر آپ کے جھنڈے کے نیچے جمع ہونے کو تیار ہیں بے شک آپ بادشاہ ہوں اور ہم آپ کے رعایا ہوں گے اور اگر آپ شادی کے خواہش مند ہیں تو ایک چھوڑ ہم اکابر قریش کے گھروں میں آپ کی دس شادیاں کر سکتے ہیں۔ اور اگر تنگدستی کو رفع کرنے کے لئے مال و دولت کی آپ کو ضرورت ہے تو ہم باہمی چندہ کر کے آپ کو اس قدر دے سکتے ہیں جو زندگی بھر آپ کو کافی ہو بلکہ آپ

کی نسلوں تک کافی ہو۔ اس کے علاوہ اگر کوئی فرمائش ہو تو ہم تعمیل ارشاد کے لئے تیار ہیں پس عتبہ خاموش ہوا تو آپ نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر سورہ حٰم سجدہ کو شروع کیا۔ حٰمٓ۔ تَنْزِيلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ كِتَابٌ فُصِّلَتْ آيَاتُهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا الخ اس کے بعد آپ نے یہ آیت پڑھی فَإِنْ أَعْرَضُوا فَقُلْ أَنْذَرْتُكُمْ صَاعِقَةً مِّثْلَ صَاعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُودَ۔ آیت ۵
یعنی اگر وہ اعراض کریں تو کہہ دیجئے کہ میں نے تم کو ڈرایا ہے۔ عاد اور ثمود کے عذاب کی طرح آنے والے عذاب سے۔ جب آپ یہاں تک پہنچے تو عتبہ نے اپنے منہ پر ہاتھ دیا اور خدا کا واسطہ دے کر عرض کرنے لگا کہ حضور آپ خاموش ہو جائیے یہ کہہ کر اُٹھ کھڑا ہوا اور مجمع سے نکل کر گھر کی طرف روانہ ہو گیا چنانچہ باقی لوگ بھی اس کے پیچھے روانہ ہوئے لیکن اُس کو مل نہ سکے پس وہ اپنے گھر میں داخل ہوا اور اندر بیٹھ گیا۔ پھر دوسرے دن سب قریشیوں کو ابوجہل نے جمع کیا اور اکٹھے ہو کر عتبہ کے گھر میں اُس کے پاس پہنچے تو ابوجہل نے پوچھا اے عتبہ کیا محمد کا جادو تجھ پر تو نہیں چل گیا یہ سنتے ہی عتبہ غصے سے آگ بگولا ہو گیا اور اپنے مقام سے فوراً اٹھ کر کہنے لگا۔ او بے حیا خاموش رہ اگر آج تو میرے گھر میں نہ ہوتا تو میں تجھے نہایت بُرے طریقے سے قتل کے گھاٹ اتار دیتا۔ تو کہتا ہے کہ محمد جادوگر ہے کاہن ہے اور شاعر ہے حالانکہ ہم سب اُن کے پاس گئے اور اُن کی باتوں کو سُنا وہ تو آسمان کے پروردگار کا کلام ہمیں سناتا ہے اور جب میں نے اُن کو اس کی قسم دی تو وہ فوراً خاموش بھی ہو گئے تھے۔ اور تم سب اُن کو صادق و امین کا خطاب دے چکے ہو اور کیا تم نے اُن کو اس سے پہلے بھی کبھی جھوٹ بولتے دیکھا ہے؟ اور اب جو کچھ وہ پڑھ رہا تھا میں سمجھتا ہوں کہ اگر وہ تلاوت کو پورا کرتا تو ضرور تم پر عذاب نازل ہو جاتا۔

لَا يُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كٰفِرُونَ ⑧ إِنَّ

زکوٰۃ نہیں دیتے اور آخرت کا انکار کرتے ہیں تحقیق

الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ⑨

جو لوگ ایمان لائیں اور نیک عمل کریں ان کے لئے نہ منقطع ہونے والا اجر ہو گا

تفسیر برہان میں حضرت علی علیہ السلام کی ولایت کی تبلیغ کو آیات کا مصداق ٹھہرایا گیا ہے چنانچہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اسی مضمون کی ایک روایت منقول ہے اور ممکن ہے کہ سابق بیان آیات کا ظاہر ہو اور ولایت علی تفسیر باطنی ہو اور ان میں کوئی منافات نہیں ہے۔ پس جو لوگ پیغمبرؐ کے پیغام توحید کو سننا گوارا نہ کرتے تھے اور اس بارے میں اُن کے دلوں، کانوں اور زبانوں پر مہریں تھیں وہ ان آیات کے ظاہری مصداق تھے اور جن لوگوں نے ولایت علی کے پیغام کو نہ سنا یا نہ سمجھا یا نہ مانا اُن کے بھی دلوں کانوں اور زبانوں پر مہریں ہیں اور وہ ان آیات کے باطنی مصداق ہیں اور قرآن کے ظاہر اور باطن دونوں پر ایمان لانا ضروری ہے۔

وَ قَالُوا۔ یعنی کفار مکہ نے حضرت رسالت مآبؐ کو دو ٹوک جواب دے دیا تھا کہ آپ کی دعوت کو قبول کرنے سے ہمارے دل پردوں کے اندر ہیں یعنی آپ کی نصیحت ہمارے دلوں کی گہرائی تک اترتی ہی نہیں سکتی اور نہ ہم تیری بات سننے کے لئے تیار ہیں اور تیرے اور

ہمارے درمیان اختلافِ عقائد کی سبت بڑی دیوار حائل ہے پس آپ ہماری ہلاکت کی کوشش کریں اور ہم آپ کی ہلاکت کی کوشش کریں گے نیز آپ ہمارے دین کو باطل کرنے پر زور صرف کریں اور ہم آپ کے مشن کو ناکام بنانے کی سعی کرتے رہیں گے۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ ۔ اس کی تشریح و توضیح پہلے گذر چکی ہے۔

رکوع ۱۶۔ بروایت عکرمہ حضرت رسالت مآبؐ سے مروی ہے کہ خداوند کریم نے زمین کو اتوار و سوموار کے دنوں میں خلق فرمایا اور پہاڑوں کو منگل وار کے دن اور درخت پانی اور آبادیاں و ویرانے بدھوار کے روز اور یہ کل چار دن ہیں یعنی زمین اور زمین کی اقوات و خوراک کی تکمیل چار دنوں میں ہوئی یعنی صرف زمین کی پیدائش دو دنوں میں اور زمین اور پہاڑوں، درختوں، دریاؤں اور آبادیوں ویرانوں کی مکمل تخلیق چار دنوں میں ہوئی جن میں پہلے دو دن بھی شامل ہیں۔ اور بعض مفسرین نے کہا ہے کہ دو دنوں سے مراد دو وقت ہیں پہلا وقت ابتدائے خلقت اور دوسرا وقت انتہائے زندگی ہے یعنی زمین کی ایجاد سے فنا تک کی تمام تخلیق کا کارنامہ اُسی ذاتِ واحد کی صناعی و حکمت کا مرہونِ منت ہے پس وہی لائق عبادت و پرستش ہے اور وہی رب العالمین ہے اور چار ایام میں زمینی آبادیوں کی تکمیل سے مراد چار موسم ہیں کہ زمین پر بسنے والی تمام مخلوق کا آب و دانہ اور خوراک و رہائش اور جملہ ضروریاتِ زندگی کا دار و مدار انہی چار موسموں پر ہے یعنی گرما و سرما اور خزاں و بہار پس مقصد یہ ہے کہ ابتداء پیدائش سے انتہائے عالم تک زمین کے اندر بسنے والی تمام مخلوق کا پیدا کرنا اور ان کی رہائش و جملہ ضروریات زندگی کا چار موسموں کے رد و بدل سے منظم و مکمل ہونا اُسی ذات علیم و حکیم کے احسان و فیض کے صدقہ میں ہے اور جو لوگ ان اُمور میں خدا کے ساتھ کسی کو شریک بنائیں وہ خدا کے دشمن ہیں۔

قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَ

کہہ دیجئے تحقیق تم کفر کرتے ہو اس کا جس نے زمین کو دو دنوں میں پیدا کیا

تَجْعَلُوْنَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ⑩ وَجَعَلَ فِيْهَا

بناتے ہو اس کے لئے شریک وہ عالمین کا پروردگار ہے اور اس نے پیدا کئے

رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَآ اَقْوَاتَهَا فِيْ

اس زمین میں پہاڑ، اس کے اوپر اور اس میں برکت رکھی اور اس میں مقرر کیا اس کے رہنے والوں کا

اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ ⑪ ثُمَّ

رزق چار دنوں میں درست و برابر سائلین یعنی محتاج مخلوق کے لئے پھر

بَارَكَ فِيْهَا ۔ یعنی اللہ نے زمین میں انسانی زندگی کے لئے ہر قسم کی برکت پوشیدہ کر رکھی ہے۔

قَدَّرَ فِيْهَا ۔ یعنی اللہ نے زمین میں انسانی تمدنی بقا کے لئے تبادل موسموں کے ذریعہ ان کے خورد و نوش کا تدریجی نظام قائم فرمایا ہے

سَوَآءً لِّلسَّآئِلِیْنَ ۔ سائل وہی ہوتا ہے جو محتاج ہو اور اللہ کے ماسوا سب اس کے محتاج ہیں اور سَوَآءً کا معنی ہے درست اور برابر یعنی یہ نظامِ قدرت تمام ماسوا اللہ کے لئے صحیح اور مناسب ہے پس اللہ کے انعام و احسان کا انکار کرنا کفر اور کسی اور کی طرف منسوب کرنا شرک ہے ۔ وبروایت کافی حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے ۔ خدا نے جملہ خیر بروز اتوار خلق فرمائی اور زمینوں کو سوموار کے دن پیدا کیا اور اہل زمین کے خورد و نوش کی اشیاء و اسباب کو منگل وار کے دن خلق کیا اس کے بعد آسمانوں کی تخلیق بدھوار اور خمیس کو ہوئی اور اُن کی غذاؤں کے اسباب یوم جمعہ پیدا فرمائے اور اس فرمان کا یہی مطلب ہے خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ۔ یعنی اس نے آسمانوں زمینوں اور ان کے درمیان کی جملہ اشیاء کو چھ دنوں میں خلق فرمایا (برھان) اور سابق تاویل نہایت مناسب اور موزوں ہے۔

اِسْتَوٰٓی اِلَی السَّمَآءِ وَهِیَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ

متوجہ ہوا آسمان کی طرف درحالیکہ وہ دھواں تھا پس حکم دیا اس کو اور زمین کو کہ آؤ اطاعت گزار ہو

ائْتِیَا طَوْعًا اَوْ کَرْهًا قَالَتَآ اَتَیْنَا طَآئِعِیْنَ ﴿۱۲﴾ فَقَضٰهُنَّ

کر یا مجبور ہو کر تو انہوں نے کہا ہم حاضر ہیں اطاعت کرتے ہوئے پس پورا بنایا

سَبْعَ سَمٰوٰتٍ فِیْ یَوْمَیْنِ وَاَوْحٰی فِیْ کُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا

اُن کو سات آسمان دو دنوں میں اور وحی کی ہر آسمان کی طرف ان کے کام کی اور ہم نے زینت

وَزَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ وَحِفْظًا ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ

بخشی آسمان دنیا کو چراغوں کے ساتھ اور حفاظت کے لئے یہ تقدیر ہے

الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ﴿۱۳﴾ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ

غالب جاننے والے کی پس اگر اعراض کریں تو کہدو کہ میں نے تم کو ڈرایا ہے

اِسْتَوٰٓی اِلَی السَّمَآءِ ۔ اس جگہ ایک سوال پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ کہ یہاں یہ معلوم ہوتا ہے کہ زمین کی تخلیق کے بعد آسمان کو پیدا کیا گیا ۔ حالانکہ دوسرے مقام پر فرماتا ہے وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰهَا ۔ یعنی آسمان کو پیدا کرنے کے بعد زمین کو بچھایا تو اس کا جواب دو طریقوں سے دیا گیا ہے (۱) ممکن ہے کہ زمین کی پیدائش آسمان کی خلقت سے مقدم ہو لیکن دحو الارض یعنی زمین کا پھیلانا اور بچھانا آسمان کی پیدائش کے بعد ہو ۔ (۲) یا یہ کہ ثُمَّ ترتیب پیدائش کو بیان کرنے کے لئے نہیں بلکہ ترتیب بیان کے لئے ہے کہ کفار کو پہلے زمین اور زمین میں ہونے والی مخلوق کی پیدائش کا ذکر سنایا اور فرمایا پھر آسمان کے متعلق بھی سن لو کہ اس کا اور اس میں ہونے والے تمام اجرام کا خالق بھی وہی اللہ ہے جو زمین کا خالق ہے لہذا وہی لائق عبادت ہے اور وہی سزاوار ہے کہ ہر حال میں ہر دعا و پکار کے لئے اُس کو مقصود و معبود قرار دیا جائے ۔

ص۱۷۳

وَهِيَ دُخَانٌ - حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے جہاں تخلیق آسمان کا ذکر فرمایا ہے وہاں اسی طرح ارشاد فرمایا کہ خدا نے پہلے پانیوں کو پیدا کیا اور ہواؤں کے ذریعے سے پانیوں کی سطح میں حرکت پیدا کی۔ اُس کی جھاگ سے سطح زمین کو خلعتِ وجود بخشی اور اُس سے اُٹھنے والے دھوئیں کو اُوپر اٹھایا اور اُس سے آسمان کو وجود بخشا۔

فَقَالَ لَهَا - یہ بیان بھی ترتیب خلقت کے لئے نہیں بلکہ بیان کی ترتیب کے لئے ہے کیونکہ تخلیق آسمان وزمین کے ذکر کے بعد سوال پیدا ہوتا تھا کہ خدا نے آسمان وزمین کو کس طرح پیدا فرمایا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی ایجاد میں آلات واسباب کی ضرورت نہیں ہوتی وہ تو امر کن سے چیز کو کتمِ عدم سے نکال کر خلعتِ وجود عطا فرمایا کرتا ہے۔ چنانچہ آسمانوں اور زمین کی پیدائش کا بھی جب ارادہ فرمایا کہ کتمِ عدم سے نکل کر منصۂ وجود میں آجاؤ، خواہ طوعاً خواہ کرہاً یعنی میرا تم کو پیدا کرنا امر تکوینی ہے نہ کہ امر تشریعی جس میں مخاطب کو اختیار دیا جاتا ہے پس امر تکوینی میں مخلوق کی مجال نہیں انکار کر سکے پس جب اس کا ارادہ ہوا تو آسمان وزمین فوراً بن گئے اور اُن کا فوراً بن جانا اُن کی زبانِ حال سے جواب تھا کہ اے پروردگار ہم اطاعت کرتے ہوئے حاضر ہیں ہمیں تیرے حکم ایجاد میں انکار کی مجال ہی کیا ہے؟ اور ایجاد کے امر تکوینی میں خطاب صرف زمین وآسمان کو نہیں بلکہ اس میں ہونے والی جمیع ذوی العقول اور غیر ذوی العقول مخلوق بھی شامل ہے اس لئے ذوی العقول کو غلبہ دیتے ہوئے صیغے ذوی العقول کے اختیار کئے گئے ہیں چنانچہ طائعتین کے بجائے طائعین اور قضاھا کے بجائے قَضَاهُنَّ کو لایا گیا ہے۔ اور سابق عکرمہ کی روایت میں ہے۔ زمین کی تخلیق چار دن میں اتوار سے بدھ تک مکمل ہوئی اور خمیس کے روز اللہ نے آسمان کو پیدا کیا اور جمعہ کے دن آسمان میں چاند سورج اور ستاروں کو پیدا فرمایا پس گویا کہ چھ دنوں میں زمین و آسمان کا تخلیقی کارنامہ مکمل ہوا۔ اور ہر آسمان پر بسنے والوں کو اُن کا مناسب حکم اللہ نے وحی کر دیا اور اہلِ ہیئت کے نزدیک اگرچہ ستارے آٹھویں آسمان یعنی فلک البروج میں ہیں لیکن چونکہ پہلے آسمان پر نظر آتے ہیں اس لئے ان کو پہلے آسمان کی زینت قرار دیا گیا۔

صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ ﴿۱۴﴾ إِذْ جَاۗءَتْهُمُ

عذاب سے مثل قوم عاد و ثمود کے عذاب سے جب اُن کے

الرُّسُلُ مِنْ بَيْنِ أَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ

پاس رسول آئے ان کے سامنے اور ان کے بعد (اس تبلیغ کے لئے) کہ

أَلَّا تَعْبُدُوْا إِلَّا اللّٰهَ ۭ قَالُوْا لَوْ شَاۗءَ رَبُّنَا

نہ عبادت کرو مگر اللہ کی تو وہ کہنے لگے اگر ہمارا رب چاہتا

مِنْ بَيْنِ أَيْدِيْهِمْ - اس کا ایک معنے تو یہ ہے کہ قوم عاد وثمود کے پاس رسول اُن سے پہلے بھی آئے۔ اور اُن کے بعد بھی سلسلہ جاری رہا۔ یا یہ مقصد ہے کہ اُن کے آباء کی طرف بھی آئے اور اُن کی طرف بھی آئے۔ اور وہ

یہی پیغام لائے کہ غیر اللہ کی عبادت چھوڑ دو لیکن انہوں نے جواب دیا کہ اگر خدا کو رسول بھیجنے کی ضرورت ہوتی تو فرشتوں کو بھیج دیتا لہٰذا ہم تمہاری بات ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

هُوَ اَشَدُّ ۔ قوم عاد چونکہ بہت قد آور اور طاقت ور قوم تھی اس لئے انہوں نے اپنی طاقت و قوت پر ناز کیا اور انہیں یہ خیال نہ آیا کہ جس خالق نے ہمیں پیدا کیا ہے وہ ہم سے بھی طاقت ور ہے۔ پس انہوں نے انبیا کی تعلیم

لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً فَاِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ⑮ فَاَمَّا

تو اتارتا فرشتے پس ہم اس چیز کا جس کے ساتھ تم بھیجے گئے ہو انکار کرتے ہیں لیکن عاد

عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ

تو انہوں نے تکبر کیا زمین میں ناحق پس کہنے لگے کہ ہم سے طاقت میں

مِنَّا قُوَّةً ؕ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِىْ خَلَقَهُمْ هُوَ

کون مضبوط تر ہے کیا انہیں معلوم نہیں کہ تحقیق وہ اللہ جس نے ان کو پیدا کیا ہے وہ ان سے

اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ؕ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ⑯

طاقت میں مضبوط تر ہے؟ اور وہ ہماری آیات کا انکار کرتے تھے

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِىْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ

پس ہم نے بھیجی ان پر تیز و تند ہوا منحوس دنوں میں

لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْىِ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ

تاکہ ان کو چکھائیں رسوائی کا عذاب زندگی دنیا میں

وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ ⑰ وَاَمَّا ثَمُوْدُ

اور آخرت کا عذاب زیادہ رسوا کن ہوگا اور وہ نہ مدد کئے جائیں گے لیکن ثمود

کو ٹھکرایا۔ اور آیات خداوندی کا انکار کیا تو خداوند کریم نے تیز آندھی کا عذاب ان پر بھیج دیا کہ سب لقمۂ اجل ہو گئے۔

صَرْصَرًا ۔ یہ صِرٌّ سے ہے جس کا معنی سخت آواز پیدا کرنے والی تیز و تند ہوا۔ اور بعضوں نے سخت سرد ہوا اس کا معنی کیا ہے اور مزید مبالغہ پیدا کرنے کے لئے صَرَّ سے صَرْصَرَ بنا دیا جاتا ہے جس طرح کَفَّ سے کفکف بنایا جاتا ہے۔

نَحِسَاتٍ ۔ یعنی جن دنوں میں ان پر عذاب بھیجا گیا تھا وہ ان لوگوں کے لئے منحوس دن تھے اور

قوم عاد پر مبعوث ہونے والا پیغمبر حضرت صالح علیہ السلام تھا۔

وَاَمَّا ثَمُوْدُ ۔ قوم ثمود کی طرف حضرت ھود علیہ السلام کو بھیجا گیا تھا۔ اور انہوں نے قوم کو ہدایت کی لیکن ان لوگوں

فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى فَاَخَذَتْهُمْ

تو ان کو ہم نے ہدایت کی تو انہوں نے پسند کیا گمراہی کو ہدایت پر پس ان کو پکڑ لیا

صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۸﴾

ذلت آمیز عذاب کی بجلی نے بوجہ اس کے جو کماتے تھے

وَنَجَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۱۹﴾

اور ہم نے نجات دی ان کو جو ایمان لائے اور (اللہ سے) ڈرتے تھے

نے اپنے نبی کی نصیحت پر کان نہ دھرے اور راہِ ہدایت کو اختیار کرنے کے بجائے انہوں نے گمراہی کا راستہ ہی اپنائے رکھا اور انجام کار ان کو عذابِ خداوندی نے تہس نہس کر دیا۔

اسرار و رموز

(۱) حدیث نبویؐ میں ہے کہ ہوائیں آٹھ قسم کی ہوتی ہیں۔ جن میں سے چار باعثِ عذاب اور چار باعثِ رحمت ہیں وہ چار جو باعثِ عذاب ہیں یہ ہیں۔

عاصف، صرصر، عقیم اور سموم

اور وہ چار جو باعثِ رحمت ہیں وہ یہ ہیں

ناشرات، مبشرات، مرسلات اور ذاریات

۲۔ دنوں میں سعد و نحس کے متعلق علماء میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں بالذات بعض دن منحوس اور بعض دن سعد ہوا کرتے ہیں۔ اور یہ آیت ان کے لئے دلیل ہے جس میں ایام کی صفت نحسات آئی ہے۔ لیکن علمائے متکلمین کے نزدیک یہ چیز باطل ہے ان کے نزدیک تمام دن ایک جیسے ہیں اور ان میں سے ایک دوسرے پر کسی کو ترجیح نہیں دی جاسکتی۔ اور اگر کسی پر سعادت یا نحوست کا اطلاق ہے تو کسی عارضہ کی وجہ سے۔ مثلاً جو دن کسی بزرگ کی ولادت کی طرف منسوب ہوا اس کو سعد کہہ دیا گیا اور جس دن کسی بزرگ کی موت واقع ہو گئی اس کو نحس کہہ دیا گیا۔ اسی طرح جس دن کسی شخص پر مصیبت واقع ہوئی وہ دن اُس کے لئے منحوس بن گیا جس طرح آیت مجیدہ میں ان دنوں پر نحوست کا اطلاق کیا گیا جن دنوں میں قوم عاد پر عذابِ خداوندی نازل ہوا اور ان دنوں کو سعد قرار دیا گیا جن میں مصیبت دور ہوئی یا نعمتِ خداوندی کا نزول ہوا۔ اور اسی طرح دشمن کی خوشی کے دن کو نحس اور ان کی موت یا غمی کے دن کو اُس کے مقابلہ میں سعد قرار دیا جاتا ہے۔

لیکن آئمہ طاہرین علیہم السلام سے بطریق روایات احاد ایام کی سعادت و نحوست منقول ہے۔ ایام ہفتہ میں سے بعض سعد بعض نحس اور بعض کو میانہ کہا گیا ہے۔ اور ہر ماہ کی تاریخوں میں سعادت و نحوست نقل کی گئی ہے اور چونکہ سورج کی گردش

اور چاند کا سفر آسمانی برج کے راستہ سے ہوتا ہے اور بروج کے درجات کی تاثیرات میں بھی ماہرین علم نجوم فرق بیان کرتے ہیں۔ اور ان کا زمینی گردش کے ساتھ بھی مخصوص تعلق قابل انکار نہیں چنانچہ سورج جب برج عقرب میں ہو تو اس سالم مہینے میں اہل ارض پر نحوست چھائی رہتی ہے کیونکہ خزاں کا زمانہ ہوتا ہے اور ملیریائی بخار و امراض اسی زمانہ کی پیداوار ہیں اور چاند جب ہر ماہ میں کم و بیش اڑھائی دن برج عقرب میں آجائے تو اس کے اثرات اہل زمین پر اچھے نہیں رہتے۔ اور اسی بنا پر معصومین علیہم السلام کی طرف سے ان دنوں میں نکاح اور سفر سے بچنے کی ہدایت کی گئی ہے اور قمری تاریخوں میں بالعموم ۳-۵-۱۳-۱۶-۲۱-۲۴-۲۵ ہر ماہ کی تاریخیں نحس بیان کی گئی اور ان کے مقابلہ میں بعض تاریخوں کو ہر ماہ میں سعد قرار دیا گیا ہے۔ بہر کیف ان تفصیلات کے بعد اس قدر اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ اگرچہ تمام ایام شمس کی گردش سے یکساں طور پر بنتے ہیں لیکن جس طرح پروردگار نے اور کسی مخلوق میں یکسانیت و مساوات کو جگہ نہیں دی انسانوں کے خواص انسانوں کے خواص الگ الگ ہیں۔ کوئی اچھا اور کوئی بُرا ہے۔ جنوں میں اچھے و بُرے ہیں زمین کے بعض حصے لائق اور نالائق ہیں۔ پانی بعض میٹھے بعض تلخ اور بعض مفید و بعض مضر ہیں۔ ہوائیں مضر و مفید اور سرد و گرم ہیں وعلیٰ ہذا القیاس اللہ کی تمام ارضی و سماوی مخلوق خواہ جواہر ہوں خواہ اعراض سب سعد و نحس اور نیک و بد میں منقسم ہیں تو بعید نہیں کہ زمانیات کی طرح خود زمانہ بھی افراد کے لحاظ سے سعد و نحس میں یکسانیت نہ رکھتا ہو لہٰذا بعض ایام کا ذاتی طور پر سعد اور اچھے اثرات کا حامل ہونا اور بعض ایام کا نحس اور بُرے اثرات کا حامل ہونا اگرچہ متیقن نہیں تو بعید از عقل بھی نہیں ہے لیکن جب اللہ کی جانب سے ہدایت خلق پر مامور اس کے نمایندے اس امر کی تصریح کردیں کہ زمانہ میں نحس و سعد کا فرق ہے تو پھر طبیعت میں یقین پیدا ہو جاتا ہے کہ اللہ کی جاری کردہ سنت جو باقی مخلوق میں ہے وہ زمانہ کے افراد میں بھی ہے۔ پس بعض اوقات جس طرح زمانہ کی ذاتی سعادت کو عارضی نحوست نحس بنا دیتی ہے۔ اسی طرح زمانہ کی ذاتی نحوست کو بعض اوقات عارضی سعادت سعد بھی بنا دیتی ہے۔ جس طرح ۳ شعبان اور ۱۳ رجب ولادت معصوم کی وجہ سے سعد بن گئے اور دس محرم شہادت عظمیٰ حسینیہ کی وجہ سے نحس بن گئی۔

فَهَدَيْنٰهُمْ۔ ہدایت کے معنی میں معتزلہ اور اشاعرہ کے دونو فرقوں میں اختلاف ہے۔ اس کا معنی راہ دکھانا ہے یا منزلِ مقصود تک پہنچانا ہے چنانچہ اَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ۔ میں ہدایت کا معنی راستہ دکھانا ہے اور اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ میں ہدایت کا معنی منزلِ مقصود تک پہنچانا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ جہاں ہدایت کی نسبت اہل ایمان کی طرف ہو وہاں اس کا معنی ثابت قدمی اور منزلِ مقصود تک رسائی ہوتا ہے اور جہاں اس کی نسبت کفار کی طرف ہو وہاں راہ دکھانا ہی اس کا معنی ہوتا ہے لیکن ہدایت کا سلب جہاں بھی ہو گا وہاں یقیناً اس سے مراد اس کا جبری واکراہی ذریعہ ہرگز نہیں خدا کسی کو ہدایت کی طرف مجبور نہیں کرتا یا حضور نبی اکرمؐ بھی کسی کو مجبور کر کے راہِ راست پر نہیں لاتے۔

فہرست سعادت و نحوستِ ایام

	محرم		صفر
۱	جملہ اُمور کے لئے سعد و مبارک	۱	نحس
۲	"	۲	جملہ اُمور کے لئے مبارک
۳	نحس اکبر	۳	نحس اکبر
۴	سفر کے علاوہ ہر امر کے لئے مبارک	۴	سفر کے علاوہ ہر کام کے لئے مبارک
۵	نحس اکبر	۵	نحس اکبر
۶	ہر کام کے لئے مبارک خصوصاً سفر باعث زیادتی مال	۶	ہر کام کے لئے مبارک ۔ سفر موجب زیادتی مال
۷	ہر کام کے لئے مبارک	۷	ہر کام کے لئے مبارک
۸	سفر کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب	۸	سفر کے علاوہ ہر کام کے لئے مبارک
۹	ہر کام کے لئے خوب سفر باعثِ فراوانیٔ مال	۹	ہر کام کے لئے خوب سفر باعث فراوانیٔ مال
۱۰	"	۱۰	نحس
۱۱	نحس	۱۱	دخول علی السلطان کے علاوہ ہر کام کو نیک
۱۲	مبارک ہر کام کے لئے	۱۲	ہر کام کے لئے خوب
۱۳	نحس اکبر	۱۳	نحس اکبر
۱۴	نحس	۱۴	ہر کام کے لئے مبارک
۱۵	قرض لینے دینے کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب	۱۵	قرض کی لین دین کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب
۱۶	نحس	۱۶	نحس
۱۷	درمیانہ لیکن قرض کے لئے بد	۱۷	درمیانہ ۔ لیکن قرض کی لین دین کے لئے بد
۱۸	ہر کام کے لئے خوب	۱۸	ہر کام کے لئے خوب
۱۹	"	۱۹	"
۲۰	درمیانہ	۲۰	نحس ۔ چہلم شہدائے کربلا
۲۱	نحس اکبر	۲۱	نحس اکبر
۲۲	نحس	۲۲	ہر کام کے لئے مبارک
۲۳	ہر کام کے لئے خوب	۲۳	"
۲۴	نحس اکبر	۲۴	نحس اکبر
۲۵	"	۲۵	"
۲۶	نکاح و شادی کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب	۲۶	نکاح و شادی کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب
۲۷	ہر کام کے لئے خوب	۲۷	ہر کام کے لئے مبارک
۲۸	"	۲۸	نحس بوجہ وفات رسول خداؐ
۲۹	وصیت کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب سفر باعثِ زیادتی مال	۲۹	وصیت کے علاوہ ہر کام کو خوب اور سفر موجب زیادتی مال
۳۰	سفر کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب	۳۰	سفر کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب

ایام عزا کی وجہ سے اس ماہ میں خوشی و شادی کے کاموں سے بچنا چاہیئے

اس ماہ میں بھی سوگوار رہنا چاہیئے اور خوشی کے کاموں سے بچنا چاہیئے

ربیع الاول

۱ ہر کام کے لئے مبارک
۲ "
۳ نحس اکبر
۴ نحس
۵ نحس اکبر
۶ ہر کام کے لئے مبارک ۔ سفر موجب زیادتی مال
۷ ہر کام کے لئے مبارک
۸ سفر کے علاوہ ہر کام کے لئے مبارک (شہادت امام عسکریؑ)
۹ ہر کام کو مبارک سفر موجب زیادتی مال
۱۰ نحس
۱۱ ہر کام کے لئے مبارک
۱۲ "
۱۳ نحس اکبر
۱۴ ہر کام کے لئے مبارک
۱۵ قرض کے علاوہ ہر کام کے لئے مبارک
۱۶ نحس اکبر
۱۷ درمیانہ اور قرض کے لئے بد
۱۸ ہر امر کے لئے خوب
۱۹ "
۲۰ نحس
۲۱ نحس اکبر
۲۲ ہر کام کے لئے مبارک و خوب
۲۳ "
۲۴ نحس اکبر
۲۵ "
۲۶ نکاح شادی کے علاوہ ہر کام کے لئے مبارک
۲۷ ہر کام کے لئے مبارک
۲۸ "
۲۹ وصیت کے علاوہ ہر کام کے لئے مبارک
۳۰ سفر کے علاوہ ہر کام کے لئے مبارک

ربیع الثانی

۱ نحس
۲ ہر کام کے لئے مبارک
۳ نحس اکبر
۴ سفر کے علاوہ ہر کام کے لئے مبارک
۵ نحس اکبر
۶ ہر کام کے لئے مبارک سفر موجب زیادتی مال
۷ ہر کام کے لئے خوب و مبارک
۸ نحس
۹ ہر کام کے لئے مبارک ۔ سفر موجب زیادتی مال
۱۰ دخول علی السلطان کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب و مبارک
۱۱ نحس
۱۲ ہر کام کے لئے مبارک
۱۳ نحس اکبر
۱۴ ہر کام کے لئے مبارک
۱۵ قرض کے علاوہ ہر کام کے لئے مبارک
۱۶ نحس اکبر
۱۷ درمیانہ قرض کے لئے بد
۱۸ ہر کام کے لئے مبارک
۱۹ "
۲۰ درمیانہ ۔ سفر کے لئے خوب درخت لگانا اور مکان بنانا خوب
۲۱ نحس اکبر
۲۲ ہر کام کے لئے خوب مبارک
۲۳ ہر کام کے لئے خوب مبارک ۔ سفر موجب زیادتی مال
۲۴ نحس اکبر
۲۵ "
۲۶ شادی نکاح کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب
۲۷ ہر کام کے لئے مبارک
۲۸ "
۲۹ وصیت کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب
۳۰ سفر کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب

جمادی الاولیٰ

۱ ہر کام کے لئے مبارک
۲ ״
۳ نحس اکبر
۴ سفر کے علاوہ ہر کام کے لئے مبارک
۵ نحس اکبر
۶ ہر کام کے لئے مبارک ۔ سفر موجب زیادتی مال
۷ ہر کام کے لئے مبارک
۸ سفر کے علاوہ ہر کام کے لئے مبارک
۹ ہر کام کے لئے مبارک سفر موجب زیادتی مال
۱۰ نحس
۱۱ ״
۱۲ ہر کام کے لئے مبارک
۱۳ نحس اکبر
۱۴ ہر کام کے لئے مبارک
۱۵ قرض کے علاوہ ہر کام کے لئے مبارک
۱۶ نحس اکبر
۱۷ درمیانہ ۔ قرض کے لئے بد
۱۸ ہر کام کے لئے خوب و مبارک
۱۹ ״
۲۰ درمیانہ لیکن سفر درخت لگانے اور مکان بنانے کے لئے خوب
۲۱ نحس اکبر
۲۲ نحس
۲۳ ہر کام کے لئے خوب اور سفر موجب زیادتی مال
۲۴ نحس اکبر
۲۵ ״
۲۶ نکاح و شادی کے علاوہ ہر کام کے لئے مبارک
۲۷ ہر کام کے لئے مبارک
۲۸ ״
۲۹ وصیت کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب
۳۰ سفر کے علاوہ ہر کام کے لئے مبارک

ایام وفات خاتون
بروایت ۷۵ دن

جمادی الثانی

۱ نحس
۲ ہر کام کو مبارک
۳ نحس اکبر ایام وفات خاتون بروایت سہ ماہ
۴ سفر کے علاوہ ہر کام کو مبارک
۵ نحس اکبر
۶ ہر کام کو مبارک ۔ سفر موجب زیادتی مال
۷ ہر کام کو مبارک
۸ سفر کے علاوہ ہر کام کو مبارک
۹ ہر کام کو مبارک ۔ سفر موجب زیادتی مال
۱۰ دخول علی السلطان کے علاوہ ہر کام کو مبارک
۱۱ نحس
۱۲ نحس
۱۳ نحس اکبر
۱۴ ہر کام کے لئے خوب
۱۵ قرض کے علاوہ ہر کام کے لئے مبارک
۱۶ نحس اکبر
۱۷ درمیانہ قرض کے لئے بد
۱۸ ہر کام کے لئے خوب
۱۹ ״
۲۰ درمیانہ لیکن سفر درخت لگانا مکان بنانا خوب
۲۱ نحس اکبر
۲۲ ہر کام کو خوب
۲۳ ״
۲۴ نحس اکبر
۲۵ ״
۲۶ نکاح و شادی کے علاوہ ہر کام کو مبارک
۲۷ ہر کام کو مبارک
۲۸ ״
۲۹ وصیت کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب
۳۰ سفر کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب

رجب

۱	ہر کام کے لئے خوب
۲	〃
۳	نحس اکبر
۴	سفر کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب
۵	نحس اکبر
۶	ہر کام کے لئے مبارک ۔ سفر موجب زیادتی مال
۷	ہر کام کے لئے خوب
۸	سفر کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب
۹	ہر کام کے لئے خوب ۔ سفر موجب فراوانی مال
۱۰	دخول علی السلطان کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب
۱۱	نحس
۱۲	〃
۱۳	〃 مگر بوجہ ولادت امیر المومنین ؑ سعد ہوگئی
۱۴	ہر کام کے لئے خوب
۱۵	قرض کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب
۱۶	نحس اکبر
۱۷	درمیانہ ۔ قرض کے لئے بد
۱۸	ہر کام کے لئے خوب
۱۹	〃
۲۰	درمیانہ ۔ مگر سفر ۔ درخت لگانا مکان بنانا خوب
۲۱	نحس اکبر
۲۲	ہر کام کو مبارک
۲۳	نحس اکبر
۲۴	نحس اکبر
۲۵	〃
۲۶	نکاح شادی کے علاوہ ہر کام کو مبارک
۲۷	ہر کام کے لئے خوب
۲۸	〃
۲۹	وصیت کے علاوہ ہر کام کے لئے مبارک
۳۰	سفر کے علاوہ 〃 〃

شعبان

۱	ہر کام کے لئے خوب
۲	〃
۳	نحس اکبر (ولادت امام حسین کی وجہ سے سعد)
۴	نحس
۵	نحس اکبر
۶	ہر کام کے خوب ۔ سفر موجب زیادتی مال
۷	ہر کام کے لئے خوب
۸	سفر کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب
۹	ہر کام کے لئے خوب ۔ سفر موجب فراوانی مال
۱۰	دخول علی السلطان کے علاوہ ہر کام کو مبارک
۱۱	ہر کام کے لئے خوب
۱۲	〃
۱۳	نحس اکبر
۱۴	ہر کام کے لئے خوب
۱۵	قرض کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب (ولادت قائم)
۱۶	نحس اکبر
۱۷	درمیانہ ۔ قرض کے لئے بد
۱۸	ہر کام کے لئے خوب
۱۹	〃
۲۰	نحس
۲۱	نحس اکبر
۲۲	ہر کام کے لئے خوب
۲۳	〃
۲۴	نحس اکبر
۲۵	〃
۲۶	نحس
۲۷	ہر کام کے لئے مبارک
۲۸	〃
۲۹	وصیت کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب
۳۰	سفر کے علاوہ 〃

رمضان مبارک

۱ ہر کام کے لئے خوب
۲ "
۳ نحس اکبر
۴ سفر کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب
۵ نحس اکبر
۶ ہر کام کے لئے خوب۔ سفر موجب زیادتی مال
۷ ہر کام کے لئے خوب
۸ سفر کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب
۹ ہر کام کے لئے خوب سفر موجب زیادتی مال
۱۰ دخول علے السلطان کے علاوہ ہر کام کو خوب
۱۱ ہر کام کے لئے خوب
۱۲ "
۱۳ نحس اکبر
۱۴ ہر کام کے لئے خوب
۱۵ قرض کے علاوہ ہر کام کو خوب
۱۶ نحس اکبر
۱۷ درمیانہ قرض کے لئے بد
۱۸ ہر کام کے لئے خوب
۱۹ " شہادتِ امیر علیہ السلام
۲۰ نحس
۲۱ نحس اکبر
۲۲ ہر کام کے لئے خوب
۲۳ "
۲۴ نحس اکبر
۲۵ "
۲۶ نکاح شادی کے علاوہ ہر کام کو خوب
۲۷ ہر کام کے لئے خوب
۲۸ "
۲۹ وصیت کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب
۳۰ سفر کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب

شوال

۱ ہر کام کے لئے خوب
۲ نحس
۳ نحس اکبر
۴ سفر کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب
۵ نحس اکبر
۶ نحس
۷ ہر کام کے لئے خوب
۸ نحس
۹ ہر کام کے لئے خوب سفر موجب زیادتی مال
۱۰ دخول علے السلطان کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب
۱۱ ہر کام کے لئے خوب
۱۲ "
۱۳ نحس اکبر
۱۴ ہر کام کے لئے خوب
۱۵ قرض کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب
۱۶ نحس اکبر
۱۷ درمیانہ۔ قرض کے لئے بد
۱۸ ہر کام کے لئے مبارک
۱۹ "
۲۰ درمیانہ مگر سفر درخت لگانا مکان بنانا خوب
۲۱ نحس اکبر
۲۲ ہر کام کے لئے خوب
۲۳ "
۲۴ نحس اکبر
۲۵ "
۲۶ نکاح شادی کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب
۲۷ ہر کام کے لئے خوب
۲۸ "
۲۹ وصیت کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب
۳۰ سفر کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب

ذوالقعدہ

۱	ہر کام کے لئے مبارک
۲	"
۳	نحس اکبر
۴	سفر کے علاوہ
۵	نحس اکبر
۶	نحس
۷	ہر کام کے لئے خوب
۸	سفر کے علاوہ ہر کام کے لئے مبارک
۹	ہر کام کے لئے خوب۔ سفر موجب زیادتی مال
۱۰	نحس
۱۱	ہر کام کو مبارک
۱۲	"
۱۳	نحس اکبر
۱۴	ہر کام کے لئے مبارک
۱۵	قرض کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب
۱۶	نحس اکبر
۱۷	درمیانہ۔ قرض کے لئے بد
۱۸	ہر کام کے لئے خوب
۱۹	"
۲۰	درمیانہ مگر سفر درخت لگانا مکان بنانا خوب
۲۱	نحس اکبر
۲۲	ہر کام کے لئے خوب
۲۳	"
۲۴	نحس اکبر
۲۵	"
۲۶	نکاح شادی کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب
۲۷	ہر کام کے لئے خوب
۲۸	نحس
۲۹	وصیت کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب
۳۰	سفر کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب

ذوالحجہ

۱	ہر کام کے لئے خوب
۲	"
۳	نحس اکبر
۴	سفر کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب
۵	نحس اکبر
۶	ہر کام کے لئے خوب۔ سفر موجب زیادتی مال
۷	ہر کام کے لئے خوب
۸	نحس
۹	ہر کام کے لئے خوب۔ سفر موجب زیادتی مال
۱۰	دخول علے السلطان کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب
۱۱	ہر کام کے لئے خوب
۱۲	"
۱۳	نحس اکبر
۱۴	ہر کام کے لئے خوب
۱۵	قرض کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب
۱۶	نحس اکبر
۱۷	درمیانہ۔ قرض کے لئے بد
۱۸	ہر کام کے لئے خوب
۱۹	"
۲۰	نحس
۲۱	نحس اکبر
۲۲	ہر کام کے لئے خوب
۲۳	"
۲۴	نحس اکبر
۲۵	"
۲۶	نکاح شادی کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب
۲۷	ہر کام کے لئے خوب
۲۸	"
۲۹	وصیت کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب
۳۰	سفر کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب

رکوع نمبر ۱۷ یُوْزَعُوْنَ یعنی ان کو روک دیا جائے گا تاکہ سب جمع ہولیں ۔ جَاۤءُوْهَا یعنی جب جہنم میں پہنچیں گے تو اس سے پہلے انکے خلاف انکے اعضا کی گواہی ہو چکی ہو گی۔ اور تمام اعضا میں سے کان اور آنکھ کو مخصوص کر لیا گیا ہے کیونکہ ان دو کے ذریعے سے انسان حق کی آواز سنتا ہے اور حق کے دلائل اس تک پہنچتے ہیں اور آنکھ کے ذریعے سے انسان حق کے مناظر اور معجزات و کرامات کا معائنہ کرتا ہے پس جب یہ عذر پیش کریگا کہ میں نے حق کی آواز اور حق کے اثبات کی دلیلیں نہیں سنی تھیں تو کان گواہی دیں گے کہ ہم نے حق کی آواز اور اس کے دلائل سنے تھے اور اگر عذر پیش کرے گا کہ میں نے حق کے نشانات و معجزات نہیں دیکھے تھے تو آنکھ اس کے خلاف گواہ ہو گی کہ بے شک ہم نے سب کچھ دیکھا تھا اور باقی بدن کے تمام اعضاء اپنے متعلقہ اعمال کی گواہی دیں گے اور جُلُوْدُهُمْ سے مراد جسم کے باقی اعضاء ہیں شلاً ہاتھ پیر اور زبان وغیرہ ہر اُس عمل کی گواہی دیں گے جو اُن سے متعلق ہو گا اور کان اور آنکھیں اتمامِ حجت کے علاوہ اپنے متعلقہ اعمال کے متعلق بھی گواہ ہوں گے ـــــــــــ

وَيَوْمَ يُحْشَرُ أَعْدَاۤءُ اللّٰهِ إِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ (۲۰) حَتّٰى إِذَا مَا جَاۤءُوْهَا

اور جس دن اکٹھے کیے جائیںگے اللہ کے دشمن دوزخ کی طرف پس وہ روکے جائیں گے یہانتک کہ جب وہاں پہنچیں گے

شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَأَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (۲۱)

تو اُن پر ان کے کان آنکھیں اور چمڑے گواہی دینگے جو وہ عمل کرتے تھے

وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا قَالُوْا أَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْ

اور اپنے چمڑوں سے کہیں گے تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی ؟ تو کہیں گے ہمیں اللہ نے بولنے کی طاقت دی ہے ۔ جس

أَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَّإِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ (۲۲) وَمَا كُنْتُمْ

نے ہر شئی کو گویائی دی ہے اور اسی نے ہی تمہیں پیدا کیا پہلی مرتبہ اور اسی کی طرف تم پلٹائے جاؤ گے اور تم نہیں چھپ سکتے

تَسْتَتِرُوْنَ أَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَا أَبْصَارُكُمْ وَلَا

تھے اس بات سے کہ گواہی دیں گے تمہارے خلاف تمہارے کان اور نہ (چھپ سکتے تھے) اپنی آنکھوں اور

جُلُوْدُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ أَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ (۲۳)

اپنے چمڑوں سے لیکن تمہارا خیال تھا کہ تحقیق اللہ نہیں جانتا تمہارے اکثر اعمال کو

وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ أَرْدٰكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ

اور یہ تمہارا خیال جو تم نے اپنے رب کے متعلق کیا ہوا تھا اسی نے تمہیں ہلاک کیا ہے

ـــــــــــ پس عالمِ بے چارگی میں کافر لوگ ازراہِ حیرت اپنے اعضا سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف کیوں کر گواہی دی حالانکہ تم میں تو بولنے کی طاقت نہیں تھی پس وہ جواب دیں گے کہ ہم کو اللہ نے طاقتِ گویائی دے دی ہے ۔ اور بعض لوگ اس کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ جس طرح انسان کی آوازیں فضا میں محفوظ رہتی ہیں چنانچہ آلاتِ سائنس کے ذریعے سے

ان کو ضبط بھی کر لیا جاتا ہے جس طرح آج کل کی ریڈیائی آوازیں یا ٹیلی ویژن کے مناظر یا ٹیپ شدہ تقاریر وغیرہ اس کی شاہد ہیں۔ اسی طرح انسان کے جملہ حرکات و سکنات فضائے بسیط میں محفوظ ہوتے ہیں گویا انسان کی پوری زندگی کے حرکات و سکنات کی ریلیں فضائے بسیط میں محفوظ ہیں جو کراماً کاتبین کی نگرانی میں ہیں اور بروز محشر جب انسان اپنے کردار فاسد کا انکار کرے گا تو وہی ریلیں اس کو دکھا دی جائیں گی۔ اور یہی اس کی وہ کھلی ہوئی کتاب ہے جس کو وہ خود پڑھ لے گا۔ اور یہی وہ اعمال نامہ ہے جو بروزِ محشر منظرِ عام پر پیش ہوگا اور یہی اس کے اعضا کی گواہی ہے جس کو وہ کسی طرح جھٹلا نہ سکے گا۔ چنانچہ ارشاد فرماتا ہے کہ تم اپنے اعمال فاسدہ

مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۲۴﴾ فَاِنْ يَّصْبِرُوْا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۚ وَاِنْ

پس تم خسارہ پانیوالے ہو گئے — پس اگر صبر کریں تو آگ ہی ان کا ٹھکانا ہے — اور اگر وہ

يَّسْتَعْتِبُوْا فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِيْنَ ﴿۲۵﴾ وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَيَّنُوْا

معافی مانگیں تو ان کو معافی نہیں دی جائے گی — اور بدلے میں دیے ہم نے ان کو ایسے ساتھی کر پس

لَهُمْ مَّا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ اُمَمٍ

انہوں نے مزین کیا ان کے لئے وہ جو انکے سامنے ہے اور وہ جو ان کے پیچھے ہے اور ثابت ہوا ان پر قول عذاب ان

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۲۶﴾

گروہوں میں جو ان سے پہلے گذر گئے جنوں اور انسانوں میں سے تحقیق وہ خسارے میں تھے

کو دوسروں سے تو چھپا سکتے ہو لیکن تم اپنے کانوں آنکھوں اور دوسرے اعضا سے کس طرح چھپاؤ گے اور انکی گواہی سے کیسے بچو گے اور تمہارا تو یہ گمان تھا کہ اللہ ہماری باتوں کو نہیں جانتا۔ یعنی اللہ کے پاس ہمارے اعمال کی لسٹ محفوظ نہ ہوگی حالانکہ تمہاری پوری زندگی کے حرکات و سکنات محفوظ ہوتے ہیں اور تمہارے اسی گمان نے ہی تم کو ہلاکت کے راستہ پر ڈال دیا تھا۔ نیز ایسے ساتھی اور دوست بھی ان کو مل جاتے ہیں جو ان کے اعمال کو ان کے سامنے مزین کرتے ہیں یعنی آگے آنے والی قیامت کے متعلق بھی ان کے حوصلے وہ بلند کرتے ہیں کہ تم جو چاہو کرتے رہو تمہیں کون پوچھتا ہے؟ اور گذشتہ کے متعلق بھی ان کو مطمئن کرتے ہیں پس وہ توبہ کی توفیق سے محروم ہو جاتا ہے پس ایسے لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ دائمی خسارہ پانیوالے ہیں

اللہ پر حسنِ ظن

تفسیر برہان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضورؐ نے فرمایا بروز قیامت ایک آدمی کو دوزخ کی طرف بھیجا جائے گا تو وہ پیچھے کی طرف مڑ کر دیکھے گا پس اللہ کا حکم ہوگا کہ اس کو ٹھہرا لو۔ چنانچہ ارشادِ باری ہوگا کہ تو نے پیچھے مڑ کر کیوں دیکھا ہے تو وہ عرض کرے گا اے پروردگار میرا تیرے متعلق یہ گمان ہرگز نہ تھا۔ پس اللہ فرمائے گا کہ تیرا میرے متعلق کیا گمان تھا تو وہ کہے گا کہ میرا تیرے متعلق بخشش کا گمان تھا اور یہ کہ تو مجھے اپنے فضل و کرم سے جنت میں بھیجے گا پس خدا فرشتوں سے فرمائے گا کہ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم اس نے کبھی میرے متعلق یہ گمان نہیں کیا تھا ورنہ اگر اس کا میرے متعلق یہ گمان ہوتا تو میں اس کو آتشِ جہنم سے خوف زدہ نہ کرتا تاہم اب اس کو چھوڑ دو اور جنت میں جانے دو۔ اس کے لئے

حضورؐ نے فرمایا کہ جو شخص بھی اللہ پر حسن ظن رکھے اللہ اس کو حسن ظن کا بدلہ دیتا ہے۔

رکوع نمبر ۱۸

وَقَالَ الَّذِیْنَ - یعنی کفار نے جب دیکھا کہ جو لوگ قرآن سنتے ہیں وہ فوج در فوج کھچ کھچ کر اسلام کے حلقہ میں داخل ہو جاتے ہیں پس انہوں نے تجویز سوچی کہ جب حضورؐ قرآن کی تلاوت کریں اس وقت شور مچایا جائے یا سیٹیاں اور تالیاں بجائی جائیں یا کوئی دوسرا لغو مشغلہ اختیار کیا جائے تاکہ لوگوں کے کانوں تک قرآن نہ پہنچ سکے اور اس طریقہ سے اسلامی تعلیم لوگوں تک نہ پہنچ سکے گی اور ہم کامیاب ہوں گے۔

وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِیْهِ

اور کافروں نے کہا کان نہ دھرو اس قرآن کے لئے اور لغو باتیں کرو اس میں

لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَلَنُذِیْقَنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا عَذَابًا شَدِیْدًا

تاکہ تم کو غلبہ حاصل ہو پس ہم البتہ ضرور چکھائیں گے کافروں کو سخت عذاب

وَّلَنَجْزِیَنَّهُمْ اَسْوَاَ الَّذِیْ كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۲۸﴾ ذٰلِكَ جَزَآءُ اَعْدَآءِ

ان کو نہایت برا بدلہ دیں گے اس کا جو وہ کرتے ہیں یہ اللہ کے دشمنوں کی جزا ہے

اللّٰهِ النَّارُ لَهُمْ فِیْهَا دَارُ الْخُلْدِ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یَجْحَدُوْنَ ﴿۲۹﴾

دوزخ کہ اس میں ان کا ہمیشہ کا ٹھکانا ہوگا یہ اس کا بدلہ ہے کہ وہ ہماری آیات کا انکار کرتے تھے

وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا رَبَّنَاۤ اَرِنَا الَّذَیْنِ اَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ

اور کہیں گے کافر اے رب ہمیں دکھا وہ دو جنوں نے ہمیں گمراہ کیا جنوں اور انسانوں میں سے

فَلَنُذِیْقَنَّ - یعنی دنیا میں ان کو سخت عذاب میں مبتلا کریں گے اور آخرت میں ان کو اپنے شرک اور اعمال فاسدہ کی بدترین جزا دیں گے پس دنیاوی عذاب جنگ بدر میں قتل ہونا اور قید ہونا تھا۔ اور اخروی سزا ہمیشہ کا جہنم ان کے لئے ہے اور تفسیر برہان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ولایت علی بن ابی طالب کو ترک کرنے والے کافروں کو دنیاوی زندگی میں بھی سخت ترین عذاب دیا جائے گا۔ اور آخرت میں بھی ان کے لئے ہمیشہ کا ٹھکانا دوزخ ہے کیونکہ وہ آیات پروردگار کا انکار کرتے ہیں۔ اور آیاتِ پروردگار ائمہ طاہرین ہیں مقصد یہ کہ آیات کی تنزیل اگرچہ کفار مکہ کے لئے تھی لیکن ان کی تاویل دشمنان اہل بیت کے لئے تاقیامت جاری رہے گی۔

وَقَالَ الَّذِیْنَ - ایک روایت میں ہے کہ جنوں میں سے پہلا گمراہ کن ابلیس ہے۔ اور آدمیوں میں سے قابیل ہے اور بعض مفسرین نے کہا ہے کہ جنوں اور انسانوں میں سے ہر گمراہ کرنے والا اس جگہ مراد ہے پس ان کے پیچھے چل کر جو لوگ دوزخ میں جائیں گے وہ اللہ سے درخواست کریں گے کہ ہم ان کو روندنا چاہتے ہیں جنہوں نے ہمیں گمراہ کر کے جہنم کا راستہ

دکھایا تھا۔ اور تفسیر برہان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے ۔آپ نے راوی حدیث سورہ بن کلیب سے فرمایا۔ خدا کی قسم اس آیت میں وہی دو آدمی مراد ہیں اور تین دفعہ آپ نے قسم کھا کر اس فقرہ کو دہرایا اور آخر میں فرمایا کہ ہم آسمان و زمین میں اللہ کے خزانہ دار ہیں ۔ایک دوسری حدیث طویل میں آپ نے فرمایا کہ ان دونوں کو آگ کے تازیانوں سے پیٹا جائے گا کہ اگر تازیانہ سمندر پر پڑے تو اس کا تمام پانی کھول جائے ۔ اور ایک پہاڑ پر پڑے تو وہ خاکستر ہو جائے ۔ پس ان کی اتباع کرنے والے کہیں گے کہ ہم اب ان کو اپنے پاؤں کے نیچے روندنا چاہتے ہیں تاکہ ان کا عذاب سخت تر ہو جائے۔ تَتَنَزَّلُ - احادیث میں ہے کہ یہ آیت شیعانِ آل محمدؐ کے حق میں ہے کہ مرتے وقت ان کو فرشتے جنت کی خوشخبری سناتے ہیں اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ جب کوئی مومن موالی مرتا ہے تو جناب رسولِ خداؐ حضرت امیر المومنینؑ اور حسنین شریفین

نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ أَقْدَامِنَا لِيَكُونَا مِنَ الْأَسْفَلِينَ ﴿٣٠﴾ إِنَّ

تاکہ ہم ان کو اپنے پاؤں کے نیچے رکھیں تاکہ وہ ذلیل ہوں بے شک

الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ

جن لوگوں نے کہا کہ اللہ ہمارا رب ہے پھر ثابت قدم رہے تو ان پر فرشتے اترتے ہیں (یہ کہتے ہوئے)

أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ

کہ خوف نہ کرو اور غم نہ کرو اور تم کو جنت کی بشارت ہے جس کا تم سے وعدہ

تُوعَدُونَ ﴿٣١﴾ نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي

کیا گیا تھا ہم تمہارے دوست ہیں دنیاوی زندگی میں اور آخرت میں بھی

الْآخِرَةِ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ ﴿٣٢﴾

اور تمہارے لئے اس میں وہ کچھ ہے جو تمہارا جی چاہے اور تمہارے لئے وہ ہے جو تم مانگو

اس کے پاس پہنچ کر خوشخبری سناتے ہیں ۔الحدیث ۔ اور تفسیر امام حسن عسکری سے منقول ہے کہ حضرت رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ جب ملک الموت مومن کے پاس پہنچتا ہے اور اس کو حالت اضطراب میں دیکھتا ہے تو کہتا ہے کہ ایسے شخص کو گھبرانے کی کیا ضرورت ہے جس سے ایک کھوٹا روپیہ چلا جائے اور لاکھوں کھرے روپے مل جائیں ۔ ذرا اوپر کی طرف نگاہ تو اٹھاؤ پس مومن منازل جنت کو دیکھے گا تو ملک الموت کہے گا کہ دنیاوی منازل کے بدلہ میں یہ جنت کے مکانات اور نعمات تیرے لئے اور تیری نیک اولاد کے لئے ہیں کیا تجھے یہ پسند نہیں تو مومن کہے گا بے شک مجھے یہ پسند ہیں اور میں راضی ہوں پھر دوبارہ ملک الموت کہے گا کہ نگاہ اٹھاؤ تو مومن اپنے سامنے حضرت رسالت مآبؐ حضرت امیر المومنین اور آلِ اطہار علیہم السّلام کو دیکھے گا پس فرشتہ کہے گا کہ یہ تیرے سردار موجود ہیں تو کیا دنیا کے بدلہ میں تجھے ان کی رفاقت منظور نہیں "

تو مومن کہے گا خدا کی قسم مجھے ان کی رفاقت پسند ہے پس فرشتہ اس کو خوشخبری جنت کی دے گا۔ اور اُس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر جائے گی (ملخص از برہان)

نُزُلاً ۔ یا تو مفعول مطلق ہے یا فاعل کے معنی میں حال ہے اور مروی ہے کہ جنتی جب کسی شئے کی خواہش کرے گا تو اس کے اظہار کرنے سے پہلے وہ چیز اس کو مہیا کر دی جائے گی۔

نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ﴿۳۲﴾ وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا

درحالیکہ یہ میزبانی ہے غفور رحیم کی جانب سے — اور اُس سے زیادہ اچھی بات کس کی ہے جو اللہ کی

اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَا

طرف دعوت دے اور نیک عمل بجا لائے اور کہے کہ میں پیروی کرنے والوں میں سے ہوں — اچھی اور

تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۭ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا

بری بات ایک جیسی نہیں ہوا کرتی — تم دفاع کرو اچھے طریقے سے — تو وہ شخص کہ

الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ﴿۳۴﴾ وَمَا يُلَقّٰىهَا

تیرے اور اس کے درمیان دشمنی ہے مثل قریبی دوست کے ہو جائے گا — اور نہیں عطا ہوتا

اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴿۳۵﴾ وَاِمَّا

یہ طریقہ مگر حوصلہ مند لوگوں کو اور نہیں عطا ہوتا مگر بڑے صاحب بخت کو — اور اگر

يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۶﴾

وسوسہ محسوس ہو تجھے شیطان کی طرف سے کوئی سا وسوسہ تو اللہ سے پناہ مانگو تحقیق وہ سننے جاننے والا ہے

رکوع ۱۹ وَمَنْ اَحْسَنُ آیت مجیدہ میں خداوندِ کریم نے تبلیغ دین کرنے والوں کی مدح فرمائی ہے اور اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ تمام نیکیوں میں سے بہت بڑی نیکی دینِ خداوندی کی تبلیغ ہے بشرطیکہ تبلیغ کرنے والا خود بھی عمل صالح کرنے والا ہو اور اللہ کی طرف دعوت دیتے ہوئے خود بھی اس کی طرف پوری طرح جھکنے والا ہو۔ اور تفسیر صافی میں بروایت عیاشی مذکور ہے کہ یہ آیت حضرت علی علیہ السلام کے حق میں اُتری ہے۔

اِدْفَعْ بِالَّتِيْ ۔ دشمن کی بدخلقی اور بدکلامی کا جواب خوش خلقی اور نرمی سے دیا جائے تو زیادہ مؤثر ہوا کرتا ہے پس آیت مجیدہ میں ارشاد ہے کہ مخالف کی بات کا دفاع احسن طریقہ سے کرو یعنی ان کے باطل کو حق سے اُن کی جہالت کو حوصلے سے۔ اور ان کی برائی کو اچھائی سے دُور کرو تو نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہارا اعلانیہ دشمن بھی ایک دن تمہارے سامنے جھک جائے گا اور دشمن کے بجائے تمہارا دوست اور اجنبی کے بجائے تمہارا قریبی ہو جائے گا لیکن تبلیغ اور دفاع کا یہ طریقہ وہی لوگ اختیار کر سکتے ہیں جو حوصلہ مند ہوں کہ دشمن کی سخت کلامی سے طیش میں نہ

آجائیں بلکہ صبر و ضبط اور سکون و اطمینان کے ماتحت خندہ پیشانی سے نرم لہجہ کے ساتھ بات کریں اور یہ طرزِ عمل ایسے لوگوں کا ہوتا ہے جو حلم و حوصلہ کے ساتھ فہم و فراست اور عقل و دانش سے بہرہ ور ہوں اور اسی کو حظِ عظیم کہا گیا ہے۔

وَمِنْ اٰیٰتِہٖ۔ جو لوگ سورج اور چاند ستاروں کی پرستش کرتے تھے اور اپنے اس فعلِ بد کی توجیہ میں کہتے تھے کہ ہم ان کو اللہ کی بارگاہ میں وسیلہ قرار دیتے ہوئے ان کی پرستش و پوجا کرتے ہیں۔ درحقیقت مقصودِ عبادت اللہ ہی ہے پس خداوندِ کریم نے اس آیت میں ان کے اس نظریہ کی تردید فرمائی ہے کہ چاند و سورج میری قدرت اور توحید کی نشانیوں میں سے ہیں اور میری مخلوق ہیں تم لوگوں کا فرض ہے کہ میری اس قسم کی نشانیوں کو دیکھ کر میری عظمت و جلالت کے سامنے سربسجود ہو جاؤ۔ اور مجھے لائقِ عبادت قرار دے کر میری کسی مخلوق کو میرا شریکِ عبادت نہ بناؤ پس اگر تمہارا یہ دعوےٰ صحیح ہے کہ مقصودِ عبادت اللہ ہے تو سورج و چاند کی پرستش کا طریقہ ترک کر کے مجھے معبودِ واحد قرار دیتے ہوئے میری عبادت کرو اور میری ذات کے لئے ہی سجدہ کرو۔ اور یہ آیت آیتِ سجدہ ہے کیونکہ اس کے اختتام پر سجدہ کرنا ضروری ہے تَعْبُدُوْنَ۔ تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ اس امر میں اختلاف ہے کہ تلاوت کرتے ہوئے کس جگہ سجدہ کرنا چاہیئے چنانچہ ائمہ طاہرین علیہم السلام سے مقامِ سجدہ یہی جگہ منقول ہے۔ اور بعض لوگوں کے نزدیک مقامِ سجدہ اگلی آیت کا اختتام یعنی لَا یَسْئَمُوْنَ ہے اور اس جگہ سجدہ کرنا واجب ہے اور کتاب من لا یحضرہ الفقیہ سے منقول ہے کہ سجدہ میں یہ دعا پڑھنی چاہیئے

مقام سجدہ واجبہ

وَمِنْ اٰیٰتِہِ الَّیْلُ وَالنَّھَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ
اس کی نشانیوں میں سے ہیں رات دن اور سورج و چاند نہ سجدہ کرو سورج کا
وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَھُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِیَّاہُ
اور نہ چاند کا اور سجدہ کرو اس اللہ کا جس نے ان کو پیدا کیا اگر تم اس کی عبادت کرتے
تَعْبُدُوْنَ ۳۸ (سجدہ واجبہ) فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِیْنَ عِنْدَ رَبِّكَ یُسَبِّحُوْنَ
ہو پس اگر تکبر کریں تو جو لوگ تیرے رب کے قرب میں ہیں وہ دن رات اس کی
لَہٗ بِالَّیْلِ وَالنَّھَارِ وَھُمْ لَا یَسْئَمُوْنَ ۳۹ وَمِنْ اٰیٰتِہٖ اَنَّكَ
تسبیح کرتے ہیں اور تھکتے بھی نہیں ہیں اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ تم

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ حَقًّا حَقًّا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اِیْمَانًا وَّ تَصْدِیْقًا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ عُبُوْدِیَّۃً وَّ رِقًّا سَجَدْتُ لَكَ یَا رَبِّ تَعَبُّدًا وَّ رِقًّا لَا مُسْتَنْكِفًا وَّلَا مُسْتَكْبِرًا بَلْ اَنَا عَبْدٌ ذَلِیْلٌ خَائِفٌ مُّسْتَجِیْرٌ۔ پس سر اٹھا کر اللہ اکبر کہے۔ قرآنی سجدہ کے باقی احکام سورہ اعراف کی تفسیر کے اختتام پر ملاحظہ فرمائیں ج ۶ ص ۲۳۵

فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا۔ یعنی اگر چاند و سورج پرست لوگ اللہ کی عبادت میں چاند و سورج کو شریک کرنے سے باز نہ آئیں تو اللہ کو ان کی کوئی پرواہ نہیں ہے کیونکہ اس کے پاس سجدہ کرنے والوں اور توحید پرستوں کی بھی کوئی کمی نہیں ہے جو شب و روز

اس کی عبادت میں مشغول ہیں (فرشتے)

خَاشِعَةً ۔ بارش کی تاخیر کی وجہ سے زمین پر جو خشکی اور یبوست سی ظاہر ہوتی ہے اس کو خشوع سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ ۔ آیاتِ خداوندی میں الحاد کرنے کی کئی صورتیں ہیں (۱) جب حضور تلاوت کرتے تھے تو وہ لوگ سیٹیاں بجانا شروع کر دیتے تھے تاکہ ان کی طرف کوئی توجہ نہ دے سکے (۲) آیات کے معانی میں خاص ردو بدل کر کے اور غلط تعبیریں کر کے لوگوں کو منحرف کرتے تھے (۳) یا یہ کہ توحید پروردگار کی دلیلیں سُننے سمجھنے کے باوجود ازراہِ عناد اس سے انحراف کرتے تھے پس ایسے لوگوں کے بارے میں فرماتا ہے کہ خدا ان کی سب حرکتوں کو جانتا ہے اور اپنی مصلحت سے اُن کی فوری گرفت نہیں کرتا اور لوگوں کے لئے ہر قسم کے آدمیوں کے بارے میں دعوتِ فکر کا انتظام ہے تاکہ جہنم میں جانے والوں اور پرامن محشور ہونے والوں کے انجام میں غور کر کے اپنے لئے صحیح راستہ کی تعیین کر لیں، اسی لئے فرمایا کہ کسی کو کوئی مجبوری نہیں جو چاہو عمل کرو خدا سب کے اعمال سے واقف و خبردار ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ۔ اس جگہ اِنَّ کی خبر یا تو محذوف ہے یعنی جو لوگ قرآن کا انکار کرتے ہیں اُن کو اپنے انکار کی سزا دی جائے گی اور یہ بھی ممکن ہے کہ بعد میں اُولٰئِکَ یُنَادَوْنَ کو اس کی خبر قرار دیا جائے

تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ

زمین کو خشک دیکھتے ہو پس جب ہم اس پر بارش نازل کرتے ہیں تو جھومتی اور پھولتی ہے

وَرَبَتْ اِنَّ الَّذِيْٓ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

(سبزوں کی وجہ سے) تحقیق وہ جس نے اس کو زندہ کیا مردوں کو زندہ کرتا ہے بے شک وہ ہر شے پر قادر ہے

(۴۰) اِنَّ الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا اَفَمَنْ

تحقیق وہ لوگ جو کج روی اختیار کرتے ہیں ہماری آیات میں ہم پر وہ پوشیدہ نہیں ہیں تو کیا جس کو آگ

يُّلْقٰى فِي النَّارِ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ يَّاْتِيْٓ اٰمِنًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ اِعْمَلُوْا

میں ڈالا جائے وہ بہتر ہے یا جو بروز قیامت پرامن حاضر ہو؟ کرو جو

مَا شِئْتُمْ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (۴۱) اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

چاہو تحقیق وہ تمہارے اعمال سے آگاہ ہے تحقیق جن لوگوں نے انکار کیا

بِالذِّكْرِ لَمَّا جَآءَهُمْ وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ (۴۲) لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ

قرآن کا جب وہ اُن کے پاس آیا حالانکہ وہ کتاب عزیز ہے کہ نہیں حملہ کر سکتا اس پر باطل

لَا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ ۔ اس کی کئی تاویلیں بیان کی گئی ہیں (۱) باطل سے مراد شیطان ہے یعنی شیطان اس سے حق کو کم کرنے اور اس میں باطل کے اضافہ کرنے پر قادر نہیں ہے (۲) اس کو باطل کرنے والی کوئی کتاب نہیں خواہ اس سے پہلے کی ہو یا بعد کی ہو

مِنۡ بَیۡنِ یَدَیۡهِ وَلَا مِنۡ خَلۡفِهٖ ؕ تَنۡزِیۡلٌ مِّنۡ حَکِیۡمٍ حَمِیۡدٍ

آگے سے نہ پیچھے سے نازل کردہ ہے اس حکمت والے کی جانب سے

۝۴۲ مَا یُقَالُ لَکَ اِلَّا مَا قَدۡ قِیۡلَ لِلرُّسُلِ مِنۡ قَبۡلِکَ ؕ اِنَّ

جو حمید ہے تجھے نہیں کہا جاتا مگر وہ کچھ جو رسولوں کو کہا جاتا رہا ہے تجھ سے پہلے تحقیق

رَبَّکَ لَذُوۡ مَغۡفِرَۃٍ وَّ ذُوۡ عِقَابٍ اَلِیۡمٍ ۝۴۳ وَ لَوۡ جَعَلۡنٰهُ

تیرا رب بخشنے والا ہے (مومنوں کو) اور دردناک عذاب دینے والا ہے (منکروں کو) اور اگر کرتے ہم اس کو

قُرۡاٰنًا اَعۡجَمِیًّا لَّقَالُوۡا لَوۡ لَا فُصِّلَتۡ اٰیٰتُهٗ ؕ ءَاَعۡجَمِیٌّ وَّ

قرآنِ عجمی تو کہتے کافر کیوں نہیں بیان کیا گیا اس کی آیات کو (عربی میں) یہ کیسے کہ کتاب عجمی اور

عَرَبِیٌّ ؕ قُلۡ هُوَ لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا هُدًی وَّ شِفَآءٌ ؕ وَ الَّذِیۡنَ لَا

رسول عربی؟ کہدو کہ یہ ان کے لئے جو ایمان لائیں ہدایت اور شفا ہے اور جو ایمان نہ لائیں ان

یُؤۡمِنُوۡنَ فِیۡۤ اٰذَانِهِمۡ وَقۡرٌ وَّ هُوَ عَلَیۡهِمۡ عَمًی ؕ اُولٰٓئِکَ یُنَادَوۡنَ

کے کانوں میں پردے ہیں اور یہ ان پر اندھیرا ہے ایسے لوگ بلائے جاتے ہیں

مِنۡ مَّکَانٍۭ بَعِیۡدٍ ۝۴۴ وَ لَقَدۡ اٰتَیۡنَا مُوۡسَی الۡکِتٰبَ فَاخۡتُلِفَ فِیۡهِ ؕ

دُور کے مکان سے اور ہم نے دی موسیٰ کو کتاب تو اس میں اختلاف کیا گیا

یعنی کوئی کتاب اس کے مضامین ومعانی کو باطل ثابت نہیں کرسکتی (۳) گزشتہ یا آئندہ کی خبروں میں سے کوئی ایسی بات نہیں جو قرآن مجید میں ہو اور اُس کو غلط ثابت کیا جاسکے۔ (۴) پہلے اُترنے والی آیتوں اور بعد میں آنے والی آیتوں میں کہیں بھی غلطی و بطلان کی کوئی گنجائش نہیں ہے (۵) قرآن مجید کی آیات میں کسی جہت سے کوئی کمزوری ونقص نہیں ہے مثلاً بیانِ حقائق الفاظ ومعانی قصصِ تاریخ فصاحت وبلاغت اور اوامر ونواہی وغیرہ میں کہیں بھی انگشت نمائی کی جگہ نہیں ہے اور یہ کتاب ہر لحاظ سے شک وریب سے بالا ہے اور یہ کتاب تا قیامت ہر دور کے انسانوں کے لئے مکمل ضابطہ حیات ہے جس کا کوئی صحیح الفطرت باضمیر انسان انکار نہیں کرسکتا

قُرۡاٰنًا اَعۡجَمِیًّا۔ یعنی اگر قرآن مجید عربی زبان کے علاوہ کسی دوسری زبان میں ہوتا تو عرب لوگوں کے پاس انکار کرنے کا بہانہ دستیاب ہوجاتا کہ کتاب اعجمی ہے اور رسولِ عربی یہ کیونکر ہوسکتا ہے؟ پس خدا نے انہی کے خاندانوں میں سے ایک اعلیٰ خاندان کے اعلیٰ فرد کو انہی کی زبان عربی میں قرآن دے کر بھیجا تاکہ ان کے لئے انکار کا کوئی بہانہ نہ بن سکے۔

هُدًی وَّ شِفَآءٌ۔ یعنی خالی الذہن انسان کے لئے قرآن ہدایت ہے اور کفر ونفاق وشرک کی بیماریوں میں مبتلا انسانوں

کے لئے قرآن مجید شفا و تندرستی کا پیغام ہے۔

وَالَّذِیْنَ ۔ یعنی جو لوگ قرآن پر ایمان نہیں لاتے گویا قرآنی ہدایت کے سننے سے ان کے کان بہرے ہیں اور قرآنی حقائق اُن کے سامنے تاریکی میں ہیں اور ہدایت کی آواز ان کو یوں معلوم ہوتی ہے جس طرح کوئی دور سے بلا رہا ہو اور اس کی آواز سمجھی نہ جاسکتی ہو۔

وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ وَإِنَّهُمْ لَفِي

اور اگر بات نہ ہو چکی ہوتی تیرے رب کی طرف سے تو ان کا فیصلہ کر دیا جاتا اور تحقیق یہ لوگ

شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيبٍ ﴿۴۶﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ وَ

اس کے متعلق گہرے شک میں ہیں جو نیک عمل کرے گا تو اپنے لئے اور

مَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا ط وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ ﴿۴۷﴾

جو برا کرے گا تو اپنے لئے اور نہیں ہے تیرا پروردگار اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا۔

فَاخْتُلِفَ فِيهِ ۔ یعنی آپ سے پہلے حضرت موسیٰ کو کتاب دی گئی تو بعض مان گئے اور بعض لوگ انکار پر ڈٹ گئے اور اس قسم کا نظریاتی اختلاف ہمیشہ ہوتا رہا ہے لہٰذا گھبرانے کی بات نہیں آپ بے فکر ہو کر تبلیغ میں مشغول رہیں کوئی مانے تو اس کو فائدہ ہوگا جو نہ مانے گا جہنم میں جائے گا۔ اگر ایک وقت تک عذاب کے موخر کرنے کا فیصلہ نہ ہو چکا ہوتا تو ان پر بھی عذاب بھیج دیا جاتا تاہم آپ ان کے ضد و انکار کی پرواہ کئے بغیر امور تبلیغ کو انجام دیتے رہیں۔

پارہ ۲۵

رکوع ۱ وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ - یعنی بروز محشر کفار و مشرکین سے ازراہ سرزنش سوال ہوگا کہ کہاں ہیں وہ جن کو تم اللہ کا شریک قرار دیتے تھے تو مشرکین اس کے جواب میں اپنے شرک کا انکار کرتے ہوئے کہیں گے کہ ہم میں کوئی بھی ایسا نہیں جو اللہ کے ساتھ کسی کے شریک ہونے کی شہادت دے اور دنیا میں جو اپنے بنائے ہوئے شریکوں کے متعلق گمان رکھتے تھے کہ قیامت کے دن وہ ہمیں چھڑائیں گے اُس وقت وہ بات اُن کے ذہن سے اُتر جائے گی اور یقین ہوگا کہ اب چھٹکارے کی کوئی صورت نہیں ہے -

إِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرَاتٍ مِّنْ أَكْمَامِهَا

اُسی کی طرف رد کیا جاتا ہے اور کوئی پھل اپنے غنچوں سے نہیں نکلتا

وَمَا تَحْمِلُ مِنْ أُنْثَىٰ وَلَا تَضَعُ إِلَّا بِعِلْمِهِ وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ أَيْنَ

اور مونث حاملہ ہوتی ہے اور نہ اس کا وضع حمل ہوتا ہے مگر یہ کہ اس کے علم میں ہے اور جس دن ان کو پکاریگا

شُرَكَائِي قَالُوا آذَنَّاكَ مَا مِنَّا مِنْ شَهِيدٍ ﴿۴۸﴾ وَضَلَّ عَنْهُمْ

کہ میرے شریک کہاں ہیں ؟ تو وہ کہیں گے کہ ہم نے تجھے بتا دیا ہے کہ ہم میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں ہے

مَا كَانُوا يَدْعُونَ مِنْ قَبْلُ وَظَنُّوا مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيصٍ ﴿۴۹﴾

اور ختم ہوجائیگا ان کا وہ دعویٰ جو کرتے تھے پہلے اور ان کو یقین ہوگا ان کا چھٹکارا نہیں ہے

لَا يَسْأَمُ الْإِنْسَانُ مِنْ دُعَاءِ الْخَيْرِ وَإِنْ مَسَّهُ الشَّرُّ

نہیں تھکتا انسان خیر کے مانگنے سے اور اگر مس کرے اس کو تکلیف تو مایوس و

فَيَئُوسٌ قَنُوطٌ ﴿۵۰﴾ وَلَئِنْ أَذَقْنَاهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْ بَعْدِ

نا امید ہوتا ہے اور اگر اس کو ہم اپنی رحمت کا مزہ چکھائیں اس تکلیف کے بعد

ضَرَّاءَ مَسَّتْهُ لَيَقُولَنَّ هَٰذَا لِي وَمَا أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً

جو اس کو پہنچی تھی تو کہتا ہے کہ یہ تو میرا حق ہے اور میں نہیں یقین کرتا کہ قیامت قائم ہوگی

لَا يَسْأَمُ - بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اس جگہ انسان سے کافر لوگ مراد ہیں کہ وہ دنیا میں اس قدر لالچی ہوتے ہیں کہ اپنے لیئے رزق اور جان و مال کی صحت و فراوانی کی دعا سے کبھی سیر نہیں ہوتے اور کسی درجہ پر پہنچ کر ان کو قناعت و حوصلہ حاصل نہیں ہوتا بلکہ ہر موجودہ صورت سے آگے بڑھنے کی فکر میں رہتے ہیں لیکن جب ان کو کوئی تکلیف پہنچے تو فوراً مایوسی و نا اُمیدی کا شکار ہو جاتے ہیں پس خیر و شر کی دونو حالتوں میں ان کو کبھی سکون قلب نصیب نہیں ہوتا اور پھر جب تکلیف و مصیبت کے بعد خداوند کریم اپنے رحم و کرم سے اُن کی مشکل کو آسان کر دے تو وہ بجائے اس کے کہ خدا کا شکر ادا کرتے الٹا بے شکری کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ تو ہمارا فرض ہے اور ہماری ذاتی کوششوں کی وجہ سے ہی ہماری مصیبت ختم ہوئی ہے

وَمَآ اَظُنُّ ۔ اس جگہ ظن سے مراد یقین ہے یعنی ان کو قیامت کے آنے کا قطعاً کوئی یقین نہیں ہوتا ۔ اور کہتے ہیں کہ اگر بالفرض قیامت آبھی جائے تو جس طرح دنیا میں ہم پر نعمات کی بارش رہی ہے اُسی طرح قیامت کے دن بھی ہم کو نعمات ملیں گی ۔ اور اللہ ان کے اس خیال کی تردید میں فرماتا ہے وہ غلط سمجھے بیٹھے ہیں بلکہ ان کو ان کے اعمالِ فاسدہ کی ضرور سزا ملے گی ۔

وَلَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰی رَبِّیْٓ اِنَّ لِیْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰی فَلَنُنَبِّئَنَّ

اور بالفرض اگر میں اپنے رب کی طرف پلٹایا بھی گیا تو اس کے پاس میرے لئے اچھائی ہو گی پس

الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَلَنُذِیْقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِیْظٍ

ضرور ہم کافروں کو خبردار کریں گے اپنے اعمال سے اور ان کو چکھائیں گے سخت قسم کا عذاب

٥١ وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ

اور جب ہم نعمت بھیجیں انسان پر تو اعراض کرتا ہے اور پہلو تہی کرتا ہے (شکر سے)

وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِیْضٍ ٥٢ قُلْ اَرَءَیْتُمْ

اور جب اس کو چھوئے تکلیف تو لمبی چوڑی دعائیں مانگنے والا ہوتا ہے کہدو کہ تمہاری کیا رائے ہے

اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ

کہ اگر یہ اللہ کی طرف سے ہو اور پھر تم اس کا انکار کرو تو کون زیادہ گمراہ ہے ایسے شخص سے

هُوَ فِیْ شِقَاقٍۭ بَعِیْدٍ ٥٣ سَنُرِیْهِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَ

جو گہری بدبختی میں ہو عنقریب ہم ان کو دکھائیں گے اپنی نشانیاں گرد و نواح میں اور

اَعْرَضَ ۔ یعنی جب کسی کافر بندے پر خدا کا احسان ہو تو شکرِ خداوندی سے منہ پھیرتا ہے اور پہلو ترچھا کر کے متکبرانہ رویہ اختیار کرتا ہے لیکن جب اُسی کو خدا کسی تکلیف میں مبتلا کر دے تو پھر بڑی بڑی دعائیں مانگتا ہے اور اللہ کے سامنے پورے خشوع و خضوع کا اظہار کرتا ہے ۔

اِنْ كَانَ ۔ یعنی ان کفار کو دعوتِ فکر دیجئے کہ اگر بالفرض یہ قرآن یا یہ دین اللہ کی جانب سے ہی ہو تو ایسی صورت میں تمہارے انکار کا نتیجہ کیا ہو گا یعنی اس کا یہی نتیجہ ہو گا کہ تم نہایت بدبخت انسان ثابت ہو گے ۔ شقاق مضاعف ثلاثی ہے اور اس کا معنی دشمنی کیا جاتا ہے ۔ یعنی تمہارا یہ اختلاف اللہ سے دشمنی متصور ہو گا جس کی سنگین سزا تمہیں بھگتنی پڑے گی ۔

فِی الْاٰفَاقِ ۔ خداوند کریم کی قدرت و حکمت کی نشانیاں جس طرح آفاق میں موجود ہیں اُسی طرح ہر انسان کے اپنے وجود کے اندر بھی وہ سب کچھ موجود ہے جس میں غور و فکر کرنے والا انسان عقیدہ توحید تک بآسانی پہنچ سکتا ہے ۔ اسی بنا پر حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کی طرف منسوب ہے ۔

اَتَزْعَمُ اَنَّكَ جِرْمٌ صَغِيْرٌ وَفِيْكَ انْطَوَى الْعَالَمُ الْاَكْبَرُ وَاَنْتَ الْكِتَابُ الْمُبِيْنُ الَّذِيْ بِاَحْرُفِهٖ يَظْهَرُ الْمُضْمَرُ ۔ ترجمہ ۔ کیا تو اپنے آپ کو چھوٹا سا جسم سمجھتا ہے حالانکہ تجھ میں عالم اکبر کی تفصیلات کا خلاصہ موجود ہے ۔ اور تو وہ کتاب مبین ہے جس کے تمام حروف رموز قدرت و رازہائے فطرت کو عیاں کرتے ہیں ۔

اور اس کی مزید توضیح و تشریح ہم نے تفسیر کے مقدمہ میں ذکر کی ہے ۔ پس خدا فرماتا ہے کہ آفاق اور انفس میں غور کرنے کے بعد انسان صحیح طور پر یہ نتیجہ حاصل کر سکتا ہے کہ عقیدہ توحید پروردگار بالکل ناقابل انکار ہے ۔ اور اللہ ہر شئی پر شہید و گواہ ہے اور ہر شے پر علم و قدرت کے لحاظ سے محیط و حاوی ہے ۔

آفاق و انفس میں خدا کی نشانیاں دکھانے کی چند

فِيْ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ۭ اَوَلَمْ

ان کے اپنے نفسوں میں یہاں تک کہ واضح ہو جائے ان کے لئے کہ یہ حق ہے کیا نہیں کافی

يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۵۳﴾ اَلَآ اِنَّهُمْ فِيْ

تیرے رب کے لئے کہ وہ ہر شئے پر شہید ہے آگاہ ہو تحقیق وہ شک

مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَاۗءِ رَبِّهِمْ ۭ اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ ﴿۵۵﴾

میں ہیں اپنے رب کی ملاقات کے بارے میں آگاہ ہو تحقیق وہ ہر شئے پر احاطہ کرنیوالا ہے

تاویلیں کی گئی ہیں ۔ (۱) ہم ان لوگوں کو اپنی توحید پر ناقابل تردید براہین دکھائیں گے جو آفاق عالم اور اقطار ارض میں پھیلی ہوئی ہیں مثلاً سورج و چاند کی گردش ستاروں کی چمک اور ان کی حرکات متناسبہ اسی طرح نباتات و اشجار اور دریا و پہاڑ وغیرہ کے متعلق مختلف پہلوؤں پر غور و خوض اور خود نفس انسانی میں حکمت و مصلحت کی صنعت کاریوں میں تدبر اس نتیجہ پر پہنچاتا ہے کہ وہ اللہ ایک ہے جو ان تمام کا خالق اور مدبر و متقن ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے ۔

۲ ۔ حضرت رسالتمآب کی نبوت کی صداقت کے شواہد اطراف مملکت کی فتوحات میں بھی ہم ان کو دکھائیں گے ۔ اور آپ کی صداقت کا لوہا خود ان کے نفسوں سے بھی منوائیں گے جو فتح مکہ کے دن ظاہر ہوا ۔

۳ ۔ آفاقی آیات سے مراد امم ماضیہ اور قرون گذشتہ کے واقعات سے عبرت دلانا مقصود ہے اور انفسی آیات سے جنگ بدر کے نتیجے سے عبرت حاصل کرنا مقصود ہے ۔

۴ ۔ آفاقی آیات سے مراد وہ معجزات ہیں جو حضور نے ان کو حوادث گذشتہ کے متعلق یاد دلائے تھے اور انفسی آیات سے مراد وہ معجزات ہیں جو انہوں نے خود حضور سے طلب کئے تھے مثلاً شق القمر کا معجزہ ۔

۵ ۔ آفاقی آیات سے مراد یہ ہے کہ گذشتہ امتوں نے تکذیب رسل کے نتیجہ میں جو عذاب برداشت کیا جن کے نشانات اب تک صحرا ارض پر باقی ہیں ۔ اور انفس میں غور و فکر کی دعوت دے کر ان کو عقیدہ توحید کی طرف لے جانے کا الگ انتظام

لیا گیا ہے کہ جب انسان اپنی خلقت میں غور کرتا ہے کہ پہلے نطفہ پھر علقہ پھر مضغہ اس کے بعد ہڈیاں گوشت پوست اور پھر اس ساری انسانی تاریک عمارت میں فانوسِ عقل کے ذریعے روشنی کا انتظام یہ سب ایسے امور ہیں جو ہر صاحبِ ضمیر اور منصف مزاج انسان کو توحید خالق کی دعوت دیتے ہیں اور اعضاء انسانی میں سے ہر ایک کا اپنے موزوں و مناسب مقام پر ہونا تدبیر خالق کی بولتی ہوئی زبان ہے ورنہ اگر یہ تخلیق اتفاقی ہوتی اور اس کو کوئی پیدا کرنے والا نہ ہوتا یا یہ کہ پیدا کرنے والے متعدد ہوتے تو اس قسم کی یکسانیت ناممکن تھی بلکہ ایک عضو کی جگہ غلطی سے دوسرا عضو لگ جاتا کان کی جگہ آنکھ اور آنکھ کی جگہ کان وعلیٰ ہذا القیاس۔ اور ایسا کبھی بھی نہ ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ پیدا کرنے والے نے اپنی حکمت کاملہ اور تدبیر اتم کے پیش نظر اپنے حسن اختیار سے یہ تخلیقی کارنامہ انجام دیا اور یہ اس کا محض فضل و کرم ہے۔ نیز یہ بھی ظاہر ہوا کہ اس میں اس کا کوئی بھی شریک نہیں پس انفس و آفاق میں غور و فکر کی دعوت سے بڑھ کر اور کوئی دلیل نہیں ہو سکتی اور ان میں غور و فکر کرنے کے بعد بھی جو توحید پروردگار کے عقیدہ تک رسائی نہ حاصل کر سکے اس جیسا کوئی کم ہمت بلکہ بدبخت نہیں ہے۔

بِرَبِّکَ۔ فاعل ہے اور باء جارہ زائدہ ہے اِنَّہٗ الیٰ آخرہ بِرَبِّکَ سے بدل ہے یعنی کیا تیرے رب کا ہر شئے پر شاہد ہونا کافی نہیں؟

سورۃ حٰمٓ عٓسٓقٓ

یہ سورہ مکیہ ہے اور اس کا دوسرا نام شوریٰ بھی ہے اور اس کی صرف چار آیتیں مدنی ہیں۔

قُلْ لَا أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا سے لے کر لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ تک

اس کی آیات کی تعداد بسم اللہ کو ملا کر چون ۵۴ ہے۔

جناب رسالت مآبؐ نے فرمایا کہ سورہ حمعسق کی تلاوت کرنے والا ان لوگوں میں سے ہوتا ہے جن پر فرشتے درود پڑھتے ہیں اور اس کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے جو شخص حم عسق کی تلاوت کرے تو بروز محشر اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمکتا ہوگا جب دربارِ خداوندی میں پیش ہوگا تو ارشاد پروردگار ہوگا کہ تو نے حم عسق کی تلاوت کی اور تجھے یہ پتہ نہ تھا کہ اس کا اجر کیا ملے گا ورنہ تجھے اس سورہ کی تلاوت سے کبھی تھکاوٹ محسوس نہ ہوتی۔ اب میں تجھے اس کا بدلہ دیتا ہوں۔ چنانچہ فرشتوں کو حکم ہوگا کہ اس کو جنت میں داخل کرو۔ پس اس کو یاقوتِ سرخ کا

ایک محل عطا ہوگا جس کے دروازے سیڑھیاں اور روشن دان بھی یاقوت سرخ کے ہوں گے۔ اور اس قدر شفاف ہوگا کہ اُس کی دیواروں سے نظر آر پار ہو سکے گی۔ اور اس کو اس میں دو کشادہ وسیاہ چشم حوریں عطا ہوں گی نیز ایک ہزار کنیزیں اور ایک ہزار غلام بھی خدمت گذاری کے لئے عطا ہوں گے (مجمع)

تفسیر برہان میں خواص القرآن سے منقول ہے جو شخص اس سورہ مبارکہ کو لکھ کر بارش کے پانی سے دھوئے پھر اُسی پانی میں سرمہ کو کھرل کر کے خشک کرے تو وہ سرمہ آنکھ کی ہر بیماری کے لئے باعث شفا ہوگا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو شخص اس کو لکھ کر اپنے پاس رکھے تو امن میں رہے گا اور جو شخص اس کو دھو کر پی لے تو سفر میں با امن رہے گا۔

رکوع نمبر ۲

حٰمٓ۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اللہ کے ناموں سے مخفف ہے یعنی الحکیم المثبت العالم السمیع القادر القوی بہر کیف یہ حروف مقطعات ہیں اور ان کا صحیح علم راسخون فی العلم کے پاس محفوظ ہے جس قدر سورے حٰم سے شروع ہوئے ہیں اُن میں حٰم کے بعد قرآن مجید کا ذکر ہے لیکن اس سورہ میں حٰم کے بعد عسق مذکور ہے اس قیاس کے پیش نظر بعضوں نے کہا ہے کہ عسق قرآن مجید کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ①
اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)
حٰمٓ ② عٓسٓقٓ ③ كَذٰلِكَ يُوْحِيْٓ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ
حٰم عسق اسی طرح وحی کرتا ہے تیری طرف اور اُن کی طرف جو تجھ سے پہلے
قَبْلِكَ ۙ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ④ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي
تھے وہ اللہ جو غالب حکمت والا ہے اسی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین کے اندر
الْاَرْضِ ۭ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ⑤ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ
ہے اور وہ بلند و بزرگ ہے قریب ہے کہ آسمان پھٹ جائیں

كَذٰلِكَ۔ یعنی جس طرح تیرے اوپر گذشتہ ایام میں ہم نے وحی بھیجی اسی طرح ہر زمانہ میں ہمارا وحی کا قاعدہ یہی رہا ہے خواہ تیری طرف ہو یا گذشتہ انبیاء کی طرف ہو۔ یا یہ مقصد ہے کہ اس سورہ مجیدہ کے مضامین سابق انبیاء کی طرف بھی وحی کئے گئے تھے۔ جس طرح تیری طرف وحی کئے گئے ہیں یا یہ کہ جس طرح حضورؐ کی جانب ناقابل تردید براہین و دلائل کے ذریعے سے محکم و متقن احکام وغیرہ اُمت تک پہنچائے گئے۔ اسی طرح سابق انبیاء کو بھی شرائع محکم ومتقنہ کی تبلیغ پر مامور کیا گیا تھا۔ اور عزیز و حکیم کی فصل اسی امر کی طرف اشارہ ہے کہ خدا ایسا کرنے پر قادر و غالب ہے۔ اور وہ جو

کچھ کرتا ہے حکمت کے ماتحت کرتا ہے۔ اور آسمان و زمین کی تمام تر مخلوق اس کی قدرت تامہ اور حکمت شاملہ کا ہی کرشمہ ہے۔

تَکَادُ السَّمٰوٰتُ۔ یعنی کفار نے جو اللہ کے لئے بیٹیوں کی تجویز کی تھی اِس قدر سخت اور نا روا بات تھی جس سے قریب تھا کہ آسمان شگافتہ ہو جائیں۔ یا یہ معنی مراد لیا جائے کہ اللہ کی عظمت و جلالت کے پیش نظر آسمان بھی پھٹ جائیں تو بعید نہیں مِنْ فَوْقِهِنَّ کا معنی یہ ہوگا کہ وہ ذات جو اُن سے فوق ہے اور اُس کی حکومت ان پر حاوی ہے اُس کی عظمت کی بدولت آسمان کا پھٹ جانا بعید نہیں ہے۔

يَسْتَغْفِرُوْنَ۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ فرشتوں کی دُعاء مغفرت صرف مومنوں کے لئے ہے اور تفسیر قمی سے منقول ہے کہ اس کا مضمون صرف توبہ کرنے والے شیعہ مومنین کے لئے مخصوص ہے اگرچہ لفظ کے لحاظ سے عام ہے (نور الثقلین)

مِنْ فَوْقِهِنَّ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ

اوپر (بسنے والوں) سے اور فرشتے تسبیح کرتے ہیں اپنے رب کی حمد کے ساتھ اور دعائے مغفرت کرتے ہیں

لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ۭ اَلَآ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۵ وَالَّذِيْنَ

زمین والوں کے لئے آگاہ ہو تحقیق اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور جن لوگوں نے

اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ اللّٰهُ حَفِيْظٌ عَلَيْهِمْ ڮ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ

بنا لئے ہیں کے علاوہ اولیاء تو اللہ محفوظ رکھنے والا ہے اُن کے اعمال کو اور تو نہیں ہے

بِوَكِيْلٍ ۶ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ

اُن پر چوکیدار اور اسی طرح ہم نے وحی کی تجھ پر

قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنْذِرَ

قرآن عربی کی تاکہ ڈرائے اہل مکہ کو اور اس کے گرد و نواح والوں کو اور ڈرائے

اَوْلِيَاۗءَ۔ اِس جگہ اولیاء سے مراد وہ معبود ہیں جن کی وہ عبادت کرتے تھے اور ان کو اپنے تمام معاملات میں کارساز حاجت روا اور مشکل کشا جانتے تھے۔

حَفِيْظٌ۔ یعنی غیر اللہ کی پرستش کرنے والوں کے جمیع اعمال و کردار اللہ کے پاس محفوظ ہیں اور نوٹ شدہ ہیں جن کا وہ انکار نہ کر سکیں گے اور اللہ پر ان میں سے کوئی شے مخفی نہیں ہے بلکہ ذرہ ذرہ کا حساب ہوگا۔

اُمَّ الْقُرٰى۔ اس سے مراد مکہ ہے چونکہ سب سے پہلے مکہ کی زمین کو پانی کی سطح پر بچھایا گیا تھا اِس لئے اس کو اُمّ القریٰ کہا گیا ہے یعنی تمام شہروں کی ماں اور اس جگہ مراد اہل مکہ ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ اہل مکہ اور گرد و نواح والوں کو اللہ کے عذاب سے ڈراؤ۔ اور یوم حشر کا ان کو خوف دلاؤ کہ جہاں اولین و آخرین کو جمع کیا جائے گا اور تمہارا دفتر اعمال کھلے گا اُس وقت کی شرمساری اور ذلت

سے بچ جانے کی کوشش کرو کیونکہ لازماً اُس دن انسانوں کی ایک جماعت جنّت میں اور دوسری جہنم میں جائے گی۔
وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ - یعنی اگر اللہ مشیت تکوینی سے ہر ایک کو دینِ حق پر مجبور کرتا تو سب ایک دین پر ہوتے لیکن جزاء و سزا کا قصہ باطل ہو جاتا لیکن وہ چاہتا ہے کہ اپنے اختیار سے کوئی چاہے تو جنت میں جائے اور چاہے تو دوزخ میں جائے اسی لئے دوسری جگہ مَنْ یَّشَآءُ میں مشیت سے مراد تشریعی ہے یعنی اُس نے خیر و شر کا راستہ دکھایا ہے اور دنیا میں کسی کو مجبور نہیں کیا گیا لیکن قیامت کے روز نیک لوگوں کی جزا جنت اور بدکاروں کا ٹھکانا جہنم ہوگا اور اس میں ان کو کوئی اختیار نہ ہوگا پس نہ ان کا کوئی والی ہوگا اور نہ اُن کا کوئی ناصر ہوگا

رکوع ۳

وَمَا اخْتَلَفْتُمْ - یعنی دین یا دنیا کی جس بات میں تم جھگڑا کرتے ہو اُس میں حق اور باطل کا صحیح فیصلہ کرنے کا حق صرف اللہ کو ہی حاصل ہے لہٰذا اس کی ہدایت کی طرف رجوع کرنا ہر انسان پر فرض ہے پس جس کو وہ حق قرار دے اُس کو مان لینا چاہیے یعنی دینی یا دنیاوی اُمور میں آئین سازی کا اور حکومت کا حق صرف اللہ کی ذات کے سزاوار ہے۔

يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيْهِ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي
قیامت کی پیشی سے جس میں کوئی شک نہیں ہے ایک گروہ جنت میں اور ایک گروہ دوزخ

السَّعِيْرِ ۝٨ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ
میں ہوگا اور اگر اللہ چاہتا تو سب کو ایک اُمت بنا دیتا (زبردستی) لیکن وہ

يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ وَالظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِيٍّ وَّلَا
داخل کرتا ہے جسے چاہے اپنی رحمت میں اور ظلم کرنے والوں کا کوئی کارساز و مددگار

نَصِيْرٍ ۝٩ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۚ فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ
نہ ہوگا بلکہ انہوں نے بنا لئے ہیں اس کے علاوہ اولیاء پس اللہ ہی ولی ہے

يُحْيِ الْمَوْتٰى ۡ وَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝١٠
اور وہی زندہ کرتا ہے مُردوں کو اور وہی ہر شئے پر قدرت رکھنے والا ہے

وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ
اور ہر وہ شئے جس میں تم کو اختلاف ہو تو اس کے فیصلہ کا حق اللہ کو ہے وہی اللہ میرا رب

رَبِّيْ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ڰ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ۝١١ فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ
ہے اُسی پر میرا بھروسہ ہے اور اسی کی طرف میری بازگشت ہے ایجاد کرنے والا ہے آسمانوں

يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ - یعنی انسان ہوں یا چوپائے ہوں ہم نے سب کی نسل کی بقا اور ترقی کو زوجہ کی باہمی زندگی کا مرہونِ منت قرار دیا ہے اور اسی کو طریقۂ افزائش و پیدائش قرار دیا ہے۔

وَالْاَرْضِ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّمِنَ الْاَنْعَامِ

اور زمین کا اُس نے تمہارے لئے تمہارے نفسوں میں سے جوڑے بنائے اور چوپاؤں میں سے بھی جوڑے

اَزْوَاجًا يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَّهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ

بنائے تمہیں پیدا کرتا ہے اس طریقہ سے اس جیسی کوئی شئی نہیں اور وہ سننے دیکھنے والا ہے

۱۲ لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ

اسی کی ملکیت میں ہیں آسمانوں اور زمین کی چابیاں وسعت دیتا ہے رزق میں جس کے لئے چاہے

وَيَقْدِرُ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۱۳ شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا

اور تنگی دیتا ہے جسے چاہے وہی ہر بات کو جاننے والا ہے تمہارے لئے اس نے وہی دین بنایا جس

وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ

کے متعلق نوح کو حکم دیا اور جس کی تمہیں وحی کی اور جس کا حکم ابراہیم

وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ كَبُرَ عَلَى

اور موسیٰ و عیسیٰ کو دیا کہ قائم رکھو دین کو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو گراں ہے مشرکوں

الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ

پر وہ بات جس کی تو ان کو دعوت دیتا ہے اللہ برگزیدہ کرتا ہے اپنی طرف سے جسے چاہتا ہے

وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ۱۴ وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ

اور ہدایت کرتا ہے اپنی طرف اس کو جو رجوع کرے اور ان لوگوں نے تفرقہ نہیں ڈالا مگر علم آجانے

الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى

کے بعد سرکشی کرتے ہوئے اپنے اندر اور اگر بات نہ ہو چکی ہوتی تیرے رب کی طرف سے ایک مدت معینہ تک تو

لَهٗ مَقَالِيْدُ ۔ یعنی آسمانوں اور زمین میں رزق کی چابیاں اللہ کے اختیار میں ہیں پس آسمان سے بارش برسا کر اور زمین میں قوت نامیہ تفویض کر کے اس نے اپنی مخلوق کے رزق کا بندوبست کیا ہے اور اسی طرح رزق کی وسعت یا تنگی بھی اُسی کے ہی حیطۂ اختیار میں ہے۔

شَرَعَ لَكُمْ ۔ یعنی تمہارا دین کوئی نیا نہیں بلکہ دین ایک ہے جس کا حضرت نوح اور اس کے بعد تمام انبیاء کو یکے بعد دیگرے مبلغ بنا کر بھیجا گیا تاکہ اُس کے احکام پر عمل کیا جائے اور اس میں تفرقہ نہ ڈالا جائے اور یہی دین جس میں توحید خالص بنیادی حیثیت رکھتی ہے ۔ مشرکین پر بہت شاق ہے۔

لیکن گھبرانے کی ضرورت نہیں اور نہ کفار کے اعتراضات سے تنگ دل ہونے کی ضرورت ہے کیونکہ اللہ رسالت اور نبوت کے عہدہ کے لئے جسے چاہے چن لیا کرتا ہے اور یہ چناؤ اُس نے بندوں کے سپرد نہیں فرمایا پس خدا نے تمہیں اس طرح چن لیا ہے جس طرح تجھ سے پہلے انبیاء کو چنا تھا اور یہ اُسی کا اپنا ہی کام ہے

اور شرع کا معنی بیان کرنا اور ظاہر کرنا ہوتا ہے شَرَعَ الدِّیۡنَ کا معنی ہے اُس نے دین کو بیان کیا اور اُسے ظاہر فرمایا۔
بَغۡیًۢا بَیۡنَہُمۡ۔ یعنی جان بوجھ کر ازراہِ سرکشی و عناد انہوں نے دین میں اختلاف و انتشار پھیلایا اور اگر اللہ کی جانب سے ایک وقت معین تک کے لئے ان کو مہلت دینے کا فیصلہ نہ کیا گیا ہوتا تو اُن کو فوراً گرفتارِ عذاب کر لیا جاتا۔
وَاِنَّ الَّذِیۡنَ۔ یعنی حضرت نوح و موسٰی و عیسٰی علیہم السلام کے بعد جو لوگ ان کی کتابوں کے وارث ہوئے وہ حضور نبی اکرمؐ کی نبوت اور قرآن کے متعلق شکوک و شبہات میں پڑے ہوئے ہیں۔

لَقُضِیَ بَیۡنَہُمۡ ؕ وَاِنَّ الَّذِیۡنَ اُوۡرِثُوا الۡکِتٰبَ مِنۡۢ بَعۡدِہِمۡ لَفِیۡ

فیصلہ کر دیا جاتا ان کے درمیان اور تحقیق وہ لوگ جو ان کے بعد کتاب کے وارث بنائے گئے وہ اس کے متعلق

شَکٍّ مِّنۡہُ مُرِیۡبٍ ﴿۱۵﴾ فَلِذٰلِکَ فَادۡعُ ۚ وَاسۡتَقِمۡ کَمَاۤ اُمِرۡتَ ۚ

گہرے شک میں ہیں پس اس کے لئے دعوت دو اور ڈٹ جاؤ جس طرح تجھے حکم ہوا ہے

وَلَا تَتَّبِعۡ اَہۡوَآءَہُمۡ ۚ وَقُلۡ اٰمَنۡتُ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ مِنۡ کِتٰبٍ ۚ

اور نہ پیچھے چلو ان کی خواہشات کے اور کہہ دو کہ میں ایمان لایا اُس پر جو اللہ نے نازل فرمائی کتاب

وَاُمِرۡتُ لِاَعۡدِلَ بَیۡنَکُمۡ ؕ اَللّٰہُ رَبُّنَا وَرَبُّکُمۡ ؕ لَنَاۤ اَعۡمَالُنَا وَلَکُمۡ

اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تمہارے درمیان انصاف کروں اللہ ہمارا اور تمہارا رب ہے ہمارے لئے ہمارے عمل اور تمہارے

اَعۡمَالُکُمۡ ؕ لَا حُجَّۃَ بَیۡنَنَا وَبَیۡنَکُمۡ ؕ اَللّٰہُ یَجۡمَعُ بَیۡنَنَا ۚ وَاِلَیۡہِ

لئے تمہارے عمل ہیں ہمارا اور تمہارا ذاتی کوئی جھگڑا نہیں اللہ ہم کو جمع فرمائیگا اور اسی کی طرف

الۡمَصِیۡرُ ﴿۱۶﴾ وَالَّذِیۡنَ یُحَآجُّوۡنَ فِی اللّٰہِ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا اسۡتُجِیۡبَ لَہٗ

بازگشت ہے اور جو لوگ اللہ کے بارے میں جھگڑا کرتے ہیں بعد اس کے کہ ان کی بات قبول کر لی گئی

فَلِذٰلِکَ۔ اس کا ایک معنی تو وہی ہے جو تحت اللفظ موجود ہے لیکن اگر لام کو تعلیل کے لئے قرار دیا جائے تو معنی یہ ہوگا کہ چونکہ لوگ شکوک میں پڑے ہوئے ہیں لہٰذا ان کو دینِ اسلام کی ڈٹ کر تبلیغ کرو اور قطعاً ان کی خواہشات کی پیروی نہ کرو اور واضح طور پر کہہ دو کہ میں ان کی تمام کتابوں پر ایمان لایا ہوں جو اللہ نے نازل فرمائی ہیں اور میں عدل و انصاف کی حکومت قائم کرنے پر مامور ہوں۔ اور تفسیر مجمع البیان میں مروی ہے کہ تین چیزیں نجات دینے والی ہیں اور تین چیزیں ہلاک کرنے والی ہیں۔ نجات دینے والی تین چیزیں یہ ہیں (۱) رضا و غضب کی ہر دو حالتوں میں عدل کو قائم رکھنا (۲) غنا اور فقر کی ہر دو حالتوں میں اپنی میانہ روی کی حیثیت کو برقرار رکھنا (۳) پوشیدہ اور ظاہر کی ہر دو حالتوں میں خوفِ خدا رکھنا اور تین ہلاک کرنے والی چیزیں یہ ہیں (۱) بخل کے پیچھے چلنا (۲) خواہش نفس کی اتباع کرنا (۳) خود پسندی۔
مِنۡۢ بَعۡدِ مَا۔ چونکہ یہود و نصاریٰ مسلمانوں سے ہر وقت دین اسلام کے موضوع پر جھگڑا کرتے تھے تو اُن کے متعلق فرماتا

ہے کہ جو لوگ دین اسلام کی صداقت کو شک کی نگاہوں سے دیکھ کر خواہ مخواہ جھگڑتے ہیں جب کہ حضور رسالت مآبؐ کی تبلیغ موثر ہو چکی ہے

حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ

تو ان کا جھگڑنا فضول ہے ان کے پروردگار کے نزدیک اور اُن پر غضب ہے اور ان کے لئے

شَدِيدٌ ⑰ اَللّٰهُ الَّذِيٓ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِيزَانَ

سخت عذاب ہے اللہ وہ ہے جس نے کتاب کو نازل کیا حق کے ساتھ اور میزان کو (نازل کیا) اور تجھے

وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيبٌ ⑱ يَسْتَعْجِلُ بِهَا

کیا پتہ شاید قیامت قریب ہو ؟ اس کی جلدی تو وہی لوگ چاہتے

الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِهَا وَالَّذِينَ اٰمَنُوا مُشْفِقُونَ مِنْهَا وَ

ہیں جو اس پر ایمان نہیں رکھتے اور جو ایمان رکھتے ہیں وہ اس سے ڈرتے ہیں اور

يَعْلَمُونَ اَنَّهَا الْحَقُّ اَلَآ اِنَّ الَّذِينَ يُمَارُونَ فِي السَّاعَةِ

جانتے ہیں کہ وہ حق ہے آگاہ ہو جو لوگ شک کرتے ہیں قیامت میں

لَفِي ضَلٰلٍ بَعِيدٍ ⑲ اَللّٰهُ لَطِيفٌ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ

البتہ وہ گہری گمراہی میں ہیں اللہ لطف کرنے والا (مہربان) ہے اپنے بندوں پر جسے چاہے رزق دیتا ہے

اور لوگ ان کی دعوت اسلام کو قبول کر چکے ہیں اب ان کا جھگڑنا فضول ہے اور بے بنیاد ہے کیونکہ دین موسیٰ اور دین عیسیٰ کی صداقت ثابت ہو جائے تو اس کا اسلام کی صداقت کے ساتھ کوئی تضاد نہیں کیونکہ وہ دین اپنے اپنے وقت میں درست تھے لیکن اب منسوخ ہو چکے ہیں پس اُن کی حجت اب ساقط اور نا قابل قبول ہے اور اسلام کی مخالفت کرنے ہیں اب وہ مستحق غضب اور سزاوار عذاب ہو چکے ہیں

میزان علی ہے

وَالْمِيزَانَ ۔ یعنی اللہ نے برحق کتاب بھیجی اور میزان بھیجا۔ اور تفسیر برہان میں ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام میزان کے مصداق ہیں جہاں دوسری جگہ آتا ہے وَوَضَعَ الْمِيزَانَ ۔ وہاں بھی میزان سے مراد امام ہے فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ ۔ کے ذیل میں تفسیر برہان میں بروایت ابن شہر آشوب مروی ہے کہ ایک دفعہ اہل یمن کی ایک جماعت بارگاہِ رسالت میں پہنچی اور انہوں نے عرض کی ہم حضرت نوح علیہ السلام کی اُمت کے بقایا افراد کی اولاد میں سے ہیں اور ہمارے نبی کا وصی سام بن نوح تھا اور ہم نے اپنے نبی کی کتاب میں پڑھا ہے کہ ہر نبی صاحب معجزہ ہوا کرتا ہے اور اس کا وصی اُس کا صحیح قائم ہوتا ہے لہٰذا آپ فرمائیں کہ آپ کا وصی کون ہے ؟ پس آپ نے علی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا یہ میرا وصی ہے۔ انہوں نے عرض کی کہ اگر ہم درخواست کریں تو یہ ہمارے لئے سام بن نوح کو زندہ کر کے دکھا دے گا ؟ آپ نے فرمایا اللہ کے اذن سے بے شک ایسا ہی ہوگا۔ پس علی کو حکم دیا کہ مسجد میں جاؤ اور دو رکعت نماز پڑھ کر محراب کے پاس جا کر پاؤں سے ٹھوکر مارو چنانچہ حضرت علی داخل مسجد ہوئے اور محراب کے قریب دو رکعت نماز پڑھنے

کے بعد پاؤں کی ٹھوکر ماری تو زمین شگافتہ ہوئی اور ایک لحد اور تابوت ظاہر ہوا۔ اور تابوت سے ایک بزرگ کھڑا ہوا جس کا چہرہ چودھویں کی رات کے چاند کی طرح درخشندہ تھا اُس کی ڈاڑھی لمبی تھی اور وہ اپنے سر اور بالوں سے مٹی کو جھاڑ رہا تھا پس اُس نے علیؑ کا سلام کیا اور توحید و نبوت کی شہادت کا کلمہ پڑھنے کے بعد علی کے وصی ہونے کا اقرار کیا اور کہا کہ میں سام بن نوح ہوں پس ان لوگوں نے اپنے پاس موجودہ صحیفے کھولے اور سام بن نوح کا حلیہ پڑھا تو مان گئے پھر یمنیوں نے خواہش کی کہ ہمیں اپنے صحیفہ میں سے کچھ سنائیے تو جناب سام نے ایک سورہ تلاوت کی پھر حضرت علی پر سلام کہہ کر سو گیا اور زمین اُوپر سے مل کر ہموار ہو گئی۔

بعض لوگوں نے میزان سے مراد انصاف لیا ہے یعنی اللہ نے عدل و انصاف کا حکم نازل فرمایا اور بعض مفسرین نے اس سے ترازو مراد لیا ہے کہ اللہ نے لوگوں کو صحیح وزن کرنے کے لئے پہلے پہل آسمان سے ترازو نازل کیا پھر لوگوں نے اس کی نقل زمین میں بنالی۔ اور بعض مفسرین نے اس سے مراد حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی مراد لی ہے اور یہی قول زیادہ قرین عقل ہے کیونکہ کتاب کے ساتھ میزان کے بھیجنے کا ذکر اسی قول سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے ورنہ کتاب میں عدل و انصاف کے جملہ احکام و قوانین جب موجود ہیں تو الگ میزان یعنی حکم انصاف بھیجنے کی کیا ضرورت ہے اور ترازو والا قول اس سے بھی زیادہ مضحکہ خیز ہے۔ پس قرآن کے ساتھ ایک ناطق ہادی کی ضرورت ہے جو معانی قرآنیہ کو صحیح طور پر لوگوں کے ذہن نشین کرے اور خود اس کے مطابق عمل کر کے لوگوں کے لئے ایک اسوہ حسنہ کی تشکیل کرے اور ان کو میزان کہنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ کا وجود لوگوں کے لئے حق و انصاف کا میزان ہے کہ اس کے ذریعے سے حق و باطل اور سچ اور جھوٹ کے درمیان فرق کیا جا سکتا ہے پس حضرت رسالتمآبؐ اپنے زمانہ میں میزان تھے جس طرح کہ ہر پیغمبر اپنے زمانہ کے لوگوں کے لئے حق و باطل کے امتیاز کا میزان تھا۔ اور چونکہ کوئی زمانہ حجت خدا سے خالی نہیں ہو سکتا لہٰذا ہر زمانہ میں اس نوعیت کے میزان کی ضرورت ہے۔ پس حضرت رسالتمآبؐ کے بعد آپ کا صحیح جانشین ہی حق و باطل کے درمیان امتیاز کا میزان قرار پائے گا۔ اور وہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام ہیں۔ اس مقصد کی مزید وضاحت کے لئے ایک روایت نقل کرنا خالی از فائدہ نہیں ہے جس کو تفسیر برہان میں اسی سورہ کی آیت ۹ کے ذیل میں ذکر کیا گیا ہے۔

حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کو جب اطلاع ملی کہ معاویہ ایک لاکھ کا لشکر جرار لے کر حملہ آور ہونے کی تیاریاں کر رہا ہے تو آپ نے فرمایا ان کو اہلِ شام کے بجائے اہلِ شوم کہا کرو۔ یہ مضر کی اولاد ہیں جن پر حضرت داؤد علیہ السلام نے لعنت کی تھی۔ اور اللہ نے ان کو سور اور بندر کی شکل میں مسخ کیا تھا۔ اس کے بعد آپ نے معاویہ کو خط لکھا کہ لوگوں کو بیچ میں مروانے کے بجائے ہم دونوں کو آپس میں لڑ لینا چاہیے۔ اگر میں نے تجھے قتل کر ڈالا تو تو یقیناً جہنم میں جائے گا اور باقی لوگ تیرے شر سے محفوظ ہو جائیں گے۔ لیکن اگر میں قتل ہو گیا تو میں سیدھا جنت میں پہنچوں گا اور باقی لوگ قتل سے محفوظ ہو جائیں گے۔ اور میں وہ شخص ہوں جس کا اللہ نے تورات اور انجیل میں رسول اللہ کے ناصر کے طور پر ذکر فرمایا ہے اور میں ہی شجرہ کے نیچے سب سے پہلے رسول اللہ کی بیعت کرنے والا ہوں جب معاویہ نے یہ خط اپنے بھرے دربار میں پڑھا تو ہم نشینوں نے فوراً کہہ دیا کہ واقعی علی نے تجھے

صحیح مشورہ دیا ہے اور انصاف کے مطابق دعوت دی ہے۔ معاویہ نے کہا میں ایک لاکھ فوج کو ساتھ لے کر ضرور لڑوں گا اگرچہ میں نے رسولِ خدا سے سنا ہے کہ اے علی اگر مشرق سے لے کر مغرب تک کی تمام فوجیں تیرے ساتھ لڑیں تب بھی تو ظفر یاب ہوگا پھر ایک ہمنشیں نے جرأت کرتے ہوئے کہہ دیا کہ اس پیشین گوئی کے باوجود اور باطل پر ہونے کے بعد تو علی سے لڑتا کیوں ہے جب کہ وہ حق پر ہے؟ بہرکیف ابھی جنگ صفین کی تیاریاں جاری تھیں کہ بادشاہ روم کو مسلمانوں کی اس خانہ جنگی کی اطلاع ملی کہ امیر کوفہ اور امیر شام آپس میں آمادہ جنگ ہیں پس عرب تجار جو اُن دنوں ملک روم میں اپنے کاروباری سلسلہ میں گئے ہوئے تھے۔ شاہِ روم نے ان کو بلوا کر حضرت علی اور معاویہ کے متعلق مزید تفصیلات معلوم کیں اور آخر کار یہ فیصلہ ہوا کہ ان دونو کا امتحان لیا جائے "تاکہ روز روشن کی طرح واضح ہو سکے کہ حق پر کون ہے اور باطل پر کون ہے؟ اگرچہ اپنے حساب میں وہ جان چکا تھا کہ حق پر علی ہے اور باطل پر معاویہ پس اُس نے دو خط ایک معاویہ کو اور دوسرا علی کو لکھ کر روانہ کئے کہ اپنے خاندان میں سے سب سے زیادہ عالم روانہ کریں تاکہ دونو کے حالات کا جائزہ لے کر میں حق و باطل کے درمیان فیصلہ کرسکوں اور انجیل کے مطابق تم کو اطلاع دوں کہ حکومت کا صحیح حق دار کون ہے؟ چنانچہ معاویہ نے اپنے بیٹے یزید کو اور حضرت علی نے اپنے لختِ جگر امام حسن کو روانہ فرمایا۔ جب یزید دربار شہ روم میں داخل ہوا تو اُس نے بادشاہ کے ہاتھ اور پیشانی کا بوسہ دیا اور بیٹھ گیا۔ پھر حضرت امام حسن علیہ السلام پہنچے تو انہوں نے یہ لفظ اپنی زبان پر جاری فرمائے "اُس اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے یہودی نصرانی اور مجوسی نہیں بنایا اور نہ مجھے اُس نے شمس و قمر اور گائے یا بت کی پرستش کرنے والا بنایا ہے بلکہ مجھے پکا مسلمان بنایا ہے۔ الخ۔ پس آپ تشریف فرما ہو کر کافی دیر تک خاموش بیٹھے رہے تو بادشاہ روم نے دونو کو الگ الگ قیام گاہوں میں آرام کرنے کا فیصلہ سنایا اس کے بعد اس نے پہلے پہل یزید کو اپنے پاس طلب کر کے تین سو تیرہ صندوقیں منگوائیں جن میں انبیاء کی تصویریں محفوظ تھیں۔ پس ایک تصویر کو پیش کر کے پوچھا کہ یہ کس کی تصویر ہے؟ تو وہ نہ بتا سکا پھر دوسری تیسری حتی کہ سب تصویریں یکے بعد دیگرے اس کے سامنے پیش کیں لیکن وہ جاہل کسی ایک کے متعلق بھی کچھ نہ بتا سکا اس کے بعد مخلوق کے ارزاق اور مومنین و کافرین کے ارواح کے متعلق پوچھا لیکن وہ جواب میں کچھ نہ بتا سکا۔ پس حضرت امام حسن علیہ السلام کو طلب کیا اور بطور معذرت خواہی کے کہنے لگا کہ میں نے یزید سے پہلے اس لئے سوال کیا ہے تاکہ مجمع عام میں اُس کو اپنی جہالت کا علم ہو سکے اور آپ کے فضل و علم کا اعتراف کرنے میں لوگوں کو آسانی ہو حالانکہ اُس کے باپ اور آپ کے والد ماجد ہر دو کے اوصاف سن چکا ہوں اور انجیل کے ذریعے جانتا ہوں کہ حضرت محمد مصطفےٰ اللہ کے برحق رسول ہیں اور علی ان کا وزیر ہے پس تیرا باپ ہی رسول اللہ کا صحیح وصی ہے۔ اس کے بعد اُس نے حسب سابق ایک تصویر نکالی اور پوچھا کہ یہ کس کی ہے؟ آپ نے فرمایا یہ حلیہ اور رنگ حضرت آدم کا ہے۔ پھر اُس نے دوسری تصویر نکالی تو آپ نے فرمایا کہ حضرت حوا کی شکل ہے۔ تیسری شکل کے متعلق فرمایا کہ یہ حضرت آدم کے فرزند حضرت شیثؑ کی تصویر ہے جو ایک ہزار چالیس برس زندہ رہ کر چل بسے تھے۔ چوتھی تصویر کے متعلق فرمایا یہ حضرت نوح علیہ السلام کی شکل ہے جو دو ہزار چار سو برس زندہ رہے تھے اور نو سو پچاس برس تک اُمت کو تبلیغ کرتے رہے تھے۔ پھر

حضرت ابراہیمؑ ۔ حضرت یعقوبؑ ۔ حضرت اسمٰعیلؑ ۔ حضرت یوسفؑ ۔ حضرت موسیٰؑ ۔ حضرت داؤدؑ ۔ حضرت شعیبؑ ۔ حضرت یحییٰؑ اور حضرت عیسیٰ علیہم السّلام کی تصویریں یکے بعد دیگرے اُس نے پیش کیں اور امام حسن علیہ السّلام نے ہر صاحبِ تصویر نبی کا نام بتایا اس کے بعد اور انبیا کی تصویریں اُس نے ظاہر کیں جس کا جواب امام نے شافی دیا۔ اس کے بعد گذشتہ بادشاہوں کی تصویریں اُس نے پیش کیں تو آپ نے فرمایا کہ ان تصویروں کے متعلق تورات ۔ انجیل ۔ زبور اور قرآن مجید میں کوئی تذکرہ نہیں ہے لہٰذا یہ دنیاوی بادشاہوں کی تصویریں ہی ہوں گی۔ یہ سن کر بادشاہِ روم نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ تم اہلبیت رسول ہو۔ اس کے بعد شاہِ روم نے ایک اور تصویر نکالی جس کو دیکھتے ہی حضرت امام حسن علیہ السلام پر سخت گریہ طاری ہوا۔ اور آپ نے فرمایا اے بادشاہ یہ میرے جدّ نامدار حضرت رسالت مآبؐ کی تصویر باتنویر ہے جن کی ڈاڑھی گھنی سینہ کشادہ گردن لمبی پیشانی کھلی ناک بلند۔ دانت موتیوں کی طرح منظم چہرہ خوبصورت بال گھنگرالے خوشبو پاکیزہ کلام حسین اور زبان فصیح کے مالک تھے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جن کی شان تھی۔ آپ ۶۳ برس کی عمر میں دنیا سے تشریف لے گئے آپ کی انگوٹھی کا نقش لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ تھا۔ جس کو داہنے ہاتھ پہنتے تھے۔ آپ اپنی ذوالفقار چھڑی اونی جبہ اور اونی چادر کو بطور ترکہ چھوڑ کر دنیا سے گئے۔ بادشاہ نے سوال کیا میں نے انجیل میں دیکھا ہے کہ وہ اپنے نواسوں کے لئے بھی کچھ چھوڑ جائیں گے۔ آپ نے فرمایا ہاں یہ بھی سچ ہے لیکن وہ پہلے دن سے برسرِ اقتدار جماعت نے ہم سے چھین لیا تھا۔ الخ۔

پھر بادشاہ نے پوچھا وہ کونسی سات چیزیں ہیں جو اللہ نے پیدا کیں لیکن شکمِ مادر میں ان کو رہنا نصیب نہ ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ آدم۔ حوا۔ ابراہیم کا دنبہ ناقہ صالح ابلیس ملعون سانپ جو آدم کے ہمراہ آیا۔ اور کوا جس نے قابیل کو ہابیل کا دفن کرنا سکھایا تھا اس کے بعد اُس نے مخلوق کے رزقوں کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ ان کا انتظام چوتھے آسمان پر ہے کہ خدا اپنی مشیت اور اندازہ سے اس کو نازل فرماتا ہے پھر اُس نے ارواحِ کفار کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا یمن کے علاقہ میں جو وادی برہوت ہے وہاں جاتے ہیں اور اَرواحِ مومنین کے متعلق فرمایا کہ بیت المقدس کے قریب رہتے ہیں (اقول دوسری روایات میں اَرواحِ مومنین کا ٹھکانا وادیٔ سلام بیان کیا گیا ہے جو نجف اشرف کا علاقہ ہے) پس جب قیامت ہوگی جہنمی جہنم میں اور جنتی جنت میں چلے جائیں گے۔ پس بادشاہِ روم نے یزید سے مخاطب ہو کر کہا تم ان چیزوں سے جاہل ہو کیونکہ یہ باتیں نبی یا نبی کا وصی ہی بتا سکتا ہے لہٰذا تیرا باپ جھوٹا اور ظالم ہے۔ پس حضرت امام حسن علیہ السّلام کو انعام و اکرام کے ساتھ واپس روانہ کیا اور یزید بھی خائب و خاسر واپس آیا۔ شاہِ روم نے امیرالمومنین علیہ السّلام اور امیر شام کو الگ الگ خطوط لکھے معاویہ کو لکھا کہ تورات۔ انجیل۔ زبور اور قرآن کی رُو سے تمہارے پیغمبر کا صحیح جانشین علی ہے لہٰذا تجھے اس دعویٰ سے باز آجانا چاہیئے۔ اور علی علیہ السّلام کو لکھا کہ حق آپ کے ساتھ ہے اور نبوت کے علوم کے وارث آپ ہیں پس آپ بے شک لڑائی میں حق بجانب ہیں اور آپ کا دشمن آتش دوزخ کا سزاوار ہے اور انجیل میں وہ اللہ ملائکہ اور مومنین کی جانب سے لعنت کا مستحق ہے بلکہ آسمانوں اور زمین کی جملہ مخلوق اُن پر لعنت بھیجتی ہے۔

رکوع ۴۔ مَنْ کَانَ۔ یعنی جو لوگ آخرت کا ارادہ کرتے ہیں خدا اُن کو دنیا کا رزق بھی پورا دیتا ہے اور آخرت بھی ان کی ہو گی لیکن جو لوگ صرف دنیا چاہتے ہیں اُن کو صرف دنیا ملے گی اور وہ آخرت کے انعامات سے بالکل محروم ہوں گے۔

وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيزُ ﴿٢٠﴾ مَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الْآخِرَةِ
اور وہ طاقت ور غالب ہے جو چاہے کھیتی آخرت کی تو ہم بڑھاتے ہیں

نَزِدْ لَهُ فِي حَرْثِهِ وَمَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا
اس کی کھیتی کو اور جو چاہے کھیتی دنیا کی تو اس کو ہم اُسی سے دیتے ہیں

وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ نَصِيبٍ ﴿٢١﴾ أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا
اور اُس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوتا کیا اُن کے شریک ہیں جنہوں نے

لَهُمْ مِنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللَّهُ وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ
بنایا اُن کے لئے دین جس کا اللہ نے اذن نہیں دیا اور اگر بات تاخیر عذاب کی نہ ہوتی

لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ وَإِنَّ الظَّالِمِينَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٢٢﴾ تَرَى
تو ان کا فیصلہ کیا جاتا اور تحقیق ظالموں کے لئے دردناک عذاب ہے تو دیکھے گا

الظَّالِمِينَ مُشْفِقِينَ مِمَّا كَسَبُوا وَهُوَ وَاقِعٌ بِهِمْ وَالَّذِينَ
ظالموں کو ڈرتے ہوں گے اس سے جو انہوں نے کیا حالانکہ وہ ان پر واقع ہوگا اور جو لوگ

آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فِي رَوْضَاتِ الْجَنَّاتِ لَهُمْ مَا
ایمان لائے اور نیک کام کئے وہ جنت کے باغوں میں ہوں گے رب

يَشَاءُونَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ذَلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ ﴿٢٣﴾ ذَلِكَ
کے نزدیک اُن کے لئے وہ کچھ ہوگا جو چاہیں گے یہ بہت بڑا فضل ہے یہ وہی ہے

كَلِمَةُ الْفَصْلِ۔ یعنی اللہ کی طرف سے اُس کی مشیت کا فیصلہ ہو چکا ہے کہ گنہگاروں کی سزا کے لئے قیامت کا ہی دن مقرر ہے ورنہ اگر یہ فیصلہ نہ ہو چکا ہوتا تو دنیا میں سرکش لوگوں کو سرکشی کا مزہ چکھایا جاتا۔

مُشْفِقِينَ۔ یعنی قیامت کے دن کفار کا عذاب سے ڈرنا ان کو کوئی فائدہ نہ دے گا اور وہ ضرور جہنم میں داخل ہوں گے۔

رَوْضَاتِ الْجَنَّاتِ۔ روضہ اور جنت میں یہ فرق ہے کہ روضہ اُس زمین کو کہا جاتا ہے جو لہلہاتے ہوئے سبزوں کی وجہ سے سبزہ زار بنی ہوئی ہو اور جنت اُس زمین کو کہتے ہیں جس میں میوہ دار اور سایہ دار درخت بکثرت موجود ہوں۔

مودت اجر رسالت

لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ۔ اس کے شانِ نزول کے متعلق متعدد روایات وارد ہیں چنانچہ تفسیر مجمع البیان میں عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرمؐ جب مدینہ میں تشریف لائے اور اسلام

مستحکم بنیادوں پر ترقی کرنے لگا تو انصار نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی کہ آپ کو اس عظیم مشن کی خاطر بہت کچھ ذمہ داریوں سے عہدہ برا ہونے کیلئے اخراجات کا بوجھ اٹھانا پڑتا ہے لہذا ہم اپنے ذاتی اموال برضا و رغبت پیش خدمت کرتے ہیں اور حضورؐ کو ان میں تصرف کی مکمل اجازت دیتے ہیں۔ آپ نے انصار کی بات سن کر وحی کا انتظار فرمایا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ تفسیر صافی میں ہے۔ انصار نے عرض کی کہ آپ کی بدولت خدا نے ہم پر احسان فرمایا اور ہمیں شرف بخشا اور آپ کی وجہ سے ہی ہمارے دوست خوش ہوئے اور دشمن ذلیل ہوئے اور اب دائرہ اسلام کی وسعت کے پیش نظر گردونواح سے مختلف وفود کی آمد لازمی ہے لہذا ان کے اخراجات کے لئے ہم اپنے اموال کا ایک تہائی حصہ خوشی خوشی آپ کے پیش کرتے ہیں جسے آپ ضرور قبول فرما کر ہماری حوصلہ افزائی فرمائیں پس ان کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔

الَّذِیْ یُبَشِّرُ اللّٰہُ عِبَادَہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ قُلْ

جس کی خوشخبری دیتا ہے اپنے ان بندوں کو جو ایمان لائیں اور عمل صالح کریں کہہ دیجئے

لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی وَمَنْ یَّقْتَرِفْ

میں نہیں مانگتا تم سے اس کا اجر مگر محبت قرابت داروں میں اور جو حاصل کرے

حَسَنَۃً نَّزِدْ لَہٗ فِیْہَا حُسْنًا اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ شَکُوْرٌ ﴿۲۳﴾ اَمْ

نیکی ہم اس کے لئے اس کے حق میں اضافہ کرتے ہیں تحقیق اللہ بخشنے والا شکر کی جزا دینے والا ہے بلکہ

یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا فَاِنْ یَّشَاِ اللّٰہُ یَخْتِمْ عَلٰی

وہ کہتے ہیں اس نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے پس اگر اللہ چاہتا تو تیرے دل پر مہر لگا دیتا

قَلْبِکَ وَیَمْحُ اللّٰہُ الْبَاطِلَ وَیُحِقُّ الْحَقَّ بِکَلِمٰتِہٖ اِنَّہٗ عَلِیْمٌ

اور مٹاتا ہے اللہ باطل کو اور ثابت رکھتا ہے حق کو اپنے کلمات کے ساتھ تحقیق وہ

بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۲۴﴾ وَہُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَۃَ عَنْ عِبَادِہٖ

دلوں کی باتوں کا جاننے والا ہے اور وہ وہ ہے جو قبول کرتا ہے توبہ اپنے بندوں کی

بروایت قرب الاسناد ایک دن حضرت نبی اکرم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ نے تم پر ایک فرض عائد فرمایا ہے کیا تم اس کو ادا کرو گے تو لوگوں پر ایک سناٹا چھا گیا۔ آپ نے پھر دوسرے دن بھی ایسا ہی ایک خطاب فرمایا اور لوگوں پر سکتہ طاری رہا۔ پھر تیسرے دن بھی سامعین سے مہر خاموشی نہ ٹوٹی تب آپ نے وضاحت فرمائی کہ سونا چاندی یا کھانے اور پینے کا مطالبہ نہیں ہے تب یک زبان بولے حضور پھر فرمائیے وہ کون سا فریضہ ہے؟ پس آپ نے اس آیت مجیدہ کی تلاوت فرمائی تو کہنے لگے ہم یہ فریضہ ضرور ادا کریں گے لیکن حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں سوائے سات آدمیوں کے اس عہد کی وفا کسی نے نہ کی۔ سلمان۔ ابوذر غفاری۔ عمار بن یاسر۔ مقداد بن اسود کندی۔ جابر بن عبداللہ انصاری۔ زید بن ارقم اور ساتواں

حضور نبی اکرمؐ کا ایک غلام اور ایک روایت میں ہے مہاجرین و انصار نے حضور سے مشترکہ خواہش کی تھی کہ آپ اسلام کی حلقۂ اثر کی وسعت کے پیش نظر مرکزی انتظامی امور میں اخراجات کے لئے حسب منشا ہمارے اموال میں سے حصہ لے لیں جس کے جواب میں بذریعہ وحی حضور نے آیت مجیدہ کی تلاوت کی ۔

آیت مجیدہ کی تفسیر میں تین اقوال مجمع البیان میں ذکر کئے گئے ہیں (۱) میں تم سے تبلیغ رسالت کی کوئی مزدوری نہیں طلب کرتا سوائے اس کے کہ آپس میں قرب پروردگار کی خاطر محبت و پیار سے رہو اور اپنے مابین ہر قسم کی دشمنیاں ترک کرو ۔ (۲) میری تبلیغ رسالت کی مزدوری یہ ہے کہ میری قرابت اور رشتہ داری کے پیش نظر مجھ سے معاندانہ رویہ اور حاسدانہ سلوک کے بجائے محبت و پیار کا سلوک کرو ۔ یعنی اگر تم مجھے رسول نہیں مانتے تو نہ سہی کم از کم تمہارا شہری ہوں اور خونی رشتہ میں تمہارا قریبی ہوں ۔ پس اس قرابت کے پیش نظر مجھ سے نفرت کے بجائے محبت سے پیش آؤ ۔ (۳) حضرت امام زین العابدین حضرت امام محمد باقر اور حضرت امام جعفر صادق علیہم السّلام سے منقولہ روایات میں ہے کہ اس کا مقصد یہ ہے کہ میں تم سے اجر رسالت اس کے علاوہ اور کچھ طلب نہیں کرتا کہ میرے قریبیوں ۔ رشتہ داروں کے ساتھ محبت کرو ۔ اور علمائے شیعہ کے نزدیک اسی آخری معنی کو ترجیح دی گئی ہے ۔ چنانچہ تفسیر صافی میں بروایت کافی حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے جب حضور نبی اکرمؐ حجۃ الوداع سے واپس مدینہ میں پہنچے تو انصار نے جمع ہو کر حضورؐ کو ان کی تبلیغی خدمات کے صلے میں کچھ مال پیش کرنے کی پیش کش کی ۔ ان کے کافی اصرار کے بعد آپ نے بحکم پروردگار یہ آیت تلاوت کی تو فوراً منافقین میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں کہ یہ سب اپنے چچا زاد کی برتری جتلانے اور اپنے خاندان کو ہماری گردنوں پر سوار کرنے کا ہی بہانہ ہے چنانچہ کل کی بات ہے کہ حج سے واپسی پر مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ کا اعلان کیا تھا اب مودۃ فی القربیٰ کو اجر رسالت کے طور پر طلب کر رہا ہے ۔

بعض لوگوں نے اس کو مستثنیٰ منقطع قرار دیا ہے کیونکہ مودۃ فی القربیٰ ہر اُس شخص پر واجب و لازم ہے جو دائرہ اسلام میں قدم رکھے لہٰذا اس کو رسالت کا اجر نہیں قرار دیا جا سکتا ۔ اور بعض کہتے ہیں کہ مستثنا متصل ہے اور مودۃ القربیٰ کو اجر رسالت قرار دیا گیا ہے اور بعینہٖ اس طرح ہے جس طرح ایک شخص کسی کے سامنے اپنی حاجت پیش کرے اور وہ اس کے سامنے کھانا رکھ دے تو اس کو کہنا پڑتا ہے کہ بھائی جان میرا کھانا میری حاجت براری ہے آپ میری حاجت پوری کر دیں تو میں اُسی کو آپ کی دعوت قرار دے دوں گا ۔ پس یہاں بھی یہی مقصد ہے کہ آپ روپے پیسے سے میری کوئی مدد نہ کریں اور نہ مجھے کوئی اس قسم کا اجر دیں بلکہ میرا اجر اور میری امداد یہ ہے کہ میرے قریبیوں کے ساتھ دوستی رکھیں حالانکہ اس محبت کا نفع بھی اُمت کے لئے ہی ہے چنانچہ دوسرے مقام پر صریح ارشاد ہے قُلْ مَا سَأَلْتُكُمْ مِنْ أَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ۔ ترجمہ ۔ کہہ دیجئے کہ میں نے جو کچھ تم سے بطور اجر کے طلب کیا ہے وہ تمہاری بھلائی و بہتری کے لئے ہے گویا جس طرح تبلیغ رسالت حضور کی طرف سے اُمت پر ایک احسانِ عظیم تھا اسی طرح جس چیز کو رسالت کا اجر قرار دیا وہ بھی چونکہ اُمت کی بھلائی کی خاطر تھا گویا اجر رسالت حضور کی جانب سے اُمت پر دوسرا احسان ہے کیونکہ اس طریقہ سے اُمت کے لئے تاقیامت گمراہی سے بچنے کی ضمانت دی گئی ہے جیسا کہ حدیث ثقلین میں اس کی تصریح موجود ہے

پس جن لوگوں نے حضرت نبی اکرمؐ کو نبی مانا اور اجر رسالت یعنی مودۃ فی القربیٰ سے گریز کیا انہوں نے دوہرا نقصان اٹھایا کیونکہ ایک طرف تو وہ اجر رسالت ادا نہ کر کے اسلام لانے کے ثواب سے محروم ہو گئے اور دوسری طرف چونکہ اس کا نفع انہی کو حاصل ہوتا اور وہ تھا تا قیامت گمراہی سے بچنا پس آلِ رسولؐ سے محبت نہ کر کے وہ ایمان و اسلام میں ثبات و استقامت نہ پیدا کر سکے اور قیامت تک راہِ مستقیم سے بھٹکا رہنا اُن کی تقدیر بن گیا۔

احتجاج طبرسی سے منقول ہے کہ حضرت امام علی بن الحسین زین العابدین علیہ السّلام کو قیدی دیکھ کر ایک شامی نے خوشی کا اظہار کیا تھا تو امام نے اُسے دیکھ کر فرمایا کہ تم نے قرآن مجید میں یہ آیت نہیں پڑھی قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ الخ اُس نے جواب دیا کہ میں نے پڑھی ہے تو آپ نے فرمایا وہ لوگ ہم ہیں جن کی مودت کو خدا نے اجرِ رسالت قرار دیا ہے چنانچہ وہ شخص تائب ہو گیا (ملخصاً)

کتاب عیون الاخبار سے مروی ہے کہ حضرت امام علی رضا علیہ السّلام نے مامون کے بھرے دربار میں علمائے اسلام کی موجودگی میں یہ آیت مجیدہ پڑھی اور فرمایا کہ اس میں ایک خصوصیت حضرت پیغمبر کی ہے جس میں ان کا کوئی نبی شریک و سہیم نہیں ہے اور دوسری صفت آلِ رسوؐل کی ہے جس میں کسی نبی کی آل و قرابت ان کی شریک و سہیم نہیں ہے، چنانچہ کسی نبی کو نبوت و رسالت کا اجر طلب کرنے کی اجازت نہیں دی گئی بلکہ انہوں نے صاف اعلان کیا کہ ہم تم لوگوں سے تبلیغ رسالت کا کوئی اجر نہیں طلب کرتے بلکہ ہمارا اجر اللہ دے گا پس حضورؐ کی ہی خصوصیت ہے کہ آپ کو اجرِ رسالت طلب کرنے کا حکم دیا گیا اور تبلیغ رسالت کی طرح اجر رسالت کا سوال بھی حضور پر واجب و لازم قرار دیا گیا پس جس طرح اُمور رسالت میں سے اگر کسی امر کی تبلیغ میں کوتاہی کرتے تو جو نتیجہ ہوتا بعینہ اگر اجر رسالت طلب نہ کرتے تو بھی وہی نتیجہ ہوتا۔ اسی طرح کسی نبی کی عترت کی محبت و مودت کو اجر رسالت کی حیثیت سے طلب نہیں کیا گیا پس آلِ رسوؐل اس شرف میں اپنی مثال آپ ہیں۔

اگر کوئی شخص یہ سوال کرے کہ بلا اُجرت کام کرنے والا اُس سے افضل ہوتا ہے جو اُجرت لے کر کام کرے لہٰذا اس سے دوسرے انبیا کی برتری ثابت ہوتی ہے جنہوں نے بلا اُجرت تبلیغ رسالت کا فریضہ انجام دیا تو اس کا جواب اوّلاً تو یہ ہے کہ وہ اُجرت خلوص اور قربت میں مخل ہوتی ہے جس کا نفع اجیر کو پہنچتا ہو۔ اور ہم نے بیان کیا ہے کہ اس اُجرت کا نفع خود اُمت کے لئے مخصوص ہے کہ اُن کا قیامت تک گمراہی سے بچنے کا انتظام کر دیا گیا ہے لہٰذا یہ اُجرت درحقیقت اُجرت نہیں بلکہ حضور کی طرف سے اُمت پر دوھرا احسان ہے۔ اور ثانیاً یہ کہ حضور نے اجر نہیں مانگا بلکہ اجر رسالت کا طلب کرنا جملہ فرائض نبوت کی طرح حضور پر ایک فریضہ کی حیثیت سے عائد کیا گیا تھا جس کی تعمیل تبلیغ نبوت کا ایک حصہ تھی لیکن اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ گذشتہ انبیاء کی عترت کی محبت کو یہ حیثیت کیوں نہ دی گئی اور حضورؐ کی آل کو یہ خصوصیت کس لئے ملی۔ تو اس کا واضح حل یہی ہو سکتا ہے کہ حضرت رسالتمآب کی آلِ اطہار کو خصوصی طور پر یہ نمایاں شرف حاصل ہے کہ مودۃ فی القربیٰ فرض کر کے خداوند کریم نے ان کے متعلق ضمانت دی ہے کہ یہ کسی وقت بھی دینی تقاضوں سے انحراف کر کے باطل کے سامنے سرنگوں نہ ہوں گے اور ان کی محبت اور مودت ہی اسلام کے صحیح پرستاروں کے لئے باطل پرستوں کی چیرہ دستیوں سے بچنے کا سامان فراہم کرنے کا بلند کردار ادا کرے گی چنانچہ دنیا نے دیکھ لیا اور

اہل انصاف نے پرکھ لیا کہ اسلام پر جب بھی مشکل وقت آیا اور اہلِ اسلام کو جب بھی باطل پرستوں کے ہوشربا مظالم کے سائے ہیں طاغوتی بتوں کے سامنے جھکنے پر مجبور کیا گیا اور پوری انسانیت کو درندہ صفت حکمرانوں نے اپنے اقتدار ناپائدار کے سامنے دم بخود کردیا تو اُس وقت صرف حضور نبی اکرمؐ کی آلِ اطہار ہی تھی جس نے باطل کو للکارا اور ظالم سلاطین کے رویے کو چیلنج کرکے زندگی سے بے نیاز ہو کر میدان میں نکل کھڑی ہوئی اور باطل کی غوغا آرائی کی ذرہ بھر پرواہ نہ کرتے ہوئے طوفانِ ظلم کے سامنے کوہِ گراں بن کر جم گئی۔ بے شک ان کو وقتی طور پر شہادت کا جام شیریں نوش کرنا پڑا اور بچوں، جوانوں اور بوڑھوں کو معرض قتل میں پیش کرنا پڑا نیز خواتین حرم کی دربدری کا درد بھی سہنا پڑا لیکن یہ سب کچھ گوارا کرکے باطل کے سامنے ہتھیار ڈالنا اپنی غیرت وحمیت کے منافی سمجھا۔ اور نتیجہ یہ نکلا ظلم واستبداد کی بنیادوں پر کھڑا ہونے والا باطل کا پورا قلعہ پاش پاش ہو گیا اور اسلام کے رُخ پر جمی ہوئی باطل کی ساری گرد یکبار ڈھل گئی اور آنے والی نسلوں نے ایک بار اسلام کو اپنے اصلی خدّ وخال میں دیکھ لیا۔ تاریخ عالم شاہد ہے کہ بڑی سے بڑی جنگوں کی داستانیں چند روز بعد پُرانی سمجھی جاتی ہیں اور ان کو پڑھنا اور سننا تضیع اوقات قرار دیا جاتا ہے لیکن بخلاف اس کے معرکہ کربلا میں حق و باطل کی نصف یوم کی جنگ چودہ سو سال گزرنے کے بعد بھی پرانی نہیں ہوئی کیونکہ اس میں کردارِ انسانی کی وہ مشعلیں ضوفشاں ہیں جو رہتی دنیا تک ہر انسان کو انسانیت کے صحیح خطوط کی نشان دہی کرتی رہیں گی۔ اور تعلیماتِ اسلامیہ سے وابستگی رکھنے والے ہر معاشرہ کو تاقیامت اپنے فیوض سے بہرہ ور کرتی رہیں گی۔

اور مودۃ فی القربیٰ کا وجوب تبلیغ رسالت کا جزوِ اہم ہے کیونکہ تاقیامت بقاء رسالت اس سے وابستہ ہے اور آیت مجیدہ سے بھی روز روشن کی طرح واضح ہے کہ حضور نبی اکرمؐ کے بعد امامِ اُمّت بھی آلِ رسولؐ سے ہونا چاہیئے جن کی مودت فرض ہے۔ کیونکہ اگر اطاعت کسی اور کی فرض ہو اور مودت کسی اور کی واجب ہو تو بعض اوقات ان میں تضاد پیدا ہو جائے گا۔ پس جن کی مودت فرض ہے انہی کی اطاعت فرض ہونا ضروری ہے لہٰذا مودت فی القربیٰ کے فریضہ کی ادائیگی صحیح طور پر اُسی وقت ہو سکتی ہے جب انہی کو اپنا پیشوا، ہادی اور امام مانا جائے اور انہی کو حضورؐ کا صحیح قائم مقام تسلیم کیا جائے۔

ایک طرف حدیث نبوی میں ہے من مات علی حب آل محمد مات شهیدًا۔ یعنی جو آلِ محمدؐ کی محبت میں مرتا ہے وہ شہید ہوتا ہے۔ اور دوسری طرف حدیث ہے۔ من مات ولم یعرف امام زمانه مات میتة جاهلیة یعنی جو شخص امامِ زمانہ کی معرفت کے بغیر مر جائے وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے۔ پس پہلی حدیث کا منطوق اور دوسری حدیث کا مفہوم ایک دوسرے پر تب منطبق ہو سکتے ہیں کہ امام اور ہادیٔ اُمّت آلِ محمدؐ سے ہو جن کی محبت واجب و لازم ہے۔

وَمَنۡ يَّقۡتَرِفۡ۔ اقتراف اکتساب کے معنی میں ہے یعنی جو شخص نیکی کمائے اور اس جگہ حسنہ سے مراد آلِ محمدؐ کی محبت ہے چنانچہ تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السّلام نے اپنے خطبے میں ارشاد فرمایا تھا کہ ... وہ اہل بیت ہیں جن کی مودت پروردگار نے واجب قرار دی ہے اس کے بعد آپ نے آیت مودت کی تلاوت فرمائی اور وَمَنۡ يَّقۡتَرِفۡ حَسَنَةً پر پہنچ کر فرمایا حسنہ سے مراد ہم اہل بیت کی محبت ہے۔ اور امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ اس سے مراد اہل بیتؑ اور

اصحابِ کساء ہیں۔ تفسیر نور الثقلین میں منقول ہے حضورؐ نے فرمایا کہ جو شخص میری عترت سے محبت نہ رکھے وہ یا تو منافق ہوگا، یا اولادِ زنا میں سے ہوگا۔ یا ناپاک ایام میں اُس کا حمل ٹھہرا ہوگا۔

اَمْ یَقُوْلُوْنَ ۔ جب حضورؐ نے آیت مودت پڑھی تو منافقین میں چہ مے گوئیاں شروع ہوگئیں اور کہنے لگے کہ اپنے خاندان کو ہماری گردنوں پر سوار کرنے کا منصوبہ ہے اور یہ اللہ کا حکم نہیں بلکہ اپنی طرف سے اپنے خاندان کی برتری کا اعلان کر رہا ہے تب یہ آیت اُتری۔

یَخْتِمْ عَلٰی قَلْبِكَ ۔ یعنی اگر تو نے افترا باندھا ہوتا تو خدا ہرگز مہلت نہ دیتا بلکہ قرآن کو تیرے دل سے اٹھا لیتا لہٰذا کافروں اور منافقوں کے اعتراضات کی پرواہ کئے بغیر اپنے مشن کو آگے بڑھاتے چلو۔ اور میرا حکم سناتے چلو پس حضورؐ نے مسلمانوں سے دریافت فرمایا کہ کیا تم میں سے کسی نے کوئی ایسی ویسی بات تو نہیں کی تو وہ کہنے لگے حضورؐ! اس قسم کی باتیں کی جاچکی ہیں تو آپ نے اس آیت مجیدہ کی تلاوت فرمائی پس وہ رونے لگ گئے اور بعضوں نے توبہ کر لی تب یہ آیت اُتری هُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ الخ وَیَسْتَجِیْبُ ۔ تفسیر صافی میں امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ یہ ان لوگوں کی شان میں ہے جو غائبانہ طور پر مومن بھائیوں کے لئے دعائیں مانگتے ہیں تو فرشتے آمین کہتے ہیں اور خدا فرماتا ہے کہ میں نے اس مومن کی حاجت بھی پوری کر دی جس کے لئے تو نے دعا کی ہے اور اس سے دوگنی تیری حاجات کو بھی پورا کروں گا اور اپنے فضل سے زیادتی کا یہ معنی ہے کہ جن جن لوگوں نے اس پر احسان کیا ہوگا۔ اس کی سفارش سے ان کو بھی بخش دے گا اگرچہ ان پر دوزخ واجب ہو چکی ہوگی

وَیَعْفُوْا عَنِ السَّیِّاٰتِ وَیَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَ
اور معاف کرتا ہے برائیوں کو اور جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو اور
یَسْتَجِیْبُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَیَزِیْدُهُمْ
دعا قبول کرتا ہے ان کی جو ایمان لائیں اور عمل صالح کریں اور ان کو زیادہ دیتا ہے
مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَالْكٰفِرُوْنَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ﴿۲۷﴾ وَلَوْ بَسَطَ
اپنے فضل سے اور کافروں کے لئے سخت عذاب ہوگا اور اگر وسعت دیتا
اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِی الْاَرْضِ وَلٰكِنْ یُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ
خدا رزق میں اپنے بندوں کے لئے تو وہ سرکش ہو جاتے زمین میں لیکن وہ نازل کرتا ہے (رزق) اندازے سے

وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ ۔ مقصد یہ ہے کہ خدا نے اپنے بندوں کا رزق اپنی صوابدید پر رکھا ہے ورنہ اگر ہر انسان کو اس کی مراد کے مطابق رزق میں وسعت دی جائے تو لوگوں میں ظلم و فساد عام ہو جائیں اور ابن عباس نے لَبَغَوْا کا معنی یہ کیا ہے کہ وہ اور آگے بڑھ جائیں گے یعنی جس قدر خدا اس کو رزق دیتا جائے گا وہ اور آگے بڑھنے کی دعا مانگتا جائے گا اور کسی حد پر نہ رُکے گا ایک منزل

کے بعد دوسری منزل ایک سواری کے بعد دوسری سواری اور ایک لباس کے بعد دوسرا لباس طلب کرتا رہے گا اور اس کا جی نہ بھرے گا جس طرح ایک حدیث قدسی کا بیان ہے کہ بنی آدم کو کوئی شے سیر نہیں کر سکتی سوائے قبر کی مٹی کے۔ پس خداوند کریم اپنی منشاء و مصلحت کے پیش نظر اپنے بندوں کو کم یا بیش رزق عطا فرماتا ہے وہ جسے چاہے رزق میں وسعت دیتا ہے اور جسے چاہے اُس کے رزق میں تنگی کر دیتا ہے اور وہ اپنے نظام و تدبیر میں باز پرس سے بالاتر ہے چنانچہ ایک حدیث قدسی میں ہے جسے نور الثقلین میں نقل کیا گیا ہے کہ بعض لوگوں کے لئے بیماری اچھی ہوتی ہے اگر اس کو تندرستی دیجائے تو وہ فساد کرنے لگے گا اور اس کے برعکس بعض لوگوں کے لئے تندرستی اچھی ہوتی ہے اور وہ بیماری میں بگڑ جائیگا۔ اسی طرح بعض بندوں کے لئے دولتمندی میں بھلائی ہوتی ہے اور فقر میں اس کا فساد ہوتا ہے اور اس کے برعکس بعض کے لئے فقر اچھا ہوتا ہے اور دولتمندی میں اس کا بگاڑ ہوتا ہے۔

مَا يَشَآءُ ۭ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۲۷﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ

جو چاہے تحقیق وہ اپنے بندوں سے باخبر آگاہ ہے اور وہ وہ ہے جو اُتارتا ہے

الْغَيْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ ۭ وَهُوَ الْوَلِيُّ

بارش کو بعد اس کے کہ وہ مایوس ہو چکے ہوتے ہیں اور پھیلاتا ہے اپنی رحمت کو اور وہ لائق تعریف

الْحَمِيْدُ ﴿۲۸﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَثَّ

حاکم ہے اور اس کی نشانیوں میں سے ہے آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا اور جو پھیلا دے

فِيْهِمَا مِنْ دَاۗبَّةٍ ۭ وَهُوَ عَلٰي جَمْعِهِمْ اِذَا يَشَاۗءُ قَدِيْرٌ ﴿۲۹﴾ وَمَا

ہیں ان میں حیوانات اور وہ ان کے اکٹھا کرنے پر جب چاہے قادر ہے اور جو بھی

اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ﴿۳۰﴾

پہنچے تم کو کوئی مصیبت تو وہ اسکی وجہ سے ہوگا جو تمہارے ہاتھوں نے کمایا اور بہت سی چیزوں سے تو وہ درگذر کرتا ہے

اور اللہ اپنے علم کے تحت اپنے بندوں کی تدبیر کرتا ہے۔ نیز بعض اوقات ظالموں کو اسباب کی فراوانی اور مظلوموں اور بے کسوں کو احتیاج میں رکھنا بھی اس کی مصلحت کے ماتحت ہوتا ہے۔ خداوند کریم رزق کی فراوانی سے انسان کا شکر آزماتا ہے اور تنگی رزق سے بعض اوقات انسان کا صبر آزماتا ہے نیز بعض اوقات کافروں کو فراوانی رزق اور مومنوں کو تنگیٔ رزق دے کر دنیاوی نعمات کی بے قدری کو ظاہر فرماتا ہے چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ اگر مال دنیا میں ذرہ بھر بھی بہتری ہوتی تو کافر کو ایک گھونٹ پانی بھی نصیب نہ ہوتا یا کافروں کو ایک مچھر کے پر کے برابر بھی نہ دی جاتی نیز بعض اوقات کافر کی کسی نیکی کا بدلہ اس کو دنیا میں دیا جاتا ہے تاکہ آخرت میں اُس پر عذاب حتمی ہو جائے اور مومن کا بدلہ آخرت میں رکھا جاتا ہے تاکہ دنیاوی تکالیف سہہ کر اس کی لغزشوں کی سزا دنیا میں ہو جائے اور آخرت میں اس کو جنت سے روکنے والی کوئی شے نہ ہو۔

رکوع ۵۔ وَمَآ اَصَابَكُمْ۔ تفسیر مجمع البیان میں ہے حضرت رسالت مآبؐ نے فرمایا اے علی! دنیا میں انسان

کو کوئی خراش یا پاؤں کی لغزش کا صدمہ کسی نہ کسی گناہ کے بدلہ میں ہوتا ہے اور اللہ کے عدل سے بعید ہے کہ پھر دوبارہ اس کو اس گناہ کی سزا میں گرفتار کرے اور یہ آیت گنہگار مومنوں کے لئے ہے ورنہ معصومین علیہم السلام کو جو مصائب و تکالیف پہنچتی ہیں وہ ترقی حسنات اور بلندی درجات کے لئے ہوتی ہیں۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اصبغ بن نباتہ سے فرمایا عبد مومن کو جب دنیا میں کسی گناہ کی سزا ملتی ہے تو اللہ کے حلم جود اور مجد سے بعید ہے کہ دوبارہ اس کو بروز قیامت اسی گناہ کی سزا دے اور مروی ہے کہ دنیا میں جب کبھی کسی مومن کو تکلیف پہنچتی ہے وہ کسی نہ کسی گناہ کی سزا ہوتی ہے پس وہ اس گناہ کی اخروی سزا سے بچ جاتا ہے۔

وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚۖ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ

اور تم نہیں عاجز کرنے والے اس کو زمین میں اور نہیں تمہارا اللہ کے سوا

مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۳۲﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ

کوئی ولی اور نہ کوئی مددگار اور اس کی نشانیوں میں سے ہیں سمندر میں چلنے والی کوہ پیکر

كَالْاَعْلَامِ ﴿۳۳﴾ اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ الرِّيْحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰى

کشتیاں اگر وہ چاہے تو روک دے ہوا کو تو وہ بھی ٹھہری رہیں گی اس (پانی) کی پشت

ظَهْرِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۳۴﴾ اَوْ

پر تحقیق اس میں نشانیاں ہیں ہر حوصلہ مند شکر گزار کے لئے یا (چاہے تو)

يُوْبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوْا وَيَعْفُ عَنْ كَثِيْرٍ ﴿۳۵﴾ وَيَعْلَمَ

ان کو ہلاک کر دے ان کے اعمال کی وجہ سے اور وہ بہت سوں سے درگزر کر لیا کرتا ہے اور جانتے ہیں

الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا ۭ مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ﴿۳۶﴾ فَمَآ

وہ جو جھگڑتے ہیں ہماری آیات میں کہ ان کا کوئی ٹھکانا نہیں ہے پس جو کچھ

بروایت خصال حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے آپ نے فرمایا گناہوں سے بچو کیونکہ انسان پر جب بھی کوئی تکلیف یا تنگی رزق کی مصیبت آتی ہے تو وہ کسی گناہ کی وجہ سے ہی ہوتی ہے یہاں تک کہ معمولی خراش اور زمین پر گر پڑنا بھی کسی گناہ کے کفارہ کے طور پر ہوتا ہے اسی طرح جب کوئی نعمت اور سہولت چلی جاتی ہے تو کسی گناہ کی سزا ہی ہوتی ہے ورنہ اگر گناہ کے بعد اس کا تدارک توبہ اور دعا سے کیا جائے تو آنے والی مصیبت دفع ہو جایا کرتی ہے (ملخصاً از نور الثقلین)

اسی بنا پر وارد ہے کہ صدقہ کرنا بہت سی آنے والی مصیبتوں کو دفع کر دیا کرتا ہے ایک روایت میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ گناہ انسان کو رزق کی سہولتوں سے محروم کر دیتا ہے

الجواد جاریۃ کی جمع ہے اس کا موصوف سُفُن محذوف ہے (جاری ہونے والی کشتیاں)
رواکد - جمع ہے راکد کی جس کا معنی ہے ٹھہرا ہوا یعنی اگر اللہ چاہے تو ہوا کو روک دے پس کشتیوں کی روانی خود بخود ختم ہو جائیگی -

جنّتیوں کی نشانیاں

لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا - توحید کے بارے میں جھگڑنے والوں کو تنبیہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے کہ تم دنیاوی نعمات پر گھمنڈ نہ کرو کیونکہ یہ دنیاوی زندگی تک محدود ہیں - اور اللہ نے نیک لوگوں کے لئے جو نعمتیں تیار کر رکھی ہیں وہ ان دنیاوی نعمات سے بدرجہا بہتر بھی ہیں اور دیرپا بھی ہیں اور وہ نعمتیں ان لوگوں کے لئے ہوں گی جو مندرجہ ذیل صفات اپنے اندر رکھتے ہوں گے -

۱- ایمان ۲- اللہ پر بھروسہ ۳- گناہان کبیرہ سے اجتناب ۴- ہر قسم کی برائیوں سے پرہیز ۵- غصہ کے وقت درگذر کی صفت ۶- اللہ کے حکم کی اطاعت ۷- نماز کی پابندی ۸- باہمی مشورہ کر کے اُمور کی انجام دہی ۹- اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا ۱۰- دوسروں کی طرف سے زیادتی کی صورت میں ان کو صرف بدلہ دینا اور اُن پر زیادتی نہ کرنا -

أُوتِيتُم مِّن شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَمَا عِندَ اللَّهِ خَيْرٌ
تم دیئے گئے ہو زندگانی دنیا کا فائدہ ہے اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ بہتر اور

وَأَبْقَىٰ لِلَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿۳۷﴾ وَالَّذِينَ
دیرپا ہے ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائیں اور اپنے رب پر بھروسہ رکھیں - اور وہ لوگ جو گناہان

يَجْتَنِبُونَ كَبَائِرَ الْإِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَإِذَا مَا غَضِبُوا هُمْ
کبیرہ سے بچیں اور برائیوں سے بھی اور جب غصہ میں آئیں معاف

يَغْفِرُونَ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَ
کر دیں اور وہ لوگ جو اپنے رب کا حکم مانیں اور نماز کو قائم کریں اور

أَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ﴿۳۹﴾
آپس میں مشورہ کر کے کام کریں اور ہمارے دیئے ہوئے سے خرچ کریں

بعض علما کے نزدیک ہر گناہ کبیرہ ہوا کرتا ہے - اس لئے کہ خداوند کریم کی نافرمانی کو چھوٹا کہا ہی نہیں جا سکتا البتہ گناہوں کا آپس میں مقابلہ کیا جائے تو ایک دوسرے کے مقابلہ میں بعض کبیرے اور بعض صغیرے ہوتے ہیں - پس جن جن گناہوں کے متعلق قرآن مجید میں آتشِ جہنم کی پیش کش کی ہے وہ ان گناہوں سے کبیرہ ہیں جو ان کے علاوہ ہیں -

وَاِذَا مَا غَضِبُوْا - یعنی جب ذاتیات کے معاملوں میں ایک دوسرے پر رنجش ہو تو معاف کر دینا اچھی وصف ہے لیکن اگر ایک شخص حقوقِ خداوندی کو پامال کرتا ہے اور اعلانیہ فاسق و فاجر ہے تو اُس کی غلطی پر ناراض ہونا مومن کی شان ہے اور کسی صورت میں اس کو معاف نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ وہ توبہ کے ذریعے سے اللہ سے معافی نہ مانگ لے لیکن اگر اس پر شرعی تعزیر یا حد واجب ہو تو اس کو بھی معاف نہیں کیا جا سکتا خواہ توبہ بھی کر لے اور فواحش سے مراد زنا اور بدکاری ہے اور اس کا الگ ذکر کرنا اس کے باقی تمام

گناہوں میں سے بدتر ہونے کی دلیل ہے۔

اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَیْنَهُمْ - بعض مفسرین نے کہا ہے کہ انصارِ مدینہ کی اس میں مدح کی گئی ہے کیونکہ حضور کی ہجرت سے پہلے انصارِ مدینہ نے باہمی مشورہ کرکے آپ کو مدینہ میں آنے کی دعوت دی تھی اور ابو ایوب انصاری کے گھر میں مشورہ کرکے اس اہم کام کو سرانجام دیا تھا اور اس آیت مجیدہ میں جملہ مسلمانوں کو باہمی مشورہ سے اُمور کی انجام دہی کا درس دیا گیا ہے، اور اس کی اہمیت کے پیش نظر پوری سورت کا نام ہی سورہ شوریٰ رکھا گیا ہے لیکن اس کو اصولِ اسلام کے طے کرنے کے لئے اجماع کی حجیت پر دلیل قائم کرنا غلط ہے کیونکہ باہمی مشورہ سے کام کرنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ شرعی معاملات میں باہمی مشورہ سے دین سازی کا جواز پیدا کیا جائے پس جس طرح نماز و روزہ وغیرہ فروعی مسائل میں باہمی مشورہ سے ردّ و بدل کرنا ناجائز ہے اسی طرح اصولی مسائل میں باہمی مشورہ کے ذریعے سے رد و بدل نہیں کیا جاسکتا اور جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نیابت اور خلافت کا مسئلہ چونکہ اسلام میں ایک بنیادی اور اصولی مسئلہ ہے لہذا باہمی مشورہ سے اس کو طے نہیں کیا جاسکتا بلکہ جس طرح نبی بنانا باہمی مشورہ سے ناجائز ہے اسی طرح اس کا قائم مقام باہمی مشورہ سے بنانا بھی ناجائز ہے، پس آیت مجیدہ میں شوریٰ کی مدح اس بنا پر ہے کہ مومنوں کی شان یہ ہے کہ آپس میں پرخلوص ہو کر رہیں اور اپنے ذاتی معاملات میں رنجش تک نوبت ہی نہ آنے دیں تاکہ مل جل کر باہمی مشورہ سے امور کی انجام دہی سے گریز نہ کریں اور باہمی اختلاف کی صورت میں بھی اپنے برادری کے فیصلوں کے سامنے جھک جائیں اور جھگڑا و فساد تک کسی بات کو نہ جانے دیں۔

وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْیُ هُمْ یَنْتَصِرُوْنَ ۝۴۰ وَجَزٰٓؤُا

اور وہ لوگ کہ جب ان کو تکلیف پہنچے بغاوت کی تو بدلہ لیں اور برائی کا

سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ اِنَّهٗ

بدلہ اتنی ہی برائی ہے پس جو معاف کردے اور اصلاح کرے تو اس کا اجر اللہ پر ہے تحقیق

لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ ۝۴۱ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ

وہ نہیں دوست رکھتا ظالموں کو اور جو بدلہ لے بعد مظلوم ہونے کے تو ایسے لوگوں کو

مَا عَلَیْهِمْ مِّنْ سَبِیْلٍ ۝۴۲ اِنَّمَا السَّبِیْلُ عَلَى الَّذِیْنَ

کوئی حرج نہیں ہے حرج تو ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم

یَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَیَبْغُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ اُولٰٓئِكَ

کرتے ہیں اور بغاوت کرتے ہیں زمین میں ناحق طور پر ایسے

یَنْتَصِرُوْنَ - مومن کی بلند شان تو یہ ہے کہ اگر کوئی اس پر زیادتی کرے تو اس کو معاف کردے لیکن اگر اس کو صرف اس کی زیادتی کا بدلہ دینے پر اکتفا کرے اور خود زیادتی نہ کرے تو یہ صفت بھی ممدوح ہے اور بدلہ کی صورت یہ ہے کہ جس قدر اس نے اس پر ظلم کیا تھا

اتنا ہی اس کو بدلہ دیا جائے لیکن معاف کر دینا پھر بھی اللہ کو زیادہ پسند ہے اور سیئہ کے بدلہ کو سیئہ قرار دینا صرف مماثلت کی وجہ سے ہے ورنہ ظلم کرنا برا ہوتا ہے لیکن ظلم کا بدلہ دینا برا نہیں ہوتا بلکہ مظلوم حق پر ہوتا ہے اور تفسیر مجمع البیان میں ہے جناب رسالت مآبؐ نے ارشاد فرمایا کہ بروز محشر ایک منادی ندا کرے گا کہ جس جس شخص کا اجر اللہ کے پاس محفوظ ہے وہ جنت میں چلا جائے

لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۴۳﴾ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ

لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہوگا اور جو شخص صبر کرے اور معاف کر دے تو تحقیق یہ بات

عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۴۴﴾ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْ

بلند حوصلگی کی دلیل ہے اور جس کو اللہ گمراہی میں چھوڑ دے تو اس کا کوئی ولی نہیں ہوتا اس کے

بَعْدِهٖ ؕ وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى

سوا اور تو دیکھے گا ظالموں کو جب وہ دیکھیں گے عذاب کو تو کہیں گے کیا واپس دنیا کی

مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿۴۵﴾ وَتَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا خٰشِعِيْنَ

طرف جانے کی کوئی صورت ہے؟ اور تو دیکھے گا کہ پیش کئے جائیں گے اُس (دوزخ) پر جھکے ہوئے

مِنَ الذُّلِّ يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ ؕ وَقَالَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا

ہوں گے ذلت سے کہ ترچھی نظر سے جھانکتے ہونگے اور مومن کہیں گے تحقیق

اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ

نقصان اٹھانے والے وہ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو اور اپنے خاندان کو قیامت کے دن نقصان میں

الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَآ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ ﴿۴۶﴾ وَمَا كَانَ

ڈالا آگاہ ہو تحقیق ظلم کرنے والے دائمی عذاب میں ہوں گے اور ان کے لئے

لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَآءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ

کوئی دوست نہ ہوں گے جو ان کی مدد کریں اللہ کے بغیر اور جس کو اللہ گمراہی میں چھوڑ دے

تو پوچھا جائے گا کہ کن لوگوں کا اجر اللہ کے پاس محفوظ ہے تو جواب ملے گا کہ وہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے دنیا میں لوگوں کو اپنے حقوق معاف کر دیئے تھے پس وہ لوگ بلا حساب جنت میں داخل ہوں گے۔ اور تفسیر صافی میں کافی سے منقول ہے کہ حضورؐ نے فرمایا ایک دوسرے پر درگذر کرنے کی عادت بناؤ کیونکہ درگزر کرنا عزت میں زیادتی کا موجب ہے۔

رکوع ۶

وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ۔ تفسیر صافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے ان آیات کی تاویل اس طرح مذکور ہے کہ جن لوگوں نے آل محمدؐ پر ظلم کیا تھا جب بروز محشر عذاب کو دیکھیں گے تو ازراہ حسرت کہیں گے کہ ہمیں ایک دفعہ دنیا میں واپس پلٹ جانے کا موقعہ دیا جائے تو ہم علیؑ سے محبت رکھیں گے اور شرمندگی سے سر جھکائے

ہوئے ترچھی نگاہ سے مایوسانہ طور پر دیکھیں گے تو ان کی حالت زار کو ملاحظہ کرنے کے بعد مومنین کہیں گے کہ ان ظالموں کو دائمی عذاب میں ہونا چاہیئے جنہوں نے آل محمد پر ظلم کے پہاڑ گرائے تھے۔

تفسیر نور الثقلین میں بروایت خصال حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جس میں تین خصلتیں ہوں تو اس کا ایمان کامل ہے ۱۔ ظلم پر صبر کرے ۲۔ غصہ کو ضبط کرے ۳۔ اور معاف کرنے کی عادت بنائے۔ ایک حدیث میں حضرت رسالتمآب نے فرمایا تین شخص ایسے ہیں کہ اگر تم ان پر ظلم نہ کرو گے تو وہ تم پر ضرور ظلم کریں گے ۱۔ کمینہ فطرت انسان ۲۔ زوجہ ۳۔ مملوک غلام۔

وَمَنْ يُضْلِلِ۔ خدا کی طرف سے ضلالت کی نسبت اس لئے ہے کہ خدا کسی کو ہدایت پر مجبور نہیں کرتا اس لئے ہم نے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ وہ جس کو گمراہی میں چھوڑ دے

فَمَالَهُ مِنْ سَبِيلٍ ﴿۴۷﴾ اسْتَجِيبُوا لِرَبِّكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ

اس کے لئے اور کوئی راستہ نہیں ہے   مان لو حکم اپنے رب کا قبل اس کے کہ   وہ

يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا مَرَدَّ لَهُ مِنَ اللَّهِ مَا لَكُمْ مِنْ مَلْجَإٍ يَوْمَئِذٍ

دن آجائے جس کو کوئی ہٹا نہیں سکتا اللہ سے   نہ کوئی تمہارا ٹھکانا ہوگا اس دن   اور

وَمَا لَكُمْ مِنْ نَكِيرٍ ﴿۴۸﴾ فَإِنْ أَعْرَضُوا فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ

نہ تم اس کو ٹھکرا سکو گے   پس اگر نہ مانیں تو ہم نے تم کو ان پر نگران کر کے نہیں بھیجا

حَفِيظًا إِنْ عَلَيْكَ إِلَّا الْبَلَاغُ وَإِنَّا إِذَا أَذَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنَّا

ہے تم پر نہیں فرض مگر صرف پہنچا دینا   اور ہم جب چکھائیں انسان کو اپنی طرف سے رحمت

رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا وَإِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ

تو وہ خوش ہوتا ہے   اور اگر پہنچے ان کو تکلیف بوجہ اس کے جو بھیجا ان کے ہاتھوں نے

فَإِنَّ الْإِنْسَانَ كَفُورٌ ﴿۴۹﴾ لِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ

تو بے شک انسان کفر کرنے والا ہے   اللہ کے لئے ہے آسمانوں اور زمین کا ملک

فَرِحَ بِهَا۔ آیت مجیدہ میں انسان کی کم ظرفی کو بیان کیا گیا ہے کہ جب اللہ اس پر کوئی نعمت نازل فرمائے تو وہ خوش ہو جاتا ہے لیکن جب اس کے اعمال زشت کی بدولت اس پر کوئی مصیبت آجائے تو رحمت خدا سے مایوس ہو کر کفر کرنے لگتا ہے۔ حالانکہ انسان کو حالت نعمت میں شاکر اور حالت آزمائش میں صابر ہوتے ہیں۔

يَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ صفحہ ۲۱۸ امام رضا علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ بیٹے کے مال میں بیٹے کی اجازت کے بغیر بھی باپ تصرف کر سکتا ہے اس کی کیا دلیل ہے تو آپ نے اس آیت مجیدہ سے استدلال فرمایا۔ کہ خداوند کریم نے اولاد کو باپ کے لئے ہبہ قرار دیا ہے اور ہبہ شدہ مال میں تصرف کرنا جائز ہے پس جب بیٹا خود باپ کیلئے ہبہ ہے

حیثیت رکھتا ہے تو بیٹے کا مال بھی باپ کے لئے ہبہ کی حیثیت سے ہے پس جس طرح چاہے اس میں تصرف کرنا جائز ہے کیونکہ اس کو حق حاصل ہے اسی بنا پر حضورؐ کا فرمان ہے اَنْتَ وَ مَالُكَ لِاَبِيْكَ یعنی تو اور تیرا سب مال تیرے باپ کی ملکیت میں ہے۔

تہذیب الاحکام سے منقول ہے ایک شخص خدمت نبویؐ میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میرے باپ نے میرے غلام کو مجھے ستانے کے لئے آزاد کر دیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ تو اور تیرا سب مال تیرے باپ کو اللہ نے ہبہ کیا ہے لہٰذا اس کو تیرے جسم میں اور تیرے مال میں تصرف کا حق حاصل ہے حالانکہ تجھے اس کے جسم و مال میں تصرف کا حق حاصل نہیں ہے۔ جب تک وہ خود اجازت نہ دے (نور الثقلین)

يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۭ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ

وہ پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے بخشتا ہے جسے چاہے بیٹیاں دیتا ہے جسے چاہے

الذُّكُوْرَ ﴿٥٠﴾ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ

بیٹے یا دونوں عطا کرتا ہے بیٹے اور بیٹیاں اور جسے چاہے

يَّشَآءُ عَقِيْمًا ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ﴿٥١﴾ وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ

بانجھ بنا دیتا ہے تحقیق وہ جاننے والا قدرت رکھنے والا ہے اور کسی بشر کے لئے یہ بات نہیں کہ اللہ

يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ

اس سے کلام کرے مگر وحی سے یا پردہ کے پیچھے سے یا بھیجتا ہے قاصد

رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ۭ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ﴿٥٢﴾ وَ

(فرشتہ) پس وہ وحی کرتا ہے اس کے اذن سے جو چاہے تحقیق وہ بلند دانا ہے اور اسی طرح

كَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ۭ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ

ہم نے وحی کی تیری طرف روح (قرآن) کی اپنے امر سے کہ تو نہیں جانتا تھا

اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ۔ یعنی بعض لوگوں کو خدا بیٹیاں دیکر بیٹوں سے محروم رکھتا ہے اور بعض کو بیٹے دے کر بیٹیوں سے محروم رکھتا ہے اور بعض کو بیٹے اور بیٹیاں ہر دو قسم کی اولاد سے سرفراز فرماتا ہے يُزَوِّجُ کا معنی ہے کہ ان کو جوڑے عطا کرتا ہے یعنی بیٹے اور بیٹیاں دونو قسم کی اولاد دیتا ہے اور یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ رحم مادر میں بیٹے اور بیٹی کو پیدا کر کے جوڑویں پیدا کر دیتا ہے اور یہ سب کچھ اس کی مشیت کے فیصلہ پر منحصر ہے اور بعض ایسے لوگ بھی ہیں جن کو بالکل اولاد سے محروم کر دیتا ہے اور وہ عقیم یعنی بانجھ ہوتے ہیں۔ پس بعض اوقات مرد صحیح اور عورت بانجھ ہوتی ہے اور بعض اوقات عورت صحیح اور مرد بانجھ ہوتا ہے اور اللہ ہر شی پر قادر ہے۔

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ ۔ یعنی کسی بشر کے ساتھ اللہ کلام نہیں کرتا مگر ان تین طریقوں سے جو بعد میں بیان کئے جا رہے ہیں۔

۱۔ وحی ۲۔ پس پردہ ۳۔ بذریعہ جبریل۔ لغت کے لحاظ سے وحی اشارہ کے معنی میں ہوتی ہے یعنی منہ سے لفظاً ادا کئے بغیر

کسی کو کسی بات کی اطلاع دینا یا تنبیہ کرنا پس الہام اور القاء یا خواب کے ذریعے سے کسی مطلب کا سمجھانا اسی قسم سے قرار دئیے جاسکتے ہیں۔ اور ان سب کو وحی کہا جاسکتا ہے۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام پر زبور کی وحی الہام والقاء کے طریقہ سے ہوئی تھی اور پس پردہ کلام سے مطلب یہ ہے کہ تمام مخلوق سے وہ کلام پوشیدہ ہو اور صرف وہی اس کو سمجھ سکے جس کے ساتھ کلام ہو رہی ہو جس طرح کوہ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام ہوئی کہ سوائے ان کے کوئی نہ سمجھ سکتا تھا یا دوسری دفعہ حضرت موسیٰ اور ان کے ساتھ والے ستّر آدمی سن رہے تھے اور اُن کے علاوہ کوئی نہ سن سکتا تھا۔ اور وراءِ حجاب کا یہ مقصد بھی ہوسکتا ہے کہ جس جگہ سے بات نکلتی ہو اُس کو پوشیدہ رکھا جائے۔ چنانچہ کوہ طور پر وادی کی ہر جانب سے کلام ہو رہی تھی کہ پتہ نہ چلتا تھا کہ کونسی خاص جگہ سے ہے اور پس پردہ کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ خدا پردہ کے اندر ہو اور بول رہا ہو کیونکہ یہ صفاتِ مخلوق میں سے ہے اور خالق اس سے اجل وارفع ہے۔ اسی طرح شب معراج پس پردہ کلام ہونے کا مقصد بھی یہی ہے کہ وہ کلام باقی تمام سے محجوب تھی اور اس کو صرف حبیب خدا ہی سُن اور سمجھ رہے تھے ایسا ہرگز نہیں کہ خدا ایک پردہ کے پیچھے تھا اور حضور پردہ کے اس طرف تھے اور کلام ہو رہا تھا کیونکہ اس سے خدا کی جسمانیت اور محدود ہونا لازم

مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ

کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہے؟ اور کیا ہم نے اس (قرآن) کو نور جس کے ذریعے سے ہدایت کرتے ہیں

مِنْ عِبَادِنَا ۭ وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۲﴾ صِرَاطِ

ہم جسے چاہیں اپنے بندوں سے اور تحقیق تو ہدایت کرتا ہے سیدھے راستے کی طرف اس اللہ کے

اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ

راستے کی طرف جس کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے

اَلَآ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ ﴿۵۳﴾

آگاہ ہو اللہ کی طرف تمام امور کی بازگشت ہے

آتا ہے اور اس قسم کی باتیں وہی لوگ کرسکتے ہیں جو خدا کو مجسم سمجھتے ہوں اور توحید پروردگار کی قدروں سے ناواقف ہوں۔ اسی طرح بعض غیر ذمہ دار واعظین اور جاہل شعراء کا تخیل پردہ اور اندر سے ہاتھ یا انگوٹھی کا ظاہر ہونا بالکل غلط اور نامعقول نظریات کی ترجمانی ہے۔ جس کا حقیقت سے دُور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔

اور ارسال رسل کلام خدا کا تیسرا طریقہ ہے یعنی فرشتہ کو بھیج کر اپنے احکام پہنچاتا ہے جس طرح جناب رسالت مآبؐ کی بارگاہِ اطہر میں حضرت جبرئیل کلام خدا لاتے تھے۔ آیت مجیدہ سے یہ بات بھی روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ انبیاء علیہم السلام پر بشر کا اطلاق حقیقی ہے اور جو لوگ کہتے ہیں کہ انبیاء کی نوع الگ ہے اور باقی انسانوں کی نوع الگ ہے آیت مجیدہ میں اس کی کھلی تردید موجود ہے بلکہ انبیاء بشر ہیں اور ان کے ساتھ خدا کے کلام کرنے کی تین صورتیں ہیں جو ذکر کی جاچکی ہیں۔ اور کلام کا معنی ہے

ایسا طرز عمل اور ایسا ذریعہ جس کی بدولت اپنا مقصد دوسروں تک پہنچایا جاسکے۔ مثلاً درختوں کا کلام ان کی ہیئت کذائی ہے۔ چنانچہ ان کی سرسبزی ان کی خوشحالی کی ترجمانی ہے اور ان کی خشکی ان کی بدحالی کا بیان ہوتا ہے۔ اور حیوانات کا کلام اُن کی شان کے مطابق اپنے مقاصد کے اظہار کے مختلف طرق سے ظاہر ہوتا ہے۔ اسی طرح جمادات و باقی اقسام موجودات کا کلام ان کی حیثیت کے مطابق ہے جس طرح اللہ نے آسمانوں اور زمینوں کو حکم دیا تو انہوں نے جواب دیا یعنی اپنی زبانِ حال سے ظاہر کیا اَتَيْنَا طَائِعِيْنَ کہ ہم اطاعت کرتے ہوئے حاضر ہیں۔ اسی طرح جنوں اور ملائکہ کا کلام اپنی شان و حیثیت کے مطابق اظہار مافی الضمیر کے طریقوں سے ہوتا ہے اور انسان کا کلام صرف زبانی بیان سے ہوتا ہے کیونکہ ان کے اظہار مافی الضمیر کا سب سے آسان طریقہ یہی ہے۔ پس خدا کا کلام کرنا مخلوقات کے کلام کی مثل نہیں تاکہ ان پر قیاس کیا جاسکے کہ چونکہ کلام کرنے میں انسان زبان کا محتاج ہے لہذا اللہ بھی کلام کرنے میں زبان کا محتاج ہوگا اس قسم کا نظریہ صرف کوتاہ نظری اور خود فریبی کے سوا اور کچھ نہیں ہے پس اللہ کا کلام اس کی اپنی شانِ الوہیت کے مطابق ہے کہ وہ جس طریقہ اور ذریعہ سے اپنے احکام و جملہ فرمائشات اپنے بندوں تک پہنچائے وہ اسی کا کلام کہلاتا ہے چنانچہ بعضوں کے دل میں القاء والہام کرتا ہے بعضوں کو خواب میں ایک نظریہ کی رہنمائی فرماتا ہے۔ بعضوں کو ہاتف غیبی سے تنبیہ فرماتا ہے اور بعضوں کو فرشتہ بھیج کر اپنے ارشادات سے مطلع کرتا ہے بہرکیف وہ چاہے تو کلام کو پیدا کردے خواہ درخت سے یا پتھر و دیوار سے ہی کرے اور چاہے تو بغیر حروف و الفاظ کے دل ہی دل میں اپنی بات پہنچا دے اور ان سب پر کلام کا اطلاق کیا جاسکتا ہے اور تفسیر کی تیسری جلد میں بھی اس پر مختصر سا نوٹ لکھا جاچکا ہے۔

اِلَّا وَحْيًا۔ یہ مستثنا منقطع ہے اور اَنْ يُّوْحِيَ کی تاویل میں ہے اور بعد والے اَنْ يُّرْسِلَ کا اس پر عطف ہے۔

اَوْ مِنْ وَّرَاۗءِ۔ یہاں مِنْ جارہ کا متعلق يُكَلِّمُ فعل محذوف ہے۔

وَكَذٰلِكَ۔ یعنی جس طرح ہم نے سابق انبیاء کو بذریعہ وحی کے شرائع دینیہ عطا کئے اسی طرح آپ کو بھی بذریعہ وحی کے اپنے امر سے قرآن عطا فرمایا جو رُوحِ حیات ہے یعنی کفر چونکہ انسان کے لئے موت کا حکم رکھتا ہے قرآن روحِ حیات کا کام دے کر انسان کو حقیقی زندگی بخشتا ہے۔ اور محقق بحرانی نے ذکر کیا ہے کہ وحی کا ہونا بھی نبی کی صداقت کے ثبوت کے لئے ایک علمی معجزہ ہے کیونکہ خدا نظر تو آنہیں سکتا پس انبیاء کے ساتھ اس کا کلام تین مراتب میں ہوا ہے۔ پہلا مرتبہ یہ ہے کہ خدا نبی کے دل میں ایک بات ڈال دیتا ہے اور نبی خود اس کو الفاظ کا جامہ پہناتا ہے اور دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ خدا نبی کے دل میں بات بھی ڈالتا ہے اور ہاتف غیبی کے ذریعے اس کے کانوں تک آواز بھی پہنچاتا ہے پس لفظ اور معنی دونو خدا کی جانب سے ہوتے ہیں اور تیسرا مرتبہ جو سب سے بلند ہے وہ یہ کہ خدا دل میں معنی کا القاء کرتا ہے اور فرشتہ سامنے دکھائی دیتا ہے جو الفاظ کی بھی وحی کرتا ہے۔

رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا۔ رُوح سے مُراد قرآن یا روح القدس یا ایک فرشتہ ہے جو جبریل و میکائیل سے عظیم تر ہے جو حضرت رسالت مآبؐ کے ساتھ رہتا تھا اور اُن کے بعد آئمہ طاہرین علیہم السلام کے ساتھ ہر وقت موجود رہتا ہے۔ اور یہی آخری قول حضرت امام محمد باقر و حضرت امام جعفر صادق علیہما السلام سے مروی ہے۔

مَاكُنْتَ تَدْرِيْ - تفسیر برہان میں ہے ابوحمزہ ثمالی سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا اس آیت مجیدہ کے متعلق تیرے ساتھیوں کا کیا خیال ہے کہ حضور کسی وقت میں کتاب اور ایمان کو نہیں جانتے تھے؟ راوی نے عرض کی حضور اس کے متعلق میں کچھ نہیں کہہ سکتا تو آپ نے فرمایا بے شک یہ درست ہے کہ ایک حالت ایسی تھی جس میں کتاب وایمان کو نہ جانتے تھے یہاں تک کہ خداوند کریم نے آپ کی جانب روح کو بھیجا جس کا قرآن مجید میں ذکر ہے پس اس کے بعد آپ کو سب کچھ معلوم ہوگیا۔ اور خدا جس کو وہ روح عطا فرمائے اُس میں علم وفہم آجاتا ہے۔

اِس آیت مجیدہ کو پڑھ کر بعض نااہل اور بے سمجھ لوگ گھبرا کر علماء سے دست وگریباں ہوجاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک وقت میں حضور نبی اکرمؐ کتاب وایمان کو نہ جانتے ہوں چونکہ کج بحثی اور کج فہمی کی وبا عام ہے اور بعض جہلاء نے علمی لبادہ اوڑھ کر علماء کا مقام اپنا لیا ہے پس اُن کا کام صرف یہ ہے کہ شکوک وشبہات کے ناخنوں سے وہ حقائق علمیہ کو ہر وقت نوچتے اور کریدتے ہیں، اور عوام الناس سے اپنا علمی مقام منوانے کے لئے حقیقی علماء پر ہر گند اکیچڑ اچھالتے ہوئے اُن کو بدنام کرنا اپنا کمال سمجھتے ہیں چنانچہ آیت مجیدہ کا ترجمہ تو بالکل صاف صاف ہے نہ اس کی کوئی تاویل ہوسکتی ہے اور نہ اس کا انکار کیا جاسکتا ہے پس عوام کو یہ کہہ کر گمراہ کرنا آسان ہے کہ دیکھو علماء حضرت نبی اکرمؐ کو بے علم کہتے ہیں چنانچہ کئی مرتبہ ایسے ناخدا ترس انسانوں سے آیت مجیدہ متذکرہ بالا کے متعلق تبادلہ خیال کا موقع ملا ہے تو وہ صاف اور کھلا کھلا علماء کو ہی معرض طعن وتشنیع قرار دے کر کوسنے لگ گئے کہ علماء نے یہ کیوں لکھا اور اُن کو ہزار سمجھایا جائے کہ علماء نے نہیں لکھا بلکہ یہ قرآن مجید کی آیت ہے۔ ذرا ہوش کرو لیکن وہ اسی ایک ہی بات کی رٹ لگائے جاتے ہیں کہ قرآن میں ہو تو ہو علماء کیوں لکھتے ہیں؟ تو اُن کو سمجھانے کا علمی طریقہ جو میں نے اختیار کیا وہ یہ ہے کہ علم اللہ کا عین ذات ہے اور حضرت رسالت مآبؐ یا ائمہ طاہرین علیہم السلام اور جملہ انبیاء علیہم السلام کا علم عطیہ پروردگار ہے۔ پس لازمی طور پر ماننا پڑے گا کہ ایک وقت ایسا تھا خواہ وہ کس قدر ہی کم ہو جس میں حضور کو زیور تخلیق سے آراستہ کیا گیا اور بعد میں علم سے نوازا گیا اور دوسرے مسلمانوں کی طرح ہم نہیں کہتے کہ چالیس سال یا اس سے کم وبیش عرصہ کے بعد آپ کو علم نبوت عطا کیا گیا ہو بلکہ عالم انوار کی خلقت نوری ہی فرض کر لیجئے تب بھی ایک وقت خواہ ایک لمحہ بھر کا بھی تصور کر لیں ماننا پڑے گا کہ پہلے آپ کی ذات تھی پھر صفت علم اُن کو عطا کی گئی اس لئے کہ علم اُن کا عطیہ پروردگار ہے نہ کہ عین ذات۔

علاوہ ازیں اس میں حضورؐ کی کسر شان اور منقصت تب لازم آتی کہ یہ فقرہ ہماری طرف سے ہوتا۔ اگر خدا کہنے والا ہو تو اس میں کونسی منقصت ہے دیکھئے اگر بیٹا باپ کو کہے کہ اگر میں نے فلاں کام نہ کیا ہوتا تو آپ بذات خود کچھ بھی نہ تھے تو یہ بیٹے کی طرف سے گستاخی ہے لیکن اگر باپ بیٹے کو کہے کہ اگر میں احسان نہ کرتا تو تیری کوئی حقیقت نہ تھی تو یہ بیٹے کی توہین نہیں ہے۔ اس مقام پر بھی اگر اُمت کے افراد میں سے کوئی کہے کہ حضورؐ کچھ جانتے نہ تھے تو گستاخی لازم آئے گی لیکن اگر اللہ خطاب کر کے فرمائے کہ آپ کچھ نہ جانتے تھے اور میں نے ہی اپنی جانب سے رُوح کو اُتارا اور آپ پر میرا ہی احسان ہے تو اس میں کوئی کسر شان نہیں ہے اور اللہ کی فرمائش پر ایمان رکھنا ہر انسان کا فریضہ ہے اور دوسرے مقام پر خود خدا نے اپنے حبیب کو تعلیم دی ہے۔ قُلْ

رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا ۔ یہ کہا کرو ۔ اے رب میرے علم میں زیادتی فرما ۔ اگر پہلے سے ہی سب کچھ معلوم ہو تو زیادتی علم کی دعا کس لئے تعلیم کی جا رہی ہے ۔ بہرکیف حضور رسالت مآبؐ کے علم کے متعلق یہ تحدید کرنا کہ وہ کب سے عالم ہیں ہمارے عہدہ میں شامل نہیں اور نہ اس کی ہم سے بازپرس ہوگی بلکہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ حضورؐ کا علم تمام انبیاء و ملائکہ سے زیادہ ہے اور چونکہ حضورؐ قرآن کے حامل و عالم ہیں اور قرآن میں اوّلین و آخرین کے علوم موجود ہیں اور تمام کتب سماویہ کے علوم بھی اس کے اندر موجود ہیں لہٰذا حضورؐ کا علم اولین و آخرین کے علم پر اور تمام کتب سماویہ کے علوم پر حاوی ہے لیکن یہ کہنا کہ کب سے ہے اس کو وہ جانے جس نے حضورؐ کو اس بلند مرتبہ پر فائز فرمایا ہے ۔ پس اس نے جب سے دیا ہے یہ تب سے عالم ہیں ۔ اللہ کے نزدیک اگرچہ اس کی حد ضرور معین ہے لیکن ہمارا ان کی حد معین کرنا کوتاہ بینی اور ناقدر شناسی کے سوا اور کچھ نہیں ۔ خداوند کریم ہمیں ان کے اسوۂ حسنہ پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے ۔ آمین

صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۔ تفسیر اہل بیت علیہم السلام میں صراط مستقیم سے مراد حضرت علی علیہ السلام کی ولایت ہے ۔

سُورَۃُ زُخْرُف

یہ سورہ مکیہ ہے سوائے آیت نمبر ۵۵ کے ۔

اس کی آیات کی تعداد بسم اللہ کے ملانے سے نوّے ہے اور یہ سورہ شوریٰ کے بعد نازل ہوئی ۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا جو شخص سورہ زخرف کی تلاوت کو جاری رکھے وہ قبر میں حشرات الارض سے محفوظ رہے گا اور فشار قبر سے بھی بچ جائے گا ۔ اور بروز محشر جنت میں داخل ہوگا (برہان)

حدیث نبوی میں ہے بلاحساب جنّت میں جائے گا ۔ (مجمع)

خواص قرآن میں سے ہے ۔ حضور نے فرمایا جو شخص اس کو لکھ کر پئے گا اس کو کسی مرض کے لئے دوسرے دوا کی احتیاج نہ رہے گی ۔ اور اگر مرگی والے شخص پر چھڑکا جائے تو اس کو فوراً آرام ہوگا ۔ اور اس کا شیطان جل جائے گا ۔

(برہان)

رکوع ۷۔ حٰمٓ۔ بعضوں نے کہا ہے کہ حمید مجید کا مخفف ہے اور مقطعاتِ قرآنیہ کا ذکر پہلے گذر چکا ہے۔
اُمّ الکتٰب۔ اس سے مراد لوح محفوظ ہے اور مقصد یہ ہے کہ قرآن مجید لوح محفوظ میں موجود ہے اور اس کی تاویل میں بروایت معانی الاخبار حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ سورہ فاتحہ میں صراطِ مستقیم سے مراد حضرت امیر المومنین علیہ السلام ہیں اور اس کی دلیل میں آپ نے اس آیت کو پیش فرمایا کہ اُمّ الکتاب سورہ فاتحہ کا ہی نام ہے اور علی حکیم سے مراد حضرت علی علیہ السلام ہیں اور اگر اس کو قرآن کی صفت قرار دیا جائے تو مقصد یہ ہے کہ قرآن مجید باقی تمام کتب سماویہ سے درجہ میں بلند ہے کیونکہ وہ منسوخ اور یہ ناسخ ہے۔ نیز وہ بطور معجزہ کے نہیں اُتری تھیں اور یہ معجزہ ہے نیز ان کا عمل ختم ہو چکا ہے اور یہ باقی ہے اور حکیم سے مراد پُر از حکمت یا محکم ہے اور اس صفت میں بھی قرآن مجید باقی کتب سماویہ سے امتیازی حیثیت کا حامل ہے۔
اَفَنَضۡرِبُ۔ کفار مکہ کو خطاب کر کے فرماتا ہے کہ اگر تم لوگ اس قرآن مجید کی ہدایت پر عمل نہ کرو تو کیا ہم قرآن سنانا بھی چھوڑ دیں؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ (١)

اللہ کے نام سے جو رحمٰن و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

حٰمٓ (٢) وَالۡکِتٰبِ الۡمُبِیۡنِ (٣) اِنَّا جَعَلۡنٰہُ قُرۡءٰنًا

کتاب مبین کی قسم تحقیق ہم نے اس کو بنایا قرآن عربی

عَرَبِیًّا لَّعَلَّکُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ (٤) وَاِنَّہٗ فِیۡۤ اُمِّ الۡکِتٰبِ لَدَیۡنَا لَعَلِیٌّ

تاکہ تم سمجھو اور تحقیق وہ اُمّ الکتاب میں ہمارے پاس بلند حکمت

حَکِیۡمٌ (٥) اَفَنَضۡرِبُ عَنۡکُمُ الذِّکۡرَ صَفۡحًا اَنۡ کُنۡتُمۡ

والا ہے کیا پھیر لیں تم سے ذکر روگردانی کرتے ہوئے اس لئے کہ تم زیادتی

قَوۡمًا مُّسۡرِفِیۡنَ (٦) وَکَمۡ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ نَّبِیٍّ فِی الۡاَوَّلِیۡنَ (٧)

کرنے والے لوگ ہو؟ اور کس قدر ہم نے نبی بھیجے گذشتہ لوگوں میں

وَمَا یَاۡتِیۡہِمۡ مِّنۡ نَّبِیٍّ اِلَّا کَانُوۡا بِہٖ یَسۡتَہۡزِءُوۡنَ (٨) فَاَہۡلَکۡنَاۤ

اور نہیں آتا تھا ان کے پاس کوئی نبی مگر وہ اس کے ساتھ مسخری کرتے تھے پس ہم نے ہلاک کر دیا

اَشَدَّ مِنۡہُمۡ بَطۡشًا وَّمَضٰی مَثَلُ الۡاَوَّلِیۡنَ (٩) وَلَئِنۡ سَاَلۡتَہُمۡ

ان کو جو طاقت میں ان سے مضبوط تر تھے اور پہلے لوگوں کی مثال گذر چکی ہے اور اگر تم ان سے پوچھو کہ

حالانکہ یہ بات ہرگز نہ ہوگی خواہ تم مانو یا نہ مانو ہم قرآن مجید کو ضرور نازل کریں گے۔
وَکَمۡ اَرۡسَلۡنَا۔ یہ حضورؐ کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ گھبرائیں نہیں آپ سے پہلے بھی ہم نے جس قدر نبی بھیجے اسی طرح

لوگ ان سے مسخری کرتے رہے اور بالآخر ہم نے کفار مکہ سے بڑی جماعت اور مضبوط طاقت کے لوگوں کو عذاب میں مبتلا کر کے ہلاک کر ڈالا اور ان لوگوں کی مثال ان کے سامنے موجود ہے اگر یہ نہ مانیں تو ان کا حشر بھی وہی ہوگا جو ان کا ہوا تھا۔

مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ

آسمان اور زمین کس نے بنائے ہیں؟ تو کہیں گے ان کو بنایا ہے اس نے جو غالب

الْعَلِيْمُ ﴿۱۰﴾ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّجَعَلَ لَكُمْ

جاننے والا ہے جس نے بنایا تمہارے لئے زمین کو بچھونا اور بنائے تمہارے لئے اس

فِيْهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَالَّذِيْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ

میں راستے تاکہ تم چل سکو (اپنے مقاصد کی طرف) اور وہ جس نے اتارا آسمان سے پانی اندازے

مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ﴿۱۲﴾

سے پس ہم نے زندہ کیا اس کے ذریعے ایک مردہ شہر کو اسی طرح تم بھی نکالے جاؤ گے

وَالَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ

اور وہ جس نے پیدا کئے جوڑے سب اور بنائے تمہارے لئے کشتیوں اور چوپاؤں میں

وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ ﴿۱۳﴾ لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ

سے وہ جن پر تم سواری کرتے ہو تاکہ ٹھیک ہو بیٹھو اس کی پشت پر پھر

تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ

یاد کرو اپنے رب کی نعمت کو جب ٹھیک بیٹھ جاؤ اس پر اور کہو پاک ہے وہ

الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ﴿۱۴﴾ وَاِنَّآ

جس نے مطیع کیا اس کو ہمارے لئے حالانکہ ہماری طاقت نہ تھی اور ہم

جَعَلَ لَكُمْ ـ یعنی اللہ نے زمین کو ہر لحاظ سے تمہارے نفع اٹھانے کے لئے مسخر کر دیا ہے کہ اس میں آرام کر سکتے ہو اور اپنے مقاصد کی طرف سفر کر سکتے ہو اور ہدایت حاصل کرنے کے لئے چل پھر کر عبرت حاصل کر کے راہِ راست کی تلاش کر سکتے ہو۔

تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ ـ تفسیر مجمع البیان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ سواری پر سوار ہو جانے کے بعد اللہ کی نعمت کا ذکر بایں طور کرے کہ اس اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں اسلام کی دولت عطا فرمائی اور قرآن جیسی کتابِ ہدایت ہماری طرف بھیجی اور حضرت رسالت مآب کی اُمت ہونے کا ہمیں شرف بخشا اور اس کے بعد پڑھے سُبْحٰنَ الَّذِيْ تا مُنْقَلِبُوْنَ اور بروایت کافی حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے کہ اگر سواری پر بیٹھ کر انسان اس آیت مجیدہ کو پڑھے تو اگر گر بھی جائے تو اس کو کوئی تکلیف نہ پہنچے گی۔ باذن اللہ

اور ایک روایت میں ہے سوار ہونے کے بعد آیۃ الکرسی کی تلاوت کرے اور اپنے گناہوں کی معافی بھی اللہ سے مانگ لے امام رضا علیہ السلام نے مصر کی طرف جانے والے ایک شخص سے فرمایا کہ اس جگہ کا پانی غیرت کو ہٹاتا اور ذلت کو لاتا ہے اور آپ نے فرمایا کہ جانے سے پہلے مسجد نبوی میں دو رکعت نماز پڑھ کر استخارہ کرلو اور سواری پر سوار ہوا کر سُبْحٰنَ الَّذِیْ الخ پڑھو کیونکہ اگر سواری سے انسان گر بھی جائے تو کوئی نقصان اس کو نہ پہنچے گا - ملخصاً -

رکوع ع۸ -

إِلَىٰ رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ ﴿١٥﴾ وَجَعَلُوا لَهُ مِنْ عِبَادِهِ جُزْءًا ۚ

اپنے رب کی طرف پلٹنے والے ہیں اور مقرر کیا ان لوگوں نے اس کے بندوں میں سے ایک حصہ

إِنَّ الْإِنْسَانَ لَكَفُورٌ مُبِينٌ ﴿١٦﴾ أَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ

(بیٹیاں) تحقیق انسان صاف کفر کرنے والا ہے کیا اس نے اپنی مخلوق میں سے بیٹیاں پسند

بَنَاتٍ وَأَصْفَاكُمْ بِالْبَنِينَ ﴿١٧﴾ وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِمَا

کیں اور تم کو بیٹوں کے لئے چن لیا حالانکہ جب خبر دی جائے ان میں سے کسی کو اس کی

ضَرَبَ لِلرَّحْمَٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ

جو اللہ کے لئے اس نے مثال قرار دی ہے تو اس کا منہ کالا ہو جاتا ہے اور وہ غصے سے

كَظِيمٌ ﴿١٨﴾ أَوَمَنْ يُنَشَّأُ فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ

بھر جاتا ہے کیا (اللہ کے لئے وہ تجویز کی) جو زیور و زینت میں پلے اور جھگڑے میں (اپنا مقصد بھی) واضح

غَيْرُ مُبِينٍ ﴿١٩﴾ وَجَعَلُوا الْمَلَائِكَةَ الَّذِينَ هُمْ عِبَادُ الرَّحْمَٰنِ

نہ کر سکے اور بنا لیا فرشتوں کو جو اللہ کے عبادت گذار ہیں

وَاِذَا بُشِّرَ - یعنی وہ ایسے ظالم ہیں کہ اپنے لئے تو بیٹے پسند کرتے ہیں اور خدا کے لئے انہوں نے بیٹیاں تجویز کرلی ہیں - اور خود بیٹیوں سے اس قدر گھبراتے ہیں کہ جس کو اللہ کے لئے مثال بناتے ہیں یعنی بیٹیاں (کیونکہ اولاد باپ کی مثل اور شبیہ ہوا کرتی ہے) اگر ان میں سے کسی کو بیٹی کی ولادت کی خبر سنائی جائے تو غصے سے پُر ہو جاتا ہے اور اس کا منہ کالا ہو جاتا ہے -

اَوَمَنْ یُّنَشَّؤُا - یعنی کیا اللہ کے لئے ایسی اولاد تجویز کرتے ہیں جو زیب و زینت میں پرورش پانے والی ہو - اور اپنے مقابل سے جھگڑنے کے وقت اپنا مقصد بھی صحیح طور پر ادا کر سکنے پر قادر نہ ہو کیونکہ بالعموم عورت اپنی کمزوری کی بنا پر اپنے دل کی بات سمجھانے سے قاصر ہوتی ہے اور اپنے مدمقابل سے مرعوب ہو کر رہ جاتی ہے اور ممکن ہے کہ کفار کی بت پرستی کی مذمت ہو کہ تمہارے وہ بت جن کو تم زیور پہنائے رکھتے ہو اور تمہارے کسی جھگڑے کے وقت وہ اپنا فیصلہ سنانے سے بھی قاصر ہوتے ہیں ان کی پرستش کرنا کونسی عقلمندی ہے پس اس سے سمجھ لو کہ عبادت کے لائق صرف وہ اللہ ہی ہے جس کا کوئی شریک

نہیں۔ اس کے بعد کفار کے اس نظریہ کی مذمت ہے کہ انہوں نے ملائکہ کو مونث قرار دیا تھا خدا فرماتا ہے کہ اُن کے مونث ہونے کی تمہارے پاس کیا دلیل ہے کیا تم اُن کی پیدائش کے وقت موجود تھے پس ان کی اس بات کو نوٹ کر لیا جائے گا اور قیامت کے روز ان سے باز پرس ہو گی کہ تم نے ایسا کیوں کہا تھا؟

اِنَاثًا ؕ اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ ؕ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْـَٔلُوْنَ ﴿۲۰﴾

عورتیں تو کیا وہ ان کی پیدائش کے وقت حاضر تھے؟ ان کی گواہی لکھی جائے گی اور ان سے پھر پوچھا جائیگا

وَقَالُوْا لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ ؕ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ

اور کہتے ہیں کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم اُن کی پوجا نہ کرتے حالانکہ ان کو اس کا کوئی علم

عِلْمٍ ۗ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿۲۱﴾ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ

نہیں ہے وہ صرف اندازے سے بات کر لیتے ہیں کیا ہم نے ان کو اس سے پہلے کوئی کتاب دی ہے

فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ ﴿۲۲﴾ بَلْ قَالُوْۤا اِنَّا وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا

جس سے وہ تمسک رکھتے ہیں؟ بلکہ کہتے ہیں ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقہ

عَلٰۤى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰۤى اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَكَذٰلِكَ مَاۤ

پر پایا اور ہم انہی کے نقش قدم پر راہ چلنے والے ہیں اور اسی طرح نہیں بھیجا

اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِیْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَاۤ

ہم نے تجھ سے پہلے کسی بستی میں کوئی نذیر مگر یہ کہ اُن کے عیش پرستوں نے یہی کہا کہ

وَقَالُوْا۔ جب دلیلوں کا جواب معقول نہیں دے سکتے تو کھسیانے سے ہو کر خوئے بد را بہانہ بسیار کے طریقہ پر عذر بارد یہ پیش کرتے ہیں کہ اگر اللہ نہ چاہتا تو ہم ان کی عبادت نہ کر سکتے اور یہ اُن کی بات معقول جواب نہیں صرف اندازہ ہی ہے جو بالکل خلاف واقع ہے۔

اَمْ اٰتَیْنٰھُمْ۔ اس کے بعد پھر سرزنش کے طور پر فرماتا ہے کہ کیا قرآن مجید سے پہلے ان کو کوئی کتاب دی ہے جس میں بتوں کی عبادت کے جواز کی اُن کے پاس کوئی سند ہو اور اس سے وہ تمسک رکھتے ہوں حالانکہ ایسا بھی نہیں ہے۔

بَلْ قَالُوْا۔ جب اُن کے پاس اور کوئی جواب نہیں بن آتا تو کہتے ہیں ہمارے باپ دادا اسی طریقہ پر چونکہ گامزن تھے لہٰذا ہم انہی کے طریقہ پر قائم ہیں

كَذٰلِكَ۔ پیغمبر کو تسلی کے طور پر فرماتا ہے کہ یہ کوئی نئی بات نہیں بلکہ ہمیشہ سے مشرکین کا یہی دستور رہا ہے کہ جب زمانہ میں بھی ہم نے کوئی نبی بھیجا اُس زمانہ کے عیش پرست لوگ یہی بہانہ بناتے تھے کہ ہمارے باپ دادا جس طریقہ پر تھے ہم اس کو چھوڑنا پسند نہیں کرتے۔

بیان توحید حضرت آدم علیہ السّلام سے حضرت خاتم الانبیاء علیہ السّلام تک جس قدر انبیاء تشریف لائے سب کی تبلیغ کا مرکزی نقطہ عقیدہ توحید ہی تھا اور قرآن مجید کی جملہ تعلیمات میں سے نظریہ توحید کو ہی بنیادی حیثیت دی گئی ہے چنانچہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں توحید سے ہی کلام کی ابتداء ہے اور سورہ توحید پر اس کا اختتام ہے اور آخری دو سوروں (معوذتین) میں کلمہ حق کے خلاف وسواس ڈالنے والے شیاطین سے پناہ طلب کرنے کی تعلیم دی گئی ہے اور اگر غور کیا جائے تو تمدن انسانی کی بقاء و ارتقاء کا راز بھی اسی عقیدہ توحید میں مضمر ہے۔ لہٰذا مفاد پرست طبقہ ہر دور میں عقیدہ توحید سے ہی برسرِ پیکار رہا ہے اور لا الٰہ الا اللہ ہی ایسا کلمہ ہے جو ہر دور میں باطل پرستوں کے اوہام کا نشانہ رہا ہے اور انبیاء علیہم السّلام کو جس قدر مصائب و آلام سہنے پڑے ہیں اسی کلمہ توحید کی تبلیغ اس کی واحد وجہ تھی اور آج تک یہی سلسلہ جاری و ساری ہے اور علماء کے لئے کلمہ توحید کی تبلیغ ہی مقام امتحان ہے اگرچہ بت پرستی نہیں لیکن اللہ کے ساتھ شرکاء ماننے والوں کی دورِ حاضر میں بھی بہتات ہے اور صرف ایک اللہ کا نام لینا ویسا ہی جرم ہے جس طرح سابق کے تاریک ادوار میں تھا خود شیعہ کہلانے والوں میں اگر کسی کام کی انجام دہی کی نسبت محمدؐ و آلِ محمدؐ کی طرف دی جائے اور کہا جائے کہ محمدؐ و آلِ محمدؐ کی مہربانی سے میرا فلاں کام ہو گیا ہے تو خوشی سے بغلیں بجاتے ہیں اور اس کو صحیح عقیدہ قرار دیتے ہیں لیکن اگر یہ کہا جائے کہ اللہ نے مہربانی فرمائی ہے تو چہروں کی رونق چلی جاتی ہے۔ بلکہ جاہل طبقہ میں آج کل یہ وبا عام ہو رہی ہے اور نام نہاد مولوی صاحبان کی تائید بھی ان کو حاصل ہے مثلاً کسی کو دعا کے طور پر کہتے ہیں تجھے علی آباد رکھے یا تجھے حسین آباد رکھے وغیرہ اور اگر ان کو سمجھایا جائے کہ اس کے بجائے یوں تلفظ درست ہے "تجھے علی و حسین کے صدقہ میں اللہ آباد رکھے" تو جاہل دست و گریبان ہونے کو تیار ہو جاتے ہیں یہ وباء عوام میں جہالت کی وجہ سے ہر دور میں ہوا کرتی ہے لیکن دورِ حاضر میں چونکہ مفاد پرست رقاصانِ منبر بھی علماء حقہ کو نیچا دکھانے کی خاطر جہلاء کی تائید کر دیتے ہیں پس وہ اپنے غلط رویہ کو ایک مستند عقیدہ قرار دے کر مطمئن ہو جاتے ہیں اور عوام کو یہ باور کرا دیا جاتا ہے کہ خدا نے سب کچھ

إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَارِهِم مُّقْتَدُونَ (۲۴)

ہم نے پایا ہے اپنے باپ دادا کو اس طریقہ پر اور ہم انہی کے نقش قدم پر ہی چلنے والے ہیں

قَالَ أَوَلَوْ جِئْتُكُم بِأَهْدَىٰ مِمَّا وَجَدتُّمْ عَلَيْهِ

(نبی نے) کہا کیا اگر میں لایا ہوں زیادہ صحیح طریقہ اس سے جس پر تم نے اپنے باپ دادا کو

آبَاءَكُمْ ۖ قَالُوا إِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُم بِهِ كَافِرُونَ (۲۵) فَانتَقَمْنَا

پایا ہے تو پھر؟ کہنے لگے اس کو نہیں مانتے ہم جو تم لائے ہو پس ہم نے ان سے

مِنْهُمْ ۖ فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ (۲۶)

اس کا بدلہ لے لیا پس دیکھو کیا انجام ہوا جھٹلانے والوں کا

محمدؐ و آلِ محمدؐ کے حوالہ کر دیا ہے پس کائنات کے جملہ اُمور میں مدبر و ناظم یہی ہیں اور اللہ اپنے مقام پر بالکل فارغ اور معطل ہے وہ نہ ان کے اختیارات میں دخل دے سکتا ہے اور نہ ان کی بات کو موڑ سکتا ہے اور یہ تفویض کا بدترین عقیدہ ہے جس کی ائمہ اہل بیت نے متعدد مرتبہ نفی فرمائی اور اس سے برأت کا اعلان فرمایا ہے۔

اور لُطف یہ کہ باپ دادا کی غلط سنّت پر چلنے والوں کو جو لوگ بر ملا کوستے ہیں وہ خود اپنے گریبان میں جھانکنے کی ضرورت تک محسوس نہیں کرتے اور مشرکین مکہ کی جس غلط روش کے خلاف آواز بلند کرتے ہیں اس سے بھی بدتر طرز عمل خود اپنائے ہوئے ہیں لیکن اس میں سوچنا بھی گوارا نہیں کرتے چنانچہ اسی سورہ مبارکہ میں ابتدا سے ہی توحید کا بیان جاری ہے اور مشرکین مکہ کو تنبیہات کی جا رہی ہیں چنانچہ ارشاد ہے کہ ان سے دریافت کرو کہ آسمان و زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو وہ فوراً جواب میں کہیں گے کہ ان کو اللہ نے ہی پیدا فرمایا ہے لیکن باوجود اس کے پھر بھی جملہ تصرفات میں اللہ کو ایک کہنے کی جرأت نہیں کرتے بلکہ اپنے من گھڑت معبودوں کو شریک ماننا اپنا آبائی مسلک قرار دیتے ہوئے ڈٹے ہوئے ہیں۔ اور آج کل کے جہلاء تو اُن سے بھی ایک قدم آگے ہیں کہ خلق و رزق اور موت و حیات کی نسبت بھی اللہ کی طرف دینا ان کو پسند نہیں بلکہ ان اُمور میں وہ محمدؐ و آل محمدؐ کو مختار کل سمجھتے ہیں اور باوجود اس کے مشرکین مکہ کو مشرک کہتے ہیں اور اپنے آپ کو موحد قرار دیتے ہیں۔ پس اس پُر از فتن دور میں علماء حقہ کو کمر ہمت باندھ کر آگے بڑھنا چاہیے کیونکہ باطل کی غوغا آرائیوں سے گھبرانے کی بندش سے آزاد ہو کر پرچم توحید کو بلند کرنا ان کا فریضہ ہے اور اس سلسلہ میں ہر مصیبت کا کھلے دل سے استقبال کرنا ان کی شان ہے اور اس صحیح عقیدہ کی ترویج ضروری ہے کہ تمام نظامِ کائنات کا واحد مالک اللہ ہے اور محمدؐ و آلِ محمدؐ اس کی بارگاہ تک رسائی کا بہترین وسیلہ ہیں پس یہ اس کے عبادت گذار بندے ہیں اور اشرف المخلوقات ہیں انسان کو سب کچھ ان کو وسیلہ قرار دے کر اللہ سے ہی مانگنا چاہیے کیونکہ دعاؤں کے سننے والا اور دینے والا صرف وہی ایک ہے جس کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں۔

رکوع ۹ - لِاَبِیْهِ

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ وَقَوْمِهٖۤ اِنَّنِیْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ ﴿۲۶﴾

اور جب ابراہیم نے اپنے باپ اور قوم سے کہا میں اس سے بیزار ہوں جس کی تم عبادت کرتے ہو

اِلَّا الَّذِیْ فَطَرَنِیْ فَاِنَّهٗ سَیَهْدِیْنِ ﴿۲۷﴾ وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِیَةً

مگر وہ ذات جس نے مجھے پیدا کیا پس وہی میری رہبری کریگا اور کیا اللہ نے اس کو (کلمہ توحید کو) کلمہ باقیہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام تارخ تھا۔ اس جگہ باپ سے مراد چچا ہے اور سابق جلدوں میں اس کی تحقیق گذر چکی ہے۔

اِنَّنِیْ بَرَآءٌ۔ یہ مصدر ہے واحد تثنیہ اور جمع اور مذکر و مؤنث سب پر حمل ہو سکتا ہے چنانچہ اِنِّیْ بَرَآءٌ نَحْنُ بَرَآءٌ کہہ سکتے ہیں اور اس کا معنی بَرِیٌّ ہے جس طرح عدل بمعنی عادل ہوتا ہے اور زَیْدٌ عَدْلٌ زَیْدَانِ عَدْلٌ اور اِمْرَأَةٌ عَدْلٌ کہنا جائز ہے۔ یعنی ذُوْ عَدْلٍ ذُوْ عدل اور ذات عدل۔

وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً ۔ یعنی حضرت ابراہیمؑ نے اپنے چچا اور پوری قوم کو للکارتے ہوئے اعلانیہ پرچم توحید بلند کیا تھا اور نمرود جیسے سرکش اور مطلق العنان شہنشاہ کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ان کے باطل خداؤں سے برأت کا اعلان فرمایا تھا اور اس سلسلہ میں ہر آنے والی مصیبت کا کھلی پیشانی سے استقبال کر کے اپنے عزم و استقلال کا لازوال مظاہرہ فرمایا کہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آپ کی قوت ارادیہ نے باطل کے مضبوط و محکم محل کی بنیادیں کھوکھلی کر کے رکھ دیں اور دہکتی ہوئی نمرودی آگ میں باطل پرستوں کی سطوت و دبدبہ کی خاکستر پر مسند نبوت لگا کر الٰہی مشعل توحید روشن کی کہ رہتی دنیا تک اس کی نظیر کا ملنا مشکل ہے۔ پس اللہ نے حضرت ابراہیمؑ کے ثبات قدم کے صلہ میں کلمہ توحید ان کی نسل میں رکھ دیا۔ پس ان کے بعد جس قدر انبیاءؑ

فِي عَقِبِهِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿۲۹﴾ بَلْ مَتَّعْتُ هٰٓؤُلَآءِ وَ

اس کی پشت میں تاکہ وہ رجوع کریں ۔ بلکہ میں نے نفع دیا ان کو اور ان کے

اٰبَآءَهُمْ حَتّٰى جَآءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ﴿۳۰﴾ وَ

باپ دادا کو یہاں تک کہ ان کے پاس حق اور بیان کرنے والا رسول آیا ۔ اور

لَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۱﴾

جب ان کے پاس حق آیا تو کہنے لگے یہ جادو ہے اور ہم اس کو نہیں مانتے

آئے وہ سب حضرت ابراہیمؑ کی ہی اولاد سے تھے چنانچہ توحید پرستوں کا ایک سلسلہ حضرت اسحٰقؑ کی نسل سے چلا اور حضرت عیسیٰؑ تک منتہی ہوا اور دوسرا سلسلہ حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد میں قیامت تک جاری و ساری رہے گا اور چونکہ حضرت اسحٰقؑ کی اولاد میں توحید پرستوں کا یقینی سلسلہ حضرت عیسیٰؑ تک آکر ختم ہو گیا لہٰذا کلمہ باقیہ فی عقبہ کا مصداق حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد کا سلسلہ ہی ہو سکتا ہے جو حضرت قائم آلِ محمد علیہ السّلام تک جاری و ساری ہے۔ اور آیت مجیدہ صاف بتلا رہی ہے کہ حضرت رسالت مآبؐ اور حضرت علی علیہما السلام سے حضرت ابراہیمؑ تک ان کا آبائی سلسلہ سب کا سب توحید پرست تھا کیونکہ خدا فرماتا ہے کہ کلمہ توحید کو میں نے حضرت ابراہیمؑ کی نسل میں باقی رکھا ورنہ اس سلسلہ طاہرہ میں اگر کہیں شرک گھس جاتا تو کلمہ باقیہ اس کو نہیں کہا جا سکتا اور روایت اہل بیت میں کلمہ باقیہ سے مراد آلِ محمد کی امامت حقہ ہے جو تا قیامت جاری رہے گی۔

تفسیر صافی میں بروایت مناقب جناب رسالت مآبؐ سے منقول ہے جب آپؐ سے اس آیت مجیدہ کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا امامت حسینؑ کی نسل میں رہے گی اور اس کی صلب سے نو امام آئیں گے اور اس اُمت کا مہدی انہی میں سے ہوگا۔ اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ یہ آیت ہمارے حق میں ہے اور امامت تا قیامت حضرت حسین علیہ السلام کی اولاد میں رہے گی (نور الثقلین)

لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۔ کفارِ مکہ کی فہمائش کے لئے ہے جن کا سلسلہ نسب حضرت ابراہیمؑ تک پہنچتا تھا کہ ہم نے عہدہ

امامت وہدایتِ خلق حضرت ابراہیمؑ کی نسل میں قیامت تک کے لئے رکھ دیا ہے تاکہ یہ لوگ جو اپنے آباء کے نقش قدم پر چلنے کا دعویٰ کرتے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طریقہ کی طرف رجوع کریں جو ان کا جد اعلیٰ تھا اور فرمایا کہ میں نے ان کو اور ان کے باپ دادا کو دنیاوی طور پر مال و دولت اور خوشحالی عطا فرمائی اور پیغام حق یعنی دعوت اسلام اپنے رسول کے ذریعہ ان تک پہنچائی لیکن وہ ازراہِ انکار اس کو جادو کہہ کر راہِ حق سے دُور ہٹ گئے اس جگہ حق سے مراد قرآن مجید بھی لیا گیا ہے۔

تفسیر برہان میں سلیم بن قیس سے روایت ہے کہ ایک دفعہ ہم مسجد میں موجود تھے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام تشریف لائے اور ہمارے درمیان میں بیٹھ گئے اور فرمانے لگے۔ سَلُوْنِیْ قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِیْ سَلُوْنِیْ عَنِ الْقُرْاٰنِ فَاِنَّ فِی الْقُرْاٰنِ عِلْمَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ۔ الخ۔ یعنی مجھ سے پوچھ قبل اس کے کہ مجھے نہ پاؤ اور مجھ سے قرآن کے متعلق سوال کرو کیونکہ اس میں اولین و آخرین کے علوم موجود ہیں اور قرآن نے کسی کے لئے بات کرنے کی جگہ نہیں چھوڑی لیکن اس کی صحیح تاویل اللہ اور راسخون فی العلم ہی سمجھتے ہیں۔ اُن میں سے ایک رسول اللہؐ تھے جن کو اللہ نے علم عطا فرمایا اور انہوں نے مجھے سکھایا۔ اور یہ سلسلہ اُن کی نسل میں قیامت تک رہے گا اس کے بعد آپ نے یہ آیت پڑھی وَبَقِیَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰی الخ اور فرمایا میری نسبت رسول اللہؐ سے اس طرح ہے جس طرح ہارون کی موسیٰ سے تھی سوائے نبوت کے اور علم قیامت تک ہماری نسل میں جاری رہے گا اور یہی آیت پڑھی۔ وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِیْ عَقِبِهٖ۔ پس حضرت رسول اللہؐ ابراہیم کے عقب سے تھے اور ہم اہل بیت محمدؐ کے عقب ہیں۔

ابوہریرہ سے مروی ہے کہ میں نے كَلِمَةً بَاقِيَةً کی تفسیر رسول اللہؐ سے دریافت کی تو آپ نے فرمایا اللہ نے امامت حسینؑ کی نسل میں رکھی ہے پس نو امام ان کی اولاد سے ہوں گے جن میں اس اُمت کا مہدی بھی ہوگا اور اگر کوئی شخص رکن اور مقام کے درمیان زندگی گذار دے لیکن اگر میری اہل بیت کے ساتھ بغض رکھتا ہو تو یقیناً دوزخ میں جائے گا۔

دوسری روایت میں ہے جب حضورؐ نے حدیث ثقلین بیان فرمائی تو اس کی وضاحت میں فرمایا اُن میں ایک قرآن ہے پس جو اس کی اتباع کرے گا ہدایت پر ہوگا اور جو اس کو ترک کرے گا وہ گمراہ ہوگا پھر فرمایا دوسرے میری اہل بیت ہے اور تین دفعہ اہل بیت کے متعلق لوگوں کو تمسک کی ہدایت فرمائی۔ راوی حدیث کہتا ہے میں نے ابوہریرہ سے پوچھا کہ کیا اہل بیت سے مراد آپ کی بیویاں ہیں تو ابوہریرہ نے جواب دیا نہیں اس سے مراد ان کے خاندان کے بارہ امام ہیں۔ جن کا قرآن میں ذکر ہے وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً الخ (برہان)

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ
اور انہوں نے کہا کیوں نہیں اتارا گیا یہ قرآن دو لبستیوں (مکہ و طائف) کے کسی

وَقَالُوْا۔ تفسیر برہان میں حضرت امام علی نقی علیہ السلام سے ایک طویل روایت کے ذیل میں منقول ہے کہ ایک دفعہ حضرت نبی اکرمؐ صحن کعبہ میں تشریف فرما تھے کہ دوسری طرف اکابر قریش جمع

ہو گئے جن میں ولید بن مغیرہ مخزومی ابوالبختری بن ہشام مخزومی ابوجہل بن ہشام مخزومی عاص بن وائل اور عبداللہ بن ابی اُمیہ کے علاوہ کافی لوگ تھے حضورؐ اپنے صحابہ کی مختصر سی جماعت کو قرآن سنا رہے تھے اور دینی مسائل کی تعلیم دے رہے تھے مشرکین نے حضورؐ کے معاملہ میں باہمی مشورہ شروع کر دیا آخر میں طے ہوا کہ حضور سرورِ کائنات سے کھلے میدان میں بات کی جائے۔ ابوجہل نے سوال اٹھایا کہ اُن سے بات کون کرے گا تو عبداللہ بن ابی اُمیہ مخزومی نے کہا کہ مجادلہ اور مناظرہ کے میدان میں بات میں ہی کروں گا چنانچہ سب کے سب اُٹھ کر چلے گئے اور عبداللہ بن ابی اُمیہؓ نے حضورؐ کا نام لے کر اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے آپ پر چند اعتراضات کئے اور من جملہ اُن کے ایک یہ تھا کہ اگر خدا نے ہماری طرف رسول بھیجنا تھا تو مکہ اور طائف کی دو بستیوں میں سے کسی نامور شخصیت اور سربرآوردہ انسان کو اُس نے کیوں نہیں نامزد کیا کیونکہ اگر کوئی نامور اور دولت مند و بارسوخ آدمی یہ کام انجام دیتا تو وہ زیادہ موثر ہوتا اور اُس نے مکہ کے سرداروں میں سے ولید بن مغیرہ کا اور طائف سے عروہ بن مسعود ثقفی کا نام پیش کیا کہ عہدۂ نبوت و رسالت کے لئے یہ دو شخص زیادہ موزوں تھے۔ ان

عَظِيْمٍ ﴿۳۲﴾ اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ۭ نَحْنُ قَسَمْنَا

بڑے آدمی پر ؟ کیا وہ تقسیم کرتے ہیں تیرے رب کی رحمت کو حالانکہ ہم نے ہی ان کے

بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ

درمیان ان کی دنیاوی زندگی کی روزی تقسیم کی ہے اور بعض کو بعض پر درجات

فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ۭ وَ

میں بلندی دی ہے تاکہ ایکدوسرے سے کام لے سکیں اور

رَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَوْلَآ اَنْ يَّكُوْنَ

اللہ کا انعام اُس سے بہتر ہے جس کو وہ جمع کرتے ہیں اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ لوگ

النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ

ایک اُمت بن جاتے (کفر پر جمع ہو جاتے) تو ہم رحمان کے ساتھ کفر کرنیوالوں کے گھروں کی چھتیں بھی چاندی

سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَلِبُيُوْتِهِمْ

کی کر دیتے اور سیڑھیاں بھی جن پر چڑھتے ہیں اور اُن کے گھروں کے

اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِـُٔوْنَ ﴿۳۵﴾ وَزُخْرُفًا ۭ وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا

دروازے اور چارپائیاں جن پر تکیے لگاتے ہیں (یہ سب چاندی) اور سونے کے ہوتے اور یہ سب کچھ البتہ

مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۶﴾

زندگی دنیا کے فائدہ کی چیزیں ہیں اور آخرت تیرے رب کے نزدیک متقی لوگوں کی ہے

میں سے کسی ایک کو قرآن دے کر بھیجنا زیادہ مناسب تھا آپ نے نہایت متانت اور حوصلہ سے اُن کی ساری بات سُنی اور ایک ایک کا جواب شافی دیا اور اس مذکورہ سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ جس طرح تم لوگ مالِ دنیا کو اہمیت دیتے ہو اللہ کے نزدیک اس کی اتنی اہمیت و وقعت نہیں ہے بلکہ اگر مالِ دنیا کی قدر و منزلت اللہ کے نزدیک ایک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو کسی کافر کو ایک پانی کا گھونٹ بھی دنیا سے نصیب نہ ہوتا اور اللہ کی رحمت کی تقسیم تمہارے ہاتھ میں نہیں بلکہ وہ اپنی رحمت کو اپنے بندوں میں خود ہی اپنی مشیت اور صوابدید سے تقسیم فرماتا ہے وہ تمہاری طرح کسی کی مالی حالت اور زر و دولت کی فراوانی سے مرعوب اور خوف زدہ نہیں ہوتا اور نہ اُس کو کسی کے مال میں طمع و لالچ ہے اور نہ خواہشاتِ نفسانیہ کی بنا پر کسی سے محبت کرتا ہے تاکہ استحقاق کے بغیر کسی کو آگے بڑھائے اور کسی کو پیچھے ہٹائے بلکہ وہ تو عادل ہے جو اُس کی اطاعت کرے وہ اُس کا پیارا ہوتا ہے خواہ دنیاوی حیثیت سے مالدار ہو یا فقیر ہو ، اور خوشحالی اور مالداری بھی اُسی کی طرف سے عطیہ ہے ۔ اور مخلوق میں سے کسی کو اُس پر اعتراض کرنے کا حق نہیں پس اُس کو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ تو نے فلاں کو دولت دی ہے تو اُس کو نبوت بھی دے دے اور نہ اُس کو اس کے فیصلے کے خلاف مجبور کیا جا سکتا ہے ۔ ملاحظہ کیجئے اُس نے ایک شخص کو دولت دے کر بدصورت بنا دیا اور دُوسرے کو خوبصورت بنا کر دولت سے محروم کر کے فقیر بنا دیا ۔ اسی طرح ایک کو عزت و شرف عطا فرما کر تنگدست کر دیا اور دوسرے کو دولت و ثروت دے کر عزت سے محروم کر دیا ۔ پس غنی کو اس پر اعتراض کا حق نہیں کہ مجھے دولت مندی کے ساتھ خوبصورتی کیوں نہیں دی اور خوبصورت یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھے حُسنِ صورت کے ساتھ دولت مندی کیوں نہیں دی گئی اسی طرح شریف اپنے شرف کے ساتھ کسی کو دولت کا سوال نہیں کر سکتا اور دولتمند اپنی دولت کے ساتھ کسی کے شرف کا مطالبہ نہیں کر سکتا کیونکہ یہ اللہ کی تقسیم ہے وہ جس طرح چاہے اُس کو نہ کوئی روک سکتا ہے اور نہ اُس کو کوئی ٹوک سکتا ہے اُس کے افعال حکمت سے خالی نہیں اور وہ ہر طرح لائقِ حمد و ستائش ہے چنانچہ اس کا ارشاد ہے اے محمدؐ: اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَةَ رَبِّكَ کیا یہ لوگ تیرے رب کی رحمت کو تقسیم کرنے والے ہیں ان کی دنیاوی معیشت کو تو ہم نے ہی تقسیم کیا ہے اور بعض کو بعض پر محتاج کر دیا تاکہ نظامِ عالم برقرار رہے ۔ پس ایک کو دوسرے کے پیسے کا محتاج کیا ہے تو پیسے والے کو اُس کے مال کا محتاج کیا ہے اسی طرح ایک دوسرے کی دولت کا محتاج ہے تو دوسرا اُس کی خدمت کا محتاج ہے چنانچہ بڑے بڑے سلاطین اور دنیاوی بلند مراتب کے مالک غربا و فقراء کی طرف بعض اُمور میں محتاج ہیں کوئی اُن کے پیشے کا محتاج ہے ۔ کوئی ان کی خدمت کا محتاج ہے اور کوئی اُن کے علم و حکمت کا حاجت مند ہے ۔ اور بادشاہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ اے اللہ تو نے مجھے بادشاہی دی ہے تو علم و حکمت کیوں نہیں دی ؟ اور فقیر و غریب یہ نہیں کہہ سکتا اے پروردگار تو نے مجھے علم و حکمت عطا فرمائی ہے تو دولت کیوں نہیں دی ؟ پس فرمایا ہم نے بعض کو بعض پر بعض اُمور میں فوقیت و درجات میں بلندی دے کر نظامِ عالم کو برقرار رکھا ہے تاکہ ایک دوسرے کی احتیاج سے تمدن برقرار رہے اور وہ ایک دوسرے کی خدمت کر سکنے کے قابل ہوں اور باہمی تعاون سے کام چلا سکیں سُخْرِيًّا تسخیر سے ہے یعنی ایک دوسرے کی خدمت کر سکیں ۔

تقسیم رزق

اَهُمْ یَقْسِمُوْنَ ۔ اس جگہ رحمت سے مراد نبوت ہے ۔ یعنی کسی کو نبوت عطا کرنا بندوں کا کام نہیں ۔ بلکہ اللہ کا کام ہے اور یہ تقسیم بندوں کے ہاتھ میں نہیں ہے بلکہ اللہ کے قبضہ میں ہے جسے چاہے نبوت عطا فرماتا ہے ۔ اور صرف نبوت نہیں بلکہ دنیاوی رزق اور معیشت کی تقسیم بھی اللہ کے ہاتھ میں ہے ۔ پس یہ ضروری نہیں کہ جس کو اللہ نعمتِ نبوّت سے سرفراز فرمائے اُس کو وسعتِ رزق اور فراوانیٔ دولت بھی عطا کرے اور اسی طرح یہ بھی ضروری نہیں کہ جس کو رزق واسع اور دولت زیادہ عطا کرے اُس کو دولتِ نبوت سے بھی مالا مال کرے بلکہ یہ تقسیم اللہ کی مشیّت سے ہے ۔ پس اکثر انبیاء دنیا میں رزق ظاہری کی فراوانی و وسعت سے محروم رہے اور یہی وجہ ہے کہ دنیادار اور عیش پرست طبقہ ہر زمانہ میں انبیاء کی تبلیغ کے آگے حائل ہونے کی کوشش کرتا رہا اور صرف چند نبی ایسے ہیں جو دنیاوی طور پر خوشحالی کی زندگی بسر کرتے رہے ۔ جیسا کہ حضرت داوٴدؑ اور حضرت سلیمان علیہما السلام نبی بھی تھے اور حکمران بھی تھے ۔ حضرت یوسفؑ نے ایک زمانہ تنگ دستی اور مصائب میں گذارا لیکن دوسرے وقت میں برسرِ اقتدار بھی رہے ۔ حضرت ایوّب علیہ السّلام نہایت خوشحال زندگی بسر کرتے رہے ۔ لیکن اللہ نے بطورِ امتحان اُن سے ایک مدت تک خوشحالی سلب کر لی لیکن ان کے صبر و شکر میں ذرہ بھر فرق نہ آیا پھر دوبارہ ان کو حسبِ سابق بلکہ اُس سے بھی زیادہ خوشحالی عطا کی گئی ۔ اسی طرح حضرت رسالت مآبؐ کا ابتدائی دَور غربت و افلاس کا دَور تھا لیکن ہجرت کے بعد مدینہ میں شہنشاہِ وقت کی حیثیت بھی آپ کو حاصل تھی ۔ اور انبیاء نے غربت اور خوشحالی کے ہر زمانہ میں خوشنودیٔ خدا کے پیشِ نظر بلند کردار کی وہ مشعلیں روشن فرمائیں جو رہتی دنیا تک انسانیت کی ارتقاء کے لئے خضرِ راہ کا کام دیتی ہیں اور دنیا کے ہر طبقہ یعنی امیر و غریب کے لئے ہدایت کے روشن و بلند مینار کی حیثیت رکھتی ہیں پس دنیا کا غریب انسان اُن کی زندگی سے صبر کا درس لے سکتا ہے اور مصیبت زدہ انسان اُن سے راضی برضائے خدا ہونے کا سبق لے سکتا ہے ۔ اور مالدار اور دولت مند انسان اُن کے اُسوہ حسنہ پر چل کر انسانی ہمدردی اور شکرِ خداوندی کو اپناتے ہوئے انسانیت کی صحیح خدمت میں مصروف ہو سکتا ہے

اور تقسیم معیشت و رزق کا مقصد یہ ہے کہ اللہ نے اس علل و اسباب کی دنیا میں ہر انسان کو اپنی مشیّت و مصلحت کے پیشِ نظر قوائے بدنیہ عطا فرمائے اور اسبابِ ظاہریہ تک اس کی رسائی کو ممکن بنا دیا ۔ پس ہر انسان خدا کی عطا کردہ قوت و طاقت اور علم و فراست کی بدولت تحصیل رزق و معیشت میں آگے بڑھ سکتا ہے اور توفیق پروردگار سے اپنے مقاصد میں کامیابی سے ہمکنار ہو سکتا ہے ۔ پس کسی کا دولت مند ہونا یا فقیر ہونا جہاں ایک طرف ان کی اپنی محنت و ہمت سے وابستہ ہے وہاں دوسری طرف توفیقِ پروردگار کو بھی اس میں غیر معمولی دخل حاصل ہے اور اس کی وجہ قرآن کریم نے یہی بیان کی ہے کہ تمدنِ انسان کی کامیابی اور زمین کی آبادی کا راز اسی میں ہی مضمر ہے کہ انسانوں کے درجات میں تفاوت اور امیر و غریب کا فرق موجود ہو ۔ پس کوئی ذہین ، کوئی کند ذہن ، ایک محنتی دوسرا نکما ۔ ایک لالچی دوسرا قانع ۔ کوئی صابر کوئی بے صبر ۔ اسی طرح بخیل و سخی ۔ فضول خرچ و میانہ رَو ۔ طاقتور و کمزور وغیرہ کے فطری اور خلقی امتیازات اُس نے طبیعت انسانی میں ودیعت فرما دئے ۔ نیز تحصیل رزق کے دوسرے وسائل میں بھی بنیادی اختلافات قائم کر دیئے ۔ زمینوں میں سے بعض نالائق اور دوسری زرخیز اور پانیوں میں سے بعض مفید اور بعض غیر مفید

وغیرہ اُس خالق کی قدری تقسیمیں ہیں جن کا انکار نہیں کیا جا سکتا اس کے بعد فصلوں کی پختگی کے وقت ہواؤں کا ردّ و بدل اور بارشوں کی آمد یا انقطاع اور پھر بعض پختہ فصلوں پر آفاتِ سماویہ کی تباہ کاری اور بعض کا محفوظ رہ جانا وغیرہ انسانی تدابیر سے بالاتر ہے اور یہ سب اللہ ہی کے کرشمۂ قدرت کے مظاہر ہیں جن کو تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں۔ پس غور و فکر کرنے والا اس نتیجہ تک بآسانی پہنچ سکتا ہے کہ اسباب رزق اور تحصیل معیشت میں محنت و ہمت کے ساتھ توفیق پروردگار تقسیم معیشت و رزق میں بنیادی حیثیت رکھتی ہے اسی بنا پر اس کا ارشاد ہے کہ ہم نے ہی ان کی معیشت کو ان میں تقسیم کیا ہے تاکہ نظام عالم برقرار رہے۔

اگر سارے انسان ایک جیسے ہوتے اور کوئی کسی کا محتاج نہ ہوتا تو نظام درہم برہم ہو جاتا پس ارشاد فرمایا کہ ہم نے بعض کو بعض پر تقسیم رزق اور تقسیم رحمت میں فوقیت دے دی تاکہ ایک دوسرے کی احتیاج باقی رہے اور نظام قائم رہے پس تقسیم رزق سے مراد قوائے جسمانیہ اور اسباب ظاہریہ میں تفاوت ہے۔ اور تقسیم رحمت سے مراد قوائے باطنہ علم و دانش، حلم و حوصلہ اسی طرح نبوت و رسالت اور ولایت و معرفت وغیرہ کے روحانی و عقلی مراتب میں فرق ہے پس امیر غریب کی خدمت کا محتاج ہے تو غریب امیر کی دولت کا محتاج ہے اسی طرح جاہل عالم کے علم کا محتاج ہے تو عالم جاہل کے کسب کا محتاج ہے وعلی ہذا القیاس۔ اور اسی سے پوری کائنات کا نظام رواں دواں ہے اور اس میں کسی کو چون و چراں کی نہ ضرورت ہے نہ حاجت۔ پس جس طرح دولت مند کافر کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ ہمیں اللہ نے دولت دی ہے تو نبوت ہمیں کیوں نہیں دی۔ اسی طرح کسی نبی و ولی یا مومن فقیر کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ ہمیں روحانی دولت کے ساتھ مالی دولت کیوں نہیں عطا فرمائی پس یہ اللہ کی تقسیم ہے اور اس پر اعتراض کرنے کا کسی کو حق نہیں ہے۔ اور آیت مجیدہ میں اس عقیدہ کی بھی صراحت سے نفی ہو گئی ہے جو جاہل کہتے پھرتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام یا محمدؐ و آل محمدؐ قسیم الرزق ہیں۔ پس یہ عقیدہ رکھنا باطل اور قرآن کی رو سے بالکل غلط ہے بلکہ شرک ہے۔

وَلَوْلَا اَنْ یَّکُوْنَ ۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ گذشتہ آیت کے اختتام پر اللہ نے فرمایا کہ اللہ کی رحمت دنیاوی مال و دولت اور ظاہری رزق سے بدرجہا بہتر ہے۔ اگرچہ تقسیم رحمت اور تقسیم دولت دو نو میرے قبضہ میں ہیں لیکن میں نے رحمت کو دولت سے بہتر قرار دیا ہے اور چونکہ لوگوں کی اکثریت کا رجحان دولت کی طرف زیادہ ہوتا ہے اسی لئے کفار و مشرکین کو حد سے زیادہ دولت نہیں دیتا اور مومنوں کو قطعی طور پر محروم نہیں کرتا تاکہ لوگ دنیاوی کشش کی بدولت ایمان سے بالکل منحرف اور برگشتہ نہ ہو جائیں ورنہ دنیا کی ہر قسم کی رنگینی و زیبائش و آرائش کے سارے سامان میں کفار و مشرکین کے لئے مخصوص کر دیتا۔ پس اُن کے گھروں کی چھتیں، دیواریں اور دروازے تک سونے کے ہوتے۔ اور مومنوں کو صرف قوت لایموت تک محدود رکھتا۔ لیکن چونکہ اس میں مومنوں کا امتحان سخت ہو جاتا اور بہت کم صاحبانِ نصیب دولتِ ایمان پر ثابت قدم رہ سکتے۔ اس لئے میں نے دنیاوی نعمات کی تقسیم میں بھی توازن کو قائم رکھا ہے اور اس کا حصول اسبابِ ظاہریہ کا مرہونِ منت قرار دیا ہے تاکہ ہر شخص ان کے ماتحت اپنی ہمت و محنت کے قدموں پر چل کر تا حدِ ضرورت بہرہ ور ہو۔ اور امیر و غریب پر شایانِ شان فرائض عائد کر دئے تاکہ حق و باطل میں امتیاز کر کے ہر شخص اپنا مستقبل معین کر سکے۔ اور ساتھ ساتھ دنیا کے انجام بد اور تقویٰ کے انجام خیر سے اطلاع دے دی چنانچہ پہلی آیت

کے آخر میں فرمایا کہ اللہ کی رحمت یعنی روحانی مراتب و مدارج کی بلندی اُس سے بدرجہا بہتر ہے جو لوگ جمع کرتے ہیں اور آخر میں فرمایا کہ ظاہری مال و دولت اور سونا اور چاندی زندگانی دنیا کے منافع ہیں جن کا آخرت سے کوئی ربط نہیں ہے اور آخرت کی زندگی تقوٰی کرنے والوں کے لئے ہے۔

اور جن جن نبیوں کو پروردگار نے مال و دولت کے ظاہری اسباب میں زیادہ دسترس عطا فرمائی اُنہوں نے خوشنودیٔ پروردگار کی خاطر اپنے عمل سے مال و دولت کی تحقیر و تذلیل اپنی اُمت کے سامنے پیش فرمائی چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام بادشاہِ وقت ہونے کے باوجود ساری زندگی اپنی محنتِ شاقہ اور کدّ ید سے ہی اپنے اخراجاتِ خانگی کو پورا فرماتے رہے۔ اور شاہی خزانہ رفاہِ عامہ اور مساکین کی امداد کے لئے وقف رہا۔ اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام شہنشاہِ زمان ہونے کے باوجود محنت و مزدوری سے اپنی اور اپنے عیال کی روزی کماتے رہے۔ اور بیت المال کو مستحقین کے لئے مخصوص رکھا۔ اور حضرت رسالت مآبؐ نے مدینہ میں اقتدارِ اعلیٰ سنبھالنے کے بعد بھی امیرانہ و شاہانہ زندگی کے بجائے مسکینوں کی سی زندگی کو ترجیح دی اور حضور کی طرف یہ فقرہ منسوب ہے۔ رَبِّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا وَّ اَمِتْنِیْ مِسْکِیْنًا وَّ احْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَۃِ الْمَسَاکِیْن۔ یعنی اے پروردگار مجھے مسکینوں کی سی زندگی اور مسکینوں کی سی موت دینا اور بروز محشر بھی مجھے مساکین کے زمرہ میں محشور فرمانا۔ اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام مملکتِ اسلامیہ کے شہنشاہ ہونے کے باوجود اپنی مزدوری سے حاصل کردہ خشک نانِ جویں پر بسر اوقات کرتے رہے اور بیت المال کو رفاہِ عامہ کے لئے اور مساکین و محتاجوں کی امداد کے لئے مخصوص رکھا۔ اور اپنے اُسوۂ حسنہ سے قیامت تک کے انسانوں کے لئے زہد و تقوٰی اور قناعت کا وہ درس دے گئے کہ ہر دَور میں انسانیت ان کی بتائی ہوئی سیرت کو اپناتے ہوئے اُوجِ رفعت کی طرف قدم بڑھاتی رہے گی۔ خداوند کریم تمام مومنوں کو محمد و آلِ محمد کی سیرتِ حسنہ پر گامزن ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

رکوع ۱۰

وَمَنْ یَّعْشُ۔ عشا یعشو سے ہے اس کا معنی ہے اندھا ہونا اور ذکر رحمان سے مراد قرآن مجید ہے یعنی جو شخص قرآن مجید سے روگردانی کرتا ہے ہم اُس کے لئے شیطان مقرر اور مقدر کر دیتے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ جو ہدایت قرآنیہ سے منہ موڑے لازمی طور پر کوئی نہ کوئی گمراہ کرنے والا شیطان اُس کا ساتھی بن جاتا ہے جو اُس کو ہر کارِ خیر سے علیحدگی اختیار کرنے کی دعوت دیتا ہے پس وہی شیطان جہنم تک اس کے ساتھ رہے گا جس طرح مومن کے لئے خداوند کریم کی جانب سے ایک فرشتہ مقرر ہوتا ہے جو جنت تک اُس کے ساتھ رہے گا۔ بعض لوگوں نے اس جگہ شیطان سے مراد علماءِ سوء لئے ہیں جو لوگوں کو راہِ حق سے بھٹکاتے ہیں۔ اور جیب بھری کر کے خوش ہوتے ہیں۔

وَمَنْ یَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ

اور جو اندھا ہو رحمٰن کے ذکر سے تو ہم مقدر کر دیتے ہیں اس کے لئے شیطان پس وہی اس کا

یٰلَیْتَ۔ ابن عباس سے مروی ہے کہ دوزخی کا شیطان ساتھی اُس کے ساتھ ایک ہی زنجیر سے بندھا ہوا ہو گا۔ تو یہ ازراہِ حسرت کہے گا کاش! کہ میرے اور اس کے درمیان مشرق اور مغرب کی دُوری ہوتی تو میں اس کے پھندے میں گرفتار

ہو کر اس عذاب میں نہ پڑتا ۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ مشرقین سے مراد گرمی اور سردی کی مشرق ہو ۔

قَرِيْنٌ ﴿۳۶﴾ وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ

ساتھی ہوتا ہے اور وہ (شیاطین) اس کو پھیرتے ہیں راستہ سے اور وہ سمجھتے ہیں کہ

اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۳۷﴾ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَنَا قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَ

ہم ہدایت پر ہیں یہاں تک کہ جب ہمارے پاس پہنچے گا تو کہے گا کاش میرے اور تیرے

بَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ ﴿۳۸﴾ وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ

درمیان مشرق و مغرب کا فاصلہ ہوتا کہ تو بُرا ساتھی ہے اور ہرگز تم کو نہ فائدہ دیگی

الْيَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ﴿۳۹﴾ اَفَاَنْتَ

اس دن جب کہ تم ظالم ہو (یہ بات کیونکہ) تحقیق تم عذاب میں شریک ہو کیا تو سناتا

تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِي الْعُمْيَ وَمَنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۰﴾

ہے بہرے کو یا ہدایت کرتا ہے اندھے کو اور اُس کو جو کھلی گمراہی میں ہے

معراج کی بات

تفسیر برہان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ شب معراج حضرت رسالت مآبؐ کو آواز پہنچی کہ تین چیزوں میں آپ کو آزمایا جائے گا اور آپ کو صبر کرنا ہوگا پس حضور نے صبر کا عہد کیا ارشاد ہوا ۔ پہلی بات یہ ہے کہ بھوکا رہ کر اور اپنے اور اپنے خاندان کی ضروریات پر صاحبانِ حاجت کی حاجتوں کو ترجیح دے کر صبر کرنا پڑے گا ۔ آپ نے عرض کی میں راضی ہوں اور تیری ذات سے توفیق کا طالب ہوں پھر ارشاد ہوا ۔ دوسری بات یہ ہے کہ تجھے لوگ جھٹلائیں گے پس سخت خطرہ کی حالت میں اہل کفر کے ساتھ جسمانی و مالی قربانیاں دے کر سخت ترین جہاد کرنا پڑے گا اور اہل نفاق کی جانب سے بھی ہر قسم کی مصیبت کو سہنا پڑے گی ۔ اور اس سلسلہ میں ہر دکھ تکلیف اور لڑائی کی صورت میں ہر درد و الم کو جھیل کر صبر کرنا ہوگا آپ نے عرض کی کہ میں راضی ہوں اور تجھ سے توفیق کا طالب ہوں پھر ندا آئی کہ تیسری بات یہ ہے کہ تیرے اہل بیت کو سخت ترین مصائب کا سامنا ہوگا چنانچہ تیرے بھائی علی کو تیری اُمت گالیاں دے گی اور ہر قسم کا ظلم و ستم اُن پہ ہوگا اور آخر کار ان کو قتل بھی کر دیا جائے گا ۔ آپ نے تسلیم و رضا کا سر جھکایا اور توفیق مزید طلب کی ۔ پھر ارشاد ہوا کہ تیری شاہزادی پر ظلم ہوگا اُس کو تیرے عطا کردہ حق سے محروم کر دیا جائے گا ۔ اُس کے گھر میں بلا اجازت داخل ہوں گے ۔ در تشدد کی وجہ سے اُس کا بچہ شکم میں شہید ہو جائے گا ۔ اور اُس کی فریاد سننے والا کوئی نہ ہوگا ۔ آپ نے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھا اور سر تسلیم جھکا کر مزید توفیق طلب کی اور صبر کا عہد کیا ۔ پھر ارشاد ہوا کہ تیری لڑکی کے بطن سے دو شاہزادے ہوں گے ۔ ایک کو لوٹا جائے گا اُس پر نیزہ کا وار ہوگا اور آخر کار زہر سے شہید کر دیا جائے گا آپ نے انا للّٰہ ۔ الخ پڑھا اور صبر کا وعدہ کیا اور توفیق مزید طلب کی ۔ پھر ارشاد ہوا کہ دوسرے تیرے فرزند کو اُمت دعوت دے گی اور بچوں سمیت

اس کو ظلم و جور سے قتل کر ڈالے گی اور اس کے پردہ داروں کو لوٹ لیا جائے گا۔ اور اس پر زمین و آسمان گریہ کریں گے۔ حتیٰ کہ فرشتے بھی اس کے غم میں آہ و فغاں کریں گے اور آخر کار اس کی نسل میں سے ایک مرد کو بھیجوں گا جو تیری نصرت کرے گا۔ اور اس کی شبیہ زیر عرش میرے پاس موجود ہے۔ وہ پوری زمین کو عدل سے پُر کریگا۔ پس آپ نے انا اللہ پڑھا۔ پس آپ کو اوپر کی طرف سر اٹھانے کا حکم ہوا تو قائم آلِ محمدؐ کی شبیہ کو دیکھا۔ اس کے بعد ارشاد باری ہوا کہ تیرے بھائی کو اس کے صبر کے بدلہ میں جنت الماویٰ دوں گا۔ اور حوض کوثر کا اس کو ساقی بناؤں گا کہ دوستوں کو بھر بھر کر جام پلائے گا۔ اور تیرے فرزند حسن و حسین سے میں اپنے عرش کو مزین کروں گا اور ان کو اس قدر عطا کروں گا جس کا تصور نہیں کیا جا سکتا اور ان کے زائرین کو بھی اتنا دوں گا جتنا وہ مانگیں گے اور تیری شہزادی کو اپنے ظالموں کے متعلق فیصلے کا اختیار دوں گا تو جب وہ اپنے ظلم کرنے والے کے متعلق دوزخ کا فیصلہ کریں گی تو ظالم ازراہِ حسرت کہے گا کاش! میں نے جنب اللہ میں کوتاہی نہ کی ہوتی۔ وَيَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَىٰ يَدَيْهِ وَيَقُولُ يَا لَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا يَا لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا۔ یعنی ظالم اپنے ہاتھوں کو دانتوں سے کاٹے گا اور کہے گا ہائے افسوس میں نے رسول کے ساتھ راستہ اختیار کیا ہوتا۔ کاش! میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا! اور کہے گا يَا لَيْتَ بَيْنِي وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِينُ اور اپنے ساتھی سے کہے گا کاش میرے اور تیرے درمیان مشرق و مغرب کا فاصلہ ہوتا کہ تو میرا برا ساتھی تھا اور کہا جائے گا اب یہ باتیں تمہیں کوئی فائدہ نہ دیں گی کیونکہ تم سب عذاب میں بوجہ ظلم کے شریک ہو اور بروز محشر سب سے پہلے حضرت محسن بن علی کا مقدمہ پیش ہو گا اور اس کے قاتل اور قنفذ کو داخل جہنم کیا جائے گا اور جہنم کے گرزوں سے ان کے سروں کو مارا جائے گا کہ اگر ان کی ایک ضرب سمندروں پر پڑے تو سب کے سب کھول جائیں گے اور پہاڑوں پر پڑے تو پگھل جائیں گے اور ان کو ایک تابوت جہنم میں بند کر کے عذاب کیا جائے گا چنانچہ ان کی محبت میں گمراہ ہونے والے خواہش کریں گے۔ رَبَّنَا أَرِنَا الَّذَيْنِ أَضَلَّانَا الخ۔ اے پروردگار ہمیں وہ دو آدمی دکھا جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا۔ الخ ملخصاً۔

خطبہ الوسیلہ میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے جن دو نے قمیص خلافت کو پہنا اور میرا حق چھینا البتہ وہ بُرے گھاٹ سے اُتریں گے وہ دونوں ایک دوسرے پر لعنت کریں گے اور ایک دوسرے سے کہیں گے يَا لَيْتَ بَيْنِي وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ کاش میرے اور تیرے درمیان مغرب و مشرق کا فاصلہ ہوتا۔ الخ

فَإِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَإِنَّا مِنْهُمْ مُنْتَقِمُونَ (۴۲) أَوْ نُرِيَنَّكَ

پس اگر ہم تجھے لے جائیں تو پس ہم ان سے انتقام لیں گے یا تجھے دکھائیں گے

فَإِمَّا نَذْهَبَنَّ۔ یعنی یا تو تیری وفات کے بعد ہم ان سے انتقام لے لیں گے یا تجھے باقی زندہ رکھیں گے اور تیری زندگی میں ہی تجھے دکھائیں گے جو کچھ ہم نے ان کے متعلق تیرے ساتھ وعدہ کیا ہے اور تقدیر عبارت یہ ہوگی اَوْ نُبْقِيَنَّكَ

وَنُرِيَنَّكَ ۔ تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ جب حضور کو اطلاع دی گئی کہ تیرے بعد تیری آل ان حالات سے دوچار ہوگی تو آپ غمزدہ رہے اور تلمین حیات کبھی نہ ہنسے اور جابر بن عبداللہ انصاری روایت کرتا ہے کہ میں حجۃ الوداع میں مقام منیٰ پر لوگوں کی بہ نسبت حضورؐ سے زیادہ قریب تھا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تم لوگ میرے بعد کافر ہو جاؤ گے اور ایک دوسرے کو قتل کرو گے اور خدا کی قسم اگر تم نے ایسا کیا تو تم مجھے ایسے لشکر میں پہچانو گے جو تمہاری گردنیں اڑائے گا اور پیچھے کی طرف مڑ کر فرمایا کہ وہ علی ہوگا ۔ اور اسی موقعہ پر یہ آیت اتری فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُنْتَقِمُوْنَ بِعَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ اور بعض مفسرین نے یہ بیان کیا ہے کہ اللہ نے اپنے حبیب کو جو انتقام دکھایا وہ حضور کی ہجرت کرنے کے بعد جنگ بدر کے موقعہ پر تھا کہ اکثر صنا دید قریش مارے گئے اور انہی جیسے گرفتار ہوگئے حالانکہ حضرت پیغمبر کے ہمراہ مجاہدین اسلام کی تعداد کفار کے مقابلہ میں بہت کم تھی ۔

اَلَّذِيْ وَعَدْنٰهُمْ فَاِنَّا عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ ﴿۴۲﴾ فَاسْتَمْسِكْ

جس کا ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے کیونکہ ہم اُس پر قادر ہیں ۔ پس تمسک رکھ اس

بِالَّذِيْٓ اُوْحِيَ اِلَيْكَ ۚ اِنَّكَ عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۴۳﴾ وَاِنَّهٗ

کے ساتھ جو تجھ پر وحی کی گئی تحقیق تو سیدھے راستے پر ہے ۔ اور تحقیق یہ

لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۚ وَسَوْفَ تُسْئَلُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَاسْئَلْ

(قرآن) تیرے لئے اور تیری قوم کے لئے ذکر ہے اور عنقریب تم سے پوچھا جائیگا ۔ اور سوال کر ان

مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ

سے جو تجھ سے پہلے بھیجے گئے ہمارے رسولوں میں سے کیا ہم نے مقرر کئے رحمان کے علاوہ کوئی معبود

اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ ﴿۴۵﴾ ع

جن کی عبادت کی جائے

صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۔ روایات اہل بیت میں ہے کہ اس سے مراد ولاء علی بن ابی طالب ہے ۔

وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۔ روایات اہل بیت میں ہے کہ ذکر سے مراد قرآن مجید ہے اور قوم سے مراد اہلبیت ہیں اور بعض مقامات پر ذکر سے مراد خود جناب رسالتمآبؐ کی ذات اقدس ہے اور اہل ذکر آل محمدؐ ہیں چنانچہ فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ کے تفسیر میں اسی طرح مروی ہے ۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا ذکر سے مراد قرآن ہے اور ہم اس کی قوم ہیں ۔ اور ہم سے ہی اس کا سوال کیا جائے گا اور بعض روایات میں ہے کہ مَسْئُوْلُوْنَ سے مراد عامۃ الناس ہیں ۔ جن سے بروز محشر

حضرت علی علیہ السلام کی ولایت کا سوال کیا جائے گا۔

وَاسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا۔ عام مفسرین نے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ سوال کر ان لوگوں سے جن کی طرف تجھ سے پہلے ہم نے رسول بھیجے یعنی اَرْسَلْنَا اِلَیْھِمْ گویا مقصد یہ ہے کہ اہل کتاب یہود و نصارٰی وغیرہ سے دریافت کیجئے لیکن تفسیر اہل بیت میں اس طرح ہے کہ سابق انبیاء سے سوال کرنے کا حکم ہوا چنانچہ بعض تفاسیر اہل سنت بھی اس پر متفق ہیں۔ تفسیر کبیر میں فخرالدین رازی نے بروایت ابن عباس اسی طرح ذکر کیا ہے کہ حضورؐ کو سابق انبیاء سے پوچھنے کا حکم دیا گیا تھا لیکن آپ نے ان سے سوال نہ کیا۔

روایات اہل بیت علیہم السلام میں قدرے اختلاف پایا جاتا ہے جو ممکن ہے راویان حدیث کے تصرف یا عدم ضبط کی وجہ سے ہو۔ چنانچہ بعض میں ہے کہ یہ سوال بیت المعمور پر ہوا۔ اور بعض سے ظاہر ہوتا ہے کہ بیت المقدس میں آپ نے جمع شدہ انبیاء سے پوچھا چنانچہ بروایت کافی تفسیر برہان میں منقول ہے ایک دفعہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام حج بیت اللہ پر تشریف لے گئے اور اسی سال خلیفہ وقت ہشام بن عبدالملک بھی حج کے لئے گیا ہوا تھا اس کے ہمراہ عمر بن خطاب کا غلام نافع بھی موجود تھا۔ اس نے دریافت کیا کہ مقام رکن پر کون آدمی ہے جس کے ارد گرد لوگوں کا اس قدر انبوہ ہے تو ہشام نے اسے بتایا اس کا نام محمد بن علی ہے اور یہ کوفہ والوں کا نبی ہے نافع نے کہا میں ابھی جا کر اس سے ایک سوال کروں گا جس کا جواب صرف نبی یا وصی نبی ہی بتا سکتا ہے پس آیا اور لوگوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر اوپر سے جھانک کر عرض کرنے لگا کہ میں نے آسمانی کتب تورات انجیل زبور اور قرآن پڑھی ہیں اور مسائل سے واقفیت حاصل کی ہے۔ اب آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں جس کے متعلق مجھے یقین ہے کہ صحیح جواب نبی یا وصی نبی ہی دے سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا جو تیری مرضی ہو سوال کر۔ پس کہنے لگا کہ حضرت رسالت مآبؐ اور حضرت عیسٰیؑ کے درمیان کس قدر مدت کا فاصلہ ہے۔ آپ نے فرمایا اپنا نظریہ بیان کروں یا تمہارا نظریہ پیش کروں اس نے عرض کی کہ حضور دونو نظریے بیان فرمائیے۔ پس آپ نے فرمایا میرے نظریے کے ماتحت پانچ سو برس اور تیرے نظریے کے ماتحت چھ سو برس کا فاصلہ ہے پس اس نے یہی آیت کریمہ پڑھی اور کہنے لگا کہ جب آخری نبی حضرت عیسٰیؑ اور حضرت محمدؐ کے درمیان کم از کم پانچسو برس کی مدت کا فاصلہ ہے تو نبیوں سے سوال کس نے کیا ہوگا؟ آپ نے اس کا سوال سمجھا اور آیت معراج کی تلاوت فرمائی اور فرمایا وہ آیات جن کے متعلق آیت معراج میں صراحت ہے کہ حضور کو دکھائی گئیں ان میں سے ایک یہ تھی کہ اللہ نے تمام انبیاء و مرسلین کو جمع کیا اور جبریل نے بحکم پروردگار اذان و اقامت کہی اور اذان میں حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَلِ بھی کہا پس حضورؐ نے آگے بڑھ کر تمام انبیاء کو نماز پڑھائی اور ان سے دریافت کیا کہ تم کس لئے مبعوث ہوئے ہو تو انہوں نے جواب دیا نَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ۔ پس نافع نے کہا کہ آپ نے سچ فرمایا ہے بے شک تم رسول اللہ کے وصی اور برحق خلیفہ ہو تمہارے نام تورات انجیل و زبور میں موجود ہیں اور تم دوسروں کے مقابلہ میں اس امر خلافت کے زیادہ سزاوار ہو۔

اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ سوال بیت المقدس میں ہوا اور انبیاء نے جواب میں صرف شہادت توحید و رسالت ہی بیان کی۔ اور اس کے مقابلہ میں ایک دوسری روایت جو عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے وہ اس طرح ہے کہ حضورؐ نے شب معراج کا واقعہ

بیان فرماتے ہوئے ذکر کیا کہ جب میں نے بحکم پروردگار تمام انبیاء ورسل سے سوال کیا کہ تم کس لئے مبعوث برسالت ہوئے تو سب نے جواب دیا عَلٰی وَلَایَتِكَ یَا مُحَمَّدُ وَوَلَایَةِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِب ۔ یعنی تیری اور علی کی ولایت پر ہم مبعوث برسالت ہوئے ہیں اس روایت میں شہادت توحید کا ذکر نہیں ہے۔ اور اسی مضمون کی ایک روایت حضرت عبداللہ بن عباس سے بھی مروی ہے کہ حضور نے فرمایا جب میں چوتھے آسمان پر پہنچا تو یاقوت سرخ سے بنا ہوا ایک عالی شان محل دیکھا ۔ جبریل نے کہا یہ بیت المعمور ہے جو تمام آسمانوں اور زمینوں سے پچاس ہزار برس پہلے خلق کیا گیا ہے آپ اس میں نماز پڑھیں چنانچہ انبیاء و مرسلین کو اللہ نے جمع فرمایا اور میں نے ان کو وہاں نماز پڑھائی تو یہ وحی اتری کہ خدا تحفۂ درود وسلام کے بعد فرماتا ہے ان رسولوں سے دریافت کرو کہ کیونکر مبعوث برسالت ہوئے ہیں۔ چنانچہ آپ نے ان سے سوال فرمایا کہ تم کس لئے بھیجے گئے تھے تو سب نے جواب دیا عَلٰی وِلَایَتِكَ وَوَلَایَةِ علی بن ابی طالب ۔ اس میں بھی شہادت توحید کا ذکر نہیں ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رواتِ حدیث نے موقع ومحل کے لحاظ سے حدیث کا کچھ حصہ نقل کر دیا اور باقی کو محفوظ کر لیا یا مصلحت مقام کے لحاظ سے اس کے متعلق سکوت اختیار کر لیا۔ اور ابونعیم کی حلیۃ الاولیاء سے پورا جواب اس طرح منقول ہے کہ حضور نے فرمایا جب میں نے بحکم پروردگار تمام انبیاء ومرسلین سے سوال کیا کہ تم کیونکر مبعوث ہوئے ؟ تو سب نے بیک زبان جواب دیا بُعِثْنَا عَلٰی شَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَالْاِقْرَارِ بِنُبُوَّتِكَ وَالْوَلَایَةِ لِعَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِب کہ ہم اللہ کی توحید کی شہادت تیری نبوت کے اقرار اور علی کی ولایت کے اعلان کے بعد مبعوث برسالت ونبوت ہوئے۔ اور اسی کی مزید تشریح کرتے ہوئے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ ہماری ولایت اللہ کی ولایت ہے کہ کوئی بھی نبی اس کے اقرار کے بغیر مبعوث نہیں ہو سکا اور ینابیع المودۃ میں ملا سلیمان حنفی نقشبندی قندوزی نے ایک باب میں اسی حدیث میں مفصلاً بیان کیا ہے کہ لَمْ یُبْعَثْ نَبِیٌّ قَطُّ اِلَّا بِوِلَایَةِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِب کہ کوئی بھی نبی مبعوث نہیں ہو سکا مگر ولاء علی کی شرط پر اور امالی شیخ سے منقول ہے حضور نے فرمایا ہر نبی کو بوقت وفات اپنے وصی کے نامزد کرنے کا حکم دیا گیا اور جب مجھے یہ حکم ملا تو میں نے دریافت کیا کہ کس کو نامزد کروں تو ارشاد قدرت ہوا تم علی بن ابی طالب کو نامزد کرو کیونکہ میں نے سابق کتب میں درج کر دیا ہے کہ وہ تیرا وصی ہو گا اور میں نے اپنی مخلوق سے حتی کہ انبیاء اور رسولوں سے بھی اس کا عہد لے لیا ہے۔ پس جس طرح اپنی ربوبیت اور تیری نبوت کا عہد لیا ہے اسی طرح علی کی ولایت کا بھی ان سے عہد لیا ہے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ امام رازی نے تفسیر کبیر میں یا دیگر مفسرین نے اپنی تفاسیر میں اس آیت مجیدہ کی تفسیر میں جو یہ لکھا ہے کہ حضور نے باوجود حکم پروردگار کے انبیاء سے دریافت کرنا ضروری نہ سمجھا حالانکہ حکم پروردگار سے سرتابی یا گریز کرنا شانِ نبوت کے یقیناً منافی ہے محض حضرت علی علیہ السلام کی ولایت کی اہمیت پر پردہ ڈالنے کی خاطر انہوں نے یہ کھیل کھیلا ہے ادھر دامنِ رسالت داغدار ہو تو ہو لیکن اعلانِ ولائے علی دامنِ خفا میں رہے ان کو یہ معلوم نہیں تھا کہ حق بین نگاہیں باطل کی گھٹا ٹوپ تاریکیوں کے باوجود بھی حق کا سراغ لگا لیتی ہے پس حق کا بول بالا اور بالآخر باطل کا منہ کالا ہی ہوتا ہے۔

رکوع ع۱۱ ۔ حضرت موسیٰ کا ذکر ۔ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا ۔ خداوند کریم نے حضور رسالت مآبؐ کو تسلّی دینے کے لئے حضرت موسیٰ کا ذکر شروع کر دیا کہ جب وہ ہماری طرف سے حکم لے کر معجزاتِ باہرہ کے ساتھ فرعون کے پاس پہنچے تو فرعون اور اس کی رعایا نے اُن کے معجزات عصا اور ید بیضا کو بھی تمسخر کا نشانہ بنایا اور ہم نے ان کو متعدد نشانیاں دکھائیں لیکن وہ ایمان نہ لائے ۔ اور ہر نشانی دوسری سے بڑی تھی اور بشکلِ عذاب اُن پر بھیجی گئی چنانچہ جب اُن پر ایک عذاب آتا تو حضرت موسیٰ علیہ السّلام سے درخواست کرتے کہ اے جادوگر ہمارے لئے اللہ سے دعا کرو کہ اس عذاب کو ہم سے دُور کر دے جو اُس نے تیرے ساتھ وعدہ کیا ہوا ہے پس ہم ضرور ایمان لائیں گے لیکن جب ہم اُن سے عذاب کو رفع کرتے تو وہ اکڑ جاتے اور وعدے کو توڑ ڈالتے پس پہلے اللہ نے طوفان کا عذاب بھیجا تو انہوں نے موسیٰؑ سے معافی مانگ لی جب عذاب دُور ہوا اور سیلاب کی وجہ سے اُن کی فصلوں کی رونق اور بڑھ گئی

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَقَالَ

اور تحقیق ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر فرعون اور اس کی قوم کی طرف بھیجا — پس کہا کہ

اِنِّىْ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۷﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِاٰيٰتِنَآ

میں عالمین کے رب کا بھیجا ہوا ہوں — پس جب وہ ہماری نشانیاں لے کر اُن کے پاس

اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَضْحَكُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَمَا نُرِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ اِلَّا هِيَ

آیا تو وہ ان نشانیوں کو دیکھ کر ہنسنے لگے — اور نہیں دکھائی ہم نے ان کو نشانی مگر یہ کہ وہ پہلی سے

اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا ۡ وَاَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۴۹﴾

بڑی ہوتی تھی اور پکڑ لیا ہم نے ان کو عذاب کے ساتھ — تاکہ وہ رجوع کریں

وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَ السّٰحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ

اور کہنے لگے اے جادو کرنے والا ہمارے لئے اپنے رب کو پکار جو اس نے تجھ سے وعدہ کیا ہے

اِنَّنَا لَمُهْتَدُوْنَ ﴿۵۰﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِذَا هُمْ

ہم ضرور ہدایت پانیوالے ہوں گے — پس جب ہم اُن سے عذاب کو دور کر دیتے تھے تو وہ عہد کو

يَنْكُثُوْنَ ﴿۵۱﴾ وَنَادٰى فِرْعَوْنُ فِيْ قَوْمِهٖ قَالَ يٰقَوْمِ

توڑ دیتے تھے — اور فرعون نے اپنی قوم میں آواز دی کہنے لگا اے قوم

تو پھر کفر پر ڈٹ گئے ۔ پس اللہ نے ان کے فصلوں کو تباہ کرنے کے لئے مکڑی کو بھیج دیا چنانچہ اس نے درختوں کی کھال بھی کھالی ۔ پس اُنہوں نے معافی مانگ لی اور عذاب ٹل جانے کے بعد پھر اکڑ گئے تو اللہ نے جوؤں کا عذاب اُن پر بھیج دیا اس کے بعد مینڈک اُن پر عذاب بن کر آ گئے اور ہر دفعہ عذاب کے دفع کی دعا موسیٰؑ سے منگواتے اور ایمان کا وعدہ کرتے لیکن عذاب کے

ٹل جانے کے بعد وعدہ کو توڑ ڈالتے تھے پس حضورؐ کو تسلی دی گئی ہے کہ اگر معجزات دیکھنے کے بعد کفار مکہ بھی ایمان نہ لائیں، تو گھبرانے کی ضرورت نہیں کیونکہ سابق انبیاء کو اسی قسم کے واقعات پیش آتے رہے ہیں۔

اَیُّھَا السَّاحِرُ۔ اس کا معنی یا تو جادوگر ہے اور یا اس کا معنی ہے جادو میں غالب آنے والا کیونکہ عربوں کا استعمال اسی قسم کا ہے کہتے ہیں حَاجَجْتُہٗ فَحَجَجْتُہٗ یعنی میں نے اُس سے حجت بازی کی اور جیت گیا۔ خَاصَمْتُہٗ فَخَصَمْتُہٗ میں نے اس سے جھگڑا کیا اور جیت گیا۔ اسی طرح سَاحَرْتُہٗ فَسَحَرْتُہٗ۔ یعنی میں نے جادو میں اُس کا مقابلہ کیا اور جیت گیا پس ساحر کا معنی جادو کے مقابلہ میں جیتنے والا۔ اور حضرت موسیٰ نے فرعون سے وعدہ کیا تھا کہ اگر ایمان لائے تو تیرا ملک اور وقار باقی رہے گا۔

اَلَيْسَ لِىْ مُلْكُ مِصْرَ وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِىْ اَفَلَا

کیا میرے پاس مصر کی حکومت نہیں ؟ اور یہ نہریں میرے نیچے نہیں بہتیں ؟ کیا تم نہیں

تُبْصِرُوْنَ ﴿۵۲﴾ اَمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِىْ هُوَ مَهِيْنٌ ۙ وَّلَا

دیکھتے یا (دیکھتے ہو ؟) میں اچھا ہوں اُس سے جو کمزور ہے اور اپنا مطلب بھی صحیح طور

يَكَادُ يُبِيْنُ ﴿۵۳﴾ فَلَوْلَآ اُلْقِىَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ

بیان نہیں کر سکتا ؟ (اگر سچا ہے) تو کیوں نہیں اس پر سونے کے کنگن ڈالے گئے یا اس کے ہمراہ فرشتے کیوں

مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ ﴿۵۴﴾ فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ

نہیں آئے جو اس کی اتباع کرتے پس اس نے بیوقوف بنا لیا اپنی قوم کو تو انہوں نے اس کی

اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۵۵﴾ فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ

اطاعت کی تحقیق وہ فاسق لوگ تھے پس جب انہوں نے ہمیں ناراض کیا تو ہم نے اُن سے انتقام

فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۵۶﴾ فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ ﴿۵۷﴾

لے لیا پس ان کو غرق کر ڈالا سب کو پس ان کو کر دیا پہلے جانے والا اور ضرب المثل بعد والوں کے لئے

اَلَیْسَ لِیْ۔ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دلائل اور معجزات کو غیر مؤثر ثابت کرنے کے لئے فرعون نے اپنی قوم میں تقریر کی اور اپنی صداقت کی دلیلیں ان چیزوں کو بنایا کہ میں ملک مصر کا بادشاہ ہوں، مال و خزانوں کا مالک ہوں ہر طریقہ سے دنیاوی سہولتیں مجھے میسر ہیں۔ اور دیکھو یہ نہریں میرے محلات کے نیچے جاری ہیں اور یہ سب اس بات کی واضح دلیلیں ہیں کہ میں حق پر ہوں اور موسیٰ کو دیکھو کہ فقیری و غریبی کا اُس پر دور دورہ ہے۔ لباس پرانا گزارہ معمولی اور دیگر زندگی کی سہولتوں سے بالکل محروم ہے۔ لہٰذا میں یقیناً اُس سے بہتر ہوں اور دوسری بات یہ بھی ہے کہ میری زبان صاف ہے اور اُس کی زبان صاف نہیں وہ کھل کر بات بھی نہیں کر سکتا لہٰذا وہ نبی کیسے ہو سکتا ہے ؟

اَمْ اَنَا۔ اس مقام پر نحویوں نے اَمْ کے بعد فعل کو محذوف قرار دیا ہے تاکہ عطف درست ہو جائے یعنی افلا تبصرون ام تبصرون

لَا يَكَادُ يُبِيْنُ ۔ منقول ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب اللہ سے دعا مانگی تھی وَاَطْلِقْ لِسَانِیْ کہ میری زبان کا عقدہ کھول دے تو اللہ نے فرمایا اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ یعنی تیری دعا کو مستجاب کیا گیا پس حضرت موسیٰ کی زبان اب صاف تھی لیکن فرعون نے موسیٰ کی گذشتہ حالت بیان کر کے قوم کو دھوکا دینا چاہا تھا چنانچہ اس کی تقریر کامیاب رہی اور قوم کو بیوقوف بنا کر حکومت کرتا رہا اگر قوم فرعون میں کوئی دانشور ہوتا تو فرعون کی دلیلوں پر اعتراض کر سکتا تھا کیونکہ ملک کا حکمران ہونا اور مال و دولت کی فراوانی قطعاً اس امر کی دلیل نہیں بنائی جا سکتی کہ وہ حق پر بھی ہے ۔ اور اس زمانہ کا دستور تھا کہ جب کسی آدمی کو تخت و تاج کا وارث کیا جاتا تھا تو اس کو رسم تاجپوشی میں سونے کے کنگن اور سونے کا ہار بھی اس کو پہنایا جاتا تھا تو اسی بنا پر قوم کو بیوقوف بنانے میں فرعون نے اس مقامی دستور کو بھی دہرایا کہ اگر وہ اللہ کے نبی ہوتے تو ضرور آسمان سے اس پر بطور رسم و رواج کے سونے کے کنگن اترتے اور چونکہ ایسا نہیں ہوا تو معلوم ہوا کہ وہ اللہ کا نامزد نبی نہیں ہے ۔

رکوع ۱۲

وَلَمَّا ضُرِبَ ۔ اس کے معنی میں متعدد اقوال ہیں ۔ (۱) جب آیت نازل ہوئی اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ حَصَبُ جَهَنَّمَ یعنی تم اور جن کی تم عبادت کرتے ہو سب جہنم کا ایندھن ہوگا تو کفار نے خوب تالیاں بجائیں کہ اگر غلط معبود جہنم میں جائیں گے تو ہمارے خداؤں کے ساتھ معاذ اللہ حضرت عیسیٰ بھی تو جہنم میں جائیں گے کیونکہ عیسائی ان کو معبود مانتے ہیں ۔ يَصِدُّوْنَ کا معنی ہنستے اور قہقہے لگاتے ہیں (۲) جب حضرت عیسیٰ کے متعلق حضور نے فرمایا کہ جو خدا حضرت آدم و حوا علیہما السلام کو بغیر ماں باپ کے پیدا کر سکتا ہے وہی خدا حضرت عیسیٰ کو بغیر باپ کے پیدا کرنے پر قادر ہے

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّوْنَ (۵۷)

اور جب بیان کی جائے ابن مریم کی مثال تو تیری قوم اس سے ہنستی اور شور مچاتی ہے

تو کفار نے اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ عیسیٰ کی طرح محمد بھی معبود بننے کا خواہشمند ہے لہذا چیختے ہیں کہ ہمارے آبائی خدا اس سے اچھے ہیں (۳) حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ میں ایک دن خدمت نبوی میں پہنچا جب کہ سرداران قریش حضور کے ارد گرد جمع تھے ۔ آپ نے مجھے دیکھ کر فرمایا ۔ اے علی تیری مثال اس امت میں عیسیٰ بن مریم کی سی ہے کہ ایک قوم نے اس کی محبت میں اگر حد سے بڑھایا پس ہلاک ہوگئی اور ایک قوم نے بغض کی وجہ سے اس کا انکار کیا تو ہلاک ہوگئی اور ایک قوم بین بین رہی اور وہی نجات پاگئی ۔ جب قریشیوں نے سنا تو انہوں نے اسے مذاق بنالیا اور کہنے لگے کہ دیکھو علی کو انبیاء سے تشبیہ دے رہا ہے اور ہمارے خدا مسیح سے افضل ہیں ۔ جب لوگوں نے مسیح کی عبادت کر لی تو ہم اپنے معبودوں کی عبادت کیوں نہ کریں یا یہ کہ اگر معبود بننے کی وجہ سے مسیح کو دوزخ میں ڈالا جائے گا تو ہمارے معبودوں کا ڈالا جانا بھی ہمیں منظور ہے (مجمع البیان)

تفسیر برہان میں اس طرح ہے کہ حضور نے فرمایا اے علی تجھ میں عیسیٰ بن مریم کی مثال پائی جاتی ہے اور اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ میری امت کے بعض لوگ تیرے حق میں وہی عقیدہ رکھیں گے جو نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ کے متعلق رکھ لیا تھا تو تیرے فضائل میں اس

قدر بیان کرتا کہ تو جس جگہ سے گذرتا لوگ تیرے قدموں کی خاک اٹھا کر برکت کے لئے اپنے پاس محفوظ رکھتے یہ سنتے ہی دو اعرابی اور چند دوسرے قریشی حسد کی آگ میں جل بھن گئے کہ دیکھو اپنے چچا زاد کو حضرت عیسٰی علیہ السلام سے جا کر ملا دیا پس یہ آیت نازل ہوئی۔ حارث بن عمرو فہری نے جب سُنا تو غصے سے آگ بگولا ہو گیا اور کہنے لگا اے خدا۔ اگر یہ بات حق ہے تو میرے اُوپر آسمان سے پتھر نازل فرما یا کوئی دوسرا عذاب بھیج دے تو خدا نے بذریعہ وحی اس کی اطلاع اپنے حبیب کو بھیج دی اور یہ آیت بھی نازل فرمائی کہ اللہ ان لوگوں پر عذاب نازل نہیں فرماتا جب تک آپ ان میں موجود ہیں اور اسی طرح ان پر عذاب نازل نہ کرے گا جب تک وہ استغفار کرنے والے ہوں گے۔ آپ نے حارث سے فرمایا کہ بہتر ہے توبہ کر لو تو وہ کہنے لگا اگر آپ تمام قریش کو اس فضیلت میں شریک کریں تو بہتر ہے صرف بنی ہاشم کی برتری کو میرا دل نہیں مانتا۔ آپ نے فرمایا یہ میرا کام نہیں بلکہ اللہ کا کام ہے اُس نے کہا اگر یہی بات ہے تو میرا دل توبہ کو قبول نہیں کرتا اور میں جاتا ہوں پس باہر نکلا ہی تھا کہ آسمان سے ایک پتھر گرا جس نے اس کا سر کچل دیا۔ پس حضورؐ پر وحی اُتری سَاَلَ سَآئِلٌ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ الخ (ملخصاً)

ایک روایت میں آیت مجیدہ کا شانِ نزول یہ بیان کیا گیا ہے سلمان فارسی کہتا ہے ایک دن حضورؐ ایک گروہ صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے پس آپ نے ارشاد فرمایا ابھی ایک شخص آئے گا جو حضرت عیسٰی علیہ السلام کے مشابہ ہو گا۔ پس ایک شخص فوراً اٹھ کر باہر چلا گیا تاکہ واپس آکر شبیہ عیسٰی ثابت ہو لیکن اُس سے پہلے حضرت علی علیہ السلام داخل ہو گئے پس وہ شخص ناکام ہو کر کہنے لگا رسول اللہ نے علی کو ہم پر افضل کیا اور ابھی اس پر ان کا جی نہیں بھرا پھر حضرت عیسٰی کی شبیہ اس کو بنا دیا۔ خدا کی قسم زمانِ جاہلیت میں ہم جن خداؤں کی پوجا کرتے تھے اس سے تو وہی ہمارے لئے بہتر تھے پس یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

ایک اور روایت میں اس طرح ہے کہ ابن عباس سے مروی ہے ایک قوم حضرت رسالت مآبؐ کے پاس آئی۔ اور عرض کی کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام مردوں کو زندہ کرتے تھے تو آپ بھی زندہ کیجئے۔ آپ نے فرمایا تم کس مردہ کو زندہ کرانا چاہتے ہو اُنہوں نے ایک مردہ کا نام لیا جس کو مرے ہوئے تھوڑا عرصہ گذرا تھا پس آپ نے علی کو بلایا اور اس کے کان میں کوئی بات کی جس کو ہم سمجھ نہ سکے پھر فرمایا کہ ان کے ہمراہ جاؤ اور میت کو اپنے اور باپ کے نام کے ساتھ بلاؤ۔ چنانچہ حضرت علی علیہ السلام اُن کے ہمراہ گئے اور قبر پر کھڑے ہو کر یا فلاں بن فلاں کر کے اس کو پکارا تو میت زندہ ہو کر قبر سے نکل آیا پس انہوں نے اس سے کچھ سوالات کئے پھر وہ حسب سابق اپنی قبر میں سو گیا اور لوگ واپس پلٹے اور یہ چہ میگوئیاں ان میں جاری تھیں کہ عبدالمطلب کی اولاد عجیب عجیب باتیں ظاہر کرتی ہے پس یہ آیتیں اُتریں۔

اِلَّا جَدَلًا ۔ تفسیر مجمع البیان میں مجادلہ اور مناظرہ کے درمیان عام و خاص مطلق کی نسبت بیان کی گئی ہے اور وہ یہ کہ مجادلہ میں ایک حق پر اور دُوسرا باطل پر ہوا کرتا ہے لیکن مناظرہ اس سے عام ہے بعض اوقات دونوں مناظر حق پر بھی ہو سکتے ہیں۔

اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ ۔ یعنی حضرت عیسٰی ہمارا بندہ ہی تھا جس کو ہم نے ماں سے بغیر باپ کے پیدا کر کے بنی اسرائیل کے سامنے اپنی قدرت کا کرشمہ ظاہر کیا۔

لَوۡ نَشَآءُ۔ یعنی انسانوں کی بے شکری اور ناسپاس گزاری کو مدنظر رکھ کر اگر ہم چاہیں تو ان سب کو ہلاک کر دیں اور زمین میں ان کی جگہ فرشتوں کو آباد کر دیں جو ان کی جگہ ان کے قائم مقام ہو کر زمین کو آباد کریں اور یہ بھی معنی ہو سکتا ہے کہ اگر ہم چاہیں تو تم سے ہی ملائکہ پیدا کر دیں یعنی تم کو فرشتے بنا دیں۔

تفسیر نور الثقلین میں بروایت خصال مروی ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے بروز شوریٰ اپنے احتجاج میں فرمایا کہ میں تم کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ جس دن رسول اللہؐ نے مجھے حکم دیا تھا کہ دروازے پر رہو اور کسی کو اندر آنے کی اجازت ہرگز نہ دو کیونکہ میرے پاس بہر زیارت چند فرشتے موجود ہیں پس میں دروازہ پر بیٹھ گیا اور حضرت عمر نے اندر آنا چاہا تو میں نے حضورؐ کے فرمان کے پیش نظر اس کو روک لیا چنانچہ وہ یکے بعد دیگرے تین دفعہ آیا اور میں اس کو ہر بار حضورؐ کے فرمان کی تعمیل میں روکتا رہا اور میں نے اس کو یہ بھی بتایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس زیارت کے لئے فرشتے حاضر ہیں اور اُن کی تعداد اتنی ہے۔ جب چوتھی بار آیا تو اُسے اندر جانے کی اجازت ملی پس اُس نے اندر جا کر عرض کی کہ حضور میں اس سے پہلے تین مرتبہ حاضر ہوا اور ہر بار مجھے اندر آنے سے علی نے روک دیا اور کہا کہ بارگاہِ نبوی میں اس قدر فرشتے بہر زیارت حاضر ہیں لہذا اندر جانا ممنوع ہے مجھے یہ سمجھ نہیں آتا کہ انہوں نے فرشتوں کی تعداد کیسے

وَقَالُوٓا ءَاٰلِهَتُنَا خَيۡرٌ اَمۡ هُوَؕ مَا ضَرَبُوۡهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًاؕ
اور کہتے ہیں کیا ہمارے خدا اچھے یا وہ؟ وہ نہیں بیان کرتے تیرے سامنے مگر جھگڑے کے لئے
بَلۡ هُمۡ قَوۡمٌ خَصِمُوۡنَ ﴿۵۹﴾ اِنۡ هُوَ اِلَّا عَبۡدٌ اَنۡعَمۡنَا عَلَيۡهِ
بلکہ یہ قوم ہی جھگڑالو ہے نہیں وہ مگر ایسا بندہ جس پر ہم نے انعام کیا اور
وَجَعَلۡنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِيۡٓ اِسۡرَآءِيۡلَ ﴿۶۰﴾ وَلَوۡ نَشَآءُ لَجَعَلۡنَا مِنۡكُمۡ
اس کو بنی اسرائیل کے لئے مثال بنایا اور اگر ہم چاہتے تو تمہارے بدل میں ملائکہ
مَّلٰٓئِكَةً فِى الۡاَرۡضِ يَخۡلُفُوۡنَ ﴿۶۱﴾ وَاِنَّهٗ لَعِلۡمٌ لِّلسَّاعَةِ
کو زمین میں پیچھے رہنے والے بناتے اور تحقیق وہ (نزولِ عیسیٰ) نشانی ہے قیامت کی

معلوم کر لی کیا وہ فرشتوں کو دیکھ سکتے ہیں؟ آپ نے مجھے طلب فرمایا اور دریافت کیا کہ تو نے فرشتوں کی تعداد کیسے معلوم کر لی تو میں نے عرض کی کہ گذرتے وقت ہر فرشتہ سلام کہہ کر گذرتا تھا اور میں اُن کی آواز کو سن لیتا تھا اس لئے مجھے ان کی گنتی معلوم ہے آپ نے فرمایا۔ بالکل درست ہے۔ تجھ میں میرے بھائی عیسیٰ کی مشابہت موجود ہے پس حضرت عمر نکلے تو ازراہِ تعجب و انکار کہتے تھے کہ اس کو عیسیٰ سے مشابہت دے دی؟ پس یہ آیات نازل ہوئیں۔ پس آپ نے شوریٰ کمیٹی کے جملہ ممبران سے دریافت کیا کہ کیا تمہیں یہ واقعہ معلوم ہے اور کیا اس میں میرا کوئی شریک ہے؟ تو سب نے اقرار کیا کہ واقعی اس فضیلت میں آپ کا کوئی شریک نہیں ہے۔

اور تہذیب الاحکام سے غدیر کی دو رکعت کے بعد جو دعا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔ اس میں یہ الفاظ موجود ہیں کہ اے اللہ ہم نے تیرے رسول حضرت محمدؐ کی دعوت کو قبول کیا جو انہوں نے حضرت علیؑ کے متعلق دی جس پر تو نے انعام کیا اور اس کو بنی اسرائیل کے لئے مثال قرار دیا بے شک وہ مومنوں کا امیر و مولا ہے۔ اور قیامت تک ان کا ولی ہے کیونکہ تو نے فرمایا ہے۔ اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ۔

وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ ۔ تفسیر مجمع البیان میں ہے ہا ضمیر غائب کا مرجع نزول عیسیٰ ہے یعنی حضرت عیسیٰ کا نزول قیامت کے علائم میں سے ہے اور بعضوں نے ضمیر کا مرجع قرآن کو قرار دیا ہے کہ قرآن مجید قیامت کے علم کی دلیل ہے۔ جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ میں نے اپنے کانوں حضرت رسالت مآبؐ سے سنا آپ نے فرمایا جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو ان کا امیر کہے گا آئیے ہمیں نماز پڑھائیے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام جواب میں کہیں گے کہ ایسا نہیں ہو سکتا کیونکہ تم میں سے ہی بعض دوسرے بعض کے حاکم و امیر ہیں یہ اللہ کی جانب سے اس امت کی عزت و کرامت ہے یہ روایت صحیح مسلم سے نقل کی گئی ہے اور ایک دوسری حدیث میں ہے کَیْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ فِیْکُمُ ابْنُ مَرْیَمَ وَاِمَامُکُمْ مِنْکُمْ ۔ یعنی تمہاری کیا حالت ہو گی جب کہ تم میں عیسیٰ بن مریم اتریں گے اور تمہارا امام تم میں سے ہی ہوگا۔

فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوْنِ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿٦٢﴾

پس اس میں شک نہ کرو اور میری اتباع کرو یہ سیدھا راستہ ہے

وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿٦٣﴾ وَلَمَّا

اور نہ پھیرے تم کو شیطان تحقیق وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اور جب لایا

جَاۗءَ عِيْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلِاُبَيِّنَ

عیسیٰ واضح دلیلیں کہا میں تمہارے پاس حکمت لایا ہوں اور تاکہ تم کو وہ بعض

لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ تَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿٦٤﴾

چیزیں بتاؤں جن میں تم کو اختلاف ہے پس اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو

حضرت علیؑ گذشتہ انبیاء سے افضل ہیں

وَلِاُبَيِّنَ بَعْضَ ۔ بروایت احتجاج طبرسی منقول ہے کہ ایک دن حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک شخص سے دریافت فرمایا کہ لوگ حضرت علی علیہ السلام اور پیغمبران اولی العزم کے متعلق کیا نظریہ رکھتے ہیں؟ تو اس نے عرض کی کہ اولو العزم انبیاء سے وہ کسی کو فضیلت دینے پر تیار نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا اللہ نے موسیٰ کے متعلق فرمایا۔ وَكَتَبْنَا لَهٗ فِي الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ۔ یعنی ہم نے اس کے لئے الواح میں ہر چیز سے کچھ نہ کچھ لکھ دیا پس مِنْ تبعیضہ لگا کر بعض علم کی وضاحت فرمائی۔ اور عیسیٰؑ کے متعلق فرمایا وَلِاُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ ۔ یعنی تمہارے بعض اختلافی مسائل میں سے بعض کو بیان کرنے کے لئے آیا ہوں اور حضرت علیؑ

کے متعلق ارشاد فرمایا وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتَابِ کہ رسول کا شاہد وہ ہے جس کے پاس ساری کتاب کا علم ہے اور کتاب کے متعلق ارشاد ہے لَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتَابٍ مُّبِيْنٍ ۔ اور کتاب بصائر الدرجات سے مروی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے ایک شخص سے دریافت کیا کہ شیعہ لوگ موسیٰؑ عیسیٰؑ اور حضرت امیر المومنین علیہم السلام کے متعلق کیا نظریہ رکھتے ہیں؟ راوی نے عرض کی کہ وہ حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ علیہما السلام کو حضرت علی علیہ السلام سے افضل جانتے ہیں آپ نے فرمایا کہ کیا وہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے پاس وہ تمام علم ہے جو حضرت رسالتمآبؐ کے پاس تھا۔ راوی نے عرض کی کہ ہاں لیکن وہ اولوالعزم پیغمبروں پر کسی کو فضیلت نہیں دیتے۔ آپ نے فرمایا اُن پر اللّٰہ کی کتاب سے حجت قائم کرو۔ پس راوی نے پوچھا کہ فرمائیے کونسی آیت سے دلیل دوں۔

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۶۵

تحقیق اللّٰہ میرا رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے پس اس کی عبادت کرو یہ سیدھا راستہ ہے

فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْ بَيْنِهِمْ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا

پس اختلاف کیا قوموں (یہود و نصاریٰ) نے آپس میں پس ویل ہے ان لوگوں کے لئے جنہوں نے ظلم کیا

مِنْ عَذَابِ يَوْمٍ اَلِيْمٍ ۶۶ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ

دردناک عذاب سے وہ نہیں انتظار کرتے مگر قیامت کی

اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۶۷ اَلْاَخِلَّآءُ

کہ اُن کے پاس اچانک آئے کہ وہ اس کا شعور بھی نہ رکھتے ہوں آپس میں

يَوْمَئِذٍۢ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ۶۸

دوست بھی اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے متقی لوگوں کے

تو آپ نے حضرت موسےٰ کے متعلق یہ آیت پڑھی۔ وَكَتَبْنَا لَهٗ فِي الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ کہ یہاں مِن تبعیضیہ داخل کر کے بعض علم مراد لیا گیا ہے۔ اور حضرت عیسیٰ کے متعلق یہ آیت پڑھی وَلِاُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ یہاں بھی حضرت عیسیٰ کے جزوی علم کو بیان کیا گیا ہے اور حضرت علی علیہ السّلام کے متعلق ارشاد قدرت ہے وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ۔ یعنی ہم نے تم کو ان لوگوں پر شہید بنایا اور تیرے اوپر وہ کتاب اتاری جو ہر شے کے لئے واضح بیان اپنے اندر رکھتی ہے۔ پس حضرت علی علیہ السّلام قرآن مجید کے عالم ہونے کی حیثیت سے سابق اولوالعزم پیغمبروں سے بھی افضل و اشرف ہیں۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا گذشتہ انبیا سے افضل ہونا دیگر ادلّہ سے بھی ثابت ہے۔

(۱) اس میں شک نہیں کہ حضرت خاتم الانبیا علیہ الصّلوٰۃ والسلام جملہ انبیاء سے افضل اور ان کے سیّد و سردار

ہیں اور آیت مباہلہ میں حضرت علیؑ کو نفس رسول کہا گیا ہے پس جن جن سے جناب رسول اللہ افضل ہوں گے اُن سے حضرت علی کو بھی افضل ماننا پڑ گیا کیونکہ شی اور نفس شی کا حکم ایک ہوتا ہے۔

۲۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام جناب رسالت مآبؐ کے صحیح جانشین ہیں لہذا بحیثیت جانشین پیغمبرؐ کے اُن تمام افراد سے اُن کی افضلیت ثابت ہو گی جن سے حضور کی افضلیت ثابت ہو گی۔

۳۔ حضرت رسالت مآبؐ سے منقول ہے مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی اٰدَمَ فِیْ عِلْمِهٖ ۔ الخ ۔ یعنی جو شخص حضرت آدم کے علم حضرت نوحؑ کے فہم حضرت ابراہیمؑ کی خلت حضرت موسیٰؑ کی ہیبت حضرت عیسیٰؑ کا زہد اور حضرت ایوبؑ کا صبر وغیرہ دیکھنا چاہے وہ علیؑ کے چہرہ کی طرف دیکھے کیونکہ ان میں انبیاء کے خصائل میں سے نوے خصلتیں موجود ہیں جن کو خدا نے کسی اور میں جمع نہیں فرمایا۔ اوکما قال۔ حدیث بالفاظہ ہم نے مقدمہ تفسیر میں اور لمعۃ الانوار میں ذکر کی ہے پس اس حدیث کی رو سے حضرت علیؑ کی انبیاء پر افضلیت ظاہر و باہر ہے۔

۴۔ حضورؐ کا ارشاد ہے مِنْ اٰدَمَ اِلٰی عِیْسٰی تَحْتَ لِوَآئِیْ اور دوسری حدیث میں ہے یَا عَلِیُّ اَنْتَ حَامِلُ لِوَآئِیْ ۔ یعنی حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء بروز محشر میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور یا علی تو اس جھنڈے کا حامل ہو گا۔

اَلْاَخِلَّاۗءُ یَوْمَىِٕذٍ ۔ یعنی بروز محشر عذاب کو دیکھ کر دنیا میں باہمی دوست بھی ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے تفسیر برہان میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ دوستی یا تو ایمان والوں کی ہوتی ہے یا کفر رکھنے والوں کی پس اگر دو مومن ایک دوسرے کے دوست ہوں تو اُن میں سے جب ایک مرتا ہے اور اپنا جنت میں مقام دیکھتا ہے تو اپنے دوسرے مومن بھائی کے حق میں سفارش کرتا ہے کہ اے پروردگار! فلاں شخص میرا ایمانی دوست تھا۔ تیری اطاعت میں میرا معاون تھا اور تیری نافرمانی سے مجھے روکتا تھا پس اس کو نیکی اور راستی پر ثابت قدم رکھ اور اس کو جنت کا مکان عطا فرما پس خداوند کریم اس کی دعا کو مستجاب فرماتا ہے پس جب دونو بروز محشر دربار خداوندی میں حاضر ہوں گے تو ایک دوسرے کی خیر خواہی پر ایکدوسرے کا شکریہ ادا کریں گے لیکن وہ دو دوست جن کی دوستی اور کفر معصیت خداوندی میں تھی جب اُن میں سے ایک مرتا ہے اور جہنم میں اپنا مکان دیکھتا ہے تو وہ اپنے کافر دوست کا شکوہ کرنے لگتا ہے کہ پروردگار! فلاں شخص مجھے تیری نافرمانی پر اکساتا تھا۔ اور تیری اطاعت سے روکتا تھا لہذا اس کو گناہوں پر ثابت قدم رکھ تاکہ وہ بھی میری طرح اپنے کفر کا انجام دیکھے پس جب بروز محشر یہ دونو اکٹھے ہوں گے تو اپنی باہمی دوستی پر ناراضی کا اظہار کریں گے جس کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ سب دوست اُس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے متقی لوگوں کے کہ وہ ایک دوسرے کے وہاں بھی دوست ہوں گے۔

جب دولت مند مومن کو بلایا جائے گا اور حساب لیا جائے گا پس پروردگار کی جانب سے سوال ہو گا کہ تم نے میرا دیا ہوا رزق کہاں خرچ کیا تھا؟ اور تو نے میری ملاقات کے لئے کیا کچھ عمل کیا تھا؟ پس مومن جواب دے گا۔ اے پروردگار!

میں تجھ پر ایمان لایا۔ تیرے رسولوں کی میں نے تصدیق کی اور میں نے تیری راہ میں جہاد کیا اور تیرے رزق کو تیری اطاعت وخوشنودی میں خرچ کیا پس ارشاد قدرت ہوگا کہ تو نے اپنے وارثوں کے لئے کیا کچھ چھوڑا تھا؟ تو مومن عرض کرے گا۔ اے پروردگار! میرا اور ان کا خالق اور رازق تو ہی تھا۔ اور تو ان کے رزق پر ویسے ہی قادر تھا جس طرح میرے رزق پر قادر تھا تو مجھے ان کے لئے کچھ بچانے کی کیا ضرورت تھی پس میں ان کو تیری توکل کے سہارے چھوڑ آیا ہوں تو اللہ فرمائے گا۔ بے شک تو سچا ہے پس جوابات سے فارغ ہو کر جنت کی طرف جائے گا۔ پھر غریب مومن سے بازپرس ہوگی کہ تو کیا لایا؟ تو غریب مومن جواب دیگا اے پروردگار تو نے مجھے اپنے دین کی ہدایت فرمائی اور میرے اوپر احسان کیا اور تو نے مجھے مال ودولت سے محروم کیا۔ کہ اگر ہوتا تو ممکن تھا کہ میں اس میں مشغول ہو کر تیری اطاعت سے محروم رہ جاتا پس اللہ فرمائے گا تو سچ کہتا ہے چنانچہ وہ بھی جنت میں بھیجا جائے گا۔ اس کے بعد دولتمند کافر کی باری آئے گی تو اس کے پاس کچھ عمل نہ ہوگا جس کو پیش کر سکے اور رزق کے متعلق جواب دے گا کہ میں اپنے بچوں کے لئے چھوڑ آیا ہوں تو ارشاد پروردگار ہوگا کہ کیا میں تیرے بچوں کو رزق دینے پر قادر نہیں تھا پس اگر یہ جواب دے کہ میں بھول گیا تھا تب بھی ہلاک ہوگا۔ اور اگر یہ جواب دے کہ مجھے تجھ پر اعتماد نہ تھا تب بھی ہلاک ہوگا۔ پھر غریب کافر کو پیش کیا جائے گا تو اس سے بازپرس ہوگی تو وہ جواب میں کہے گا کہ میں دنیاوی امور میں اس قدر مبتلا تھا کہ تیری عبادت کرنا ہی بھول گیا۔ پس ارشاد ہوگا کہ تو نے میرے اوپر اعتماد کر کے مجھ سے مانگا تھا تاکہ میں تجھے عطا کرتا پس اگر کہے گا کہ میں بھول گیا تھا تب بھی ہلاک ہوگا اور اگر کہے گا کہ مجھے تجھ پر اعتماد نہیں تھا تب بھی ہلاک ہوگا۔

یٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿۶۹﴾

اے میرے بندو تم پر آج کوئی خوف نہیں اور نہ تم غمزدہ ہوگے

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاٰیٰتِنَا وَکَانُوْا مُسْلِمِیْنَ ﴿۷۰﴾ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ

جو لوگ ایمان لائے ہماری نشانیوں پر اور مسلمان تھے (انکو کہا جائیگا) داخل ہو جاؤ جنت میں تم اور

اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُکُمْ تُحْبَرُوْنَ ﴿۷۱﴾ یُطَافُ عَلَیْهِمْ

تمہاری بیویاں کہ خوش رہو گے ان پر چکر لگایا جائے گا

بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّاَکْوَابٍ ۚ وَفِیْهَا مَا تَشْتَهِیْهِ

سونے کے طشتوں اور پیالوں کے ساتھ کہ ان میں وہ ہر چیز ہوگی جس کو دل

رکوع ۱۳

لَا خَوْفٌ عَلَیْکُمْ خوف کا تعلق آنے والی مصیبت سے اور حزن کا تعلق گذشتہ مصیبت سے ہوتا ہے اور جنت میں جانے والوں کو کہا جائے گا کہ پس پر امن رہو کہ تمہیں نہ کوئی خوف لاحق ہوگا اور نہ حزن و ملال۔

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یعنی وہ لوگ جنت میں جائیں گے جو عقیدہ کے لحاظ سے مومن ہوں اور عمل کے لحاظ سے مسلم ہوں یعنی اللہ کے احکام کے سامنے سرنگوں ہوں

ص ۲۴۹
تُحْبَرُوْنَ - حبور اس خوشی کو کہا جاتا ہے جس کے آثار چہرہ پر نمودار ہوں۔

صِحَافٍ - جمع ہے صحفۃ کی وہ برتن جس میں کھانا رکھا اور کھایا جاتا ہے۔

اَکْوَاب - جمع ہے کوب کی۔ یہ اس برتن کو کہتے ہیں کہ لَا اُذُنَ لَہٗ وَلَا خُرْطُوْمَ۔ یعنی جس میں پکڑنے کے لئے دستی اور پانی گرانے کے لئے ٹونٹی لگی ہوئی نہ ہو گویا پانی پینے کے گلاس کو کوب کہتے ہیں۔

مَا تَشْتَهِیْہِ - نعماتِ جنّت کی جامع صفت یہ ہے کہ جنّت میں ہر وہ نعمت ہوگی جس کے استعمال سے نفس خوش ہوگا۔ اور آنکھ لذّت اندوز ہوگی۔

اُوْرِثْتُمُوْهَا - ابن عباس سے مروی ہے کہ ہر شخص کے لئے آخرت میں دو گھر ہیں۔ ایک جنّت میں اور دوسرا جہنم میں پس جنتی کو جہنّم کا گھر دکھایا جائے گا۔ اور کہا جائے گا کہ اگر تو کافر ہوتا تو تجھے اس گھر میں بھیجا جاتا۔ پس وہ نعمتِ ایمان وجزائے جنّت پر خوش

الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ ۚ وَاَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۷۲ وَ

چاہیں گے اور آنکھیں لذت اندوز ہونگی اور تم اس میں ہمیشہ رہوگے اور

تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۷۳

یہ جنت وہ ہے جس کا تم کو وارث کیا گیا ہے بوجہ اس کے جو تم عمل کرتے تھے

لَكُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ كَثِيْرَةٌ مِّنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝۷۴ اِنَّ

تمہارے لئے اس میں بہت میوہ جات ہیں جن سے تم کھاؤ گے تحقیق

الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ۝۷۵ لَا يُفَتَّرُ

مجرم لوگ عذاب جہنم میں ہمیشہ رہیں گے نہ تخفیف ہوگی ان

عَنْهُمْ وَهُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ۝۷۶ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ

سے اور وہ اس میں مایوس ہوں گے اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ

كَانُوْا هُمُ الظّٰلِمِيْنَ ۝۷۷ وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا

وہ خود ہی ظالم تھے اور پکاریں گے اے مالک ہمیں موت دیدے

ہوگا اور اللہ کا شکر ادا کرے گا اسی طرح کافر کو جنّت کا گھر دکھایا جائے گا اور کہا جائے گا کہ اگر تو مومن ہوتا تو اس گھر میں داخل ہوتا پس اس کی حسرت وارمان میں اضافہ ہوگا۔ اور مومن کے جہنّم والے گھر کا وارث کافر کو کیا جائے گا اور کافر کے جنّت والے گھر کا مومن کو وارث کیا جائے گا۔ اور تفسیر نور الثقلین میں احتجاج طبرسی سے منقول ہے کہ حضرت حجت علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ جنت میں اولاد کا سلسلہ بھی ہوگا تو آپ نے فرمایا کہ جنّت میں نہ حمل ہوگا نہ ولادت اور نہ عورتوں کو حیض یا نفاس واستحاضہ کی تکلیف ہوگی اور اگر کوئی مومن اولاد کی خواہش کرے گا تو خدا بغیر حمل وولادت کے اُسے دیدیگا۔

جس شکل اور رنگ میں وہ چاہے گا جس طرح اُس نے آدم کو پیدا کیا تھا۔

وَنَادَوْا مروی ہے کہ دوزخی لوگ عذاب میں گھبرا کر داروغہ جہنم مالک سے کہیں گے کہ ہمارے لئے اللہ سے درخواست کرو کہ ہمیں موت دے دے تو پورے ایک ہزار برس کے بعد ان کو مالک جواب دے گا خاموش رہو ابھی تک تم نے عذاب میں رہنا ہے پس ان پر موت نہ آئے گی اور ہمیشہ معذب رہیں گے۔

آمْ اَبْرَمُوْا۔ تفسیر برہان میں ہے کہ جب حضرت رسالت مآبؐ نے حکم دیا کہ حضرت علی علیہ السلام کو امیرالمومنین کہہ کر سلام کرو ایک شخص نے کہا کہ ہمیں یہ بات ہرگز گوارا نہیں کہ نبوت وامامت ایک ہی گھر میں جمع ہوجائے پس یہ اور بعد والی آیات اتریں۔

قُلْ اِنْ کَانَ۔ اس آیت کے معنی میں کئی اقوال ہیں (۱) اگر تم اس بات پر مصر ہو کہ اللہ کا بیٹا ہے تو میں پہلا شخص ہوں جو اس بات کی کھلم کھلا تردید کر کے خدائے وحدہٗ کا عبادت گذار ہوں اور اُس کی توحید کا قائل ہوں (۲) اِنْ نافیہ ہے کہ خدا کا کوئی فرزند نہیں ہے اور میں پہلا شخص ہوں جو اللہ واحد کی عبادت کرتا ہوں (۳) اگر اللہ کا بیٹا ہوتا تو میں پہلا شخص ہوتا جو

رَبُّكَ قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ ﴿۷۷﴾ لَقَدْ جِئْنٰكُمْ بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ

تیرا رب تو وہ کہے گا تم نے رہنا ہے (عذاب میں) البتہ ہم تمہارے پاس حق لائے لیکن تم میں سے

اَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ﴿۷۸﴾ اَمْ اَبْرَمُوْٓا اَمْرًا فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ

اکثر حق کو ناپسند کرنے والے تھے کیا انہوں نے محکم کر لیا ہے معاملہ تو ہم بھی محکم کرنے

﴿۷۹﴾ اَمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ ۭ بَلٰى وَ

والے ہیں کیا وہ سمجھتے ہیں کہ ہم نہیں سنتے ان کی پوشیدہ باتوں اور سرگوشیوں کو ہاں اور

رُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُوْنَ ﴿۸۰﴾ قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ

ہمارے بھیجے ہوئے ان کے پاس لکھتے ہیں کہہ دو اگر رحمٰن کا کوئی بیٹا ہوتا

وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ ﴿۸۱﴾ سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ

تو میں پہلا عبادت گذار ہوتا پاک ہے آسمانوں اور

وَالْاَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَذَرْهُمْ

زمین کا پروردگار عرش کا ربّ اس سے جو یہ بیان کرتے ہیں پس چھوڑیئے ان کو

يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿۸۳﴾

گھسیں (باطل میں) اور کھیلیں (دنیا میں) یہاں تک کہ ملاقات کریں اس دن کی جس کا وعدہ کئے گئے ہیں

وَهُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَاۗءِ اِلٰهٌ وَّفِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ ۭ وَهُوَ الْحَكِيْمُ

اور وہ وہ ہے جو آسمان میں معبود ہے اور زمین میں معبود ہے اور وہ حکیم د

اس کی عبادت سے انکار کرتا کیونکہ جو صاحب اولاد ہو وہ خدا نہیں ہو سکتا (۴) اگر اللہ کا کوئی بیٹا ہوتا تو میں سب سے پہلے اُس کو مان لیتا کیونکہ میں پہلا عبادت گذار ہوں (۵) اگر اللہ نے کسی کو اولاد بنانا ہوتا تو میں چونکہ پہلا عبادت گذار ہوں لہذا مجھے ہی بنا لیتا لیکن وہ اولاد بنانے سے پاک و منزہ ہے۔ اور آسمانوں، زمینوں اور عرش کا مالک اس سے بلند و برتر ہے جو لوگ اس کے حق میں بیان کرتے ہیں پس وہ وحدہ لاشریک ہے اور لائق عبادت ہے۔

وَهُوَ الَّذِي[۲۵۱] - یعنی نہ اُس کی آسمان میں اولاد ہے اور نہ زمین پس آسمانی فرشتوں کا بھی معبود ہے اور زمین میں جن و انسان کا بھی وہی الٰہ و معبود ہے۔

الْعَلِيمُ ﴿٨٥﴾ وَتَبَارَكَ الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ

علیم ہے اور بابرکت ہے وہ جس کے لئے ملک ہے آسمانوں اور زمین کا

وَمَا بَيْنَهُمَا وَعِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٨٦﴾

اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اور اُس کے پاس قیامت کا علم ہے اور اُس کی طرف تمہاری بازگشت ہے

وَلَا يَمْلِكُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنْ شَهِدَ

اور نہیں مالک جن کو تم اللہ کے علاوہ پکارتے ہو شفاعت کے مگر وہ جو شہادت

بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿٨٧﴾ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَهُمْ

دے حق کی اور وہ یقین بھی رکھتے ہوں اور اگر ان سے سوال کرو کہ کس نے ان کو پیدا کیا ہے

لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ فَأَنّٰى يُؤْفَكُونَ ﴿٨٨﴾ وَقِيلِهِ يٰرَبِّ إِنَّ هٰٓؤُلَاءِ

تو کہیں گے کہ اللہ نے پس کس طرح فریب دیے جاتے ہیں اور اس کا کہنا کہ اے پروردگار تحقیق یہ قوم

قَوْمٌ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٨٩﴾ فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلٰمٌ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿٩٠﴾

ایمان نہیں لاتی پس درگذر کر اُن سے اور کہو سلام پس عنقریب جان لیں گے

إِلَّا مَنْ شَهِدَ - چونکہ پہلے ارشاد فرمایا ہے کہ یہ لوگ اللہ کے علاوہ پکارتے ہیں وہ بروز محشر شفاعت کسی کی نہ کرسکیں گے تو اس سے حضرت عیسٰی اور حضرت عزیر علیہما السلام اور ملائکہ اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام جن کو بعض لوگوں نے خدا کا شریک ٹھہرالیا ان کا استثنا کیا گیا ہے یعنی وہ جن کو لوگوں نے معبود قرار دے لیا ہے وہ شفاعت کا حق نہ رکھیں گے سوائے اُن کے جو خود حق کے شاہد تھے یعنی انبیاء و ملائکہ و ائمہ کہ اُن کو حق شفاعت ہوگا۔ لیکن مشرکوں کے حق میں وہ شفاعت نہیں کریں گے بلکہ مومنوں کے حق میں انکی شفاعت مقبول ہوگی۔ اور یہ بھی معنی ہو سکتا ہے کہ جن انبیاء و ملائکہ و اولیاء کو مشرک لوگ اللہ کا شریک مانتے ہیں ان کو حق شفاعت نہ دیا جائے گا مگر ایسے لوگوں کے لئے جو حق کی شہادت دیتے ہوں گے یعنی مومنوں کے لئے وہ شفاعت کرسکیں گے جو زبان سے حق کا اعلان کرتے ہوں اور دل میں بھی اس کا صحیح عقیدہ رکھتے ہوں پس يَعْلَمُونَ کا معنی ہے دل میں علم و یقین

رکھتے ہوں۔

وَقِیْلِہٖ ۔ مجرور ہونے کی صورت میں اس کا عطف ساعۃ پر ہے یعنی عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ وَعِلْمُ قِیْلِہٖ کہ اللہ کے پاس قیامت کا علم ہے اور اس قول کا علم ہے جو نبی علیہ السلام نے کہا کہ اے پروردگار یہ لوگ ایمان نہیں لاتے پس حضور کو ارشاد ہوا کہ ان سے درگذر کیجئے اور سلام کہہ کر گذر جائیے وقت آنے پر ان کو انجام کا پتہ چل جائے گا۔

قُلْ سَلٰمٌ ۔ جناب فضہ کی قرآن دانی ۔ یہ روایت کتب سیر و تاریخ میں مذکور ہے جس کو میں نے اوراق الاحزان سے نقل کیا ہے۔ ابوالقاسم قشیری بیان کرتا ہے میں نے سفرِ حج کے دوران مدینہ اور مکہ کے درمیان ایک بادیہ میں ایک ضعیف عورت گم گشتہ راہ اور سرگردان دیکھا پس قریب جاکر دریافت کیا کہ تو قوم جنات سے ہے یا انسانوں میں سے ہے؟ پس اُس نے سب سے پہلے یہ آیت پڑھی قُلْ سَلٰمٌ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۔ جس سے میں نے سمجھا کہ یہ عورت مجھے اسلامی آئین کے تحت سلام میں ابتدا کرنے کی ہدایت کررہی ہے پس میں نے سلام دیا اور اس کے جواب میں اُس نے قرآن مجید کی دوسری آیت پڑھی سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِیْنَ میں نے پھر وہی سوال دُہرایا کہ قوم جنات سے ہو یا آدمیوں میں سے تو اُس نے پھر آیت پڑھی یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ ۔ پس میں نے سمجھا کہ آدمی ہے پس میں نے سوال کیا کہ اس بادیہ میں پھرنے کا کیا سبب ہے تو اُس نے پھر آیت پڑھی مَنْ یُّضْلِلِ اللّٰہُ فَلَا ہَادِیَ لَہٗ میں نے سمجھا کہ اس سے راستہ گم ہو گیا ہے تو میں نے سوال کیا کہ تمہارا کس طرف جانے کا ارادہ ہے تو اُس نے پھر آیت پڑھی۔ لِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ الخ ۔ میں نے سمجھا کہ حج کو جارہی ہے۔ تو پھر میں نے سوال کیا کہ آپ کہاں سے تشریف لا رہی ہیں تو اس کے جواب میں اُس نے آیت پڑھی۔ وَیُنَادَوْنَ مِنْ مَّکَانٍ بَعِیْدٍ جس سے میں سمجھا کہ بہت دُور سے آرہی ہے ۔ پس میں نے پوچھا کہ اپنے قافلہ سے کب جدا ہوئی؟ تو اُس نے پھر قرآن کی آیت پڑھی خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ میں نے سمجھا کہ چھ دن ہوئے قافلہ سے الگ ہوئی ہے ۔ پس میں نے کہا تیزی سے چلو تاکہ سفر جلدی طے ہو تو اُس نے پھر قرآن کی آیت پڑھی لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَہَا جس سے میں نے سمجھا کہ وہ تیزی سے نہیں چل سکتی ۔ پس میں نے پوچھا کہ تمہیں کھانا کھانے کی ضرورت ہے تو اُس نے آیت پڑھی مَا جَعَلْنٰہُمْ جَسَدًا لَّا یَاْکُلُوْنَ الطَّعَامَ جس سے میں نے سمجھا کہ اس کو کھانے کی ضرورت ہے پس میں نے کھانا پیش کیا ۔ جب کھا چکی تو میں نے عرض کی کہ تو بڑھیا اور ضعیف عورت ہے اگر چل نہیں سکتی تو میرے پیچھے سواری پر سوار ہو جاؤ تاکہ سفر جلد طے ہو جائے پس اُس نے پھر آیت پڑھی لَوْ کَانَ فِیْهِمَآ اٰلِہَۃٌ اِلَّا اللّٰہُ لَفَسَدَتَا ۔ جس سے میں نے سمجھا کہ نامحرم مرد کے ساتھ سوار ہونا ناپسند کرتی ہے پس میں خود سواری سے اُترا اور اُس کو سوار ہونے کی دعوت دی چنانچہ وہ سوار ہو گئی اور میں پیدل روانہ ہوا پس اُس نے قرآن مجید کی آیت پڑھی سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا ہٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنَ میں نے مڑ کر اُس کی طرف دیکھنا چاہا تو فوراً اس نیک بخت عورت نے آیت پڑھی قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِہِمْ جس سے میں نے سمجھا کہ وہ نامحرم کی طرف نظر کرنے سے منع کررہی ہے پس میں نے نظر نیچی کر لی اور روانہ ہوا ۔ چنانچہ قافلہ دکھائی دیا

تو میں نے دریافت کہ اس قافلہ میں تیرا کون ہے تو اُس نے قرآن مجید کے چار مقامات سے چار آیتیں تلاوت کیں جن میں چار نبیوں کے نام تھے۔ (۱) مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ (۲) یَا یَحْیٰی خُذِ الْکِتَابَ بِقُوَّۃٍ (۳) یَا دَاؤُدُ اِنَّا جَعَلْنَاکَ خَلِیْفَۃً (۴) یُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ ھٰذَا۔ اس بی بی کا یہ چار آیتیں پڑھنا تھا کہ چار جوان قافلہ سے الگ ہو کر ہماری طرف متوجّہ ہوئے پس میں نے دریافت کیا کہ ان جوانوں سے تیرا کون سا رشتہ ہے تو اُس نے قرآن مجید کی آیت تلاوت کی اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِیْنَۃُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا جس سے میں نے سمجھا کہ چاروں نوجوان اس بی بی کے فرزند ہیں پس انہوں نے اپنی ماں کا سلام کیا تو بی بی نے اُن کو دیکھ کر قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی۔ یَا اَبَتِ اسْتَاْجِرْہُ اِنَّ خَیْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِیُّ الْاَمِیْنُ۔ جس سے میں سمجھا کہ اپنے بیٹوں کو میری اُجرت دینے کی تلقین کر رہی ہے پس ہر ایک نے اپنی حیثیت کے مطابق میری خدمت کی تو اُس نے پھر آیت پڑھی۔ وَاللّٰہُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ جس سے میں نے سمجھا کہ مزید دینے کی ہدایت کر رہی ہے پس اُنہوں نے پھر عطیات دئے تو میں نے اُن جوانوں سے دریافت کیا کہ یہ کون بی بی ہے جو قرآن مجید کی اس قدر عالمہ ہے کہ ہر بات کا جواب قرآن مجید سے پیش کرتی ہے۔ تو اُنہوں نے جواب دیا ھٰذِہٖ اُمُّنَا فِضَّۃُ جَارِیَۃُ الزَّھْرَاءِ وَاللّٰہِ مَا تَکَلَّمَتْ مُنْذُ عِشْرِیْنَ سَنَۃً اِلَّا بِالْقُرْاٰنِ کہ یہ ہماری والدہ جناب فضہ کنیز زہراؑ ہیں جنہوں نے بیس برس کے عرصہ میں سوائے کلام اللہ کے اور کوئی بات منہ سے نہیں نکالی۔

لطیفہ انبیاء پر حضرت علیؑ کی فضیلت

تفسیر برہان میں وَاسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا آیت ۴۵ کے ذیل میں جابر بن عبداللہ انصاری سے منقول ہے کہ حضرت رسالت مآبؐ نے مجھ سے دریافت کیا اے جابر! کونسے بھائی اچھے ہوتے ہیں تو میں نے عرض کی وہ جو پدری و مادری ہوں تو آپ نے فرمایا کہ ہم گروہ انبیاء سب ایک دوسرے کے بھائی بھائی ہیں اور میں سب سے افضل ہوں اور تمام بھائیوں سے مجھے علی بن ابی طالب زیادہ پیارا ہے اور وہ میرے نزدیک تمام انبیاء سے افضل ہے۔ اور جو شخص ان سے انبیاء کو افضل جانے اُس نے مجھے بھی باقی انبیاء سے پست سمجھا اور جو مجھے ان انبیاء سے پست سمجھے وہ کافر ہے اور میں علی کو اس کی فضیلت کے ماتحت اپنا بھائی سمجھتا ہوں (اس کے بعد جابر نے کہا) کہ ان کے بھائی بھائی ہونے کا مقصد یہ ہے کہ سوائے نبوت کے باقی ہر فضل میں ایک دوسرے کے مثل تھے۔ چنانچہ ایک دوسری روایت میں امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام سے مروی ہے کہ حضورؐ نے حضرت علی سے فرمایا میں اللہ کا رسول ہوں اور اس کی جانب سے احکام پہنچانے والا ہوں اور تو وجہ اللہ ہے جس کی اقتداء کی جائے پس میری کوئی مثل نہیں سوائے تیرے اور تیری کوئی مثل نہیں سوائے میرے۔

سورہ دخان

یہ سورہ مکیہ ہے۔
اس کی آیات کی تعداد بسم اللہ سمیت ساٹھ ہے۔
حدیث نبوی میں ہے جو شب جمعہ سورۂ دخان کو پڑھے اُس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔
دُوسری حدیث میں ہے جو شخص رات کو سورہ دخان کی تلاوت کرے صبح تک ستر ہزار فرشتے اُس کے لئے استغفار کرتے ہیں۔
ایک روایت میں ہے جو شخص شب جمعہ اور روز جمعہ سورہ دخان کی تلاوت کرے اس کے لئے جنت میں گھر تعمیر ہوتا ہے۔
حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے جو شخص اپنے فرائض اور نوافل میں سورہ دخان کی تلاوت کرے وہ بروز محشر باامن محشور ہوگا اور اُسے عرش پروردگار کا سایہ نصیب ہوگا اس کا حساب آسان ہوگا اور اس کو اعمالنامہ دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ (مجمع البیان)
اور خواص قرآن میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا جو شخص اس سورہ کی تلاوت کرے تو اُس کو ہر حرف کے بدلہ میں ایک لاکھ غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا اور شب جمعہ پڑھنے والے کے سارے گناہ بخشے جائیں گے اور جو شخص اس کو لکھ کر اپنے پاس رکھے گا وہ شیطانوں کے مکر سے محفوظ رہے گا۔ اور جو شخص اس کو لکھ کر اپنے سر کے نیچے رکھ کر سوئے گا وہ خواب میں اچھائی دیکھے گا۔ اور رات کے مصائب سے پُرامن رہے گا۔ اور اگر اس کو دھو کر اس کا پانی دردِ شقیقہ والے کو پلایا جائے تو اس کا درد ختم ہو جائے گا اور اس کو لکھ کر مقامِ تجارت میں رکھا جائے تو اس کو کافی نفع ہوگا اور وہ مالدار ہو جائے گا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جو شخص اس کو لکھ کر اپنے پاس رکھے حکومت کی جانب سے ہر تکلیف سے محفوظ ہوگا اور ہر دیکھنے والے کے دل میں اس کا رعب قائم ہوگا اور لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت ہوگی اور اس کو دھو کر اس کا پانی پینے والے پیٹ کی گھٹن اور جملہ تکالیف سے نجات پائے گا (البرہان)

رکوع ع۱۴ ۔ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ ۔ لیلہ مبارکہ سے مُراد شبِ قدر ہے اور مبارک کا مقابلہ مشئوم ہوا کرتا ہے اور لیلہ مبارکہ یعنی شب قدر ۲۳ ماہ مبارک ہے۔ بعض لوگوں نے پندرہ شعبان مُراد لی ہے لیکن ائمہ طاہرین سے پہلا قول منقول ہے۔ شب قدر میں قرآن کے نازل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس رات لوحِ محفوظ سے آسمانِ اول پر اتارا گیا اور پھر قسط وار تئیس یا بیس برس میں موقعہ بموقعہ اُترتا رہا یا یہ کہ شب قدر میں بیت المعمور پر اکٹھا نازل کیا گیا اور پھر حسب موقعہ تھوڑا تھوڑا اترتا رہا۔ اور جواب قسم اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ نہیں ہے بلکہ یہ جملہ معترضہ ہے اور جواب قسم اِنَّا کُنَّا الیٰ آخرہ ہے۔

اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا منصوب ہونے کی دو وجہیں بیان کی گئی ہیں (۱) اخفش کے نزدیک امرًا مصدر ہے اور آمرًا فاعل کے معنی میں اَنْزَلْنَا کے فاعل سے حال ہے یعنی ہم نے نازل کیا ہے درحالیکہ ہم امر کرنیوالے ہیں۔ اور ممکن ہے ذو اس کا مضاف محذوف ہو یعنی ذا امر جس طرح اَلْبِرّ سے مراد ذا البِرّ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ①
اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

حٰمٓ ② وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ③ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ
حٰمٓ . کتاب مبین کی قسم تحقیق ہم نے اس کو نازل کیا مبارک رات

مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ④ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ⑤
میں تحقیق ہم ہیں ڈرانے والے اس (رات) میں فیصلہ کیا جاتا ہے ہر ہونے والی بات کا

اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ⑥ رَحْمَةً مِّنْ
ہمارے حکم سے تحقیق ہم ہی بھیجنے والے ہیں رحمت تیرے رب کی

رَّبِّكَ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ⑦ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
طرف سے تحقیق وہ سننے جاننے والا ہے آسمانوں اور زمین کا اور

وَمَا بَيْنَهُمَا اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ⑧ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ
جو کچھ ان کے اندر ہے سب کا پروردگار اگر تم یقین رکھنے والے ہو نہیں کوئی الٰہ مگر وہ زندہ کرتا ہے

وَيُمِيْتُ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ⑨ بَلْ هُمْ
اور مارتا ہے تمہارا رب اور تمہارے باپ دادا گزشتگان کا رب ہے بلکہ وہ شک میں

فِيْ شَكٍّ يَّلْعَبُوْنَ ⑩ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ
رہ کر کھیل میں مشغول ہیں پس انتظار کر اس دن کی کہ لائے گا آسمان ایک واضح

(۲) مفعول مطلق ہے کیونکہ یُفْرَقُ میں یُؤْمَرُ کا معنی پایا جاتا ہے۔ اسی طرح بعد میں رَحْمَةً بھی اخفش کے نزدیک

رَاحِمِیْنَ رَحْمَۃً کی تقدیر میں حال ہے انزلنا کے فاعل سے اور باقی نحویوں کے نزدیک مفعول لہ ہے ۔ یعنی ہم نے اُس کو اپنی رحمت کی بنا پر نازل کیا ہے۔

مُّبِیْنٍ ﴿۱۱﴾ یَّغْشَی النَّاسَ ھٰذَا عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۱۲﴾

دھواں جو چھا جائے گا تمام لوگوں پر یہ دردناک عذاب ہے

خلیفہ رسول کا مقام

آیات سے ظاہر ہے کہ سال بھر میں ہونے والے اُمور کا فیصلہ شب قدر میں کیا جاتا ہے پس لوگوں کے ارزاق اموات اور امراض وغیرہ کا سال بھر کا بجٹ اسی رات کو منظور کیا جاتا ہے اور اللہ کو اس میں مقدم یا موخر کرنے محو یا اثبات کرنے اور کمی یا بیشی کرنے کا اختیار ہوتا ہے ۔ اور اصول کافی سے ایک طویل روایت میں امام محمد باقر علیہ السّلام سے مروی ہے آپ نے مقام امامت کی توضیح و تشریح فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اگر لوگ پوچھیں کہ اَلرَّاسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ کون لوگ ہیں ؟ تو اُن کے جواب میں بے دھڑک اور ڈنکے کی چوٹ کہدو کہ راسخون فی العلم وہی ہو سکتے ہیں جن کے علم میں اختلاف نہ ہو یعنی اُن کا علم خلافِ واقع نہ ہو اور اگر وہ کہیں کہ ایسا کون ہو سکتا ہے تو کہو کہ راسخون فی العلم کا پہلا مصداق حضرت رسول اللہؐ کی ذات تھی اور بے شک اُن سے پوچھو کہ حضور نے احکام رسالت کی کی واقع کے مطابق تبلیغ کی یا نہیں کی تو ہر ایک کو بلا شک و ریب یہ کہنا پڑے گا کہ حضور نے احکام واقعیہ کی تبلیغ فرمائی تو پھر ہر ذی ہوش کو سوچنے کا موقعہ ملتا ہے کہ جب حضورؐ اس دار فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرما ہوئے تو کیا اُن کے قائمقام خلیفہ کے پاس ایسا علم ہے جس میں اختلاف نہ ہو یعنی جو خلافِ واقع نہ ہو اگر کہا جائے کہ ایسا خلیفہ کوئی نہیں جس کے پاس علمِ واقع موجود ہو جس میں غلطی کا امکان نہ ہو تو یہ بات قطعاً غلط ہے اور بالکل خلافِ عقل ہے بلکہ ضروری ہے کہ حضور کے بعد اُن کا ایسا قائم مقام موجود ہو جو اللہ کی جانب سے مویّد و مسدّد ہو اور رسول اللہؐ کی طرح فیصلہ کرنے کا اہل ہو اور نبوت کے علاوہ رسول اللہؐ کے تمام اوصاف کا حامل ہو کیونکہ اگر رسول اللہؐ اپنے چلے جانے کے بعد کسی ایسے آدمی کو اپنا جانشین مقرر نہ کریں جو ان کے علمی مقام کو سنبھالنے کا اہل ہو تو لازم آئے گا کہ حضور نے تا قیامت آنے والی نسلوں کو اپنے فیوض اور احکام خداوندی سے محروم کر دیا۔ پس اگر کوئی شخص یہ کہے کہ حضور کا علم قرآن مجید سے تھا اور اپنے زمانہ کے فیصلوں کو وہ قرآن مجید کی روشنی میں حل فرماتے تھے اور آنے والے مسائل چونکہ بعد کی پیداوار ہیں لہذا ان کے متعلق یقینی علم کا دعویٰ نہیں کیا جا سکتا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ فرماتا ہے ۔ فِیْھَا یُفْرَقُ کُلُّ اَمْرٍ حَکِیْمٍ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا اِنَّا کُنَّا مُرْسِلِیْنَ ۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ لیلۃ مبارکہ یعنی شب قدر میں ہر امر حکیم یعنی یقینی طور پر واقع ہونے والے اُمور کا فیصلہ کیا جاتا ہے اور یہ فیصلہ اللہ کی جانب سے ہوتا ہے اور وہ ملائکہ کو بھیجتا ہے معلوم ہوا کہ سال بھر میں ہونے والے واقعات کا فیصلہ اور اس کو لانے والے فرشتے اسی رات یعنی شب قدر میں اُترتے ہیں تو جس کے پاس اُترتے ہیں وہ اپنے زمانہ میں حضرت رسول اللہؐ کی ذات تھی ۔ اور ان کے بعد ان کے صحیح قائم مقام کی ہی ذات ہو سکتی ہے پس ہر زمانہ میں ایسی ذات کا وجود ضروری ہے جس کے پاس دائمی طور پر امر پروردگار کو لے کر

فرشتے اُترتے ہیں پس اگر یہ کہا جائے کہ فرشتے تو صرف انبیاء کے پاس آتے ہیں اور وہ غیر نبی کے پاس نہیں آیا کرتے تو اس کا جواب یہ ہے کہ آیت مجیدہ کے مضمون کے مطابق جب امر حکیم کو فیصلہ کے ساتھ ملائکہ اور روح لے کر اُترتے ہیں وہ کس کے پاس اُترتے ہیں؟ پس ماننا پڑے گا کہ رسول اللہؐ کے صحیح خلیفہ اور جانشین کے پاس اُترتے ہیں پس خلیفہ رسول وہی ہونا چاہیے جو اللہ کی طرف سے مؤید و مسدّد ہو اور خطا سے معصوم ہو کیونکہ اللہ فرماتا ہے اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ اور اگر خلیفہ محفوظ عن الخطا اور معصوم نہ ہو تو ظلمات سے نور کی طرف لے جانے کا مقصد کیا ہے؟ پس جس کا اللہ ولی ہے وہ یقیناً خطا سے محفوظ ہے اور جو اللہ کا دشمن ہے وہی خطاکار ہے پس جس طرح امر کا آسمان سے اُترنا ضروری ہے اسی طرح اولی الامر یعنی حاکم و والی کا زمین پر ہونا لازمی ہے اور خداوند کریم اس بات سے اجل و ارفع ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰؐ کے بعد لوگوں کو بغیر حجت کے چھوڑے

تفسیر نور الثقلین میں امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ لیلۃ القدر ہم سے مخفی نہیں رہتی کیونکہ اس رات میں فرشتے آکر ہمارا طواف کرتے ہیں۔

ایک اور حدیث میں آپ نے فرمایا کہ شب قدر میں ولی اللہ کے پاس (ولی الامر کے پاس) سال بھر میں ہونے والے اُمور کی تفصیل پہنچتی ہے پس اُن کو ان کے ذاتی معاملات کے متعلق بھی ہدایات موصول ہوتی ہیں۔ اور لوگوں کے معاملات کے متعلق بھی ہدایات بھیجی جاتی ہیں۔ اور سال بسال ایسا ہوتا ہے اور شب قدر کے علاوہ باقی ایام میں بھی علم خاص جو مکنون و مخزون ہے، کا اضافہ جاری رہتا ہے (ملخصاً)

ایک اور حدیث میں آپ نے فرمایا اے گروہ شیعہ سورہ اِنَّا اَنْزَلْنَا پڑھ کر لوگوں سے اپنے مسلک کے متعلق بحث کیا کرو اور اسی طرح حٰمٓ وَالْكِتَابِ الْمُبِيْنِ الخ۔ پڑھ کر اپنے مسلک کو ثابت کیا کرو کیونکہ رسول اللہ کے بعد اولو الامر کے بارے میں اُتری ہیں۔ اور اللہ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔ اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ۔ یعنی ہر اُمت میں ایک نذیر گذرا ہے پس جس طرح حضرت رسول کریمؐ اپنے زمانہ میں اُمت کے لئے نذیر تھے اسی طرح جب وہ دنیا سے اُٹھے تو اُن کی جگہ اُمت کے لئے ایک نذیر کا ہونا ضروری ہے ورنہ لازم آئے گا کہ تا قیامت اُمت محمدیہ حجت خدا سے محروم ہو۔ اگر اس کے جواب میں کوئی شخص کہے کہ اُمت کے لئے قرآن مجید کافی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید تنہا کافی نہیں ہو سکتا جب تک کوئی اس کی تفسیر و توضیح کرنے والا نہ ہو۔ اور حضورؐ نے اپنے بعد کے لئے مفسر قرآن کی نشان دہی فرما دی تھی۔ اور وہ علی بن ابی طالب کی ذات گرامی ہے (ملخصاً)

تفسیر نور الثقلین میں ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی شہادت کے بعد حضرت امام حسن علیہ السلام نے مسجد کوفہ میں ایک خطبہ دیا جس میں حمد و ثنا اور درود کے بعد ارشاد فرمایا اے لوگو! اس رات اس عظیم شخصیت نے رحلت فرمائی ہے جس سے اولین سبقت نہ حاصل کر سکے اور آخرین جس کی گرد راہ کو بھی نہیں پا سکتے خدا کی قسم جس رات آپ کا انتقال ہوا۔ اسی رات حضرت موسیٰ کے وصی حضرت یوشع بن نون کا انتقال ہوا۔ اور اسی رات حضرت حضرت عیسیٰ علیہ السلام چرخ چہارم پر اُٹھا

لئے گئے اور اسی رات میں قرآن مجید نازل ہوا۔

ایک روایت میں اسحاق بن عمار سے منقول ہے کہ ۱۹۔۲۱۔۲۳ رمضان میں سال بھر کے اُمور کا فیصلہ ہوتا ہے کہ ۱۹ کی رات کو سب اُمور جمع کئے جاتے ہیں اور ۲۱ کی رات کو فیصلہ کیا جاتا ہے اور ۲۳ کی رات کو وہ فیصلے نافذ کئے جاتے ہیں کہ ان میں ترمیم نہیں کی جاتی۔

بروایت احتجاج طبرسی حضرت امیرالمومنین علیہ السّلام سے ایک حدیث طویل میں منقول ہے جب سائل نے آپ سے حُجّ کے متعلق پُوچھا تو آپ نے فرمایا اِن سے مُراد حضرت رسالت مآبؐ اور ان کے صحیح قائم مقام ہیں جو اللہ کے برگزیدہ ہیں جن کی اطاعت کو اللہ نے اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت کے ساتھ ملادیا ہے اور وہی اولو الامر ہیں جن کے متعلق فرمایا ہے اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ۔ پھر سائل نے سوال کیا کہ اس جگہ امر سے کیا مُراد ہے؟ تو آپ نے فرمایا اس جگہ امر سے مراد وہی امر ہے جس کو شب قدر فرشتے لے کر اُترتے ہیں یُفْرَقُ مِنْ کُلِّ اَمْرٍ حَکِیْمٍ۔ آخر میں آپ نے فرمایا اگر اس امر کا نزول صرف حضرت رسالت مآبؐ کی ذات سے مخصوص ہوتا تو مطلب کی ادائیگی فعل ماضی سے کی جاتی پس تَنَزَّلُ کی بجائے نَزَلَتْ ہوتا اور یُفْرَقُ کی بجائے فُرِقَ ہوتا۔

حضرت امیرالمومنین علیہ السّلام کی زیارتِ مطلقہ کے الفاظ بھی اسی نوعیت کے ہیں جن میں آلِ محمدؐ کو خطاب کر کے کہا جاتا ہے کہ مقادیر الاُمور تم میں نازل ہوتے ہیں اور تمہارے گھروں سے ہی ان کا صدور ہوتا ہے یعنی ہونے والے اُمور کے متعلق امام وقت کو حسبِ مصلحت پہلے علم دیا جاتا ہے اور اس کی بدولت اُن کا علم لوگوں تک پہنچتا ہے اور اس کا اشارہ بھی شبِ قدر میں ملائکہ کے نزول کی طرف ہے کہ وہ مقادیر الاُمور لے کر آئمہ کے پاس پہنچتے ہیں یعنی اللہ کی جانب سے سال بھر کے ہونے والے فیصلے ائمہ تک پہنچا دیتے ہیں اور آئمہ وقتی مصالح کے ماتحت لوگوں کو اُن سے خبردار کرتے ہیں۔

اِن تمام فرامین آئمہ سے روز روشن کی طرح یہ بات واضح ہوگئی کہ شب قدر ملائکہ کا نزول ہوتا ہے اور وہ سال بھر کے فیصلے ساتھ لاتے ہیں اور آیت مجیدہ فِیْہَا یُفْرَقُ کُلُّ اَمْرٍ حَکِیْمٍ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا اِنَّا کُنَّا مُرْسِلِیْنَ سے صاف واضح ہے کہ ہر ہونے والے امر کا فیصلہ اللہ خود کرتا ہے اور اُس میں محو و اثبات کا حق بھی اس کو حاصل ہوتا ہے اور مضارع کا صیغہ اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ یہ سلسلہ سال بہ سال ہمیشہ جاری رہتا ہے پس ماننا پڑتا ہے کہ جس کے پاس فرشتے اُمور کا فیصلہ لائیں وہ ہر زمانہ میں موجود ہو گا لہذا رسالت مآبؐ کے بعد اُن کا جانشین بھی ہی ہوگا جو شب قدر میں نازل ہونے والے فرشتوں سے احکام پروردگار کو حاصل کر سکنے کا اہل ہو اور وہ اللہ کی طرف سے مؤید و مسدّد ہو۔ اور آیت مجیدہ صاف اعلان کر رہی ہے کہ یہ فیصلے ہماری طرف سے ہی ہوتے ہیں اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا اور فرشتوں کو ہم ہی بھیجتے ہیں۔ اِنَّا کُنَّا مُرْسِلِیْنَ اور ان کا نفاذ بھی اللہ ہی کے ارادہ و مشیت سے ہوتا ہے پس وسعتِ رزق یا تنگی رزق موت یا زندگی وغیرہ کے فیصلے اللہ کے ہاتھ میں ہیں اور وہی فیصلہ بھی کرتا ہے اور نافذ بھی کرتا ہے لیکن فرشتے شب قدر میں نازل ہو کر صاحب الامر (جو اولو الامر کا مصداق ہے)

کو اس کی اطلاع دیتے ہیں اور وہ اگر چاہیں تو متعلقہ افراد کو مطلع کر دیں اور اگر چاہیں تو اپنے تک محدود رکھیں اور بعض سابق روایات میں، یہ بھی ہے کہ آئمہ کو سال بھر کے لئے اپنے دستور العمل اور مفصل پروگرام کی بھی اطلاع دی جاتی ہے جس کو عملی جامہ پہنانے کے وہ پابند ہوتے ہیں اور وہی کچھ کرتے ہیں جو انہیں کرنا چاہیئے۔ پس اس سے یہ بات ہرگز ظاہر نہیں ہوتی کہ یہ نظام عالم کو خود چلاتے ہیں اور تقدیریں خود نافذ کرتے ہیں نظام کو چلانے والا اور اُمور کو نافذ کرنے والا خدا ہے اور ان کو اس کی اطلاع دی جاتی ہے۔ اور شب قدر کے علاوہ بھی ملائکہ ان کے پاس آتے رہتے ہیں۔

ماہ رمضان کی راتوں کی دعاؤں میں یہ فقرہ ہے۔ اے اللہ شب قدر میں سال بھر کے ہونے والے اُمور کے متعلق جو فیصلہ ہوتا ہے اس میں میرا نام بیت اللہ کے حاجیوں کی فہرست میں درج فرما اور بروایت علل الشرائع حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو شخص اس رات میں سو جائے جس میں ہونے والے اُمور کا فیصلہ کیا جاتا ہے تو وہ اس سال حج سے محروم ہو جاتا ہے اور وہ تئیس ماہ رمضان کی رات ہے کیونکہ اس میں حاجیوں کے قافلے درج کئے جاتے ہیں اور لوگوں کے رزق اور اجلیں بلکہ سال بھر میں ہونے والے سب واقعات کا فیصلہ لکھا جاتا ہے اور تہذیب الاحکام کی ایک روایت میں ہے کہ انیسویں کی رات کو یہ فیصلے لکھے جاتے ہیں۔ اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ لیلۃ القدر جس میں ہر ہونیوالے امر کا فیصلہ ہوتا ہے اس میں زیر عرش ایک منادی ندا کرتا ہے کہ تحقیق اللہ نے اس شخص کے جملہ گناہ معاف کر دیے جس نے اس رات حضرت سید الشہدا امام حسین علیہ السلام کی زیارت کر لی۔

ایک روایت میں معصوم سے سوال کیا گیا کہ پندرہ شعبان کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اس کے متعلق تو میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ البتہ انیسویں ماہ رمضان کو لوگوں کے رزق تقسیم کئے جاتے ہیں۔ اور اسی رات میں مرنے والوں کی آجال کا فیصلہ ہوتا ہے اور حاجیوں کے متعلق بھی لکھا جاتا ہے۔ اور خداوند کریم زمین پر بسنے والی مخلوق پر نظر رحمت کرتا ہے پس سوائے شراب خوار کے ہر ایک کو بخش دیتا ہے۔ اور تئیس کی رات ہر فیصلہ شدہ امر پر محکم ہونے کی مہر لگ جاتی ہے اور اس کو بھیج دیا جاتا ہے۔ راوی نے پوچھا کس کی طرف بھیج دیا جاتا ہے تو آپ نے فرمایا کہ صاحب الامر یعنی امام زمانہ کی طرف بھیج دیا جاتا ہے پس وہ جان لیتا ہے۔ (نور الثقلین)

بروایت عیون الاخبار فضل بن شاذان سے مروی ہے کہ میں نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے سنا کہ اگر کہا جائے روزے باقی مہینوں کے علاوہ ماہ رمضان میں کیوں فرض کئے گئے ؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ ماہ رمضان ہی وہ مہینہ ہے جس میں اللہ نے قرآن کو نازل فرمایا اور اسی میں ہی حضرت رسالت مآبؐ کو نبوت کے اعلان کا حکم ہوا۔ اور اسی مہینہ میں ہی وہ لیلۃ القدر ہے جو ایک ہزار مہینہ سے افضل ہے اور اسی میں ہر ہونے والے امر کا محکم فیصلہ کیا جاتا ہے۔ اور اسی مہینہ میں سال کی ابتداء ہے کہ سال بھر کے اُمور خیر و شر نفع و نقصان اور رزق و موت کا فیصلہ ہوتا ہے۔ اور اسی وجہ سے اس کو لیلۃ القدر کہا جاتا ہے۔

پس ان تین راتوں میں جاگ کر عبادت پروردگار کی بجا آوری باقی ایام کی ایک ہزار مہینہ کی عبادت کے برابر ہے اور ان راتوں کے مخصوص اعمال کتاب مفاتیح الجنان شیخ عباس قمی اعلی اللہ مقامہ میں مفصل مذکور ہیں۔ ان راتوں میں حضرت سید الشہداء کی مخصوص زیارت بھی مفاتیح میں مذکور ہے پس وہ لوگ نیک نصیب اور خوش بخت ہیں جو ان راتوں میں جاگ کر عبادت اور دیگر اعمالِ صالحہ میں بسر کریں۔ اور یہ راتیں دعا اور مناجات کی راتیں ہیں۔ خداوند کریم تمام مومنوں کو اعمالِ صالحہ کی بجا آوری کی توفیق عطا فرمائے

دُخان کی وضاحت

بِدُخَانٍ مُّبِیْنٍ ص ۲۵۶۔ اس کی دو توجیہیں کی گئی ہیں (۱) حضرت رسالت مآبؐ نے ایک دفعہ اپنی قوم کو بد دعا کی تھی کہ اے اللہ ان لوگوں کو قحط سالی کا مزہ چکھا۔ چنانچہ قریش پر قحط سالی چھا گئی۔ اور بھوک کے مارے اُن کو زمین سے آسمان تک دھواں ہی دھواں نظر آتا تھا۔ پس مردار اور ہڈیاں کھانے پر مجبور ہو گئے پھر حضور کی بارگاہ میں طالبِ عفو بن کر حاضر ہوئے اور عرض کی کہ آپ صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں تو اپنی قوم کی بھی خبر گیری کیجئے جو بھوک سے ہلاک ہو رہے ہیں پس آپ نے اُن کے حق میں دعا مانگی اور اللہ نے اُن سے اس تکلیف کو رفع فرما دیا۔

(۲) یہ کہ دھواں علائمِ قیامت میں سے ہے کہ جب قیامت قریب ہو گی تو ایک دھواں سا ظاہر ہو گا جو کفار کے کانوں میں داخل ہو گا کہ ان کے سر پھول جائیں گے اور مومنوں کو زکام کی سی تکلیف محسوس ہو گی اور زمین اس طرح نظر آئے گی جیسے اس پہ کافی آگ جلائی گئی ہو اور یہ صورتِ حال چالیس دن تک برقرار رہے گی۔ پس پہلی توجیہ کے مطابق الناس سے مراد اہل مکہ ہیں اور دوسری توجیہ کے مطابق الناس سے مراد تمام لوگ ہیں۔

رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ إِنَّا مُؤْمِنُونَ ﴿۱۲﴾ أَنَّىٰ

اے پروردگار دور کر ہم سے عذاب بے شک ہم ایمان لانے والے ہوں گے وہ کیسے

لَهُمُ الذِّكْرَىٰ وَقَدْ جَاءَهُمْ رَسُولٌ مُّبِينٌ ﴿۱۳﴾ ثُمَّ

نصیحت حاصل کریں حالانکہ ان کے پاس رسول مبین آیا پھر اس سے

تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوا مُعَلَّمٌ مَّجْنُونٌ ﴿۱۴﴾ إِنَّا كَاشِفُو الْعَذَابِ

پھر گئے اور کہنے لگے یہ سکھایا ہوا دیوانہ ہے تحقیق ہم دور کرنے والے

قَلِيلًا إِنَّكُمْ عَائِدُونَ ﴿۱۵﴾ يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرَىٰ

ہیں عذاب کو تھوڑے عرصہ تک کیونکہ تم پلٹ جانے والے ہو جس دن ہم گرفت کریں گے گرفت بڑی

رَبَّنَا اكْشِفْ۔ یعنی جب عذاب ظاہر ہو تو لوگ دعائیں کرتے ہیں کہ اے پروردگار ہم سے عذاب کو دور کر دے تو ہم مومن ہو جائیں گے لیکن جب عذاب ٹل جاتا ہے تو وہ ویسے کے ویسے سرکش ہو جاتے ہیں چنانچہ جب حضرت رسالتمآبؐ ان لوگوں کے پاس پہنچے تو اس کو صادق اور امین ماننے کے باوجود اس سے پھر گئے اور دیوانہ کہہ کر اس کی تعلیمات کو ٹھکرا دیا۔

اِنَّا کَاشِفُوا الْعَذَابِ۔ دخان کے پہلے معنی کے لحاظ سے معنی یہ ہوگا کہ جب اللہ نے اپنے حبیب کی دعا سے ان سے قحط سالی کا عذاب ٹال دیا تو وہ پھر کفر و عناد پر ڈٹ گئے لہٰذا دوبارہ جنگِ بدر کی سخت گرفت میں ان کو معذب کیا گیا اور دخان کے دوسرے معنی کے لحاظ سے مطلب یہ ہوگا کہ جب آثارِ قیامت کا دھواں ظاہر ہوگا تو لوگوں کی دعاؤں کی بدولت ایک وقت معین تک کے لئے اُن سے عذاب کو دور کر دیا جائے گا اور پھر دوبارہ مستحقین عذاب کو سخت عذاب میں دھکیل دیا جائے گا۔

اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ

تو ہم انتقام لے لیں گے اور تحقیق آزمائش میں ڈالا ہم نے ان سے پہلے قوم فرعون کو

وَجَآءَهُمْ رَسُوْلٌ كَرِيْمٌ ﴿۱۸﴾ اَنْ اَدُّوْٓا اِلَيَّ عِبَادَ اللّٰهِ

حالانکہ ان کے پاس رسول کریم (موسٰی) آیا (اور کہا) کہ آزاد کر کے مجھے اللہ کے بندے دے دو

اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۹﴾ وَاَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِنِّيْٓ

تحقیق میں تمہارے لئے امین پیغمبر ہوں اور یہ کہ اللہ پر سرکشی نہ کرو تحقیق

اٰتِيْكُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۰﴾ وَاِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ

میں تمہارے پاس واضح معجزہ لے کر آیا ہوں اور میں اپنے اور تمہارے پروردگار کی پناہ چاہتا ہوں

اَنْ تَرْجُمُوْنِ ﴿۲۱﴾ وَاِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِيْ فَاعْتَزِلُوْنِ ﴿۲۲﴾

اس سے کہ تم مجھے پتھر مارو اور اگر تم میری بات نہیں مانتے تو الگ ہو جاؤ

فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ مُّجْرِمُوْنَ ﴿۲۲﴾ فَاَسْرِ

پس اس نے اپنے رب سے دعا کی کہ تحقیق یہ لوگ مجرم ہیں (پس خدا کا حکم ہوا) کہ لے لو

بِعِبَادِيْ لَيْلًا اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَاتْرُكِ الْبَحْرَ

میرے بندوں کو رات میں تحقیق تمہارا تعاقب بھی کیا جائے گا اور رہنے دو پانی کو رُکا ہوا

وَلَقَدْ فَتَنَّا۔ حضور کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ کو گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ان سے پہلے قوم فرعون کا بھی حضرت موسٰی سے یہی دستور رہا ہے۔

اَنْ اَدُّوْا۔ اس کا ایک معنی تو یہ ہے کہ وہ اللہ کے بندے جو تمہاری قید میں ہیں مجھے ادا کر دو یعنی مجھے دے دو اور اُن کو اپنی قید سے آزاد کر دو اور دوسرا معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ عِبَادَ اللّٰهِ منادیٰ ہے اور یا حرف ندا محذوف ہے یعنی اے اللہ کے بندو! تم وہ فرائض و احکام ادا کرو جو میں تم تک لایا ہوں کیونکہ میں اللہ کا امین پیغمبر ہوں۔ اور اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا بلکہ میں نے تم تک اللہ کا ہی پیغام پہنچایا ہے۔ اور اللہ پر سرکشی نہ کرو۔ اور میں اپنی صداقت کے لئے اپنے پاس معجزات بھی رکھتا ہوں جو اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ میں اللہ کا ہی فرستادہ ہوں۔

تَرْجُمُوْنَ ۔ اس کا معنی پتھر یا تیر مارنا بھی ہوتا ہے ۔ اور اس کا معنی اس جگہ جھٹلانا اور افتراء باندھنا بھی کیا گیا ہے ۔

وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا ۔ رھو کا معنی سکون بھی کیا گیا ہے ۔ اور اس کا معنی ایسی زمین جس میں نہ قدم دھنس جائیں اور نہ اتنی سخت ہو کہ قدم کو ٹھوکریں لگیں ۔ مطلب یہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ کے لئے عصا مارنے سے پانی کے اندر راستے پیدا ہوئے اور آپ بنی اسرائیل کو لے کر پار ہو گئے تو چونکہ راستے برقرار تھے آپ نے ارادہ کیا کہ عصا کی ضرب مار کر راستوں کو مٹا دیا جائے اور پانی کو ملا دیا جائے تاکہ فرعون ان راستوں سے گذر کر ہمارا تعاقب نہ کر سکے تو ارشادِ قدرت ہوا کہ پانی کو اسی طرح ساکن رہنے دیا جائے تاکہ فرعون اور اس کا لشکر سارا اس میں آ جائے کیونکہ ان کے غرق ہونے کا فیصلہ ہو چکا ہے ۔

رَهْوًا اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۲۵﴾ كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ

تحقیق وہ لشکر غرق کیا جانے والا ہے — وہ کس قدر سرسبز باغات بشیریں چشمے

وَّعُيُوْنٍ ﴿۲۶﴾ وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ﴿۲۷﴾ وَّنَعْمَةٍ

لہلہاتی کھیتیاں — عمدہ رہائش گاہیں اور سامان عیش جن میں خوشحال آباد تھے چھوڑ کر چلے گئے

كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ ﴿۲۸﴾ كَذٰلِكَ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا

ایسا ہی ہم نے ان کا وارث دوسرے لوگوں کو

اٰخَرِيْنَ ﴿۲۹﴾ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ ﴿۳۰﴾

بنا دیا — پس نہ ان پر آسمان و زمین نے گریہ کیا اور نہ اُن کو مہلت دی گئی

كَمْ تَرَكُوْا ۔ یہ عبرت و نصیحت کے لئے ہے کہ فرعون اور اُس کی ساری قوم غرق ہو گئی ۔ اُن کے سرسبز باغات کھیتیاں ، چشمے محلات اور سامانِ تعیش و عشرت سب کچھ پیچھے رہ گیا اور خود لقمۂ عذاب ہو گئے اور اُن کے وارث ایسے لوگ ہو گئے جو اُن سے دُور کا بھی تعلق نہ رکھتے تھے اور اس دنیاوی عیش و آرام اور اس کے پُورے ساز و سامان کا آخری انجام یہی ہے ۔ اور آخر میں فرمایا کہ ایسے لوگوں پر نہ تو آسمان و زمین نے گریہ کیا اور نہ اُن کو مہلت دی گئی ۔ حدیث نبویؐ میں ہے کہ ہر انسان کے لئے آسمان میں دو دروازے ہیں ۔ ایک سے اس کے اعمال اُوپر جاتے ہیں اور دوسرے سے اس کا رزق نیچے اُترتا ہے پس جب انسان مرتا ہے تو یہ دونو دروازے اس پر گریہ کرتے ہیں اور اسی مضمون کی حدیث حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے بھی منقول ہے ۔

آسمان کس پر رویا

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ حضرت سیّد الشہداء اور امام حسین علیہ السّلام کے قتل پر آسمان نے گریہ کیا اور اس کی افقی سرخی اس کے گریہ کا نشان ہے ۔ اور بروایت زرارہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آسمان حضرت امام حسین علیہ السّلام اور حضرت یحییٰ علیہ السّلام پر چالیس دن تک روتا رہا اور ان دو کے علاوہ آسمان نے کسی کے لئے گریہ نہیں کیا ۔ اور بوقت طلوع و غروب اس کی سرخی اس کے گریہ کی علامت ہے ایکدفعہ

حضرت امیر المومنین علیہ السّلام کے سامنے حضرت امام حسین علیہ السّلام کا گذر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اس پر آسمان اور زمین دونو گریہ کریں گے اور آسمان وزمین کا گریہ امام حسین اور یحییٰ علیہما السّلام کے علاوہ اور کسی کے لئے نہیں ہے۔ ایک دن آپ مسجد میں تشریف فرما تھے اور اردگرد آپ کے صحابہ کا مجمع تھا حسینؑ آکر سامنے کھڑا ہو گیا تو حضرت امیرؑ نے اپنا ہاتھ حسین کے سر پہ رکھا اور فرمایا اے فرزند گرامی خداوند کریم نے قرآن مجید میں بعض لوگوں کا کنایۃً ذکر فرمایا ہے پس آپ نے یہ آیت مجیدہ پڑھی اور فرمایا کہ میرے بعد تو قتل کیا جائے گا اور تیرے اُوپر آسمان اور زمین گریہ کریں گے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ امام حسین علیہ السّلام کا قاتل ولد الزنا تھا۔ اور حضرت یحییٰ کا قاتل بھی ولد الزنا تھا اور امام حسین علیہ السّلام کے قتل کے بعد ایک سال تک آسمان کا رنگ سرخ رہا اور زمین وآسمان نے حضرت امام حسین اور حضرت یحییٰ علیہ السلام پر گریہ کیا۔ اور ان کی سرخی ان کا گریہ تھا اور ایک روایت میں ہے کہ آسمان پر نظر آنے والی سُرخی حضرت امام حسین علیہ السّلام کے قتل کے بعد شروع ہوئی ہے کہ اس سے پہلے یہ نہیں ہوا کرتی تھی (برہان)

تفسیر برہان میں اسی آیت مجیدہ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ جب کوئی نبی دنیا سے رحلت کرتا ہے تو اس پر آسمان وزمین چالیس سال تک گریہ کرتے ہیں اور جب کوئی عالم باعمل رحلت کرتا ہے تو آسمان وزمین اُس پر چالیس روز تک گریہ کرتے ہیں لیکن جب امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے تو ان پر آسمان وزمین کا گریہ دائمی ہے اور اس کی تصدیق اس سے ہوتی ہے کہ روز شہادت آسمان سے خون کے قطرے برستے رہے اور یہ سرخی جو آسمان کے افق پر ظاہر ہوتی ہے یہ شہادت حسینؑ کے بعد سے ہے کیونکہ اس سے پہلے یہ سرخی نہیں تھی اور شہادت کے روز زمین پر جہاں سے بھی کوئی پتھر اٹھایا گیا اس کے نیچے سے خون نکلا۔

امام حسینؑ کے غم میں رونے کا ثواب

تفسیر نور الثقلین میں حضرت امام علی زین العابدین علیہ السّلام سے منقول ہے کہ غم حسینؑ کی وجہ سے جس مومن کی آنکھ میں آنسو بھر آئے اور بہ کر اس کے رخسار پر آجائے تو خدا اس کو محلاتِ جنت میں احقاب کے عرصہ تک سکونت بخشے گا (مجمع البحرین سے منقول ہے کہ احقاب ۴۳ حقب کے مجموعے کا نام ہے جب کہ ہر حقب ستر خریف کے برابر اور ہر خریف سات سو برس کے برابر اور ہر سال تین سو ساٹھ دن کا اور ہر دن دنیا کے ایک ہزار سال کے برابر ہوگا) اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ دشمن سے پہنچنے والی ہماری کوئی تکلیف سن کر اگر کسی مومن کی آنکھ سے آنسو بہ کر اُس کے رخسار پر آجائے تو خدا اُس کو جنت کا اعلیٰ مکان عطا فرمائے گا۔ اور اگر کسی مومن کو ہماری محبت کی وجہ سے کوئی تکلیف پہنچائی جائے اور اس کی آنکھ سے آنسو بہ کر اس کے رخسار پر آجائے تو خداوند کریم اُس سے دنیا کی ہر قسم کی تکالیف اٹھائے گا اور قیامت کے دن وہ اس کے غضب سے امن میں ہوگا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ جو شخص ہمارا ذکر کرے یا ہمارا ذکر اُس کے سامنے ہو پس اُس کی آنکھ سے مچھر کے پر کو تر کرنے کے برابر آنسو نکلے تو خداوند کریم اُس کے جملہ گناہ معاف فرمائے گا اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر کیوں نہ ہوں

حضرت امام حسین علیہ السلام نے پرچم اسلام کو اُس وقت بلند کیا جب کہ یزید عنید کی سیاہ کاریاں اسلامی تعلیمات کے قریب المرگ ڈھانچے کو زندہ درگور کرنے پر تُل گئی تھیں کیونکہ اس کے کافر دل میں جنگ احد و بدر کے مقتول کافروں کی محبت کا جذبہ کارفرما تھا جو بانیانِ اسلام سے پُوری طرح انتقام لینے پر اُسے اکسا رہا تھا پس وہ وقت و حالات کی مساعدت کا منتظر تھا اور معاویہ کی موت کے بعد اُسے اپنے ناپاک ارادوں کی تکمیل کا موقعہ مل گیا چنانچہ ہونے والے سانحہ کے جواز کا بہانہ پیدا کرنے کے لئے اُس نے امام حسین علیہ السلام سے اپنی بیعت کا ناشدنی مطالبہ کیا اور امام حسین علیہ السلام اُس کی ناپاک سازش کو پوری طرح بھانپ گئے پس اس سلسلہ میں بھاری سے بھاری قربانی دینے کے لئے تیار ہو گئے اور ایک نہیں بلکہ پورا نبوی خاندان اُس کے ناپاک منصوبے کو فیل کرنے کے لئے اسلام کے سامنے سینہ سپر ہو کر کھلے میدان میں ڈٹ گیا۔ اور تن من دھن اور جان مال و ناموس کی عظیم ترین قربانیاں پیش کر کے اسلام کے قریب المرگ ڈھانچے میں وہ رُوح حیات پھونکی کہ اُسے ابدی باعزّت زندگی مل گئی اور یزید کے ناپاک ارادوں کو اس طرح ناکام کیا کہ یزیدیت کو قیامت تک کے لئے قعرِ مذلت نصیب ہوئی پس امام حسین کی عظیم قربانیاں انسانیت کے کندھوں پر احسانِ عظیم کے بار کی حیثیت رکھتی ہیں جن کی یاد کو تازہ کرنا ہر صحیح الفطرت با ضمیر انسان کا فریضہ ہے۔ پس ان کی مظلومیت کی داستان کو دہرانا اور ان کے غم میں آنسو بہانا ظلم و تشدد اور کافرانہ جارحیت کے خلاف آواز بلند کرنے کے مترادف ہے اور مسلمانانِ عالم کے لئے ناقابلِ فراموش درس ہے کہ اپنے مطالبۂ حق پر ڈٹ جانا اور عزم و استقلال کے قدموں پر کھڑے ہو کر ظالم و نااہل حکومت کو للکار کر فتح عظیم حاصل کرنا انسانی آزادی کا فطری حق ہے جسے کسی وقت بھی بھلایا نہیں جا سکتا اور یہی چیز فتح مندی کا وہ زریں اصُول ہے جس کو اپنانے والا کبھی اپنے مشن میں ناکامی کا منہ نہیں دیکھ سکتا۔

آیت مجیدہ اپنے مصداق کے اعتبار سے تمام ان لوگوں کو شامل ہے جو دینِ خدا کے لئے کوئی اچھی خدمت انجام دے کر نہ جائے پس اُن کی موت نہ آسمان والوں کے لئے باعثِ درد ہوتی ہے اور نہ زمین والوں کے لئے کسی اہمیت کی حامل ہوتی ہے پس نہ اُن پر آسمان روتا ہے اور نہ زمین اُن کے غم میں گریہ کرتی ہے یعنی ایسے لوگوں کی موت صحیفۂ آسمان اور ورقِ زمین کے سینے سے حرف غلط کی طرح اُس کے مٹ جانے کے برابر ہوتی ہے کیونکہ جس کسی کی زندگی کسی حد تک اس کے عظیم کارناموں کی وجہ سے تابناک ہو۔ اُس کی موت اِسی قدر المناک اور اس کی مظلومیت اسی نسبت سے ہی دردناک اور عبرت ناک ہوتی ہے۔ پس آیتِ مجیدہ کے مفہوم مخالف سے یہ بات صاف عیاں ہے کہ جو لوگ دین خداوندی کی خاطر کچھ کر جاتے ہیں خواہ اپنے پیچھے جائدادیں، کوٹھیاں، باغات، چشمے اور دیگر فانی یادگاریں چھوڑ کر جائیں یا کچھ بھی نہ چھوڑیں اُن کا بلند کردار انسانیت کی عظیم خدمات اور دین اللہ کی بقا کی خاطر دی جانے والی اس کی بے مثال قربانیاں جس طرح آسمانِ عظمت پر نیر اعظم بن کر چمکتی ہیں اسی طرح نیلگوں چھت کے فلک بے قرار اور فرش زمرّدین کے صفحہ ناپائیدار پر اُن کے روشن کردار کے نقوش لوہے کی لکیر کی طرح انمٹ ہوتے ہیں کر رہتی دنیا تک، اسے کسی استبدادی حربے سے مٹایا نہیں جا سکتا۔ اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی میدانِ کربلا میں پیش کردہ قربانیاں اس سلسلہ میں سرِفہرست ہیں۔ اور اُس وقت سے اس وقت تک ہر دور کا یزید صفت حکمران واقعۂ ہائلہ کربلا

کی اہمیت کو کم کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگاتا رہا لیکن منہ کی کھاتا رہا اور باطل پرستوں کی حیلہ سازیوں اور مکاریوں کے باوجود حسینی مشن کا مہر تاباں سپہر حقیقت پر ظلم و جور کے دھندلکوں کو مات کر کے ہمیشہ جگمگاتا رہا۔ جس کی بدولت پرچم اسلام فضائے آسمانی میں اپنی پوری آن سے لہراتا رہا۔ اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔

اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی ہی عظیم و بے مثال قربانیوں کا اثر ہے کہ آج تک اسلام اپنے صحیح خدوخال میں موجود ہے اور اسلامی تعلیمات کو کفر و شرک کی تیز سے تیز تر آندھیوں کے باوجود کسی دور میں مٹایا نہیں جاسکا۔ پس نیکیاں کرنے والے موجود رہے اور برائیوں سے نفرت کرنے والے بھی ہر دور میں پیدا ہوتے رہے پس اگر کہیں بھی باطل پرستی سرزوری دکھانے پر آجائے تو ہر دور میں حسینی مشن کو اپنانے والے سر دھڑ کی بازی لگا کر اس کے سامنے ڈٹ جانے کو انسانیت کی صحیح خدمت سمجھتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ حضرت امام حسینؑ کی شہادت کے موقعہ پر آسمان سے قطرات خون گرے یا افق کی سرخی ان کے ماتم میں ظاہر ہوئی اور زمین سے خون ابلا یا آثار ماتم نمودار ہوئے گویا یہ سب اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ دین خداوندی کی صحیح خدمت اور مقصد توحید کی بقاء کی خاطر جان دینے والے مجاہد اعظم نے زمین اور آسمان کی ہمدردیاں مول لے لی تھیں لہذا چودہ طبق ان کی شہادت پر مرثیہ خوان تھے۔

رکوع نمبر ۱۵

الْعَذَابِ الْمُهِينِ۔ بنی اسرائیل پر ذلت آمیز عذاب یہی تھا کہ فرعون کے حکم سے ان کے بیٹوں کو ذبح کر دیا جاتا تھا اور ان کی لڑکیوں کو کنیزی اور خدمت کے لئے زندہ رکھا جاتا تھا پس اللہ نے ان کو اس عذاب سے نجات دی۔

وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِينِ ﴿٣١﴾

اور تحقیق ہم نے نجات دی بنی اسرائیل کو ذلت آمیز عذاب سے

مِن فِرْعَوْنَ ۚ إِنَّهُۥ كَانَ عَالِيًا مِّنَ الْمُسْرِفِينَ ﴿٣٢﴾ وَلَقَدِ

جو فرعون کی طرف سے تھا تحقیق وہ متکبر اور حد سے گذرنے والوں میں سے تھا اور تحقیق

اخْتَرْنَٰهُمْ عَلَىٰ عِلْمٍ عَلَى الْعَٰلَمِينَ ﴿٣٣﴾ وَءَاتَيْنَٰهُم

ہم نے ان کو جان کر عالمین پر چن لیا اور ان کو ایسی نشانیاں

مِنْ فِرْعَوْنَ یا تو عذاب سے بدل ہے یا حال واقع ہے عذاب سے یعنی ثابتاً مِنْ فِرْعَوْنَ۔

وَلَقَدِ اخْتَرْنَاهُمْ اس سے معلوم ہوا کہ جن کو اللہ چن لیتا ہے وہ چننے کے قابل ہوتے ہیں کیونکہ وہ ان کے جملہ حالات و کوائف سے مطلع ہوتا ہے پس اس کا چناؤ ہمیشہ برمحل ہوتا ہے چنانچہ بروایت عیون الاخبار حضرت رسول کریمؐ سے مروی ہے کہ خدا نے آل محمدؐ کو نبیوں کو اور فرشتوں کو چن لیا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ ان سے ایسے کام سرزد نہ ہوں گے جن کی بدولت ان کا اللہ سے رشتۂ محبت ٹوٹ جائے یا وہ مستحق عذاب ہو جائیں کامیابی کی دعا۔ تفسیر برہان میں بروایت اصبغ بن نباتہ سے مروی ہے کہ عمر بن خطاب کے زمانہ میں ایک شخص تھا

جس کے پاس آذربیجان کے علاقہ میں کافی اونٹ تھے پس وہ سرکش ہو گئے کہ یہ شخص اُن سے کسی قسم کا فائدہ نہیں اٹھا سکتا تھا عمر بن خطاب نے اس کو ایک دعا تعلیم کی لیکن اس کا کچھ بھی اثر نہ ہوا پھر قوم جنات کے نام ایک خط لکھا تاکہ اگر جنوں کا اثر ہو تو وہ بھی زائل ہو جائے اور وہ جن اس معاملہ میں درخواست کنندہ کی امداد کریں لیکن اس کا بھی الٹا اثر ہوا پس وہ شخص پھر دربار خلافت میں اپنی شکایت لے کر حاضر ہوا اور جب اُس نے اپنی ناکامی کا اور خلیفہ کے مکتوب کی بے اثری کا ذکر کیا تو خلیفہ نے اُسے اپنی توہین قرار دیتے ہوئے شکایت کرنے والے کو دربار خلافت سے نکال دیا۔ پس وہ شخص حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی بارگاہ امامت میں پہنچا تو آپ نے اس کو یہ دعا تعلیم فرمائی کہ وہاں جا کر اس کو پڑھو۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ وَاَهْلِ بَيْتِهِ الَّذِيْنَ اخْتَرْتَهُمْ عَلَى الْعَالَمِيْنَ اَللّٰهُمَّ فَذَلِّلْ لِيْ صُعُوْبَتَهَا وَحَرَابَتَهَا وَاكْفِنِيْ شَرَّهَا فَاِنَّكَ الْكَافِي الْمُعَافِي الْغَالِبُ الْقَاهِرُ۔ چنانچہ وہ شخص چلا گیا اور اگلے سال جب پلٹا تو حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے لئے تحائف بھی لایا اور اپنی کامیابی کا مژدہ بھی اس نے سنایا آپ نے اس کو مزید برکت کی دعا دی۔ اور فرمایا کہ جس شخص کو مال اولاد اور خاندان کی نافرمانی کی تکلیف ہو یا حکمران کی طرف سے کوئی ڈر ہو تو یہ دعا پڑھے انشاء اللہ اُسے کامیابی ہو گی اور خدا اس کو ہر مشکل و مصیبت سے کفایت فرمائے گا۔

مِّنَ الْاٰيٰتِ مَا فِيْهِ بَلٰٓؤٌا مُّبِيْنٌ ﴿۳۴﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَيَقُوْلُوْنَ

دیں جن میں ہماری طرف سے واضح نعمت تھی تحقیق یہ لوگ کہتے ہیں

﴿۳۵﴾ اِنْ هِيَ اِلَّا مَوْتَتُنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُنْشَرِيْنَ ﴿۳۶﴾

کہ نہیں یہ مگر پہلی بار کا مرنا اور (پھر) ہمیں نہیں اٹھایا جائے گا

فَأْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۷﴾ اَهُمْ خَيْرٌ اَمْ

پس ہمارے باپ دادا کو زندہ کر لاؤ اگر تم سچے ہو کیا یہ لوگ اچھے ہیں یا

قَوْمُ تُبَّعٍ وَّالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ اَهْلَكْنٰهُمْ اِنَّهُمْ كَانُوْا

تبع کی قوم اور جو اُن سے بھی پہلے تھے کہ ہم نے ان کو ہلاک کیا کیونکہ وہ

بَلٰٓؤٌا مُّبِيْنٌ۔ سمندر کا چیرنا پتھر سے چشموں کا جاری ہونا بادل کا سایہ اور من وسلویٰ وغیرہ بنی اسرائیل پر اللہ کے خصوصی احسانات تھے۔

اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ۔ یعنی کفار مکہ کسی معقول بات کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے اور عوام کو مغالطہ میں ڈالنے کے لئے بہانے بناتے چلے جاتے ہیں پس حشر و نشر کا انکار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد قطعاً زندہ ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور حضور سے کہتے تھے کہ اگر مردوں کا دوبارہ زندہ ہو کر محشور ہونا درست ہے تو ہمارے لئے آپ اپنے جداعلیٰ قصی بن کلاب کو زندہ کر دیں تاکہ ہم اُس سے آپ کے متعلق بھی تسلی کر لیں۔

قَوۡمُ تُبَّعٍ۔ خدا فرماتا ہے کہ مشرکین مکہ قوم تبع سے بخت واقبال مالداری وخوشحالی اور طاقت وقوت میں زیادہ نہیں ہیں بلکہ وہ اِن سے بھی کہیں زیادہ دینادی نعمات میں خوشحال زندگی بسر کرتے تھے اور اُن کے کرتوتوں کے صدقہ میں ہم نے اُن کو گرفتار عذاب کرلیا تو اِن کا بھی آخر وہی حشر ہوگا۔

مجمع البیان میں منقول ہے کہ تبع کا اصلی نام اسعد ابوکرب تھا اور یمن کے قبیلۂ حمیر میں سے تھا اور چونکہ یمن کے سابق حکمرانوں کے نقش قدم پر چلا اس لئے اس کو تبع کہا گیا یا یہ کہ لوگ کافی اس کی اتباع میں جمع ہوگئے تھے پس اس کو تبع کا لقب دیا گیا۔ اس نے حیرہ پر فوج کشی کی پھر سمرقند کو تاخت وتاراج کرکے اس کو دوبارہ آباد کیا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یمن کے حکمران کو تبع کا لقب دیا جاتا تھا جس طرح ترک کے بادشاہ کو خاقان اور رُوم کے بادشاہ کو قیصر کہا جاتا تھا اور حضرت رسالتمآبؐ سے تبع کا اسلام کو قبول کرنا بھی مروی ہے اور منقول ہے کہ قبیلۂ اوس اور خزرج کو اس نے حضرت رسالتمآبؐ کی آمد کی انتظار میں مدینہ میں سکونت کا حکم دیا تھا اور کہا تھا کہ اگر میری موجودگی میں وہ تشریف لائے تو میں ضرور ان کی نوکری کروں گا اور اُن کے ساتھ مل کر اُن کے دشمنوں سے جنگ کروں گا۔ بہر صورت مفسرین نے کہا ہے کہ تبع خود اچھا آدمی تھا چنانچہ قرآن مجید میں اس کی قوم کی مذمت مذکور ہے اور اس کی مذمت نہیں کی گئی۔ اور تبع کے متعلق اوس وخزرج کو مدینہ میں ٹھہرانے کی روایت تفسیر کی دوسری جلد میں مذکور ہے۔ پہلا ایڈیشن ص۱۶۵ دوسرا ایڈیشن ص۱۲۱ پر ملاحظہ ہو۔

مُجۡرِمِیۡنَ ﴿۳۸﴾ وَمَا خَلَقۡنَا السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَمَا بَیۡنَهُمَا

مجرم تھے ۔ اور ہم نے نہیں پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو اور جو ان کے درمیان

لٰعِبِیۡنَ ﴿۳۹﴾ مَا خَلَقۡنٰهُمَاۤ اِلَّا بِالۡحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكۡثَرَهُمۡ

ہے کھیل کے طور پر ۔ نہیں ان کو پیدا کیا مگر حق کے ساتھ لیکن اکثر نہیں

لَا يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۴۰﴾ اِنَّ يَوۡمَ الۡفَصۡلِ مِيۡقَاتُهُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ ﴿۴۱﴾

جانتے ۔ تحقیق فیصلے کا دن سب کے لئے وعدہ کی جگہ مقرر ہے

وَمَا خَلَقۡنَا السَّمٰوٰتِ یعنی آسمان وزمین وجملہ موجوداتِ عالم کا تخلیقی کارنامہ بے مقصد اور صرف کھیل تماشا نہیں بلکہ مدبّر کائنات اور محسنِ موجودات نے ان تمام چیزوں کو حق کے ساتھ پیدا فرمایا ہے یعنی ایک صحیح مقصد کے لئے ان کو خلعت وجود عطا فرمائی ہے اور چونکہ کھیل تماشا کے طور پر بنانا باطل اور لغو سے کے مترادف تھا اسلئے اسکے مقابلہ میں حق کا استعمال فرمایا یعنی یہ عظیم تخلیقی کارنامہ محض کھیل اور لغو مشغلہ کے طور پر نہیں تاکہ ان کی موت ان کو حرف غلط کی طرح مٹانے کی مترادف ہو بلکہ ان کا وجود ایک صحیح مقصد اور حق کے طور پر ہے لہذا ان کی موت ایک اعلیٰ انجام کا پیش خیمہ ہوگی پس یہ دار الامتحان ہے تاکہ اپنے اختیار سے نیکی یا بدی کے راستے پر گامزن ہو کر اگلی منزل دار الجزاء کی طرف قدم بڑھائیں۔

لَا یُغۡنِیۡ مَوۡلًی۔ مولی کا معنی دوست حاکم۔ مددگار ہم قسم اور چچازاد وغیرہ معانی میں استعمال ہوتا ہے مقصد یہ ہے کہ اس دن ہر شخص کو اپنا عمل کام آئے گا۔ دوسرا کوئی کسی کی کچھ بھی امداد نہیں کر سکے گا۔ اِس لفظ سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ شفاعت نہ ہوگی لیکن چونکہ شفاعتِ محمدؐ و آل محمدؐ اور شفاعت مومنین حق ہے۔ لہٰذا اِلَّا مَنۡ رَّحِمَ اللّٰہُ کہہ کر اس کا استثنا کر دیا یعنی جن پر اللہ کا رحم ہوگا۔ اُن کے حق میں شفاعت کی جا سکے گی۔ تفسیر برہان میں بروایت کافی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اس استثناء سے مقصود حضرت المومنین علیہ السلام اور اس کے شیعہ ہیں۔ زید شحام سے مروی ہے کہ ایک دفعہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے ہمراہ چل رہا تھا وہ رات جمعہ کی تھی۔ آپ نے فرمایا آج شب جمعہ ہے۔ لہٰذا کچھ تلاوت کرو چنانچہ میں نے اِنَّ یَوۡمَ الۡفَصۡلِ سے شروع کیا اور یہ آیتیں پڑھیں تو آپ نے فرمایا خدا کی قسم اِلَّا مَنۡ رَّحِمَ کے مصداق ہم ہیں اور ہم ان کی مدد کریں گے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ہماری ولایت ہی اُس دن لوگوں کے کام آئے گی

اِلَّا مَنۡ رَّحِمَ۔ یعنی جن لوگوں پر اللہ رحم فرمائیگا وہ قیامت کے سخت عذاب سے بچ جائیں گے یا تو ابتداءً اُن کو عذاب سے بچا لیا جائے گا یا پہلے جہنم میں اپنے کئے اعمال کی سزا بھگتنے کے لئے داخل ہوں گے اور پھر شفاعت سے اُن کو نجات مل جائے گی۔

يَوۡمَ لَا يُغۡنِىۡ مَوۡلًى عَنۡ مَّوۡلًى شَيۡـًٔا وَّلَا هُمۡ يُنۡصَرُوۡنَ ﴿۴۲﴾

جس دن نہ کفایت کریگا کوئی دوست کسی دوست سے کچھ بھی اور نہ ان کی مدد کی جائے گی

اِلَّا مَنۡ رَّحِمَ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الۡعَزِيۡزُ الرَّحِيۡمُ ﴿۴۳﴾ اِنَّ

مگر جس پر اللہ کا رحم ہو تحقیق وہ غالب رحم کرنے والا ہے تحقیق

شَجَرَتَ الزَّقُّوۡمِ ﴿۴۴﴾ طَعَامُ الۡاَثِيۡمِ ﴿۴۵﴾ كَالۡمُهۡلِ ۛۚ يَغۡلِىۡ فِى

زقوم کا درخت گنہگار کا کھانا ہوگا پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہوگا

الۡبُطُوۡنِ ﴿۴۶﴾ كَغَلۡىِ الۡحَمِيۡمِ ﴿۴۷﴾ خُذُوۡهُ فَاعۡتِلُوۡهُ اِلٰى سَوَآءِ

پیٹ میں کھولے گا جس طرح گرم پانی کھولتا ہے اس کو پکڑو پس دھکیل دو اس کو وسط جہنم

الۡجَحِيۡمِ ﴿۴۸﴾ ثُمَّ صُبُّوۡا فَوۡقَ رَاۡسِهٖ مِنۡ عَذَابِ

پھر انڈیل دو اس کے سر پر کھولتے ہوئے پانی

الۡحَمِيۡمِ ﴿۴۹﴾ ذُقۡ ۚ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡكَرِيۡمُ ﴿۵۰﴾

کا عذاب چکھ (یہ عذاب) تحقیق تو عزت دار و کریم (کہلاتا) تھا

اِنَّ هٰذَا مَا كُنۡتُمۡ بِهٖ تَمۡتَرُوۡنَ ﴿۵۱﴾ اِنَّ الۡمُتَّقِيۡنَ فِىۡ

تحقیق یہ وہ ہے جس میں تم شک کرتے تھے تحقیق متقی لوگ

شفاعت کا عقیدہ مسلمانوں کا مسلّمہ عقیدہ ہے اور حضور رسالت مآبؐ سے بھی منقول ہے کہ جو شخص میرے معراج کا عقیدہ نہ رکھے اور میری شفاعت پر ایمان نہ رکھے وہ میری اُمت سے نہیں ہے اور آلِ محمدؐ کا اپنے شیعوں کے لئے شفاعت کرنا متواتر احادیث سے ثابت ہے بلکہ بعض خالص مومنین کو بھی حق شفاعت دیا جائے گا۔

مَقَامٍ اَمِيْنٍ ﴿۵۲﴾ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۵۳﴾ يَلْبَسُوْنَ

با امن مقام میں ہونگے باغات اور چشموں میں اطلس و دیبا کے

مِنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿۵۴﴾ كَذٰلِكَ وَزَوَّجْنٰهُمْ

لباس میں ملبوس ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوں گے ایسا ہی ہوگا اور ہم ان کی حور عین

بِحُوْرٍ عِيْنٍ ﴿۵۵﴾ يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ ﴿۵۶﴾

سے شادی کریں گے وہاں پرامن ہوکر ہر قسم کا میوہ طلب کریں گے

لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى وَوَقٰهُمْ

وہ سوائے پہلی موت کے اور کوئی موت نہ چکھیں گے اور ان کو (خدا) دوزخ

عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴿۵۷﴾ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ ذٰلِكَ هُوَ

کے عذاب سے بچائے گا۔ یہ تیرے رب کا فضل ہے اور یہ بڑی

الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۵۸﴾ فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ

کامیابی ہے سوائے اس کے نہیں کہ اس کو ہم نے تیری زبان پر آسان کر دیا تاکہ

يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۹﴾ فَارْتَقِبْ اِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُوْنَ ﴿۶۰﴾

وہ نصیحت حاصل کریں پس تو انتظار کر وہ بھی انتظار کرنے والے ہیں

رکوع نمبر ۱۶۔ الزَّقُّوْم اسے تھوہر کہا جاتا ہے ابوجہل نے ازراہِ تمسخر کھجوروں پر مکھن ڈال کر لوگوں سے کہا تھا کہ یہ وہی زقوم ہے جس سے محمد ہم کو ڈراتا ہے بعض مفسّرین نے اس جگہ اثیم سے مراد ابوجہل لیا ہے اور لفظ اثیم مطلق ہر گنہگار کو شامل ہے۔

ذُقْ اِنَّكَ ۔ چونکہ ابوجہل اپنے آپ کو مکہ میں عزیز و کریم کہتا تھا اس لئے اس کے سر پر جہنم کا کھولتا ہوا پانی ڈال کر کہا جائے گا کہ تو عزیز و کریم ہے لہٰذا اس عذاب کو چکھو۔

سُنْدُسٍ ۔ بعضوں نے کہا ہے کہ سندس پہننے کا کپڑا ہوتا ہے اور استبرق نیچے بچھانے کے لئے ہوتا ہے اور یہ دونو نہایت قیمتی کپڑے ہیں۔

مُتَقٰبِلِيْنَ ۔ یعنی بہشتی لوگوں میں باہمی منافرت نہ ہوگی تاکہ ایک دوسرے کی طرف ناراضگی سے پیٹھ کر لیں بلکہ ان میں ہمیشہ دوستانہ قائم رہے گا اور ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہنستے مسکراتے ہوئے زندگی بسر کریں گے۔